

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِيلُ التَّفْسِيرِ
المعروف به
تَفْشِيرُ

شيخ الإسلام والمسلمين حضرت علامه محمد رفیع الدین رحمہ اللہ فی اللہ

سَيِّدُ الشُّعَرَاءِ

المعروف به

تفسير الشَّيْخِ

جلد دوم

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ٢٨ — تَبَارَكَ الَّذِي ٢٩ — عَمَّ ٣٠

سَيِّدُ الشُّعَرَاءِ وَالْمُسْلِمِينَ

مُتَرَجِّمٌ عَنْ لُغَةِ الشَّيْخِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
مُسَيَّدٌ

مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ الْمَكِّيَّةِ

لاهور - کراچی - پاکستان

مضامین

نمبر شمار

صفحہ

- ۹ ----- عرض ناشر ----- ﴿۱﴾
- ۱۲ ----- پارہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ۲۸ ----- ﴿۲﴾
- ۱۳ ----- سُنَّةُ الْمُنَجِّدِ ۵۸ ----- ﴿۳﴾
- ۱۳ ----- حضرت اوس بن صامت ؓ کی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ کی اللہ تعالیٰ سے شکایتی دُعا کرنے کا ذکر ----- ﴿۴﴾
- ۱۴ ----- اللہ تعالیٰ کا فرمان: جو لوگ اپنی زوجہ کو ماں کی جگہ بنائیں تم میں سے، تو وہ اُن کی ماں نہیں ہیں ----- ﴿۵﴾
- ۱۵ ----- ظہار اور اُس سے رجوع کرنے کے لیے کفارہ کا ذکر ----- ﴿۶﴾
- ۱۸ ----- اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے حتیٰ کہ سرگوشیاں کرنے والوں کے بھی وہ ساتھ ہے ----- ﴿۷﴾
- ۲۰ ----- حضور اکرم ﷺ کو گستاخانہ انداز میں سلام کرنے والوں کا ذکر اور فرمان کہ کافی ہے انہیں جہنم ----- ﴿۸﴾
- ۲۱ ----- ایمان والوں کو بُری سرگوشی سے منع کیا جا رہا ہے اور اچھی سرگوشی کی طرف مائل کیا جا رہا ہے ----- ﴿۹﴾
- ۲۲ ----- ایمان والوں کو لوگوں کو مجلسوں میں جگہ دینے اور اُٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے ----- ﴿۱۰﴾
- ۲۳ ----- مؤمنین کو حضور سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم، جو بعد میں منسوخ کر دیا گیا ----- ﴿۱۱﴾
- ۲۵ ----- منافقوں اور اُن کی جھوٹی قسموں اور اُن کے انجام کا ذکر، اور وہ شیطان کا گروہ ہیں ----- ﴿۱۲﴾
- ۲۷ ----- اللہ تعالیٰ کے لکھ دینے کا ذکر کہ ”ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول“ ----- ﴿۱۳﴾
- ۲۸ ----- ایمان والے، اللہ اور اُس کے رسول کے مخالفوں کو دوست نہیں رکھتے ----- ﴿۱۴﴾
- ۳۰ ----- سُنَّةُ الْحَشْرِ ۵۹ ----- ﴿۱۵﴾
- ۳۱ ----- بنی نضیر کو مدینے سے نکالے جانے اور مسلمانوں کی فتح کا ذکر ----- ﴿۱۶﴾
- ۳۳ ----- بنی نضیر سے ملنے والے مال غنیمت کے حقداروں کا تفصیلی ذکر فرمایا جا رہا ہے ----- ﴿۱۷﴾
- ۳۶ ----- اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”اور جو بچا لیا جائے اپنے نفس کی لالچ سے، تو وہی کامیاب ہیں“ ----- ﴿۱۸﴾
- ۳۷ ----- مسلمانوں کی ایک بہترین دُعا کا ذکر فرمایا جا رہا ہے ----- ﴿۱۹﴾
- ۳۸ ----- منافقوں کے ایک اور جھوٹ کا ذکر، اُن کی مثال شیطان کی طرح ہے ----- ﴿۲۰﴾
- ۴۱ ----- شیطان، انسان سے گناہ کروا کے اُس سے دُور ہو جاتا ہے اور بیزاری کا اعلان کرتا ہے ----- ﴿۲۱﴾
- ۴۲ ----- مؤمنوں کو حکم: ڈرتے رہو اللہ کو، اور دیکھا کرے ہر ایک کہ کیا آگے بھیجا کل کے لیے ----- ﴿۲۲﴾
- ۴۳ ----- اللہ تعالیٰ کا فرمان: نہیں برابر ہیں جہنم والے اور جنت والے کہ جنت والے ہی بامراد ہیں ----- ﴿۲۳﴾
- ۴۳ ----- قرآن کریم کو اگر پہاڑ پڑا تا رہا تو وہ جھکا ہوا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا اللہ کے خوف سے ----- ﴿۲۴﴾
- ۴۴ ----- اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی ناموں اور شرک سے اپنی پاکی کو بیان فرمایا ----- ﴿۲۵﴾

- ﴿۲۶﴾ سُنَّةُ الْمَسْجُودَةِ ۶۰ ۴۶
- ﴿۲۷﴾ ایمان والوں کو حکم: نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست ۴۷
- ﴿۲۸﴾ مومنوں کو تنبیہ: نہ کام آئیں گے تمہارے، تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد۔ قیامت کے دن ۴۸
- ﴿۲۹﴾ حضرت ابراہیم اور ان کے ماننے والوں میں ایک اچھا نمونہ تھا، نیز ان کی دعاؤں کا ذکر ۴۹
- ﴿۳۰﴾ مہاجرہ مسلمان عورتوں اور کافروں کی طرف چلی جانے والیوں کے تعلق سے مختلف احکامات ۵۰
- ﴿۳۱﴾ حضور اکرم ﷺ کو چند ضروری شرائط کے ساتھ مسلمان عورتوں کو بیعت کر لینے کی اجازت ۵۱
- ﴿۳۲﴾ سُنَّةُ الصَّقْفِ ۶۱ ۵۸
- ﴿۳۳﴾ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان: نہایت ناگوار ہے اللہ کے نزدیک کہ ہو وہ جسے خود نہ کرو ۵۹
- ﴿۳۴﴾ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر اور حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری کا ذکر جن کا نام احمد ہے ۶۰
- ﴿۳۵﴾ اللہ ہی نے حضور کو اسلام کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے غالب کر دے سب دینوں پر جو برامانیں مشرک لوگ ۶۱
- ﴿۳۶﴾ فرمان الہی: اے ایمان والو! کیا باخبر کروں تمہیں ایسی تجارت پر جو بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے ۶۲
- ﴿۳۷﴾ ایمان والوں کو دین الہی کے مددگار ہو جانے کا حکم ۶۳
- ﴿۳۸﴾ سُنَّةُ الْجُمُعَةِ ۶۲ ۶۵
- ﴿۳۹﴾ اللہ تعالیٰ نے ان پڑھوں میں اپنا رسول بھیجا تا کہ انہیں پاک کر دے اور سکھا دے کتاب و حکمت ۶۶
- ﴿۴۰﴾ یہودیوں کو موت مانگنے کی دعوت، اگر اپنی سمجھ میں وہ اللہ کے دوست ہیں تو ۶۷
- ﴿۴۱﴾ مسلمانوں کو اذان ہوتے ہی جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہو جانے اور خرید و فروخت چھوڑ دینے کا حکم ۷۰
- ﴿۴۲﴾ سُنَّةُ الْمُنَافِقُونَ ۶۳ ۷۳
- ﴿۴۳﴾ منافقوں کی ایک اور ناشائستہ حرکت اور اُس پر جھوٹی قسم کھا جانے کا ذکر ۷۳
- ﴿۴۴﴾ منافقوں کو معافی دلانے کے لیے جب حضور ﷺ کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے اپنے سروں کو گھمالیا ۷۷
- ﴿۴۵﴾ فرمان الہی: اے ایمان والو! نہ غافل کر سکے تمہیں تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے ۷۹
- ﴿۴۶﴾ مومنوں کو اپنی موت سے پہلے ہی خرچ خیرات کرنے کا حکم کیونکہ بعد میں مہلت نہ دی جائے گی ۷۹
- ﴿۴۷﴾ سُنَّةُ التَّغَابُنِ ۶۴ ۸۰
- ﴿۴۸﴾ قیامت کے دن کو یوم التغابن فرمایا، کافروں کے کفر کا انجام اور مان جانے والوں کے انعام کا ذکر ۸۲
- ﴿۴۹﴾ مومنوں کو باور کرایا جا رہا ہے کہ تمہارا مال اور اولاد بس فتنہ ہی ہیں، یعنی سخت آزمائش ۸۷
- ﴿۵۰﴾ فرمان الہی: اگر دو گے اللہ کو قرض حسنہ تو دونا کرے گا اُسے تمہارے لیے اور بخش دے گا تمہیں ۸۸
- ﴿۵۱﴾ سُنَّةُ الطَّلَاقِ ۶۵ ۸۹
- ﴿۵۲﴾ بیویوں کو طلاق دینے کے بارے میں قوانین کا ذکر فرمایا جا رہا ہے ۹۰
- ﴿۵۳﴾ بچوں کو دودھ پلانے کے تعلق سے کچھ ضروری احکامات کا بیان ۹۵

- ۹۸ ----- ﴿۵۴﴾ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت سب چیزوں کو گھیرے ہے
- ۹۹ ----- ﴿۵۵﴾ سُنَّةُ التَّحْرِيمِ ۶۶
- ۱۰۰ ----- ﴿۵۶﴾ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی وجہ سے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا، اس واقعے کا بیان
- ۱۰۱ ----- ﴿۵۷﴾ مسلمانوں کی قسموں کے کفارے کا بیان
- ۱۰۲ ----- ﴿۵۸﴾ آنحضرت ﷺ کی اپنی بی بی سے پوشیدہ بات کرنے کا ذکر جس کو انہوں نے دوسری بی بی پر ظاہر کر دی
- ۱۰۳ ----- ﴿۵۹﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی دُوبی بیوں کو توبہ کر ڈالنے کا حکم
- ۱۰۴ ----- ﴿۶۰﴾ بیشک اللہ ہی آنحضرت کا مولیٰ ہے اور جبرائیل اور لائق مسلمان، اور پھر فرشتے اُنکی پشت پر حاضر ہیں
- ۱۰۵ ----- ﴿۶۱﴾ اے ایمان والو! بچا لو اپنی جانوں کو اور اپنے والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر
- ۱۰۶ ----- ﴿۶۲﴾ فرمانِ الہی: اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی جانب کھری توبہ
- ۱۰۸ ----- ﴿۶۳﴾ ضربِ المثل فرمائی اللہ نے کافروں کے لیے، نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی
- ۱۰۹ ----- ﴿۶۴﴾ ضربِ المثل فرمائی اللہ نے مسلمانوں کے لیے فرعون کی عورت کی
- ۱۱۰ ----- ﴿۶۵﴾ حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر پر ۲۸ واں پارہ اختتام کو پہنچا
- ۱۱۱ ----- ﴿۶۶﴾ پارہ تَبَارَكَ الَّذِي ۲۹
- ۱۱۱ ----- ﴿۶۷﴾ سُنَّةُ الْمَلِكِ ۶۷
- ۱۱۱ ----- ﴿۶۸﴾ سورہ الملک کی چند فضیلتیں بیان فرمائی گئیں
- ۱۱۲ ----- ﴿۶۹﴾ فرمانِ الہی: موت اور زندگی کو اس لیے پیدا فرمایا کہ جانچے تمہیں کہ کون کام میں زیادہ اچھا ہے
- ۱۱۳ ----- ﴿۷۰﴾ آسمان کو چراغوں سے سنوارا گیا اور کر دیا اُسے شیطانوں کے لیے مار
- ۱۱۵ ----- ﴿۷۱﴾ جہنمیوں کا اقرار: اگر ہم سنتے یا سمجھتے، تو نہ رہتے جہنم والوں سے
- ۱۱۶ ----- ﴿۷۲﴾ اور آہستہ کرو اپنی بات یا زور سے، بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو
- ۱۱۸ ----- ﴿۷۳﴾ اور دیکھو پرندوں کا پر کھولے اڑنا اور سمیٹ بھی لینا۔ نہیں روکے ہی انہیں مگر اللہ مہربان
- ۱۲۰ ----- ﴿۷۴﴾ قیامت کے وقوع کے دن کے بارے میں بتانا اللہ ہی کا کام ہے
- ۱۲۲ ----- ﴿۷۵﴾ کافروں سے سوال: اگر صبح کی تمہارے پانی نے کہ غائب ہے، تو کون لائے گا تمہارے پاس بہت پانی؟
- ۱۲۳ ----- ﴿۷۶﴾ سُنَّةُ الْقَلْبِ ۶۸
- ۱۲۴ ----- ﴿۷۷﴾ حضور ﷺ کے لیے فرمایا گیا: اور بلاشبہ تم یقیناً بڑے خلق پر ہو
- ۱۲۶ ----- ﴿۷۸﴾ حضور اکرم کو ستانے والے ایک کافر کے کئی عیوب کھولے گئے اور حرام زادہ ہونا بتایا گیا
- ۱۲۹ ----- ﴿۷۹﴾ باغ والوں کی آزمائش اور اُن کے ان شاء اللہ نہ کہنے کا ذکر
- ۱۳۲ ----- ﴿۸۰﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان: تو کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح؟
- ۱۳۳ ----- ﴿۸۱﴾ منافق اور کافر قیامت میں سجدہ نہ کر سکیں گے، اُن کی پیٹھ تختہ ہو جائے گی

- ﴿۸۲﴾ ----- کافروں کا حضور اکرم ﷺ کو اپنی اپنی نظریہ سے گرانے کا ذکر ارشاد فرمایا گیا ----- ۱۳۷
- ﴿۸۳﴾ ----- سُورَةُ الْحَاقَّةِ ۶۹ ----- ۱۳۷
- ﴿۸۴﴾ ----- قیامت کا ذکر اور اُسی کے ضمن میں قوم عاد، ثمود، فرعون وغیرہ کا ذکر ----- ۱۳۹
- ﴿۸۵﴾ ----- قیامت میں اللہ رب العزت کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ----- ۱۴۰
- ﴿۸۶﴾ ----- جو انسان اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ کامیاب اور جنت میں ہوگا ----- ۱۴۰
- ﴿۸۷﴾ ----- جو انسان اپنا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ ناکام اور جہنم میں ہوگا ----- ۱۴۱
- ﴿۸۸﴾ ----- قرآن کریم نہ کسی شاعر کی بات ہے نہ کسی کاہن کی بلکہ اُتارا ہوا ہے اللہ کی طرف سے ----- ۱۴۳
- ﴿۸۹﴾ ----- سُورَةُ الْمَعَارِجِ ۷۰ ----- ۱۴۵
- ﴿۹۰﴾ ----- ایک کافر کے اُس عذاب کو مانگنے کا ذکر جو اُس پر ہونے ہی والا ہے ----- ۱۴۵
- ﴿۹۱﴾ ----- قیامت کا مزید حال بیان ہوا اور بتایا گیا کہ وہ پچاس ہزار سال کا دن ہوگا، کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ----- ۱۴۶
- ﴿۹۲﴾ ----- مومنوں کے چند خواص کا ذکر ہوا کہ یہ ہی لوگ کامیاب ہیں اور جنت میں ہیں ----- ۱۴۸
- ﴿۹۳﴾ ----- قیامت میں جب کفار اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اُن کی آنکھیں جھکی جھکی اور ذلت چھائی ہوئی ہوگی ----- ۱۵۱
- ﴿۹۴﴾ ----- سُورَةُ التَّوْجِہِ ۷۱ ----- ۱۵۲
- ﴿۹۵﴾ ----- حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجے جانے اور قوم سے اُن کے مکالمات کا ذکر ----- ۱۵۳
- ﴿۹۶﴾ ----- حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا کا ذکر کہ ”پروردگارا! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا“ ----- ۱۵۹
- ﴿۹۷﴾ ----- سُورَةُ الْحَجِّ ۷۲ ----- ۱۶۰
- ﴿۹۸﴾ ----- جنوں کے قرآن سننے کا ذکر جس کی حضور ﷺ کو وحی کی گئی اور جنوں کی اپنی قوم کو تبلیغ ----- ۱۶۱
- ﴿۹۹﴾ ----- اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے، تو نہیں مکمل آگاہی دیتا غیب پر کسی کو مگر جسے چن لیا رسول سے ----- ۱۶۹
- ﴿۱۰۰﴾ ----- سُورَةُ الْمُرْقِطِ ۷۳ ----- ۱۷۰
- ﴿۱۰۱﴾ ----- حضور ﷺ کو بڑے پیارے انداز میں مخاطب کر کے رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے ----- ۱۷۱
- ﴿۱۰۲﴾ ----- اللہ تعالیٰ نے کرم فرماتے ہوئے رات کی نماز کے تعلق سے حکم کو ہلکا کر دیا ----- ۱۷۶
- ﴿۱۰۳﴾ ----- سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ ۷۴ ----- ۱۷۹
- ﴿۱۰۴﴾ ----- حضور ﷺ کو بڑے پیارے انداز میں خواب گاہ سے کھڑا کروا کر لوگوں کو ڈرانے اور تبلیغ کرنے کا حکم ----- ۱۸۰
- ﴿۱۰۵﴾ ----- حضور ﷺ کے ایک دشمن اور گستاخ کو جہنم کی سخت سزا سنائی جا رہی ہے ----- ۱۸۳
- ﴿۱۰۶﴾ ----- جہنم کا ذکر کہ اُس پر ۱۹ فرشتے داروغے کی حیثیت سے مقرر ہیں ----- ۱۸۳
- ﴿۱۰۷﴾ ----- جہنمیوں سے سوال کہ کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟ کہا! نماز کا نہ پڑھنا اور مسکینوں کو نہ کھانا ----- ۱۸۸
- ﴿۱۰۸﴾ ----- سُورَةُ الْقِيَامَةِ ۷۵ ----- ۱۹۰
- ﴿۱۰۹﴾ ----- نفسِ لوامہ کی قسم یاد دلاتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوبارہ پیدا کرنے اور قیامت کا ذکر فرمایا ----- ۱۹۱

- ۱۹۳ ﴿۱۱۰﴾ -- اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قرآن یاد کرانے اور مطلب و معانی سمجھانے کو خود اپنے ذمہء کرم میں لیا --
- ۱۹۶ ﴿۱۱۱﴾ -- سورت کے آخر میں پھر ایک مرتبہ مردوں کو زندہ کرنے کے تعلق سے فرمایا گیا --
- ۱۹۷ ﴿۱۱۲﴾ -- سُوْرَةُ التَّوْبَةِ ۷۶ --
- ۲۰۰ ﴿۱۱۳﴾ -- ابرار کے طبقے اور اُن کے انعامات اور ان کے اخلاق و کردار کا ذکر --
- ۲۰۳ ﴿۱۱۴﴾ -- جنت کے ایک چشمے سلسبیل کا ذکر جس سے ابراہر لوگ پلائے جائیں گے --
- ۲۰۹ ﴿۱۱۵﴾ -- سُوْرَةُ التَّرْوِیْطِ ۷۷ --
- ۲۱۰ ﴿۱۱۶﴾ -- مبارک ہستیوں کی قسم یاد دلاتے ہوئے قیامت کی منظر کشی کی جا رہی ہے --
- ۲۱۳ ﴿۱۱۷﴾ -- اپنی نعمتوں اور قدرتوں کی نشانیوں کو یاد دلاتے ہوئے بتایا کہ قیامت میں ہلاکی ہے جھٹلانے والوں کی --
- ۲۱۸ ﴿۱۱۸﴾ -- پارہ عَمَّ ۳۰ --
- ۲۱۹ ﴿۱۱۹﴾ -- سُوْرَةُ التَّوْبَةِ ۷۸ --
- ۲۲۰ ﴿۱۲۰﴾ -- قیامت کے بارے میں کیے جانے والے سوال کا جواب، قدرت الہی کا ذکر اور قیامت کا نقشہ --
- ۲۲۳ ﴿۱۲۱﴾ -- جنتیوں اور جہنمیوں اور اُن کے انعامات و انجام اور کافروں کی خواہش کہ کاش ہم مٹی ہو جاتے، کا ذکر --
- ۲۲۸ ﴿۱۲۲﴾ -- سُوْرَةُ التَّوْبَةِ ۷۹ --
- ۲۲۹ ﴿۱۲۳﴾ -- مختلف ہستیوں کی قسم کے ساتھ قیامت اور اُس کے تعلق سے کافروں کی حیرت کا ذکر --
- ۲۳۱ ﴿۱۲۴﴾ -- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجے جانے اور فرعون کے انکار اور اُس کے انجام کا ذکر --
- ۲۳۶ ﴿۱۲۵﴾ -- حضور ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال پر اللہ تعالیٰ کا فرمان: کیا غرض تمہیں اُس کے بتانے سے --
- ۲۳۷ ﴿۱۲۶﴾ -- سُوْرَةُ عَبَسَ ۸۰ --
- ۲۳۸ ﴿۱۲۷﴾ -- ایک نابینا صحابی جو حضور ﷺ سے کچھ پوچھنے آئے تھے، اُن کا ذکر --
- ۲۴۲ ﴿۱۲۸﴾ -- انسان کو اپنی قدرت کی دلیلیں دے کر ہدایت کی طرف بلائے جانے کا ذکر --
- ۲۴۴ ﴿۱۲۹﴾ -- قیامت کے دن ہر کوئی اپنوں سے بھاگ رہا ہوگا اور کرنے چیزے خوش اور کتنے سیاہ ہوں گے --
- ۲۴۵ ﴿۱۳۰﴾ -- سُوْرَةُ التَّوْبَةِ ۸۱ --
- ۲۴۶ ﴿۱۳۱﴾ -- قیامت کس طرح واقع ہوگی اور اُس کی منظر کشی کی جا رہی ہے --
- ۲۵۱ ﴿۱۳۲﴾ -- حضور اکرم ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور نہ ہی قرآن بولی ہے شیطان مردود کی --
- ۲۵۲ ﴿۱۳۳﴾ -- سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ ۸۲ --
- ۲۵۳ ﴿۱۳۴﴾ -- حشر کی منظر کشی اور سوال: اے انسان! کس چیز نے دھوکہ دیا تجھے؟ اپنے کرم والے رب سے --
- ۲۵۸ ﴿۱۳۵﴾ -- قیامت کے دن نہ اختیار رکھے گا کوئی ناکس کسی ناکس کا کچھ۔ اور حکم اُس دن اللہ کا ہے --
- ۲۵۹ ﴿۱۳۶﴾ -- سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِیْنَ ۸۳ --
- ۲۶۰ ﴿۱۳۷﴾ -- کم تولنے اور کم ناپنے والوں کا ذکر ہے، اور بدکاروں کا نامہء اعمال سچین میں ہے --

- ۱۳۸ ﴿ --- بدکار لوگ قیامت میں رب تعالیٰ کا دیدار نہ کر سکیں گے جب کہ نیکوکاروں کو نصیب ہوگا --- ۲۶۳
- ۱۳۹ ﴿ --- نیکوں کے نامہ اعمال عظیم میں ہیں اور اُن کے انعامات کا ذکر --- ۲۶۴
- ۱۴۰ ﴿ --- سُورَةُ الْاِنْشَاقِ ۸۴ --- ۲۶۷
- ۱۴۱ ﴿ --- قیامت کی منظر کشی کے بعد ذکر ہوا: نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جانے والے کامیاب ہیں --- ۲۶۸
- ۱۴۲ ﴿ --- بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ناکام ہیں، دہکتی آگ میں ہیں --- ۲۶۸
- ۱۴۳ ﴿ --- قرآن کریم کا ۱۳۱ واں سجدہ تلاوت --- ۲۷۰
- ۱۴۴ ﴿ --- سُورَةُ الْبُرُوجِ ۸۵ --- ۲۷۱
- ۱۴۵ ﴿ --- مختلف قسمیں یاد دلانے کے بعد ایندھنوں والی آگ والوں کا ذکر --- ۲۷۲
- ۱۴۶ ﴿ --- اللہ تعالیٰ ہی مغفرت فرمانے والا، بڑا پیار والا، عرش مجید والا ہے --- ۲۷۶
- ۱۴۷ ﴿ --- سُورَةُ الطَّارِقِ ۸۶ --- ۲۷۸
- ۱۴۸ ﴿ --- مختلف قسمیں یاد دلاتے ہوئے ایک خاص تارے کا ذکر اور انسان کو اپنی پیدائش پر نظر کی دعوت --- ۲۷۹
- ۱۴۹ ﴿ --- سُورَةُ الْاَعْلٰی ۸۷ --- ۲۸۰
- ۱۵۰ ﴿ --- حضور ﷺ سے ارشادِ ربانی: اب پڑھایا کریں گے ہم، تو نہ بھولو گے الا ماشاء اللہ --- ۲۸۲
- ۱۵۱ ﴿ --- فرمانِ الہی: بے شک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوا، اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو، پھر نماز پڑھی --- ۲۸۳
- ۱۵۲ ﴿ --- سُورَةُ الْغَاشِيَةِ ۸۸ --- ۲۸۴
- ۱۵۳ ﴿ --- قیامت کے ذکر کے ساتھ جنتیوں کے انعام اور جہنمیوں کے انجام کا ذکر --- ۲۸۶
- ۱۵۴ ﴿ --- سُورَةُ الْفَجْرِ ۸۹ --- ۲۸۹
- ۱۵۵ ﴿ --- مختلف قسمیں یاد کر کے فرعون، عاد، ثمود، ارم وغیرہ اور اُن کے انجام و اعمال کا ذکر --- ۲۹۲
- ۱۵۶ ﴿ --- جہنمیوں کا بیان: اُسے کاش! میں نے بھیج دیا ہوتا کچھ اپنی اس زندگی کے لیے --- ۲۹۵
- ۱۵۷ ﴿ --- نفس مطمئنہ کا ذکر اور اُس سے فرمان: تُو داخل ہو جا میرے بندوں میں، اور چلی جا جنت میں --- ۲۹۶
- ۱۵۸ ﴿ --- سُورَةُ الْبَلَدِ ۹۰ --- ۲۹۶
- ۱۵۹ ﴿ --- حضور ﷺ کے شہر، یعنی مکہ کی قسم یاد فرمائی گئی۔ پھر دہانے اور بائیں والوں کا ذکر ہوا --- ۲۹۸
- ۱۶۰ ﴿ --- سُورَةُ الشُّعَرٰی ۹۱ --- ۳۰۱
- ۱۶۱ ﴿ --- قسموں کے ساتھ سورت کے آخر میں، اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والی قوم صالح علیہ السلام کا ذکر --- ۳۰۲
- ۱۶۲ ﴿ --- سُورَةُ الْاِنشٰقِ ۹۲ --- ۳۰۴
- ۱۶۳ ﴿ --- کئی طرح کی قسموں کا ذکر ہوا، پھر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے اور کجیوں کا ذکر --- ۳۰۶
- ۱۶۴ ﴿ --- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انعامات کے تعلق سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے --- ۳۰۹
- ۱۶۵ ﴿ --- سُورَةُ الصُّحٰی ۹۳ --- ۳۰۹

- ۱۶۶ ﴿۱۶۶﴾ -- حضور ﷺ کی شان اور فضائل بیان فرماتے ہوئے یتیم سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے -- ۳۱۰
- ۱۶۷ ﴿۱۶۷﴾ -- سُوْرَةُ التَّوْحِيْدِ ۹۴ -- ۳۱۷
- ۱۶۸ ﴿۱۶۸﴾ -- حضور ﷺ کے شرح صدر کو بتا کر تسلی دی جا رہی ہے کہ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے -- ۳۱۷
- ۱۶۹ ﴿۱۶۹﴾ -- سُوْرَةُ التِّيْنِ ۹۵ -- ۳۲۲
- ۱۷۰ ﴿۱۷۰﴾ -- نہایت ہی اعلیٰ قسموں کے ساتھ بتایا گیا کہ انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا گیا -- ۳۲۲
- ۱۷۱ ﴿۱۷۱﴾ -- سُوْرَةُ الْعَلَقِ ۹۶ -- ۳۲۵
- ۱۷۲ ﴿۱۷۲﴾ -- نزول میں پہلی سورت میں حکم: ”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا“ یعنی انسان کو -- ۳۲۵
- ۱۷۳ ﴿۱۷۳﴾ -- قرآن مجید کی تلاوت میں ۱۲ اواں اور آخری سجدہ، کہ یہ سجدہ کرو اور اللہ کے نزدیک ہو جاؤ -- ۳۲۸
- ۱۷۴ ﴿۱۷۴﴾ -- سُوْرَةُ الْقَدْرِ ۹۷ -- ۳۲۹
- ۱۷۵ ﴿۱۷۵﴾ -- شب قدر کے فضائل بیان فرمائے گئے کہ قرآن کا نزول اس رات میں ہوا -- ۳۲۹
- ۱۷۶ ﴿۱۷۶﴾ -- شب قدر بہتر ہے ہزار مہینہ سے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام اس میں اترا کرتے ہیں -- ۳۳۰
- ۱۷۷ ﴿۱۷۷﴾ -- سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ ۹۸ -- ۳۳۲
- ۱۷۸ ﴿۱۷۸﴾ -- اہل کتاب کافر اور مشرک باز آنے والے نہ تھے حتیٰ کہ روشن دلیل، یعنی رسول نہ آجائے -- ۳۳۳
- ۱۷۹ ﴿۱۷۹﴾ -- ایمان لانے والوں کا ثواب اُن کے رب کے پاس ہے اور راضی ہوا اللہ اُن سے اور وہ راضی اُس سے -- ۳۳۴
- ۱۸۰ ﴿۱۸۰﴾ -- سُوْرَةُ الزَّلْزَالِ ۹۹ -- ۳۳۵
- ۱۸۱ ﴿۱۸۱﴾ -- قیامت میں زمین میں زلزلہ ڈال دیا جائے گا اور وہ اپنے سارے خزانوں کو نکال باہر کرے گی -- ۳۳۶
- ۱۸۲ ﴿۱۸۲﴾ -- قیامت میں لوگ اپنی اپنی ذرہ برابر بھلائی اور ذرہ برابر بُرائی دونوں کو دیکھ لیں گے -- ۳۳۶
- ۱۸۳ ﴿۱۸۳﴾ -- سُوْرَةُ الْعَلِيَّاتِ ۱۰۰ -- ۳۳۷
- ۱۸۴ ﴿۱۸۴﴾ -- مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں یاد دلاتے ہوئے، مال کی محبت میں اکھڑا انسان کا ذکر فرمایا گیا -- ۳۳۸
- ۱۸۵ ﴿۱۸۵﴾ -- سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ ۱۰۱ -- ۳۳۹
- ۱۸۶ ﴿۱۸۶﴾ -- قیامت کی ہولناک منظر کشی کرتے ہوئے نیک اور بد انسانوں کے انجام کا ذکر -- ۳۴۰
- ۱۸۷ ﴿۱۸۷﴾ -- سُوْرَةُ التَّكْوِيْنِ ۱۰۲ -- ۳۴۱
- ۱۸۸ ﴿۱۸۸﴾ -- فرمان الہی: غافل کر دیا تم کو مال بڑھانے کی حرص و فخر نے، یہاں تک کہ تم نے اپنی اپنی قبر دیکھی -- ۳۴۲
- ۱۸۹ ﴿۱۸۹﴾ -- حشر میں سب لوگ ہر چیز کو یقین کی نظر سے دیکھ لیں گے پھر نعمتوں کے بارے میں پوچھے جائیں گے -- ۳۴۲
- ۱۹۰ ﴿۱۹۰﴾ -- سُوْرَةُ الْعَصْرِ ۱۰۳ -- ۳۴۳
- ۱۹۱ ﴿۱۹۱﴾ -- سارے انسان گھانٹے میں ہیں علاوہ مومنوں کے جنہوں نے حق کہا اور صبر کی وصیت کی -- ۳۴۵
- ۱۹۲ ﴿۱۹۲﴾ -- سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ ۱۰۴ -- ۳۴۷
- ۱۹۳ ﴿۱۹۳﴾ -- غیبت کرنے والے اور طعنہ دینے والے اور بخیل کی جگہ ہضمہ میں ہے -- ۳۴۸

۳۲۹	سُورَةُ الْفِيلِ ۱۰۵	﴿۱۹۴﴾
۳۲۹	حضور ﷺ کی ولادت سے قبل کعبہ شریف کو ڈھانے کا ارادہ رکھ کر آنے والے ایک بادشاہ کا حشر	﴿۱۹۵﴾
۳۵۳	سُورَةُ قُرَيْشٍ ۱۰۶	﴿۱۹۶﴾
۳۵۳	قریش کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر شرک سے دور رہنے اور اللہ واحد کو پوجنے کی دعوت	﴿۱۹۷﴾
۳۵۵	سُورَةُ الْمَاعُونِ ۱۰۷	﴿۱۹۸﴾
۳۵۶	کافروں کی اور منافقوں کی بُری خصلتوں کا اور نمازوں کو بھول جانے والوں کا ذکر	﴿۱۹۹﴾
۳۵۷	سُورَةُ الْكَوثرِ ۱۰۸	﴿۲۰۰﴾
۳۵۷	حضور ﷺ کو کوثر عطا کیے جانے کا ذکر اور نماز پڑھنے اور قربانی کا حکم۔ آپ کا گستاخ ہی اتر ہے	﴿۲۰۱﴾
۳۶۰	سُورَةُ الْكَافِرُونَ ۱۰۹	﴿۲۰۲﴾
۳۶۰	حضور ﷺ کو حکم کہ کہہ دو کافروں سے کہ ہمارے تمہارے راستے جدا گانہ ہیں	﴿۲۰۳﴾
۳۶۲	سُورَةُ النَّصْرِ ۱۱۰	﴿۲۰۴﴾
۳۶۲	حضور اکرم ﷺ کو فتح کی بشارت سنائی گئی اور فوج در فوج لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا	﴿۲۰۵﴾
۳۶۳	سُورَةُ الْاٰهْقَابِ ۱۱۱	﴿۲۰۶﴾
۳۶۳	حضور اکرم ﷺ کے گستاخ اور دشمن ابولہب اور اُس کی بیوی کے انجام کا ذکر	﴿۲۰۷﴾
۳۶۵	سُورَةُ الْاٰخِلَافِ ۱۱۲	﴿۲۰۸﴾
۳۶۶	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی کو بیان کرتے رہنے کا حکم	﴿۲۰۹﴾
۳۶۷	سُورَةُ الْاٰفَاقِ ۱۱۳	﴿۲۱۰﴾
۳۶۸	حاسدوں اور دوسرے شر پھیلانے والوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کی دعا کا ذکر	﴿۲۱۱﴾
۳۷۰	سُورَةُ الْاٰمِیْنِ ۱۱۴	﴿۲۱۲﴾
۳۷۱	جن و انسان جو سینوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی دعا	﴿۲۱۳﴾
۳۷۱	تہدیه	﴿۲۱۴﴾
۳۷۵	اظہارِ تشکر	﴿۲۱۵﴾
۳۷۸	تشریح لغات	﴿۲۱۶﴾
۳۸۷	ہماری دوسری مطبوعات	﴿۲۱۷﴾

حسب معمول ایک دلچسپ نوٹ: تفسیر اشرفی کی اس جلد دہم کے متن تفسیر میں ۹،۷۳،۵۴۹ (نولاکھ تہتر ہزار پانچ سو انچاس) حروف۔۔۔ ۱،۰۷،۵۱۰ (ایک لاکھ سات ہزار پانچ سو دس) الفاظ۔۔۔ ۸،۹۶۱ (آٹھ ہزار نو سو اکتھ) سطریں۔۔۔ اور ۲،۳۳۷ (چار ہزار تین سو ستیستیس) پیرا گراف شامل ہیں۔۔۔

نُحَمِّدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔۔۔۔۔ اَمَّا بَعْدُ



عرض ناشر

رب تبارک و تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ اُس نے تمام دُعا گو حضرات جن میں بزرگانِ دین، علماء و مشائخ اور مریدین و معتقدین شامل ہیں، کی دُعاؤں کو اور خود مفسرِ محترم کی اُن دُعاؤں کو جو وہ ہر پارے اور تقریباً ہر سورت کی تفسیر کی ابتداء و تکمیل پر رب تعالیٰ سے کرتے رہے، قبولیت کا درجہ عطا فرماتے ہوئے شیخ الاسلام و المسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کو قرآنِ کریم کی تفسیر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت مرحمت فرمائی۔

اس تفسیرِ قرآن کی ابتداء آپ کے والد ماجد حضور محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی قدس سرہ نے ۱۹۴۶ء میں ترجمہ قرآن بنام معارف القرآن مکمل کر لینے کے بعد اور اپنے وصال ۱۹۶۱ء کے درمیان کسی وقت میں فرمائی تھی۔ آپ نے تفسیر کے تقریباً ۳ پارے مکمل کیے مگر صرف اُن میں سے ایک پہلا پارہ ہی دستیاب ہو سکا، لہذا حضور شیخ الاسلام نے پیرانہ سالی کے باوجود اس عظیم کام کا بیڑا اٹھاتے ہوئے تقریباً چھ سے سات سال میں 'پارہ سیقول' سے 'پارہ عم' تک ۲۹ پاروں کی تفسیر کو اپنے والدِ بزرگوار قدس سرہ ہی کے اندازِ تفسیر میں قلمبند فرما کر امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اور نام پسند فرمایا سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی، جس سے عالم اسلام میں اہلسنت کی طرف سے اردو زبان میں ایک آسان اور مختصر تفسیر کا اضافہ ہوا۔ یہ موقع تفسیر اشرفی کے محاسن کے بیان کرنے کا نہیں جس کے لیے ایک دفتر درکار ہے، بلکہ صرف اظہارِ تشکر کا ہے۔

مفسرِ محترم کے طفیل گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، یو ایس اے) کے تمام خادمان و کارکنان بھی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ انہیں کسی نہ کسی انداز میں اس تفسیر کے ذریعے کلامِ الہی کی کچھ خدمت کرنے کا موقع میسر آیا۔ چند سالوں کے مختصر سے عرصے میں تفسیر اشرفی کا قلمبند ہونے کے ساتھ ساتھ ۳، ۳، پارے فی جلد کر کے شائع ہوتے رہنا اور تکمیل سے پہلے ہی مقبولیتِ عامہ پالینا تائیدِ الہی و توفیقِ الہی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ انڈیا میں، احمد آباد اور کچھوچھو شریف کے حضرات کے قیام کے دوران اس کا لکھا جاتا رہنا، امریکہ میں کمپوزنگ و تزئین کاری، انگلینڈ میں کمپوزنگ کی نظر ثانی اور

پھر کرجن، گجرات سے ہوتے ہوئے انڈیا میں۔۔ مزید برآں۔۔ پاکستان میں شائع ہوتے رہنا، یقیناً فیضِ محدثِ اعظم و شیخ الاسلام کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ ہم شیخ الاسلام کے شکر گزار ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت سے دُعا گو ہیں کہ وہ مفسرِ محترم حضور شیخ الاسلام و المسلمین کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے، اس تفسیری خدمت کو اُن کے لیے دونوں جہان میں درجات کی بلندیوں کا ذریعہ بنائے اور مسلمانانِ عالم کو اس تفسیر سے زیادہ زیادہ مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ادارہ دل کی گہرائیوں سے بہ ترتیبِ کاردگی، اپنے تمام کارکنان و معاونین اور خاص طور پر میں اپنے صاحبزادے جناب منصور احمد اشرفی (نیویارک، امریکہ) کا، جنہوں نے اُن تھک محنت سے متن کی کمپوزنگ و تزئین انجام دی؛ جناب علامہ محمد فخر الدین علوی اشرفی (امریکہ) کا، جنہوں نے مختلف معاملات میں رہنمائی فرمائی؛ جناب علامہ مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی (سنہلی، بولٹن، انگلینڈ) کا، جنہوں نے نظرِ عمیق سے متن تفسیر کی نظر ثانی انجام دی؛ انڈیا کے تعلق سے جناب سید شوکت علی صاحب اشرفی (کرجن، گجرات) و جناب مولانا عبدالرزاق اشرفی (بھروچ، گجرات) و جناب مولانا ساجد صاحب اشرفی (پادرا، گجرات) و جناب خالد اشرفی (موزمبیق) کا، جن کی دن رات کی محنت سے انڈیا میں تفسیرِ اشرفی کی ہر جلد خوبصورت انداز میں نہ صرف طبع ہو کر سامنے آتی رہی بلکہ اُن کی ترسیل میں بھی انہوں نے اور اُن کے دوسرے معاونین نے اپنے دن رات ایک کر دیئے؛ جناب غلام رازق صاحب (احمد آباد، انڈیا) کا، جنہوں نے اردو املا کی نظر ثانی میں مدد دی۔ اور ساتھ میں سرور اشرفی (احمد آباد، انڈیا) کا شکر گزار ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پاکستان سے، خاص طور پر پہلی اور دوسری جلد کی اشاعت و طباعت کے لیے جناب سید ریاض علی اشرفی صاحب، جناب مسرور علی قریشی صاحب، جناب سلیم الدین صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب عزیز علی صاحب کے بھی ہم ممنون و مشکور ہیں کہ ابتدائی کام اُن ہی سب کے تعاون سے انجام پایا۔ ترسیل و تقسیم، رابطے اور اسپانسرشپ وغیرہ کے لیے انگلینڈ میں محدثِ اعظم مشن کی تمام شاخوں کے ممبران، خاص طور پر جناب شبیر احمد پٹیل و شریف احمد پٹیل (بولٹن، انگلینڈ)، جناب افروز اشرفی، اقبال احمد آبادی اشرفی و امتیاز امین و دوسرے مقتدر احباب و اصحاب (ڈیوبری، انگلینڈ) کہ جن کی ہر قسم کی سپورٹ سے انڈیا میں شیخ الاسلام ٹرسٹ کے تحت کام آسان ہوا۔ ہم اُن سب کے مشکور ہیں۔

۔۔ علاوہ ازیں۔۔ جناب علامہ سید محمد قاسم میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) کے، جناب سید محمد احمد میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) کے، اور نائب سجادہ آستانہ عالیہ حضور محدثِ اعظم ہند قدس سرہ جناب

علامہ سید محمد حسن عسکری میاں (لکھنؤ، انڈیا) کے ہم تہہ دل سے ممنون و مشکور ہیں۔ مولانا سیف خالد اشرفی صاحب (بھاکپور، انڈیا)، جناب علامہ سید احسن اشرف اشرفی جیلانی صاحب (بلیک برن، انگلینڈ)، جناب سید محمد عربی میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) سمیت ادارہ تمامی مذکورہ وغیرہ صاحبانِ علم و فن و خادمانِ مذہب و مسلک اور جن بزرگوں نے ہمیں صرف اپنی دُعاؤں ہی میں شامل رکھا اُن سب کے بھی شکر گزار ہیں۔ اللہ رب العزّة سے دُعا ہے کہ وہ سب کو جزائے خیر کے ساتھ ساتھ دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔

-- نیز۔۔ گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، یو ایس اے) کو اس تفسیر کو عام کرنے اور دین و مسلک کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

آمِیْن یَا مُجِیْبُ السَّأْلِیْنِ بِحَقِّ طه وَ یَسَّ، بِحَقِّ ن وَ صَّ، بِحَقِّ یَا بُدُّوْح
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم

۱۷/ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ -- مطابق -- ۱۹/ مارچ ۲۰۱۳ء

ناچیز
محمد مسعود احمد
سہروردی، اشرفی

چیئر مین
گلوبل اسلامک مشن، ایک
نیویارک، یو ایس اے

نوٹ: اس بات کو پھر یاد دلادیا جائے کہ تفسیر کے متن میں جو الفاظ تو سین میں ہیں اور گاڑھی سیاہی سے واضح کیے گئے ہیں وہ کلام پاک کی آیتوں کے ترجمے کے ہیں جن کو تفسیر میں اس طرح پرویا گیا ہے کہ تفسیر با محاورہ بھی بن جائے اور کلام الہی کا ترجمہ بھی انہیں میں شامل ہو جائے اور پڑھنے والے کو کوئی رکاوٹ بھی محسوس نہ ہو۔ یہ اس تفسیر کی انفرادیت بھی ہے اور انوکھا انداز بھی۔ قارئین کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہر جلد کے آخر میں اُن کی آسانی کے لیے تشریح لغات کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ہماری طرف سے ہر ممکنہ کوشش کر لی گئی ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے زیادہ زیادہ پاک ہو سکے، اس کے باوجود اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طباعت میں اُس کی تصحیح کر لی جائے۔۔۔ شکر یہ۔

اطلاع عام: قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بہ اجازت مفسر محترم اب سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز پاکستان میں اس تفسیر کو شائع کرنے کی مجاز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی یہ خدمت ان کے لیے مبارک کرے۔



سورة مجملہ

باسمہ تعالیٰ و بھونہ سبحانہ، آج ہمارے

۹ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۳۰ جولائی ۲۰۲۲ء بروز

سورة مجادلہ اور ۲۸ ویں پارہ کی تفسیر شروع کر دی ہے۔ دعا گو ہوں کہ مولانا

اپنے فضل و کرم سے اس کی اور پورے باقی قرآن کریم کی تفسیر کی تکمیل کا

سعادت مرحمت فرمائے اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔ آمین

آمِن يَا مُجِيبَ السَّائِلِينَ بِحَقِّ طه وَيَسَّ، بِحَقِّ ن وَصَّ

بِحَقِّ يَا بُدُوخٍ وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ

الْبَاقِي ۲۲ رُكُوعَاتُهَا ۳

سُورَةُ الْمَجَادَلَةِ

سُورَةُ الْمَجَادَلَةِ ۵۸ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵

سورة المجادلة۔۔ ۵۸ مدنیہ ۱۰۵

اس سورت کا نام 'المجادلہ' ہے، جس کا معنی ہے 'بحث اور تکرار کرنے والی عورت'، اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ 'سورہ المنافقین' کے بعد اور 'سورہ التحریم' سے پہلے نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سورہ مبارکہ 'سورہ احزاب' کے بعد نازل فرمائی گئی۔ 'سورہ احزاب' کی آیت ۴۳ میں حق تعالیٰ نے جو اجمالی حکم دیا ہے اُس کی تفصیل سورہ مجادلہ میں بیان فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ ایک دن اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ صحبت کی رغبت کی، خولہ نے روکا، اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ اُمِّي یعنی 'تُو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت'۔ اور اسے 'ظہار' کہتے ہیں۔ جاہلیت میں 'ظہار' طلاق تھی۔

خولہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس باب میں دادخواہی کی۔ حضرت نے فرمایا 'تُو اُس پر حرام ہوگئی'۔ خولہ لڑکوں کی کثرت اور کم سنی اور قدیم انیس کی مفارقت کے سبب سے نہایت غمگین ہوئیں۔ خولہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اُس نے مجھ کو طلاق نہیں دی۔ اس پر رسول کریم نے فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ تُو اُس پر حرام ہوگئی۔ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ پھر روئے نیاز آسمان کی طرف کر کے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُوْ اِلَیْكَ۔ اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں۔ پس فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس کلام بلاغت نظام اور چارہ سازِ بے چارگاں کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ

بے شک سن لی اللہ نے بات اُس کی جو بحث کرتی ہے تم سے اپنے شوہر کے بارے میں، اور فریاد کرتی ہے اللہ سے،

وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ①

اور اللہ سن رہا ہے تم دونوں کی بات چیت۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

(بے شک سن لی اللہ) تعالیٰ (نے بات اُس کی جو بحث) و تکرار (کرتی ہے تم سے اپنے شوہر کے بارے میں، اور فریاد کرتی ہے اللہ) تعالیٰ (سے)، اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی شکایت پیش کرتی ہے، (اور) حال یہ ہے کہ (اللہ) تعالیٰ (سن رہا ہے تم دونوں کی بات چیت)۔ یعنی اے ہمارے حبیب! تم کہتے تھے کہ تو اُس پر حرام ہوگئی، وہ کہتی تھی کہ اُس نے مجھ کو طلاق نہیں دی۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (سننے والا) ہے لوگوں کے اقوال اور (دیکھنے والا ہے) اُن کے احوال۔ یعنی یہ کلمہ کہنے سے کسی کی زوجہ اُس کی ماں نہیں ہو جاتی۔۔۔ تو۔۔۔

الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُم مِّنْ نِّسَائِهِمْ قَاهُنَّ اَمْفَتْهُنَّ اِنْ اَمْفَتْهُنَّ

جو لوگ اپنی زوجہ کو ماں کی جگہ بنائیں تم میں سے، تو وہ اُن کی ماں نہیں ہیں۔ اُن کی ماں وہی ہیں

اِلَّا اِنَّ وَلَدَنَّهُمْ وَلَهُمْ لَيَقُولُنَّ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا

جنہوں نے جنا ہے انہیں۔ اور بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں ناگوار بات اور جھوٹ۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ②

اور بے شک اللہ یقیناً معافی دینے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

(جو لوگ اپنی زوجہ کو ماں کی جگہ بنائیں تم میں سے)، یعنی تم مردوں میں سے جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اور کہتے ہیں کہ تیری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کے مثل ہے، (تو وہ اُن کی ماں نہیں ہیں)، بلکہ (اُن کی ماں وہی ہیں جنہوں نے جنا ہے انہیں)۔ اور رسول کریم کی ازواجِ مطہرات اور دودھ پلانے والیاں ماں کے حکم میں ہیں۔ (اور بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں ناگوار بات) یعنی بے جانی بوجھی بات (اور جھوٹ) بات، کیونکہ ہرگز جو رو ماں نہیں ہوتی۔ (اور بے شک اللہ) تعالیٰ (یقیناً معافی دینے والا) ہے، یعنی معاف فرمانے والا ہے اُن کے گناہ جو اس قول سے توبہ کرتے ہیں۔ اور (مغفرت فرمانے والا ہے) یعنی اُن پر کفارے واجب کر کے اُن کو بخشنے والا ہے۔

’ظہار‘ کو زمانہ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا، کیوں کہ اُس میں بیوی کی پشت کو ماں کی پشت سے تشبیہ دی جاتی تھی، اور عربوں میں نکاح و طلاق کے جو احکام تھے

وہ اسلام میں اُس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں اُن احکام کو منسوخ نہیں کر دیا جاتا۔ اور اسلام میں 'ظہار' کا یہ پہلا واقعہ تھا، اِس واسطے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اُس کو برقرار رکھا، پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اِس مسئلہ سے دوچار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اِس میں بہت بحث اور تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی، تو اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی اُس رسم کو منسوخ فرما دیا اور 'ظہار' کی مذمت میں زہرِ تفسیر سورہ کی آیت نازل ہوئی۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے "کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے"، اِس کو فقہ کی اصطلاح میں 'ظہار' کہتے ہیں۔ 'ظہار' کی تعریف یہ ہے کہ بیوی۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کے کسی عضو کو اپنی ماں۔۔۔ یا۔۔۔ کسی اور محرم کی پشت۔۔۔ یا۔۔۔ کسی اور عضو سے تشبیہ دینا، اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس پر بیوی سے 'جماع' اور 'بوس' و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے جب تک وہ 'کفارہ' ظہار نہ ادا کرے۔

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کا پیٹ۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کی ران ہے، تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن۔۔۔ یا۔۔۔ اپنی پھوپھی۔۔۔ یا۔۔۔ رضاعی ماں۔۔۔ یا۔۔۔ کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی، تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی۔۔۔ مثلاً: اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔۔۔ یا۔۔۔ تمہاری شرمگاہ۔۔۔ یا۔۔۔ تمہارا چہرہ۔۔۔ یا۔۔۔ تمہاری گردن یا تمہارا نصف۔۔۔ یا۔۔۔ تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ تم میری ماں کی مثل ہو، تو اِس کا حکم اُس کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر اُس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو، تو طلاق۔۔۔ یا۔۔۔ ظہار کچھ بھی نہیں۔ اور اگر اُس نے کہا کہ میری نیت 'ظہار' کی تھی تو یہ 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے کہا میری نیت طلاق کی تھی، تو اِس سے 'طلاق بائن' واقع ہو جائے گا۔ جب کوئی شخص 'ظہار' کر کے رجوع کرنا چاہے، تو پھر اُس کا کیا طریقہ ہے؟ اِس کے بعد کی آیات میں اُس کی وضاحت فرمائی ہے۔۔۔

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

اور جو بیوی کو ماں کی جگہ بنائیں اپنی عورتوں میں، پھر لوٹیں اُسی طرف جس کے لیے ایسی بولی بول چکے، تو اُن پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے

مَنْ قَبْلَ أَنْ يَتَمَاسَا ذَلِكُمْ تَوَعَّظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے تمہیں۔ اور اللہ جو کچھ کرو خبردار ہے۔
(اور) ارشاد فرمایا ہے کہ (جو بیوی کو ماں کی جگہ بنائیں اپنی عورتوں میں، پھر لوٹیں اُسی) عمل زوجیت کی (طرف جس کے لیے ایسی بولی بول چکے)۔۔۔

یعنی جو انہوں نے کہا ہے اُسے توڑنے کے واسطے اُس سے 'وطی' کا قصد کریں، مسلکِ امامِ اعظم پر۔۔۔ یا۔۔۔ روک رکھیں اپنی عورت کو جو روپنے پر 'ظہار' کے بعد، اگرچہ ایک لحظہ بھی ہو، باوجود امکانِ طلاق کے، امامِ شافعی کے مسلک پر۔۔۔ یا۔۔۔ وطی کرے امام مالک کے مسلک پر، کیونکہ اُن کے نزدیک 'عودِ وطی' ہی کے سبب سے ہوتا ہے۔ بہر تقدیر کفارہ دینا چاہیے۔۔۔
(تو اُن پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے) یعنی ایک بندہ جو مؤمن ہو۔۔۔ یا۔۔۔ ذمی چھوٹا ہو۔۔۔ یا۔۔۔ بڑا۔۔۔ امامِ اعظم کے قول پر، اور امامِ شافعی کہتے ہیں کہ بندہ مؤمن آزاد کرنا چاہیے۔۔۔ (قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں) اور باہم فائدہ اٹھائیں۔
اور بعضے اس بات پر ہیں کہ 'مَسْ' جماع سے کنایہ ہے۔

اور جس عورت سے 'ظہار' کیا گیا ہو اُس سے 'جماع' حرام ہے کفارہ دینے کے قبل۔ (یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے تمہیں) یعنی یہ حکم کفارہ کا جس کے تم مامور ہوئے تمہارے لیے نصیحت ہے، تاکہ ایسے الفاظ کہنے سے باز رہو۔ (اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو) اُس سے (خبردار ہے)۔ اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

تو جس نے نہ پایا، تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار قبل اس کے کہ باہم ہاتھ لگائیں۔ تو جسے

لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اس کی بھی سکت نہیں، تو پورا کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو۔ یہ اس لیے کہ مانتے رہو اللہ اور اُس کے رسول کو۔

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں۔ اور منکروں کے لیے دکھ والا عذاب ہے۔

(تو جس نے نہ پایا) بندہ۔۔۔ یا۔۔۔ بندہ کا مالک ہو مگر اُس سے خدمت لینے کا محتاج ہو۔۔۔ یا۔۔۔

اُس کے پاس بندہ کی قیمت ہے مگر خرچ کی احتیاج رکھتا ہے، (تو) اُس کے لیے اُس کی جگہ (روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار) یعنی پے درپے کہ اُس کے درمیان افطار نہ کرے، اور اگر افطار کرے گا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھے۔ اگر دو ماہ کے درمیان ایک۔۔ یا۔۔ اُس سے زائد دن ناغہ ہوا، عذر سے یا بلا عذر، تو نئے سرے سے روزہ شروع کرنا ہوگا۔ اور پہلے جو روزے رکھے وہ اس شمار میں نہیں ہوں گے۔ تو روزے لگاتار رکھے (قبل اس کے کہ باہم ہاتھ لگائیں) اور ایک دوسرے پر پہنچیں مباشرت کے ساتھ۔

(تو جسے اس کی بھی سکت نہیں) کمالِ ضعف و ناتوانی کے سبب۔۔ یا۔۔ اُسے دائمی مرض لاحق ہے، یعنی ایسی بیماری کہ تا دمِ زیست اُس سے صحت کی امید نہیں، تو یہ بمنزلہ اُس عاجز کے ہے جسے بڑھاپا ہے۔ اگر اُس سے صحت کی امید ہے لیکن 'وُطئ' کی ضرورت شدت سے ہے، تو بھی صحت کا انتظار کرے یہاں تک کہ روزے رکھنے کی قدرت پائے۔ یہی مذہب مختار ہے۔ اگر ایسا شخص بلا انتظار، طعام کھلا کر کفارہ ادا کر دے تو بھی جائز ہے۔

۔۔ المختصر۔۔ مسلسل لگاتار دو مہینے روزے نہ رکھ سکے (تو) کفارہ کی ادائیگی کے لیے (پورا کھانا کھانا کھانا) خواہ ساٹھ مسکینوں کو ایک ساتھ کھلائے۔۔ یا۔۔ ایک مسکین کو ساٹھ دن کھلاتا رہے۔۔ لیکن۔۔ ایک مسکین کو یکبارگی ساٹھ مسکین کا کھانا دے دینا ناجائز ہے۔

(یہ) ظہار کا بیان اور احکام کی وضاحت (اس لیے) ہے (کہ مانتے رہو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو) اور اُن کے اوامر و نواہی قبول کرتے رہو۔ (اور یہ) احکام (اللہ تعالیٰ کی حد بندیاں ہیں) کہ اس سے نہیں گزر سکتے۔ (اور منکروں کے لیے) جو حکم نہیں مانتے (و کھ والا عذاب ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بے شک جو مخالفت کریں اللہ اور اُس کے رسول کی، ذلت دیے گئے جس طرح ذلت دیے گئے وہ، جو اُن سے پہلے تھے،

وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلَكِنَّ كَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

اور بے شک اُتارا ہم نے روشن آیتوں کو۔ اور منکروں کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

اور (بے شک جو مخالفت کریں اللہ تعالیٰ) اور اُس کے رسول کی) اور امر و نہی کی حدوں سے تجاوز کریں، (ذلت دیئے گئے) اور خوار و رسوا کر دیئے گئے، (جس طرح ذلت دیئے گئے وہ)

کافر (جوان) سے پہلے تھے، اور بے شک اُنار اہم نے روشن آئینوں کو) یعنی قرآن، اور وہ معجزے جو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ (اور منکروں کے لیے) قیامت میں (ذلت دینے والا عذاب ہے) اور دنیا میں بھی اُن کے لیے ذلت و رسوائی ہے۔ اے محبوب! یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنُوءًا

جس دن کہ اٹھائے گا اُن سب کو اللہ، پھر بتا دے گا انہیں جو کروت کیے۔ شمار کر لیا ہے اُسے اللہ نے، اور وہ لوگ بھول چکے اُسے۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

اور اللہ ہر ایک کا نگران ہے •

(جس دن کہ اٹھائے گا ان سب کو اللہ) تعالیٰ ان کی قبروں سے۔۔۔ اور ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جسے اُس کی قبر سے نہ اٹھایا جائے۔۔۔ (پھر بتا دے گا انہیں) دنیا میں (جو کروت کیے۔ شمار کر لیا ہے اُسے اللہ) تعالیٰ (نے) اور اپنی نگاہِ علم و خبر میں رکھا ہے، (اور) ان کا حال یہ ہوگا کہ (وہ لوگ بھول چکے) ہوں گے (اُسے)۔ یعنی اُن کے حافظے سے اُن کی نازیبا حرکتیں نکل چکی ہوں گیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک) کے اعمال و احوال و اقوال (کا نگران ہے) اور گواہ ہے اور اس کے مناسب بدلہ دے گا کہ کوئی اُس کی گواہی کو رد نہ کر سکے۔

الَّذِينَ تَرَأَوْنَ فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يُكُونُ مِنْ نَجْوَى

کیا نہیں دیکھا تو نے؟ کہ اللہ جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتی

ثَلَاثَةٌ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَاسِرَةٌ إِلَّا هُوَ سَادُهُمْ وَلَا آدَى مِنْ ذَلِكَ

تین شخصوں کی کوئی سرگوشی مکر وہ اُن کا چوتھا ہے، اور نہ پانچ شخصوں کی مکر وہ اُن کا چھٹا ہے، اور نہ اُس سے کم کی

وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا

اور نہ زیادہ کی، مکر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں۔ پھر بتا دے گا انہیں جو کروت کیے انہوں نے

يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

قیامت کے دن۔ بے شک اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے •

(کیا نہیں دیکھا تو نے؟) اور نہیں جانتا تو، یہ (کہ اللہ تعالیٰ) جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں میں فرشتے، تارے، روحیں ہیں، (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ۔ (نہیں ہوتی تین شخصوں کی کوئی سرگوشی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے) علم میں۔ یعنی اُن کو چار کر دیتا ہے اس حیثیت سے کہ اُن کا رفیق ہے اور اُن کے کلام پر مطلع ہے۔ (اور نہ پانچ شخصوں کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے) افعال اور اقوال دیکھنے اور جاننے کے سبب سے۔ یعنی اُن کو چھ کر دیتا ہے۔ (اور نہ اس سے کم کی اور نہ زیادہ کی، مگر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں)۔

تین سے پانچ تک کی تخصیص اس لیے ہے کہ ایک واقعہ میں ایسی بات کرنے والے منافقین تین تھے پھر پانچ تھے۔ بعض نے کہا کہ چونکہ عموماً مشورہ تین میں ہوتا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ زیادہ سے زیادہ پانچ میں تاکہ الفاظ تھوڑے اور سچے تلے اور رائے کے عین موافق اور راز کو چھپانے والے ہوں۔۔۔ المختصر۔۔۔ راز دارانہ سرگوشی کے لیے کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہی مناسب ہیں۔ اُس کی کیفیت عام مجلس شوریٰ کی نہیں ہوتی، بلکہ اُس میں عموماً ایسے ہی مسائل پر راز دارانہ طور پر گفتگو ہوتی ہے جن کا کمال اخفاء مقصود ہوتا ہے۔

۔۔۔ المختصر۔۔۔ ان سرگوشی کرنے والوں اور چھپ چھپ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف پلاننگ کرنے والوں کی حرکتوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔ فی الحال تو انہیں چھوٹ دے رکھی ہے۔۔۔ (پھر بتادے گا انہیں جو کثرت کیے انہوں نے قیامت کے دن) تاکہ وہ وہاں اہل محشر کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں۔ (بے شک اللہ تعالیٰ) (ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔ اُس کے علم کی نسبت سب معلومات کے ساتھ یکساں ہے۔ اہل آسمان کے حالات اُسی طرح جانتا ہے جیسے اہل زمین کے۔ اور اُس کا علم چھپے ہوئے امور کو اسی طرح گھیرے ہوئے ہے جیسے ظاہری امور کو۔

روایت ہے کہ یہود و منافقین آپس میں سرگوشی کرتے اور تین تین اور پانچ پانچ کی ٹولی بنا لیتے۔ جب اہل ایمان کو دیکھتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے۔ اس سے اُن کا پروگرام یہی تھا کہ وہ اہل ایمان کو غصہ دلائیں تاکہ جھگڑا برپا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ ایک عرصہ رک کر پھر وہی پروگرام شروع کر دیا تو یہ آیت نازل فرمائی گئی، کہ اے محبوب!۔۔۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ هُوَّاعِنَ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا هُوَّاعِنَهُ

کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جو روکے گئے سرگوشی سے، پھر وہی کرتے ہیں جس سے روکے گئے،

وَيَتَنَجَّوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَاؤُوكَ حَيَّوْكَ

اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی۔ اور جب آئے تمہارے پاس تو سلام کیا ایسے لفظوں میں

بِسَالَمٍ يُحْيِيكَ بِاللهِ وَيَقُوْلُوْنَ فِىْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللهُ

کہ سلام قرار نہیں دیا تمہارا جس کو اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے اپنے جی میں کہ ”کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ

بِسَالَمٍ قَوْلٌ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فِىْئَسَ الْمَصِيْرُ

بسبب اس بولی کے جو ہم بولتے ہیں۔“ کافی ہے انہیں جہنم۔ جائیں گے اس میں، تو کیا برا پھرنے کا ٹھکانہ ہے۔

(کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جو روکے گئے سرگوشی سے، پھر وہی کرتے ہیں جس سے روکے

گئے۔ اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی) جن کا مقصد ایمان والوں

سے عداوت کا اظہار، مؤمنین کی غیبت اور اہل ایمان کو غمگین کرنا ہے، اور رسول کریم کی بارگاہ میں نازیبا

کلمات نکال کر آپ کی گستاخی کرنا ہے۔

-- چنانچہ۔۔ روایت ہے کہ یہود رسول مقبول کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اَلْسَامُ عَلَيْكُمْ

حضرت نے فرمایا وَعَلَيْكُمْ۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہود کا کلام سنا اور کہا کہ

اَلْسَامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضَبَ اللهُ عَلَيْكُمْ۔ پس حضرت ﷺ نے فرمایا آہستہ رہ

اے عائشہ! اور عادت نرم کر۔ حضرت بی بی عائشہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے سنا نہیں

کہ انہوں نے کیا کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عائشہ! مگر تم نے وہ نہیں سنا کہ میں نے کیا کہا

اور رد کیا۔ یعنی میں نے بھی تو کہا کہ وَعَلَيْكُمْ، اُن کی بات اُن پر رد کر دی، اور میری بات اُن

کے حق میں مقبول ہے، اُن کی بات میرے باب میں نہیں۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی، کہ

اے محبوب!۔۔۔

(اور جب آئے تمہارے پاس تو سلام کیا ایسے لفظوں میں کہ سلام قرار نہیں دیا تمہارا جس کو

اللہ تعالیٰ (نے)۔ حق تعالیٰ نے تو تجھ کو کہا کہ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اور یہ کہتے ہیں

اَلْسَامُ عَلَيْكَ۔ اور سام زبان یہود میں موت ہے۔۔۔ یا۔۔۔ تلوار سے قتل ہونا ہے۔ (اور) یہ یہود (کہتے

ہیں اپنے جی میں، کہ کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ) بسبب اس بولی کے جو ہم بولتے ہیں)

یعنی ہم پیغمبر کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں پھر بھی ہم پر کوئی عذاب نہیں آتا۔ اگر وہ نبی ہوتے، تو چاہیے تھا کہ ہم یہ جو ان کی اہانت کرتے ہیں اُس کے سبب سے خدا ہم پر عذاب کرتا۔ (کافی ہے انہیں جہنم) عذاب کے لیے۔ (جائیں گے اُس میں۔ تو کیا برا پھرنے کا ٹھکانہ ہے) جہنم۔ تو۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِلَهِمَّ وَالْعُدْوَانِ

اے ایمان والو! جب تم نے سرگوشی کرنی چاہی، تو مت سرگوشی کرو گناہ اور قانون شکنی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْإِيزِ وَالْتَّقْوَىٰ وَاللَّهُ الَّذِي

اور رسول کی گنہگاری کی، اور سرگوشی کرو نیکی اور خوفِ خدا کی۔ اور ڈرتے رہو اللہ کو،

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ①

جس کی طرف حشر کیے جاؤ گے۔

(اے ایمان والو! جب تم نے سرگوشی کرنی چاہی، تو مت سرگوشی کرو گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی) جیسا کہ منافق اور یہود کرتے ہیں۔ (اور سرگوشی کرو نیکی اور خوفِ خدا کی۔ اور ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) اپنے ہر کام میں جو تم کرتے ہو۔ ایسا اللہ، کہ تم (جس کی طرف حشر کیے جاؤ گے) اور وہ تم کو تمہارے کاموں پر جزا دے گا۔ سوا اُس کے نہیں کہ گناہ و معصیت اور ظلم و جور والی۔۔۔

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَرْبِهِمْ شَيْئًا

بڑی سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہے، تاکہ رنج دے انہیں جو ایمان لائے، حالانکہ نہیں ہے بگاڑ سکنے والا اُن کا کچھ،

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ②

بغیر اللہ کے حکم کے۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھے رہیں ایمان والے۔

(بڑی سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہے) اور اُسی کے وسوسے سے ہے، جو اس غلط کام کو تمہاری نگاہ میں آراستہ کرتا ہے اور اُس کام پر تم کو رکھتا ہے (تاکہ رنج دے انہیں جو ایمان لائے، حالانکہ نہیں ہے بگاڑ سکنے والا ان کا کچھ بغیر اللہ) تعالیٰ (کے حکم کے) اور اس کی مشیت کے۔۔ المختصر۔۔ اُن بری سرگوشیوں سے بغیر حکمِ خداوندی ایمان والوں کا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ تو بے فکر رہیں (اور اللہ) تعالیٰ (ہی پر بھروسہ رکھے رہیں ایمان والے) نہ کہ غیر خدا پر۔

اہل بدر میں سے ایک گروہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آیا اور بعض صحابہ حضرت کے گرد اگرد بیٹھے تھے اور جگہ نہ تھی، بدریوں نے سلام کیا اور مسجد کے درمیان میں کھڑے رہے، کسی نے اُن کو جگہ نہ دی، تو حضرت نے فرمایا کہ قُمْ يَا فُلَانُ يَا فُلَانُ، یعنی اے فلاں فلاں شخص تم کھڑے ہو جاؤ، وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اہل بدر کے واسطے جگہ چھوڑ دی۔ منافقوں نے موقع پا کر اس باب میں شکایت اور اشارہ بازی شروع کی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ

اے ایمان والو! جہاں کہا گیا تمہیں کہ ”جگہ دو مجلسوں میں“، تو جگہ دے دیا کرو، تمہیں اللہ جگہ دے گا۔

وَإِذَا قِيلَ انْشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

اور جہاں کہا گیا کہ ”اٹھ پڑو“، تو اٹھ پڑا کرو، بلند فرمادے گا اللہ انہیں جو ایمان لائے تم میں سے، اور جو

أَوْثُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

دیے گئے ہیں علم درجوں۔ اور اللہ جو کچھ کرو باخبر ہے۔

(اے ایمان والو! جہاں کہا گیا تمہیں کہ جگہ دو مجلسوں میں، تو جگہ دے دیا کرو)۔ یعنی جب ذکر، تلاوت اور نماز وغیرہ مجلسوں میں تم سے جگہ کشادہ کرنے کی بات کی جائے تو جگہ کشادہ کر دیا کرو۔ اُس کے عوض (تمہیں اللہ تعالیٰ) (جگہ دے گا) قبر میں۔۔۔ یا۔۔۔ بہشت میں، مکان وسیع تم کو عطا فرمائے گا۔۔۔ یا۔۔۔ تنگی اور زحمت دور کر کے تمہارے دل کو کشادہ فرمادے گا۔ (اور جہاں کہا گیا کہ اٹھ پڑو تو اٹھ پڑا کرو)۔ یعنی اے مسلمانو! جب تمہیں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کو چھوڑ دو، تو چھوڑ دو اور اُس پر ملال بھی نہ کرو کہ تمہیں اٹھایا گیا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ معنی یہ ہے کہ جب کہا جائے کہ نماز۔۔۔ یا۔۔۔ جہاد۔۔۔ یا۔۔۔ شہادت۔۔۔ یا۔۔۔ اسی طرح کے دوسرے اعمال خیر کی طرف چلو، تو چل پڑو اور سستی نہ کرو اور نہ ہی کوتاہی کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ اہل بدر کی عظمت کو سمجھانے کے لیے اُن کا خاص لحاظ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک ایسی جماعت آئی جنہوں نے انہیں جگہ نہ دی، تو آپ نے خود بعض یاروں سے فرمایا کہ وہ اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ پھر اتنے ساتھیوں کو وہاں سے اٹھا کر جگہ بنائی جتنے حضرات اہل بدر تھے۔ اس سے منافقین اشارے کرنے

لگے اور کہا کہ یہ کوئی انصاف ہے کہ ایک کو اٹھا کر دوسرے کو بٹھایا جائے، اٹھنے والے پر کیا گزری گی؟ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کی یہ قلبی کارروائی اُن کے چہروں سے پہچان لی اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ صاحبانِ منصب اور اربابِ اعزاز کے لیے جگہ کشادہ کر دینا۔۔۔ یا۔۔۔ جگہ کشادہ کر دینا، سعادتمندی اور نیک سیرتی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہاں تک کہ مجلسِ نبوی میں بیٹھنے والوں کو بھی ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ ایمانی صاحبانِ منصب کا لحاظ کریں اور اُن کا احترام کریں۔ چونکہ منافقین ایک بے ادب قوم ہے اس لیے ان کو آداب کے قوانین سمجھ میں نہیں آتے۔

تو اے ایمان والو! آداب کے قوانین پر عمل کرنے سے (بلند فرمادے گا اللہ) تعالیٰ (انہیں جو ایمان لائے تم میں سے، اور) بلند فرمادے گا انہیں (جو دیئے گئے علم درجوں) ایمان کے ساتھ۔ اُن مؤمنوں کے درجوں پر جو بے علم ہوتے۔ اس واسطے کہ مؤمن عالمِ افضل ہے مؤمن بے علم سے۔ عالمِ خواب میں امام اوزاعی سے پوچھا کہ قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے سب سے بہتر عمل کون ہے؟ فرمایا کہ عالموں کے درجے سے زیادہ بلند میں نے کوئی درجہ نہیں دیکھا۔ اُس سے اتر کر اندوھنا کوں کا درجہ ہے۔ تو یہ خواب اس آیت کے موافق ہے۔ بے شک علمائے دین کے درجے بہت بلند ہیں دُنیا میں مرتبہ اور شرف اور وراثتِ انبیاء کے سبب سے، اور عقبیٰ میں بھی فضل اور قدرِ اصفیاء کے ساتھ موافقت کی وجہ سے۔

(اور) ذہن نشین رکھو کہ (اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو) اُس سے (باخبر ہے)۔

اس کلام میں امید و خوف اور وعدہ و وعید سب کچھ ہے۔ روایت ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے سرگوشیوں میں ہر قسم کی خبریں پوچھتے اور بکثرت سوالات کرتے اور اس کا جواب چاہتے، تو اُن کو بارگاہِ نبوی کا وقار سمجھانے کے لیے اور بکثرت سوال کرنے سے روک لگانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدْ مُوَابَيْتَ يَدَيَّ نَجْوَاكُمْ

اے ایمان والو! جب تم پوشیدہ بات کرنی چاہو رسول سے، تو پہلے دے لو اپنی سرگوشی سے آگے کچھ

صَدَقَ ذَلِكَ خَيْرُكُمْ وَأَظْهَرَ قَانَ لَكُمْ بِحَدِّ قَانَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

صدق۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اور نہایت پاکیزہ۔ پھر اگر نہ پایا تم نے، تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔
(اے ایمان والو! جب تم پوشیدہ بات کرنی چاہو رسول سے، تو پہلے دے لو اپنی سرگوشی سے آگے کچھ صدقہ)۔ (یہ) صدقہ دینا راز کہنے سے قبل (بہتر ہے تمہارے لیے) اس لیے کہ طاعت زیادہ کرتا ہے (اور نہایت پاکیزہ) اس واسطے کہ گناہ مٹاتا ہے۔ (پھر اگر نہ پایا تم نے) کوئی چیز صدقہ دینے کو، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے۔ یعنی بخشش والا ہے اُسے جو یہ گناہ کرے، یعنی بے صدقہ دیئے راز کہے۔ اور (رحیم ہے)، یعنی مہربان ہے کہ بندہ کو وہ تکلیف نہیں دیتا جس کی اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔
حدیث میں ہے کہ یہ ممانعت دس دن رات رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس سونے کا ایک دینار تھا آپ نے اُسے دس درم میں بھنایا۔ ہر روز ایک درم پہلے صدقہ دے کر رسول مقبول سے سرگوشی کرتے اور کچھ پوچھتے۔ اُس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔۔ الغرض۔۔ جب یہ حکم نازل ہوا، تو حضرت علی مرتضیٰ کے سوا اور کسی نے اُس کی تعمیل نہیں کی۔ اور یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مناقب میں سے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے یہ حکم ایک ساعت دن کو رہا، حضرت علی مرتضیٰ نے اُسی ساعت اس کی تعمیل کر لی، پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ فَأَذَلُّكُمْ تَفْعَلُوا

کیا ڈر گئے تم اس سے، کہ پہلے دے دو، اپنی پوشیدہ بات کہنے کے آگے کچھ صدقہ؟ تو جب تم یہ نہ کر سکے، اور معافی دے

وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَلَقِيُوا الصَّلَاةَ وَالْزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

دی اللہ نے بھی تمہیں، تو پابندی کرتے رہو نماز کی، اور دیتے رہو زکوٰۃ کو، اور کہا مانتے رہو اللہ

وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ لِّمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور اُس کے رسول کا۔ اور اللہ باخبر ہے جو عمل کرتے رہو۔

(کیا ڈر گئے تم اس سے کہ پہلے دے دو اپنی پوشیدہ بات کہنے کے آگے کچھ صدقہ؟) یعنی تمہیں یہ کام دشوار لگا، (تو جب تم یہ نہ کر سکے اور معافی دے دی اللہ) تعالیٰ (نے بھی تمہیں، تو پابندی کرتے رہو) فرض (نماز کی)، یعنی فرض نماز کما حقہ، ادا کرتے رہو۔ (اور دیتے رہو زکوٰۃ کو) جن کا دینا تم پر واجب ہو، (اور کہا مانتے رہو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا) ہر حال میں، کہ یہ اس کی درستی

اور تلافی کر دے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (با خبر ہے) اُس سے (جو عمل کرتے رہو)۔

حدیث میں ہے کہ عبد اللہ ابن بطل ایک منافق تھا جو رسول مقبول ﷺ کے پاس بیٹھتا تھا اور آپ کی باتیں یہود سے کہہ دیا کرتا تھا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ حجراتِ طاہرات میں سے ایک حجرے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کا ایک گروہ بھی حاضر تھا، حضرت نے فرمایا کہ ایک مرد آتا ہے اُس کا دل سرکش اور متکبر ہے اور وہ شیطان کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ناگاہ ابن بطل آیا۔ حضرت نے فرمایا تُو مجھے گالی کیوں دیتا ہے اور فلاں فلاں تیرے یار کیوں مجھے سخت کہتے ہیں۔ پس ابن بطل اور اُس کے یاروں نے قسم کھالی کہ ہم نے ہرگز یہ بے ادبی نہیں کی ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب!۔۔۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ

کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جنہوں نے دوستی کی ایسی قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ نے۔ نہ وہ تم میں سے ہیں

وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُوْنَ عَلَى الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور نہ اُن میں سے۔ اور وہ قسم کھایا کرتے ہیں جھوٹ، حالانکہ وہ جان رہے ہیں •

(کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جنہوں نے دوستی کی ایسی قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ نہ وہ تم میں سے) مسلمان (ہیں اور نہ) ہی (ان میں سے) یہودی ہیں۔ (اور وہ قسم کھایا کرتے ہیں جھوٹ) دعویٰ اسلام اور سیدانام کے اعزاز و احترام پر، (حالانکہ وہ جان رہے ہیں) کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔ الغرض۔۔۔ جان بوجھ کے جھوٹ بولنے کی عادت بنالی ہے۔ آخر وہ کس خام خیالی میں ہیں۔۔۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ اَنَّهُمْ

تیار کر چکا ہے اللہ اُن کے لیے سخت عذاب۔ بے شک انہوں نے بُرا کیا جو کروت کرتے ہیں • بنالیا انہوں نے

جَنَّةٍ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۵﴾

اپنی قسموں کو ڈھال، تو روکتے رہے اللہ کی راہ سے، تو انہیں کے لیے ہے ذلت والا عذاب •

(تیار کر چکا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے لیے سخت عذاب) دُنیا میں ذلت و رسوائی، اور آخرت

میں آتش دوزخ کے سبب سے۔ (بے شک انہوں نے بُرا کیا جو کروت کرتے ہیں) اور اُس پر اصرار

کرتے ہیں۔ (بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال) سپر، آڑ اور پناہ کہ اُس کے سبب سے اُن کی جان اور مال امن میں رہے، (تو) اپنی بے خوفی کے وقت وہ (روکتے رہے اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے) فتنہ انگیزی اور نکتہ چینی کر کے۔۔۔ یا۔۔۔ لوگوں کو بد دل کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ جہاد میں نہیں جاتے گھر بیٹھے رہتے ہیں، (تو انہیں کے لیے ہے ذلت والا عذاب) یعنی رسوا کر دینے والا عذاب۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

نہ کام دیں گے انہیں اُن کے مال، اور نہ اولاد، اللہ کے حضور کچھ۔ وہ جہنم والے ہیں۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۵﴾

وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں •

(نہ کام دیں گے انہیں ان کے مال اور نہ اولاد) قیامت میں (اللہ) تعالیٰ (کے حضور کچھ)۔ یعنی اُن کے مال اولاد انہیں عذاب الہی سے چھٹکارا نہ دلا سکیں گے۔ بلکہ (وہ جہنم والے ہیں) اور (وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)۔ منافق بھی ہمیشہ دوزخ کے اندر رہنے میں کافر کا حکم رکھتے ہیں، بلکہ اُن کا در کہ مشرکوں سے بھی بہت نیچے ہوگا اور اُن پر عذاب بہت سخت ہوگا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ

جس دن کہ اُٹھائے گا اُن سب کو اللہ، تو قسم کھائیں گے اُس کے یہاں بھی، جس طرح قسم کھاتے ہیں تمہارے پاس،

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَّا يَأْتِيَهُمُ الْكُذِبُ يَوْمَ ﴿۱۶﴾

اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ فائدہ پر ہیں۔ یاد رکھو! کہ بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں •

یاد کرو اے محبوب وہ دن! (جس دن کہ اُٹھائے گا اُن سب) منافقوں (کو اللہ) تعالیٰ اُن کی قبروں سے، (تو) یہ (قسم کھائیں گے اُس کے یہاں بھی) اپنے اسلام اور اخلاص پر، (جس طرح قسم کھاتے ہیں تمہارے پاس، اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ فائدہ پر ہیں) یعنی نفع پارہے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ نقصان دفع کر رہے ہیں۔ جیسے وہ دنیا میں سمجھتے تھے کہ جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے سے اور مال سے مدافعت کرتے اور اس طرح دُنیوی فوائد حاصل کرتے، تو انہیں گمان ہے کہ جس طرح دنیا میں جھوٹی قسم کھا کر ہم اپنا کام بنالیا کرتے تھے آخرت میں بھی اسی طرح جھوٹی قسم کھا کر اپنے کو بچالے جائیں گے۔

(یاد رکھو بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں)، بہت سخت جھوٹے۔ جھوٹ کی ایسی انتہا کہ اس کے بعد کوئی جھوٹ نہیں، یعنی ظاہر و باطن جاننے والے علام الغیوب کے سامنے بھی جھوٹ کی جسارت کریں گے اور گمان کریں گے اُن کی جھوٹی قسموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اُن کا جھوٹ کامیاب ہو جائے گا۔ اُن کی اس فکری کجی اور عقلی بے راہ روی کی وجہ یہ ہے کہ۔۔۔

اسْتَعُوْذُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَهُمْ ذَكَرَ اللّٰهُ اُولٰٓئِكَ حَرْبُ الشَّيْطٰنِ

چڑھ پڑا اُن پر شیطان، تو بھلا دیا انہیں اللہ کی یاد کو۔ وہ ہیں شیطان کا گروہ۔

اَلَا اِنَّ حَرْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

یاد رکھو! کہ شیطان کا گروہ، وہی خسارہ والے ہیں۔

(چڑھ پڑا اُن پر شیطان) یعنی اُن پر غالب آ گیا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ دوسو سو دے کر انہیں گناہوں کی رغبت دیتا ہے، (تو بھلا دیا انہیں اللہ) تعالیٰ (کی یاد کو)۔ نہ وہ دل سے یاد کرتے ہیں نہ زبان سے۔ (وہ) بھول جانے والے لوگ (ہیں شیطان کا گروہ) اور شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور (یاد رکھو کہ شیطان کا گروہ، وہی خسارہ والے ہیں) کہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہاتھ سے کھوئیں اور ہمیشہ رہنے والے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِي الْاٰذِلٰٓئِن ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ

بے شک جو مخالفت کریں اللہ اور اُس کے رسول کی، وہ بڑے ذلیلوں میں ہیں۔ لکھ چکا ہے اللہ

لَا غَلْبَ لَكُمْ اِنَّا وَّرَسُوْلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

کہ ”ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول۔“ بے شک اللہ قوت والا زبردست ہے۔

(بے شک جو مخالفت کریں اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی وہ بڑے ذلیلوں میں ہیں)۔ یعنی دُنیا میں تو قتل و قید ہونے کی ذلت و خواری میں گرفتار ہیں اور عقبیٰ میں رُسوا اور رُوسیاہ اور بے اعتبار ہیں۔ (لکھ چکا ہے اللہ) تعالیٰ لوح محفوظ میں (کہ ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول)۔ رسول اگر جہاد کے مامور ہیں، تو اُن کا غلبہ قہر اور زجر کے سبب سے ہے۔ اور اگر جہاد کے مامور نہیں ہیں، تو اُن کا غلبہ دلیل اور حجت ہے۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (قوت والا) ہے یعنی انبیاء کرام کی نصرت پر

قادر و قوی ہے، اور (زبردست ہے) یعنی غالب ہے ہر حکم کرنے پر جو کچھ چاہے، اور کوئی اُسے روکنے پر قادر نہیں۔

حق تعالیٰ منافقوں کا ذکر اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ اُن کی دوستی بیان کر چکا، تو اُس کے بعد مخلصوں کی صفت فرماتا ہے کہ وہ مطلق کسی دشمن کے ساتھ دوستی نہیں کرتے اگرچہ چند در چند قرابتیں واقع ہوں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔

لَا يَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
تَمَّ نَهْ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو مان جائیں اللہ اور پچھلے دن کو، کہ دوستی کریں اُن کی جنہوں نے مخالفت کی اللہ اور اُس کے رسول کی،
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ

گو وہ ہوں اُن کے باپ دادے، یا بیٹے، یا بھائی، یا کنبہ والے۔ وہ ہیں کہ نقش کر دیا

فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيَدَّخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

اللہ نے اُن کے دلوں میں ایمان کو، اور تائید فرمائی اُن کی روح سے اپنی طرف سے۔ اور داخل فرمائے گا انہیں باغوں میں،

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ

بہت ہی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اللہ اُن سے راضی، وہ اللہ سے خوش۔ وہ ہیں

حِزْبُ اللَّهِ الْأَبْرَارِ حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥٨﴾

اللہ کی جماعت۔ یاد رکھو! کہ اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔

(تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو مان جائیں اللہ) تعالیٰ (اور پچھلے دن کو) یعنی روزِ آخرت کو
(کہ دوستی کریں اُن کی جنہوں نے مخالفت کی اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی گو وہ ہوں اُن کے
باپ دادے۔۔۔ یا۔۔۔ بیٹے۔۔۔ یا۔۔۔ بھائی۔۔۔ یا۔۔۔ کنبہ والے)۔ یہی (وہ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ) تعالیٰ
(نے اُن کے دلوں میں ایمان کو) یعنی ایمان کو اُن کے دلوں میں ثابت کر دیا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ ایمان کو
اُس کے لوازم یعنی اخلاص اور استقامت وعدہ کے ساتھ اُن کے دلوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ (اور
تائید فرمائی اُن کی روح سے) یعنی رحمت یا نصرت یا نورِ ہدایت سے (اپنی طرف سے)۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ مدد دی اُن کی جبرائیل علیہ السلام۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کے سبب سے۔

(اور داخل فرمائے گا انہیں) حشر کے دن (باغوں میں، بہت ہی جن) کے مکانوں اور

درختوں (کے نیچے نہریں) دودھ، شراب اور شہد کی۔ (ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اللہ) تعالیٰ (اُن سے راضی) اُس اطاعت کے سبب جو انہوں نے دُنیا میں کی، اور (وہ اللہ) تعالیٰ (سے خوش) اُس نعمت اور کرامت کے سبب سے جو اُس نے انہیں عقیقی میں عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ (وہ ہیں اللہ) تعالیٰ (کی جماعت)، اُس کا لشکر اور اُس کے دین کی مدد کرنے والے۔ (یاد رکھو کہ اللہ) تعالیٰ (کی جماعت) کامیاب ہے) اور چھٹکارا پانے والے فائز المرام ہیں۔

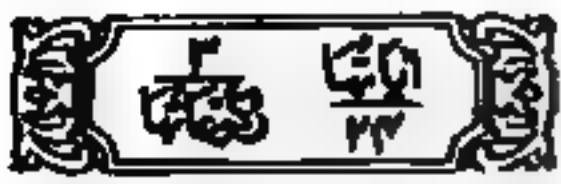
امام ثعلبی جرجانی اپنے مشائخ کا قول نقل کرتے ہیں، کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے پوچھا کہ الہی تیرا لشکر کون ہے؟ خطاب آیا جنہوں نے محارم پر نگاہ ڈالنے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اور خلق کو آزار پہنچانے اور حرام کا مال لینے سے اپنے ہاتھ روکے، اور اپنے دل ماسوی اللہ سے پاک کیے۔ وہ لوگ میرا لشکر ہیں اور میرے عرش کے گرد طواف کریں گے۔۔۔

اس آیت ۲۲ کے ابتدائی جملوں کی صداقت کا عملی مظاہرہ اسلامی جنگوں میں ہو چکا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ابو عبیدہ جراح نے اپنے باپ عبداللہ جراح کو جنگ اُحد میں قتل کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق نے جنگ بدر کے دن اپنے فرزند عبدالرحمن کو لشکر کفار سے طلب کیا کہ اُن کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کریں، مگر اللہ کے رسول نے آپ کو اُس مقابلے سے روک لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبیدہ کو جنگ اُحد میں قتل کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ اور شیبہ اور ولید کو جنگ بدر میں قتل کیا۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ خدا اور رسول کی محبت اُن نفوسِ قدسیہ والوں پر ایسی غالب تھی کہ آیت کریمہ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ والوں کے رشتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور خدا اور رسول کے رشتوں کو مضبوط کرنے کے لیے ہر رشتے کو کاٹ کے رکھ دیا، اور عملی طور پر بتا دیا کہ ہم اللہ کے رسول کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے ہر رشتے کو کاٹنے والے ہیں۔

اختتام سورۃ المجادلہ۔۔۔ ﴿۱۱﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ یکم اگست ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴿۱۲﴾

-- ﴿ ۱۲ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۲ اگست ۲۰۱۲ء -- بروز پنجشنبہ -- ﴿ --



سُورَةُ الْحَشْرِ



آیات ۲۴ -- رکوع ۳

سورۃ الحشر -- ۵۹ مدنیہ ۱۰

اس سورہ کا نام 'الحشر' اسی سورت کی آیت ۲ سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ کا نام 'سورۃ بنی النضیر' بھی ہے۔ اس سورہ کا نام 'الحشر' اس لیے ہے کہ 'حشر' کا معنی لوگوں کو اکٹھا کرنا ہے، اور بنو نضیر کو اکٹھا کر کے مدینہ سے نکالا گیا، پھر ان کو خیبر اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ اس سورہ میں ان کی اسی جلا وطنی کا ذکر ہے، اسی لیے اس کو سورہ بنو نضیر بھی کہا گیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ سن چار ہجری میں خواص صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان دو مرد عامری کی دیت لینے کے لیے یہود بنی نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے جو آپ کے عہد میں تھے اور عمرو بن امیہ بن ضمری نے انہیں قتل کیا تھا۔ جب آپ یہود کے گھر کی دیوار سے پیٹھ لگا کے بیٹھے، یہود ایک بڑا پتھر چھت پر لے گئے کہ حضرت ﷺ پر ڈال دیں، فوراً حضرت جبرائیل نے آپ کو خبر کر دی اور آپ مدینہ منورہ واپس آ گئے، اور یہود کے پاس کسی کو بھیجا کہ چونکہ تمہاری غداری ظاہر ہو چکی، تو تم ہمارے شہر دیار سے نکل جاؤ۔ اور ان کو آپ نے دس دن کی مہلت دی اور وہ سامان سفر مہیا کرنے میں مشغول ہوئے۔

ادھر ابن ابی جو منافقوں کا پیشوا تھا اس نے کسی کو ان یہود کے پاس بھیجا کہ تم لوگ اپنے گھروں سے نہ نکلو، اپنے قلعوں میں پناہ لیے رہو، میں اپنی قوم سے دو ہزار آدمیوں سمیت تمہارا معین اور مددگار ہوں۔ یہود اس منافق کی بات پر مغرور ہو کر باغی ہو گئے اور یہ خبر حضرت ﷺ کو پہنچی، آپ ایک گروہ لے کر ان کے سر پر پہنچے اور پندرہ دن تک ان کو گھیرے رہے۔ اس منافق نے یہود سے وعدہ وفانہ کیا اور کچھ مدد نہ کی۔ آخر یہود نے اس خوف و ہراس کی وجہ سے جلا وطنی قبول کی جو خدا نے ان کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔

اور جب شہر بدر ہونا انہوں نے قبول کر لیا، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ اپنے ہتھیار چھوڑ جاؤ اور تمہارے جانور جس قدر مال اٹھا سکیں ان پر لا دے جاؤ۔ یہ امر قرار پایا اور حق تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ایسے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرنے والی اس سورۃ مبارکہ کو۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

پاک بولی اللہ کی سب نے، جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(پاک بولی) اور تسبیح کی (اللہ) تعالیٰ (کی سب نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے)، کیونکہ وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے (اور وہی زبردست) ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے، اور (حکمت والا ہے) یعنی پاک اور محکم کام کرنے والا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ

وہی ہے جس نے نکال بھگایا اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی ہانک کو۔

فَظَنَنْتُمْ أَنِ يَخْرُجُوا أَظْلَمَ أَفَكُنْتُمْ بِمَا عَصَوْكُمْ قُلُوبُكُم مِّنْ اللَّهِ

تم لوگوں کو خیال نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ خیال کر رہے تھے، کہ ان کی حفاظت کو ان کے قلعے ہیں اللہ کے عذاب سے،

فَآتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يُحْتَسِبُوا ۚ وَقَدْ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ يُخْرَجُونَ

تو آیا ان کے پاس حکم الہی جہاں سے انہیں وہم بھی نہ تھا۔ اور ڈال دیا ان کے دلوں میں دبدبہ،

يَوْمَ تَرْهَقُ بِآيِدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ②

کہ کھود نے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے، اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔ تو عبرت لو اے آنکھ والو!

(وہی ہے جس نے نکال بھگایا اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی ہانک کو)۔

یعنی پہلی بار انہیں جزیرہ عرب سے نکالنے کے واسطے، اور ان کا دوسرا نکالنا خیبر سے ہوگا۔۔۔ یا۔۔۔ ان لوگوں کا پہلا حشر ہے ملک شام کی طرف، اس واسطے کہ آخر زمانہ میں ایک آگ مشرق کی جانب سے آئے گی اور لوگوں کو زمین شام کی طرف ہنکا دے گی، اور وہیں قیامت ہوگی اور وہ دوسرا حشر قائم ہوگا۔

(تم لوگوں کو خیال نہ تھا) اے مومنو! (کہ وہ نکل جائیں گے) ان کی کثرت اور شجاعت و

شوکت کو دیکھ کر، (اور وہ خیال کر رہے تھے کہ اُن کی حفاظت کو اُن کے قلعے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے عذاب سے)، یعنی باز رکھنے والے ہیں اُن کے قلعے اُن پر حکم اور قضائے الہی نازل ہونے سے، (تو آیا اُن کے پاس حکم الہی) یعنی عذاب خداوندی کا دن (جہاں سے انہیں وہم بھی نہ تھا اور ڈال دیا ان کے دلوں میں دبدبہ کہ کھودنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے)۔ یعنی انہوں نے عہد شکنی کی یہاں تک کہ اُن کے گھراہل ایمان کے ہاتھوں سے خراب ہوئے، تو گویا انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے خراب کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ یہود جب وطن چھوڑنے پر آمادہ ہوئے اور سمجھے کہ ہمارے مکانات مومنوں کے قبضے میں آئیں گے، تو اپنے مکان کھودتے تھے اور جو دروازے اور لکڑی اور پتھر انہیں اچھا معلوم ہوتا اُسے اپنی جگہ سے اکھاڑ کر چاہتے تھے کہ اپنے ساتھ لے جائیں، تو چھٹو اونٹ لا کر اپنے کو آراستہ کیا اور بناوٹ اور تصنع کا مظاہرہ کرتے ہوئے دف بجاتے اور گاتے ہوئے مدینہ منورہ کے بازار سے نکلے، بعضے تو ولایت شام میں چلے گئے اور بعضے خیبر میں۔ (تو عبرت لو اے آنکھ والو!)، یعنی اُن کا حال دیکھو اور عبرت پکڑو۔

وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبُهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور اگر نہ لکھ چکا ہوتا اللہ اُن پر جلا وطن ہو جانے کو، تو ضرور عذاب دیتا انہیں دُنیا میں۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ①

اور اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

(اور اگر نہ لکھ چکا ہوتا اللہ) تعالیٰ لوح محفوظ میں اور نہ طے کر چکا ہوتا اپنے حکم ازلی میں (اُن پر جلا وطن ہو جانے کو، تو ضرور عذاب دیتا انہیں دُنیا میں) قتل ہونے اور لونڈی غلام بننے کے سبب سے۔ (اور) باوصف اس کے کہ دُنیا میں شہر بدر ہوئے، (اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے)۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُۥٓ وَفَن يُشَاقُّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اس لیے کہ پھٹے پھٹے رہے اللہ اور اُس کے رسول سے۔ اور جو پھٹا پھٹا ہے اللہ سے،

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

تو بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

(یہ) عذاب اُن پر (اس لیے) ہے (کہ پھٹے پھٹے رہے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول سے)، یعنی خدا اور رسول کی دشمنی کی اور اُن کے حکم کی مخالفت اختیار کی۔ (اور جو پھٹا پھٹا رہے اللہ) تعالیٰ (سے) یعنی جو کوئی دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ سے، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (سخت عذاب) کرنے (والا ہے) اُس پر، اور جو اُس کے مثل ہیں اُن پر۔

روایت ہے کہ محاصرہ کے زمانے میں حکم ہوا کہ اُن کے خرموں کے باغ کاٹے جائیں نخل عجوزہ کے سوا، اور حضرت عبد اللہ بن سلام اور ابولیلی مازنی رضی اللہ عنہما اِس کام پر مامور ہوئے، تو ابولیلی رضی اللہ عنہ اچھے درخت کاٹتے اور کہتے کہ میں انہیں کاٹ کر منافقوں کا دل توڑتا ہوں۔ اور عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اُن میں سے برے برے درخت کاٹتے اور کہتے کہ میں جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ یہ خرے کے درخت مسلمانوں کے ہاتھ میں پھیر دے گا، تو جو درخت بہتر ہیں وہ میں مسلمانوں کے واسطے چھوڑتا ہوں، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ۔۔۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّن لِّينَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ اَصُولِهَا

جو کچھ کاٹ ڈالا تم نے کوئی درخت، یا چھوڑ دیا اُسے کھڑا اپنی جڑوں پر،

فَيَاذَن اللّٰهُ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تو اللہ کے حکم سے ہوا، اور تاکہ رسوا کر دے نافرمانوں کو •

(جو کچھ کاٹ ڈالا تم نے کوئی درخت۔۔۔ یا۔۔۔ چھوڑ دیا اُسے کھڑا اپنی جڑوں پر، تو) یہ سب کچھ (اللہ) تعالیٰ (کے حکم سے ہوا) اور اُس کی پسند کے موافق ہوا، اِس واسطے کہ تم کو مدد دے (اور تاکہ رسوا کر دے نافرمانوں کو) جو دائرۃ ایمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

روایت ہے کہ جب بنی نضیر شہر بدر ہوئے تو پچاس زر ہیں اور پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں اُن کی اور ان کے مال اور باغ سب 'فئے' ہوئے، یعنی سب خاص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز جسے چاہی عطا کی اور باغات بعضے لوگوں کو بخشے۔ اور اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پانچ حصے کر دیئے۔ حضرت امام اعظم اسی صورت پر گئے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اِس باب میں فرماتا ہے۔۔۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مال غنیمت دلایا اللہ نے اپنے رسول کو اُن لوگوں سے، تو نہ دوڑایا تھا تم لوگوں نے اُس پر گھوڑے اور نہ اونٹ،

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۹

لیکن اللہ مسلط فرمادے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ اور اللہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔

(اور جو کچھ مال غنیمت دیا اللہ) تعالیٰ (نے اپنے رسول کو اُن لوگوں سے)، یعنی اُن کے مال

اور ملک میں سے۔ یعنی جو غنیمت رسول ﷺ کو عطا کی (تو نہ دوڑایا تھا تم لوگوں نے اُس پر گھوڑے اور

نہ اونٹ)۔ یعنی تم نے اُن کو حاصل کرنے کے لیے اُن پر چڑھائی نہیں کی، بلکہ تم اُس حصار پر پیادہ

آئے تھے اور زیادہ لڑائی بھی نہیں ہوئی، کہ تم کو کچھ کلفت اور دقت ہوئی ہو۔

۔۔ المختصر۔۔ تم نے لڑ بھڑ کر اُس حصار کو فتح نہیں کیا (لیکن اللہ) تعالیٰ (مسلط فرمادے اپنے

رسولوں کو جس پر چاہے) اور اپنی مدد سے انہیں غالب کر دے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر چاہے پر قدرت

والا ہے)، تو وہ پیغمبروں کو غالب اور دشمنوں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے۔ کبھی سبب ظاہری جیسے جدال

اور قتال سے اُن کو غلبہ دیتا ہے، اور کبھی سبب باطنی جیسے اُن کے دلوں میں خوف و ہراس ڈالتا ہے۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِللرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ

جو کچھ مال غنیمت دلایا اللہ نے اپنے رسول کو دوسری آبادی والوں سے، تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے،

وَلِلَّذِينَ الْقُرَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كِي لَا يَكُونَ

اور اُن کے قرابت مندوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافر کے لیے، تاکہ نہ رہ جائے وہ ہاتھوں ہاتھ

دَوْلَتَيْنِ الْأَغْنِيَاءُ مِنْكُمْ وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

تمہارے دولت مندوں ہی کے درمیان۔ اور جو کچھ دے دیا تم کو رسول نے تو لے لو اُسے، اور جس سے روک دیا تمہیں

فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۰

تو رک جاؤ، اور ڈرتے رہو اللہ کو۔ بے شک اللہ سخت عذاب فرمانے والا ہے۔۔۔

(جو کچھ مال غنیمت دلایا اللہ) تعالیٰ (نے اپنے رسول کو دوسری آبادی والوں سے) لڑے

بھڑے بغیر۔ یعنی دیہاتیوں اور اہل شہر کے اموال اور املاک میں سے جو لڑ کر نہیں لیے جاتے، (تو وہ

اللہ) تعالیٰ (کے لیے اور رسول کے لیے ہے، اور اُن کے قرابت مندوں کے لیے اور یتیموں کے لیے)

یعنی بے باپ کے محتاج بچوں کے لیے (اور مسکینوں کے لیے اور مسافر کے لیے) جو مال نہ رکھتے ہوں۔
 علماء اس بات پر ہیں کہ 'فئے' خاص رسول مقبول کے واسطے تھا اور اُس کی تقسیم آپ سے متعلق تھی۔ اپنی زندگی میں اہل و عیال کے واسطے سال بھر کا خرچ آپ اُس سے کرتے تھے، اور باقی میں جس طرح حق تھا آپ تقسیم فرماتے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد بعض علماء ظاہر آیت پر حمل کر کے چھ حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

جو حصہ خدا کے نامزد ہے اُسے کعبہ شریف اور سب مسجدوں کی تعمیر میں صرف کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نام فقط تعظیم کے واسطے ہے اور پانچ ہی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، اور رسول مقبول کے حصے میں اختلاف کیا ہے۔ بعضے کہتے ہیں امام اُس کا 'مصرف' ہے۔ بعضوں کے نزدیک مسلمانوں کے مصالح میں صرف کرنا چاہیے اور بعضوں کے نزدیک مجاہدوں کے ہتھیاروں وغیرہ میں صرف کرنا چاہیے۔

اور معالم میں ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ جب غنیمت لیتے تو اس کا سردار اس میں سے چوتھائی لیتا، اور باقی میں سے اپنے واسطے تحفہ اختیار کرتا اور اُسے 'صفی' کہتے اور باقی قوم پر چھوڑتا، اور قوم کے تو نگر لوگ اُسے فقیروں میں تقسیم کرنے میں حیف کرتے اور انہیں افسوس ہوتا۔

رؤساء اہل ایمان کے ایک گروہ نے یہی خیال کر کے بنی النضیر کی غنیحوں کے باب میں رسول مقبول ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اس مال غنیمت میں سے ایک چوتھائی اور 'صفی' لے لیجیے اور باقی چھوڑ دیجیے کہ ہم تقسیم کر لیں۔ حق تعالیٰ نے اُس کو رسول کریم علیہ الخیر والسلام کا خاص حصہ کر کے اُس کی تقسیم اس طور پر فرمادی جو مذکور ہوئی۔ اور فرمایا۔۔۔

ہم نے 'فئے' کا حکم ظاہر کر دیا (تا کہ نہ رہ جائے وہ ہاتھوں ہاتھ تمہارے دولت مندوں ہی کے درمیان) کہ اپنے حق سے زیادہ لے لیں اور فقیروں کو کم دیں۔۔۔ یا۔۔۔ محروم رکھیں جیسے زمانہ جاہلیت میں تھا۔ (اور جو کچھ دے دیا تم کو رسول نے) مال غنیمت میں سے (تو لے لو اُسے) کیونکہ وہ تمہارا حق ہے، (اور جس سے روک دیا تمہیں تو روک جاؤ)۔ یعنی غنیمت میں خیانت کرنے سے روک دیا ہے تو اُس میں خیانت کرنے سے باز رہو۔

محقق لوگ اس بات پر ہیں کہ ان کلمات کا حکم عام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں۔۔۔
 کہ رسول کریم ﷺ جس بات کا حکم کریں اُسے قبول کر لو اور حکم مانو اور جس بات سے منع

کریں اُس سے باز رہو کہ اُن کا امر وہی برحق ہے۔ جو کوئی اُن کے حکم کی تعمیل کرے گا نجات پائے گا اور جو اُن کی نہی سے پرہیز نہ کرے گا وہ ہلاکت میں پڑے گا۔

(اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ (کو) یعنی ڈرتے رہو عذاب الہی سے رسول کی مخالفت کرنے میں۔ (بے شک اللہ تعالیٰ) سخت عذاب فرمانے والا ہے) اُن لوگوں کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ 'فئے' کی تقسیم یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اور۔۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا

اُن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے، جو بے دخل کیے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے، چاہتے رہتے ہیں اللہ کے فضل

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَتَصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝

کو اور خوشنودی کو، اور مدد میں رہتے ہیں اللہ اور رسول کی، وہی سچے لوگ ہیں۔

(ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو بے دخل کیے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے، چاہتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ (کے فضل کو اور خوشنودی کو)۔ یعنی اُن کی ہجرت تجارت اور دنیوی غرضوں کے واسطے نہ تھی، بلکہ ہجرت سے حق تعالیٰ کی رحمت اور خوشنودی کے وہ طالب تھے اور خدا اور رسول کی محبت میں انہوں نے اپنے گھر اور مال چھوڑے۔ (اور) وہ (مدد میں رہتے ہیں) اپنے جان و مال سے (اللہ تعالیٰ کے دین کی) (اور رسول کی) (وہی) ہجرت کرنے والے (سچے لوگ ہیں) دین اسلام میں قول کے رُو سے بھی اور فعل کی راہ سے بھی۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ

اور جنہوں نے اپنا ٹھکانہ رکھا اُس دارالاسلام اور ایمان میں اُن سے پہلے، دوست رکھتے ہیں اُسے جس نے ہجرت کی اُن کی طرف،

وَلَا يَحِبُّونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی حاجت اُس کی جو مہاجرین دیے گئے، اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے اوپر

وَلَوْ كَانَ بِهِنَّ خِصَاصٌ مِّنْ يُّوقَىٰ شَرِّ لَفَسِمَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

گو ہوا انہیں سخت حاجت۔۔ اور جو بچا لیا جائے اپنے نفس کی لالچ سے، تو وہی کامیاب ہیں۔

(اور جنہوں نے اپنا ٹھکانہ رکھا اس دارالاسلام اور ایمان میں ان سے پہلے) یعنی مہاجرین

سے پہلے مدینہ منورہ میں رہنے والے۔۔۔ اس سے مراد حضرات انصار ہیں۔۔۔ یہ (دوست رکھتے

ہیں اُسے جس نے ہجرت کی اُن کی طرف اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں) حسد، کپٹ، دغدغہ اور (کوئی حاجت اُس کی جو مہاجرین دیئے گئے)۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو طلب فرمایا اور انہوں نے مہاجرین کے ساتھ جو اعانت کی اور امداد و احسان کیا تھا وہ بیان فرمایا۔ پھر فرمایا اے گروہ انصار! اگر تم چاہو تو بنی نضیر کے مال تم سب کو میں تقسیم کر دوں اور مہاجر لوگ بدستور سابق تمہارے گروہ میں رہیں، اور اگر چاہو تو یہ مال خاص مہاجرین کو میں دیدوں اور وہ تمہارے گھروں سے نکل کر اپنے امور معیشت کے بندوبست میں مشغول ہوں۔

پس حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کہ اہل مدینہ کے پیشوا تھے بولے، کہ یا رسول اللہ! کہ ہمارا جی یہ چاہتا ہے کہ یہ مال بھی آپ مہاجرین کو تقسیم فرمادیں اور جس طرح وہ ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اُسی طرح ہمارے گھروں میں رہیں۔ اس واسطے کہ ہمارے گھروں میں انہی کے سبب سے نور و برکت ہے۔ پس رسول مقبول ﷺ نے انصار کے حق میں دُعا فرمائی اور حق تعالیٰ نے اُن کی شان میں یہ ارشاد فرمایا۔۔۔

کہ یہ گروہ انصار ایثار کرتے ہیں (اور ترجیح دیتے ہیں انہیں) یعنی مہاجرین کو (اپنے اوپر، گو ہوا نہیں سخت حاجت) اُس چیز کی جو ایثار کرتے ہیں۔

جن صفتوں کو جوڈ شامل ہے، اُس میں صفت ایثار بہت کامل اور فاضل صفت ہے۔ اور ایثار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کا محتاج ہو اور دوسرے کو اُس کا مستحق دیکھے، تو اپنے صرف میں نہ لائے اور اُسے دے دے۔

(اور جو بچا لیا جائے اپنے نفس کی لالچ سے) یعنی اپنے نفس کو مال کی محبت اور خرچ کرنے کی عداوت سے باز رکھے، (تو وہی کامیاب ہیں) اور دُنیا میں نقد نیک نامی کا حصہ پانے والے ہیں اور آخرت میں وعدہ کیے ہوئے ثواب حاصل کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا

اور جو آئے اُن کے بعد، دُعا کرتے ہیں کہ پروردگار! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے لائے ہم سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا لَنَكُونُ أَكْثَرُكُمْ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝۱۰

ایمان، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کچھ بھی کینہ اُن کے لیے جو ایمان لا چکے، پروردگار! بلاشبہ تو مہربان رحم والا ہے۔

(اور جو آئے اُن) مہاجرین و انصار (کے بعد) اُن کے تابعین قیامت تک، (دُعا کرتے ہیں کہ پروردگار! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے لائے ہم سے ایمان، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کچھ بھی کینہ اُن کے لیے جو ایمان لائے)۔

اور یہ رسول کریم کے صحابہ ہیں جو پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اصحاب میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی دل میں کینہ نہ ہو وہ اس آیت والوں میں سے نہیں ہے اور اس وعدہ سے محروم ہے۔ صاحب انوار نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے تین مرتبے کیے ہیں: مہاجر، انصار اور تابعین کہ یہ حضرات دل کی سادگی اور طینت کی پاکی سے موصوف ہیں، تو جو شخص اس صفت پر نہ ہو، تو وہ مؤمنوں کی قسموں سے باہر ہو جائے گا۔
تو اُن نفوس قدسیہ والوں کی دُعا یہی ہے کہ ہمارے سینوں کو مؤمنین کے کینوں سے پاک رکھ۔ (پروردگار! بلاشبہ تو مہربان) ہے ہماری دُعا کو قبول فرما اور (رحم والا ہے)، اپنی رحمت سے ہم کو سابقین کے گروہ میں داخل کر۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو کہ کہتے ہیں اپنے بھائی اہل

الْكِتَابِ لَيْنٌ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نَطِيعُ فَيْكُمْ اَبَدًا

کتاب کافروں کو، اگر تم نکالے گئے، تو ہم بھی نکل جائیں گے ضرور تمہارے ساتھ، اور نہ کہا مانیں گے تمہارے بارے میں کسی کا بھی،

وَ اِنْ قُوْلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

اور اگر تم سے لڑائی کی گئی، تو ہم ضرور مدد کریں گے تمہاری۔ اور اللہ گواہ ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

(کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو) یعنی اُن لوگوں کو جو نفاق کرتے ہیں اور جو کچھ اُن کے

دل میں ہے اُس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔

-- چنانچہ۔۔ ابن ابی، ابن بطل اور رفاعہ اور ان کے لشکر نے بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجا

تھا کہ تم جو محمد ﷺ کے ساتھ لڑائی کیا چاہتے ہو اس میں ہم تمہارے شریک ہیں اور تمہاری

پوری اعانت ہم کریں گے، اور ہم تمہارے ساتھ ایسے متحد ہیں کہ اگر وہ تم کو اس شہر و دیار

سے نکال دیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے تو بھی ہم تمہاری رفاقت کریں گے، تو یہ آیت

نازل ہوئی۔۔۔

کہ اے محبوب! ﷺ کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو (کہ کہتے ہیں اپنے بھائی) جو کفر میں اُن کے مثل ہیں (اہل کتاب کافروں کو) کہ غم نہ کرو، (اگر تم نکالے گئے) اپنے شہر و دیار سے (تو ہم بھی نکل جائیں گے ضرور تمہارے ساتھ)، تمہارے ساتھ حمیت اور محبت کی وجہ سے، (اور نہ کہا مانیں گے تمہارے بارے میں کسی کا بھی)، گو وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں، اُن کے کہنے سے بھی ہم تمہیں رنج اور ایذا نہ پہنچائیں گے۔۔۔ یا۔۔۔ تمہارے برخلاف کسی مسلمان کی ہم اطاعت نہ کریں گے۔ (اور اگر تم سے لڑائی کی گئی) یعنی اگر مسلمان تمہارے ساتھ قتال کریں گے، (تو ہم ضرور مدد کریں گے تمہاری۔ اور اللہ تعالیٰ (گواہ ہے کہ بلاشبہ وہ) منافق (یقیناً جھوٹے ہیں)۔۔۔ تو۔۔۔

لَیْن اُخْرِجُوا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَیْن قُوتِلُوا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ

یقیناً اگر وہ نکالے گئے، تو یہ نہ نکلیں گے اُن کے ساتھ۔ اور یقیناً اگر اُن سے لڑائی کی گئی، تو نہ مدد دیں گے انہیں۔

وَلَیْن نَّصُرُوْهُمْ لَیُوْلِنَ الْاَدْبَارُ ثُمَّ لَا یَنْصُرُوْنَ ۝۱۲

اور اگر مدد بھی کی اُن کی، تو ضرور بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر۔۔۔ پھر نہ مدد کیے جائیں گے۔

(یقیناً اگر وہ) یہود (نکالے گئے) مدینہ سے (تو یہ نہ نکلیں گے اُن کے ساتھ) اور ان کی موافقت اور مصاحبت نہ کریں گے۔ (اور یقیناً اگر اُن سے لڑائی کی گئی، تو نہ مدد دیں گے انہیں) اور اگر بالفرض مدد دیں منافق یہود کو اور لڑائی میں اُن کے ساتھ موجود بھی ہوں (تو ضرور بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر)، یعنی شکست پا کر بھاگ جائیں گے۔ (پھر) اُن کے پسپا ہو جانے کے بعد بنی نضیر (نہ مدد کیے جائیں گے)۔ یعنی جب اُن کے مددگار ہی پسپا ہو جائیں گے تو پھر وہ کیونکر مدد پائیں گے۔ اے مومنو!۔۔۔

لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ فِیْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنْهُمْ كُفَرُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۱۳

بے شک تم زیادہ خوفناک ہو اُن کے سینوں میں اللہ سے۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

(بے شک تم زیادہ خوفناک ہو اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے)، یعنی منافق لوگ تم سے بہت ڈرتے ہیں کہ اس قدر خدا سے نہیں ڈرتے۔ (یہ) یعنی خدا سے زیادہ تم سے ڈرنا (اس لیے) ہے (کہ وہ لوگ کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتے) یعنی خدا کی عظمت نہیں جانتے، ورنہ چاہیے تھا کہ اُس سے ڈرتے۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَىٰ مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدٍ بِأَسْمِهِمْ بَيْنَهُمْ

نہ جنگ کر سکیں گے تم سے سب مل کر بھی، مگر قلعہ بند آبادیوں میں یا شہر پناہ کے پیچھے سے۔ اُن کی جنگ آپس ہی میں

شَدِيدًا تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۹﴾

سخت ہے۔ تم خیال کرو گے انہیں ایک جتھا، اور اُن کے دل جدا جدا ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل ہی نہیں رکھتے۔

(نہ جنگ کر سکیں گے تم سے سب مل کر بھی، مگر قلعہ بند آبادیوں میں۔۔۔ یا۔۔۔ شہر پناہ کے پیچھے

سے)۔ یعنی اُن کی یہ قوت نہیں ہے کہ میدان میں روبرو ہو کر تم سے مقابلہ کر سکیں، تو چھپ چھپ کر آڑ کے پیچھے سے پتھر پھینکنے اور نیزہ چلانے کے سوا اُن کے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ تم سے یہ اتنا خوفزدہ ہیں کہ سامنے کھل کر آنے کی ہمت نہیں۔

اُس کا راز یہ ہے کہ (اُن کی جنگ آپس ہی میں سخت ہے) یعنی جب آپس میں وہ ایک

دوسرے سے لڑائی کرتے ہیں تو بڑی شدت اور سختی کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر وہی شجاعت والے جب

خدا اور رسول سے لڑتے ہیں تو ڈر پوک اور بزدل ہو جاتے ہیں اُس خوف کے سبب سے جو خدا نے اُن

کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ روبرو ہو کر مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

(تم خیال کرو گے انہیں ایک جتھا) یعنی یہود و منافقین کے تعلق سے تمہیں یہ خیال آ سکتا ہے

کہ یہ اپنی رائے اور تدبیر میں متفق و مجتمع ہیں، (اور) حقیقت یہ ہے کہ (اُن کے دل جدا جدا ہیں)۔

یعنی اُن کا دل پراگندہ اور پریشان ہے اس لیے کہ اُن کے عقائد اور مقاصد مختلف ہیں۔ (یہ اس لیے)

ہے یعنی یہ بُرے اوصاف جو اُن میں ہیں بسبب اس کے ہیں (کہ وہ لوگ عقل ہی نہیں رکھتے)، اسی

لیے دریافت نہیں کر پاتے اُس چیز کو جس میں اُن کی صلاح و فلاح ہو۔ پس یہود کی مثال۔۔۔

كَشَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۰﴾

جیسے اُن کی مثال جو ان سے پہلے تھے قریب زمانہ میں، انہوں نے چکما اپنے کرتوت کا وبال۔ اور انہیں کے لیے دکھ والا عذاب ہے۔

كَشَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اَكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّى بَرِئٌ مِّنْكَ

جیسے شیطان کی مثال، جب کہ بولا انسان کو کہ ”کفر کر“ پھر جب کفر کر لیا، تو بولا کہ ”میں الگ ہوں تم سے، بے شک میں

اِنِّىْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۱﴾

ڈر رہا ہوں اللہ رب العالمین کو“

(جیسے اُن کی مثال جو اِن سے پہلے تھے قریب زمانہ میں، اُنہوں نے چکھا اپنے کر توت کا وبال) یعنی ضرر اپنے گناہ کا۔ (اور انہیں کے لیے) دُنیا کی ذلت و رسوائی اور آخرت میں (دکھ) دینے (والا عذاب ہے) اور یہود کو قریب دینے اور اُن سے مدد کا وعدہ کرنے میں منافقوں کی (جیسے شیطان کی مثال، جبکہ بولا) کافر (انسان کو کہ کفر کر)، یعنی کفر پر ثابت اور قائم رہ کہ میں تیرا یار و مددگار ہوں۔ (پھر جب) اُس نے (کفر کر لیا) اور اپنے کفر پر ثابت قدم ہو گیا اور شرک کے درخت کی جڑ اُس کے دل کی زمین میں خوب جم گئی، (تو بولا کہ میں الگ ہوں تم سے) اور تم سے بیزار ہوں، اور (بے شک میں ڈر رہا ہوں اللہ) تعالیٰ (رب العالمین کو) جو رب ہے سارے اہل عالم کا۔

یہاں شیطان سے ابلیس مراد ہے اور انسان سے ابو جہل۔ اور یہ گفتگو اس وقت تھی جب ابو جہل جنگ بدر کی طرف متوجہ ہوا اور وہ قبیلہ کنانہ سے اچھا گمان رکھتا تھا۔ اُن سے اُس کا یارانہ تھا اور سراقہ جو بنی کنانہ کا رئیس تھا اس کی صورت میں ابلیس ظاہر ہو کر ابو جہل سے بولا، کہ اے ابوالحکم! تُو نہ ڈر کیونکہ میں تیرا یار و مددگار ہوں۔ اور جب مقام بدر پر پہنچے اور ابلیس نے دیکھا کہ مسلمانوں کی مدد کو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، تو بھاگا اور کافروں سے بولا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔

بعضے اس بات پر ہیں کہ شیطان سے ابیض، ابلیس کا بیٹا مراد ہے اور انسان سے برصیصا راہب مقصود ہے۔ ابیض نے اُس راہب کو کفر پر رکھا اور آخر میں اپنی بیزاری ظاہر کی۔ اور یہ حکایت مجملًا اس طور پر ہے، کہ برصیصا نے ستر برس خدا کی عبادت کی اور شیطان اُس کے امر میں عاجز آئے، تو ابیض اُسے اغوا اور گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہو کر آیا اور آدمی کی شکل میں اُس کے صومعہ میں ریاضت کرنے لگا۔ راہب اُس کی شدت مجاہدہ سے متعجب ہو کر اُس کا مرید ہو گیا۔ اور ابیض نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو بیماروں کی صحت اور جو لوگ بتلائے بلاء ہوں اُن کی عافیت کے واسطے چند کلمہ راہب کو تعلیم کیے۔

پھر شہر میں آ کر ایک شخص کا گلا دبایا اور اُس پر سوار ہو گیا، اور ایک طبیب کی صورت میں ظاہر ہو کر اُس شخص کے عزیزوں سے کہا کہ جب تک برصیصا اس کے حق میں دُعا نہ کریں گے یہ اچھا نہ ہوگا۔ لوگ اُسے برصیصا کے صومعہ کے دروازے پر لے گئے۔ برصیصا نے اُس پر دم کیا، شیطان نے اُس سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اُس کے سر سے اُتر گیا اور اُسے صحت ہو گئی۔

غرض کہ ابیض اسی طرح لوگوں کو بلاء میں مبتلا کر کے برصیصا کے پاس لے جانے کی راہ بتایا کرتا۔ جب وہ وہی کلمات پڑھ کر دم کرتا، تو یہ اُس مبتلا کو چھوڑ دیتا یہاں تک کہ اسی طرح بادشاہ کی بیٹی بیمار ہوئی، اُسے برصیصا کے صومعہ پر لائے، برصیصا نے دُعا کی ابیض نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ اچھی ہو گئی۔ پس اُس لڑکی کو برصیصا کے سپرد کیا۔ ابیض نے برصیصا کو دوسرہ دیا یہاں تک کہ اُس نے اُس شہزادی سے زنا کی اور رسوائی کے خوف سے اُسے قتل کر ڈالا۔ ابیض نے شہزادی کے بھائیوں کو اس بات سے مطلع کر دیا۔ انہوں نے برصیصا کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا۔ اُس وقت ابیض اس پہلی صورت پر ظاہر ہوا اور برصیصا سے کہا کہ مجھے سجدہ کر کہ میں تجھے چھڑاؤں۔ برصیصا نے سجدہ کیا، تو ابیض نے اُس سے پزیری ظاہر کی اور وہ بے سعادت اُس عبادت کے بعد شقاوتِ ابدی میں گرفتار ہوا۔

فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا اَنْتَهَيَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِيْنَ ۝۱۷

تو ہوا انجام اُن دونوں کا کہ دونوں آگ میں ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اور یہ سزا ہے اندھیر والوں کی •

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَيْرِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ کو، اور دیکھا کرے ہر ایک کہ کیا آگے بھیجا کل کے لیے۔ اور ڈرا کرو اللہ کو۔

اِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸

بے شک اللہ باخبر ہے جو عمل کرتے ہو •

(تو ہوا انجام اُن دونوں کا کہ دونوں آگ میں ہیں) اور (ہمیشہ رہنے والے) ہیں (اس میں۔ اور یہ) آگ اور ہمیشہ اُس میں رہنا (سزا ہے اندھیر والوں کی) یعنی کافروں کی۔ تو (اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو، (اور) چاہیے کہ (دیکھا کرے ہر ایک کہ کیا آگے بھیجا کل کے لیے)، یعنی کل قیامت کے واسطے، تاکہ اگر نیکیاں اور طاعتیں کی ہیں تو شکر کرے اور اُس کی زیادتی میں کوشش کرے اور اگر بُرائیاں اور گناہ آگے بھیجے ہیں، تو توبہ کرے اور پشیمان ہو۔ تو اے ایمان والو! آگے کے لیے کیا بھیجا اُس پر بھی دھیان رکھو (اور ڈرا کرو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی قہر خداوندی کو۔

اس حکم کا مکرر لانا تاکید کے واسطے ہے۔۔۔ یا۔۔۔ پہلا حکم ادائے واجبات میں ہے اس قرینہ سے کہ عملاً اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور دوسرا حکم حرام چیزیں چھوڑ دینے میں اس

دلیل سے کہہ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(بے شک اللہ تعالیٰ) (باخبر ہے جو عمل کرتے ہو)۔

کشف الاسرار میں ہے کہ اول اشارہ ہے اصل تقویٰ کی طرف اور دوسرا کمال تقویٰ کی جانب۔۔۔ یا۔۔۔ پہلا تقویٰ عوام کا ہے اور وہ چیزوں سے پرہیز کرنا ہے، اور دوسرا خواص کا تقویٰ ہے اور وہ بچنا ہے ماسویٰ اللہ سے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۹﴾

اور مت ہو جاؤ اُن کی طرح جو بھول گئے اللہ کو، تو اُن کی بھول میں ڈال دیا اللہ نے خود انہیں کو۔ وہی ہیں نافرمان •
(اور) اے ایمان والو! (مت ہو جاؤ اُن کی طرح جو بھول گئے اللہ تعالیٰ) (کو، تو اُن کی بھول میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ) (نے خود انہیں کو) تو وہ اپنی بھول ہی میں پڑے رہے، اور انہیں خدا یاد نہ آیا۔۔۔ یا۔۔۔ خدا نے بھلا دیں اُن پر اُن کی جانیں کہ اپنے واسطے انہوں نے کچھ نیکی پہلے سے نہ بھیجی۔ یہ بھلانے والے یہود و منافقین و مشرکین ہیں جنہوں نے اپنی عاقبت کی بھلائی کا کچھ خیال نہیں کیا۔ حضرت سہل ابن عبد اللہ تسری نے یہ تفسیر کی ہے کہ گناہ کے وقت وہ خدا کا حکم بھول گئے، تو حق تعالیٰ نے توبہ بھی انہیں بھلا دی۔

اور (وہی ہیں نافرمان) یعنی فرمانبرداری سے باہر ہونے والے۔ اور خدا کے نزدیک۔۔۔

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۰﴾

نہیں برابر ہیں جہنم والے اور جنت والے۔ کہ جنت والے ہی بامراد ہیں •

(نہیں برابر ہیں جہنم والے) جو اپنے نفس کو ذلیل و خوار کر کے آتش دوزخ کے مستحق ہو گئے (اور جنت والے) یعنی جنت میں رہنے والے، کیوں (کہ جنت والے ہی بامراد ہیں) جو عذاب دوزخ سے چھٹکارا پانے والے ہیں اور قائم رہنے والی نعمتوں سے ملے ہوئے ہیں۔

لَوْ أَنزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ

اگر اُتارتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر، یقیناً دیکھتے تم کہ جھکا ہوا ریزہ ریزہ اللہ کے خوف سے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي

اور یہ مثالیں بتاتے ہیں ہم لوگوں کے لیے کہ وہ سوچیں • وہی اللہ ہے جس کے سوا

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝

کوئی معبود نہیں۔ جاننے والا غیب و شہادت کا۔ وہی مہربان بخشنے والا ہے۔

(اگر اُتارتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر) اور اُس پہاڑ کو ہم فہم اور اِدارک دیتے، تو (یقیناً دیکھتے تم، کہ جھکا ہوا) ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں، اور ہے (ریزہ ریزہ اللہ) تعالیٰ (کے خوف سے)، اور اس وعید کے سبب سے کہ جو اُس میں ہے۔ یعنی پہاڑ باوصف اس بڑائی اور سختی کے، اگر قرآن سمجھتا تو ڈرتا اور حکم مانتا اور آنکھوں سے چشمے بہاتا اور کافروں کے سخت دل اس سے اثر قبول نہیں کرتے۔

(اور یہ مثالیں بناتے ہیں ہم لوگوں کے لیے) اُن کی تنبیہ کے لیے، تا (کہ وہ سوچیں) اور اس سے حصہ لیں۔ وہ خدا جس نے قرآن بھیجا (وہی اللہ) تعالیٰ (ہے جس کے سوا کوئی معبود) برحق (نہیں)۔ جو (جاننے والا) ہے (غیب و شہادت کا) یعنی پوشیدہ اور آشکارا کا۔

اور بعضوں نے کہا کہ جاننے والا ہے معدوم و موجود کا۔۔۔ یا۔۔۔ زندگی اور موت۔۔۔ یا۔۔۔ رزق اور اجل کا۔۔۔ یا۔۔۔ دُنیا اور آخرت کا۔۔۔ یا۔۔۔ اُس چیز کا جو ہے اور اُس چیز کا جو ہوگی۔

(وہی مہربان بخشنے والا ہے) کہ اُس کی رحمت عام سبقت لے جانے والی ہے دُنیا میں سب خلق کو گھیر لیا ہے، اور اُس کی خاص رحمت مومنوں کو پہنچے گی آخرت میں عفو و مغفرت، رضا مندی اور رویت کے ساتھ۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِيبُ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں۔ بادشاہ نہایت پاک، سلامتی والا، امان والا، نگہبان

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

عزت والا، زبردست تکبر والا، پاکی ہے اللہ کی اُس سے جو شریک بناتے ہیں۔

(وہی اللہ) تعالیٰ (ہے جس کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں، بادشاہ)، کہ اُس کی ذات کا جلال احتیاج سے محفوظ ہے اور اُس کی صفات کا کمال استغنائے مطلق سے ملا ہوا ہے۔ (نہایت پاک)، نقصان اور عیبوں کے شائبوں سے اور منزہ آفتوں کے راہ پانے سے۔ (سلامتی والا)، یعنی سالم عیبوں اور علتوں سے اور مہر اضعف اور عجز اور خلل سے۔ (امان والا)، یعنی مومنوں کو امن دینے والا عقوبت نیران سے۔۔۔ یا۔۔۔ پکارنے والا خلق کو ایمان اور امان کی طرف۔۔۔ یا۔۔۔ رسولوں کی تصدیق کرنے والا

معجزے اور دلیلیں ظاہر فرما کے۔ (نگہبان)، یعنی سچا گواہ اُس پر جو کچھ خلق کرتی ہے۔۔۔ یا۔۔۔ عدل کے ساتھ قائم۔۔۔ یا۔۔۔ پوشیدہ باتوں پر مطلع۔۔۔ یا۔۔۔ حق حق حکم کرنے والا۔
اور بعضوں نے کہا کہ **مُهِيبٌ** اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے کہ اس کے معنی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عزت والا)، غالب حکم میں۔۔۔ یا۔۔۔ عزت دینے والا۔ (زبردست)، بزرگوار، بگڑے کام بنانے والا۔۔۔ یا۔۔۔ سر توڑنے والا۔ (تکبر والا)، یعنی عظمت و کبریائی کا مستحق۔ (پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی اُس سے جو شریک بناتے ہیں) اس واسطے کہ واجب الوجود شرکت نہیں قبول کرتا۔

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ

وہی اللہ ہے بنانے والا، پیدا کرنے والا، صورت دینے والا ہے، اُسی کے سب اچھے نام ہیں۔ پاکی بولتے ہیں اُس کی

فَإِنِّي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۷﴾

آسمانوں اور زمین والے۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

(وہی اللہ) تعالیٰ (ہے بنانے والا)، یعنی خلق کی تقدیر اور اندازہ کرنے والا مشیت اور حکمت کے موافق۔ (پیدا کرنے والا)، یعنی ظاہر کرنے والا اور نیست سے ہست کرنے والا۔ (صورت دینے والا ہے) مخلوقات کو۔ (اُسی کے سب اچھے نام ہیں) جو شرع و عقل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور مستحسن ہیں۔

(پاکی بولتے ہیں اُس کی) یعنی پاکی کے ساتھ اُسے یاد کرتے ہیں (آسمانوں اور زمین والے)، اور اسے منزہ اور مقدس جانتے ہیں۔ (اور وہی عزت والا) ہے، یعنی غالب ہے اپنی بادشاہی میں کہ مقہور اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اور (حکمت والا ہے)، پکا کام کرنے والا اپنے قول اور فعل میں کہ جو کچھ کہتا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ کرتا ہے، وہ حکمت کے موافق ہوتا ہے۔

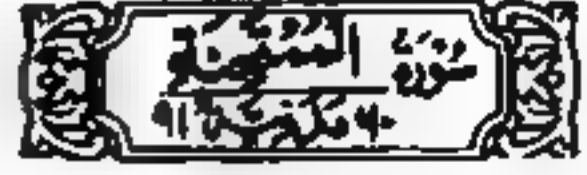
عین المعانی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل سے اسمِ اعظم پوچھا، حضرت جبرائیل نے کہا عَلَيْكَ بِآخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ۔ دوبارہ پوچھا یہی جواب پایا۔۔۔ المختصر۔۔۔ سورۃ حشر کی آخری آیت میں اسمِ اعظم مستور و پوشیدہ ہے۔

اختتام سورۃ الحشر۔۔۔ ﴿۱۴﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۳ اگست ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴿۱﴾

-- ﴿ ۱۵ ﴾ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۵ اگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴿ --



سُورَةُ الْمُسْتَحَنَّةِ



آیات ۱۳۔۔ رکوع ۲

سورۃ المستحٰنہ۔۔ ۶۰ مدنیہ ۹۱

اس سورت کے نام کے تعلق سے دو قول ہیں۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس سورہ کا نام 'مُتَحَنَّة'، یعنی 'ح' کے زیر کے ساتھ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورہ کی آیت ۱۰ میں اُن مومن خواتین کا امتحان لینے کا ذکر ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔ اگرچہ اُن عورتوں کا امتحان رسول کریم ﷺ اور مومنین نے لیا، لیکن بطور اسناد مجاز عقلی اس سورہ کو ہی امتحان لینے والی کہہ دیا گیا۔ اس کا یہ نام کتب تفسیر اور کتب سنہ میں زیادہ مشہور ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام 'مُتَحَنَّة'، 'ح' کے زیر کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ سورت ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط کے سبب سے نازل ہوئی کیونکہ اس کا امتحان لیا گیا تھا۔ اس تقدیر پر یہ سورت کی صفت ہے۔ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور اس کی بالاتفاق ۱۳ آیتیں ہیں۔ ۸ھ میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پوشیدہ طور پر مکہ معظمہ کا قصد کیا، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے ایک خط قریش کے نام لکھ کر آنحضرت ﷺ کے اس قصد سے آگاہ کر دیا۔ حضرت جبرائیل نے آنحضرت ﷺ کو اس حال سے مطلع کیا۔

حضرت علی، حضرت مقداد، اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم ہوا اور وہ روضہ خاخ میں گئے اور وہ خط بنی ہاشم کے خاندان کی ایک مغنیہ، آزاد کردہ لونڈی، مسماۃ سارہ سے لے لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے۔

آنحضرت ﷺ نے حاطب کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم سے کس چیز نے یہ کام کروایا۔ عرض کی یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں مومن ہوں، خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور دین اسلام سے پھر نہیں ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں قریش کا حلیف ہوں مگر اُن کی قوم کا نہیں، اور مکہ میں کوئی شخص ایسا میں نہیں رکھتا ہوں کہ میرے لوگوں اور اولاد اور مال کی حفاظت کرے بخلاف اور مہاجرین کے، کہ مکہ میں اُن کے قرابت دار ہیں۔ میں نے یہ خط لکھ کر چاہا کہ قریش پر اپنا حق ثابت کر لوں تاکہ اُس کے ملاحظہ سے میرے لوگوں کی حفاظت کریں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یارو! حاطب نے تم سے سچ کہہ دیا، اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماروں۔ حضرت نے فرمایا اے عمر! اُس کو رنج نہ دو کہ وہ اہل بدر میں سے ہے، اور حق تعالیٰ نے بدریوں کو خوش خبری دی ہے کہ جو چاہو کرو بے شک میں نے تم کو بخش دیا، اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کو (بخشنے والا) ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست، کہ پیغام رسائی کرو ان کی

بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا

طرف دوستی سے، حالانکہ وہ انکار کر چکے جو آیا ہے تمہارے پاس حق۔ گھر سے الگ کرتے ہیں رسول کو اور تم لوگوں کو، کہ تم مان چکے ہو

بِاللَّهِ رَبِّكُمْ أَنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ

اللہ اپنے رب کو۔ اگر تم لکے تھے جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری خوشنودیوں کو چاہنے کے لیے، تو خفیہ پیغام رسائی بھی

إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ

کرتے ہو ان کی طرف دوستی کی، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا اور جو علانیہ کیا۔ اور جو کرے یہ تم میں سے،

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

تو بے شک وہ بہک گیا سیدھے راستہ سے •

(اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست)۔ ایسا دوست (کہ پیغام

رسائی کرو ان کی طرف دوستی سے، حالانکہ وہ دوستی کے لائق ہی نہیں، کیونکہ (وہ انکار کر چکے جو آیا

تمہارے پاس حق) سچی بات، کہ وہ قرآن ہے۔۔۔ درست کام کہ دین اسلام ہے۔۔۔ یا۔۔۔ متابعت

کے لائق کہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کافروں کی دشمنی کا حال یہ ہے کہ (گھر سے الگ کرتے ہیں رسول

کو) یعنی آپ کو مکہ بدر کرتے ہیں۔ (اور) صرف آپ ﷺ ہی کو نہیں، بلکہ (تم لوگوں کو) بھی شہر بدر کرتے ہیں صرف اس وجہ سے (کہ تم مان چکے ہو اللہ) تعالیٰ (اپنے رب کو)۔

یعنی اُن کو خاندانی طور پر کوئی خلش نہیں ہے، بلکہ یہ تمہارے صرف اس لیے دشمن ہیں کہ خدا و رسول پر ایمان لانے والے ہو۔ تو جب یہ لوگ ایمان کی وجہ سے تمہیں دشمن بناتے ہیں، تو کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ اُن ایمان کے دشمنوں سے دوستی کرو؟

ذرا تم خود سوچو کہ (اگر تم نکلے تھے جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری خوشنودیوں کو چاہنے کے لیے، تو) ایک طرف تم خدا کی خوشنودی چاہتے ہو اور دوسری طرف (خفیہ پیغام رسانی بھی کرتے ہو ان کی طرف دوستی کی) نصیحت کے پردے میں، (حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا) یعنی دشمنوں کی دوستی، (اور جو علانیہ کیا) یعنی جو تم نے عذر ظاہر کیا۔ تو سن لو! (اور) یاد رکھو! کہ (جو کرے یہ) کام، یعنی ان میں سے کسی کو دوست بنائے۔۔۔ یا۔۔۔ اُن کو خبر بھیجے (تم میں سے، تو بے شک وہ بہک گیا سیدھے راستے سے)۔ اور اچھی طرح یقین کر لو کہ اُن سے محبت کی طرح ڈالنا کچھ فائدہ نہ دے گا، کیوں کہ۔۔۔

إِنْ يَتَّقَوْكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْطُغُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَالسِّنَنُ

اگر وہ پاجائیں تمہیں تو ہوں گے تمہارے دشمن، اور دراز کریں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو

بِالشَّوْرِ وَوَدُّوا لَوْ كَفَرُوا ۝

برائی کے ساتھ، انہوں نے یہی چاہا کہ کاش تم کافر ہو جاؤ۔

(اگر وہ پاجائیں تمہیں، تو ہوں گے تمہارے دشمن)۔ یعنی اگر کافر تم پر قادر ہو جائیں اور فتح پا کر تم کو قید کر لیں، تو وہ تمہارے ساتھ کھلم کھلا دشمنی کریں گے، (اور دراز کریں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو برائی کے ساتھ)۔ یعنی وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے اور زبانوں سے گالیاں دیں گے اور فحش کہیں گے۔ اُن کی ولی تمنا یہی ہے اور (انہوں نے یہی چاہا کہ کاش تم کافر ہو جاؤ) جیسے کہ وہ خود ہیں۔ یاد رکھو کہ جن رشتہ داروں اور جس اولاد کی محبت میں ایسا کرتے ہو۔۔۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقْضَىٰ بَيْنَكُمْ

نہ کام آئیں گے تمہارے، تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد۔ قیامت کے دن۔ وہ جدا جدا کر دے گا تم سب کو۔

معاذ اللہ

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اور اللہ جو کچھ کرودیکھنے والا ہے۔

(نہ کام آئیں گے تمہارے، تمہارے) وہ (رشتے) دار (اور نہ تمہاری اولاد)۔ یعنی آج مال اور اولاد کی محبت کے سبب سے مشرکوں سے محبت کرتے ہو اور ملتے ہو، تو وہ مال اور فرزند نہ نفع دیں گے۔ (قیامت کے دن وہ جدا جدا کر دے گا تم سب کو) یعنی اُس دن خدا تمہارے اور تمہاری اولاد و قرابت داروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا، اس طور پر کہ کافروں کو دوزخ میں بھیجے گا اور مومنوں کو جنت میں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرودوستی۔۔۔ یا۔۔۔ دشمنی سب کو) (دیکھنے والا ہے)، اُس کے مطابق جزا دے گا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هُمُ الرَّاكِبُونَ

بے شک تمہارے لیے اچھا نمونہ ابراہیم میں اور جو اُن کے ساتھ تھے۔ جب کہ بولے وہ سب اپنی قوم کو کہ "بلاشبہ ہم

بِرَاءُ وَاٰمِنُكُمْ وَمِنَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا

الگ ہیں تم سے اور اُن سے جنہیں پوجتے ہو اللہ کے خلاف۔ ہم لوگوں نے انکار کر دیا تم سب سے، اور ظاہر ہو چکی ہمارے

وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتَّى تُوَفِّيُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ الْاَقْوَالُ اِبْرٰهِيْمَ

تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو، یہاں تک کہ تم لوگ مان جاؤ ایک اللہ کو، مگر ابراہیم کی ایک بات

لَا يٰۤاٰبِيْءَ لَا اسْتَغْفِرُ لَكَ وَمَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط رَبَّنَا

اپنے بابا سے کہ "میں استغفار کروں گا تمہارے لیے اور میں نہیں اختیار رکھتا تجھ کافر کے لیے اللہ کے حضور کچھ بھی۔" پروردگار!

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَالْيٰكُ اٰنَبْنَا وَالْيٰكُ الْمَصِيْرُ ۝

تجھی پر ہم نے بھروسہ رکھا، اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے، اور تیری طرف پھرنا ہے۔

اے ایمان والو! (بے شک تمہارے لیے اچھا نمونہ) اتباع و پیروی کے لیے (ابراہیم

میں اور جو اُن کے ساتھ تھے) اُن میں، (جبکہ بولے وہ سب اپنی قوم کو)۔ یعنی یاد کرو جب ابراہیم

الطَّٰغُوْتِ نے اور اُن کی قوم کے مومنوں نے اپنی قوم کے مشرکوں سے کہا کہ تم ہم سے دوستی اور محبت نہ

ڈھونڈو، کیوں (کہ بلاشبہ ہم الگ ہیں تم سے اور اُن سے جنہیں پوجتے ہو اللہ) تعالیٰ (کے خلاف)

۔۔۔ الغرض۔۔۔ ہم تم سب سے بیزار ہیں۔ یعنی ہم بت پرستوں اور بتوں کسی کے بھی دوست نہیں۔

۔۔ الغرض۔۔ (ہم لوگوں نے انکار کر دیا تم سب سے، اور ظاہر ہو چکی ہمارے تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو)۔ کبھی بھی ہم تمہارے دوست نہیں ہو سکتے (یہاں تک کہ تم لوگ مان جاؤ ایک اللہ) تعالیٰ (کو، مگر ابراہیم کی ایک بات) جو انہوں نے کہی (اپنے بابا) یعنی بڑے باپ (سے)، اُس وعدہ کی وجہ سے جو مغفرت طلب کرنے کا اُن سے کیا تھا اور ایمان لانے کا وعدہ جو اُن کے بابا نے اُن سے کیا تھا۔ تو اُسی وعدہ دُعاے مغفرت کی بنا پر حضرت ابراہیم نے اپنے عرفی باپ سے کہا (کہ میں استغفار کروں گا تمہارے لیے، اور میں نہیں اختیار رکھتا تجھ کا فر کے لیے اللہ) تعالیٰ (کے حضور کچھ بھی)۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کافروں سے بیزاری ہونے میں تو ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کر، مگر اُن کی مغفرت چاہنے میں نہیں، اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ امر وعدہ کے سبب سے واقع ہوا تھا، اور جب ابراہیم اور اُن کے یاروں نے قوم سے بیزاری ظاہر کی تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ۔۔۔ (پروردگارا! تجھی پر ہم نے بھروسہ رکھا)۔ یعنی خلق سے ہم کٹے اور خالق کے کرم پر اعتماد رکھا۔ (اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے، اور تیری طرف پھرنا ہے) آخرت میں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دُعا حضرت ابراہیم کے قول کا تتمہ نہیں ہے، بلکہ مومنوں کو کافروں سے دوستی رکھنے کو منع فرما کر فرماتا ہے کہ جب تم نے دشمنوں سے قطع تعلق کر لیا، تو کہو ”یا اللہ! اُن سے ہم کٹے اور تیری مہربانی کے ساتھ ملے۔۔۔“

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

”پروردگارا! نہ رکھ ہمیں آزمائش میں اُن کے جنہوں نے کفر کیا، اور بخش دے ہم سب کو، پروردگارا! بے شک تُو ہی زبردست حکمت والا ہے۔“ (پروردگارا! نہ رکھ ہمیں آزمائش میں)، یعنی ہمیں محل تسلط نہ بنا (اُن کے جنہوں نے کفر کیا)۔ یعنی اُن کو ہم پر مسلط نہ کر اور اُن کے ہاتھوں ہم پر عذاب نہ کر۔ (اور بخش دے ہم سب کو۔ پروردگارا! بے شک تُو ہی زبردست) ہے یعنی غالب ہے حکم میں، تو اُن کا شروفع کر دے اور (حکمت والا ہے) یعنی دانا ہے اپنے کام میں پس ہم کو بخش دے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهَا آسَ وَحَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

بے شک تھا تم لوگوں کے لیے اُن میں اچھا نمونہ، اُس کے لیے جو امید رکھتا ہوا اللہ اور پچھلے دن کی۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

اور جو بے رنجی کرے، تو بلاشبہ اللہ ہی بے نیاز حمد والا ہے۔

(بے شک تھام لوگوں کے لیے اُن میں) یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی قوم میں (اچھا نمونہ)،
یعنی اچھی خصلت کہ اُس کی پیروی کرو۔

اس مضمون کا مکرر لانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے میں تاکید کے واسطے ہے۔۔۔ یا
پہلی اقتدا اقوال میں ہے اور دوسری افعال میں۔ اور یہ پیروی ہے (اس کے لیے جو امید رکھتا ہو
اللہ) تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی (اور پچھلے دن کی) جزا کی۔۔۔ یا۔۔۔ جو خدا سے اور روز قیامت سے ڈرتا
ہے۔ (اور جو بے رنجی کرے) اور منہ پھیرے حکم سے اور دشمنوں سے محبت کرے، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ
(بے نیاز) ہے اُس سے اور اُس کی نصرت دین کرنے سے، اس واسطے کہ وہ خود اپنے دین کا مددگار
ہے، اور (حمد والا ہے)۔ یعنی خلق کی تعریف کے بغیر بھی تعریف کیا ہوا ہے۔

منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے مکہ میں رہنے والے اپنے
مشرک قرابتداروں سے قطع محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے سارے
رشتوں کو کاٹ کے رکھ دیا، تو حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ۔۔۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ۝

قریب ہے کہ اللہ کر دے تمہارے درمیان اور اُن کے درمیان کہ دشمنی کا برتاؤ کرنے لگے، اُن سے دوستی۔

وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اور اللہ قدرت والا ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے۔

(قریب ہے کہ اللہ) تعالیٰ (کر دے تمہارے درمیان اور اُن) لوگوں (کے درمیان کہ)
جن کو تم نے دشمن رکھا اور (دشمنی کا برتاؤ کرنے لگے اُن سے، دوستی)۔۔۔

اور یہ اس طرح تھا کہ ابوسفیان، بہل بن عمرو اور حکیم بن حزام وغیرہ رؤسائے عرب جو
مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اُن کے لوگوں کو اُن کے ساتھ
محبت کامل پیدا ہو گئی۔

(اور اللہ) تعالیٰ (قدرت والا ہے) اس بات پر کہ دشمنی کو دوستی میں بدل دے۔ (اور اللہ)

تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے اُسے جس نے مشرکوں کے ساتھ 'نہی' کے قبل دوستی کی، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے ان پر جنہوں نے 'نہی' کے بعد قطع محبت کی۔

روایت ہے کہ قوم خزاعہ کو رسول مقبول ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان تھا اور انہوں نے ہرگز مسلمانوں کا قصد نہیں کیا اور دین کے دشمنوں کو مدد نہیں دی، حق تعالیٰ نے اُن کے باب میں فرمایا کہ۔۔۔

لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ

نہیں روکتا تمہیں اللہ اُن لوگوں سے، جنہوں نے جنگ نہیں کی تم سے دین میں اور نہ نکالا تمہیں تمہارے

دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ①

گھروں سے، کہ حسن سلوک رکھو اُن سے اور انصاف برتو اُن سے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو۔
(نہیں روکتا تمہیں اللہ) تعالیٰ (اُن لوگوں سے جنہوں نے جنگ نہیں کی تم سے دین) کے کام (میں، اور نہ نکالا تمہیں تمہارے گھروں سے) یعنی خزاعہ نے تم سے مقاتلہ نہیں کیا اور تمہارے اخراج میں دخل نہیں دیا۔۔۔ یا۔۔۔ لڑ کے اور عورتیں مراد ہیں کہ اُن کو تمہارے قتل اور اخراج میں چنداں دخل نہیں ہے، تو خدا باز نہیں رکھتا تم کو (کہ حسن سلوک رکھو اُن سے) یعنی ان کے ساتھ نیکی کرو (اور انصاف برتو اُن سے) اس بات سے کہ عدل کرو۔۔۔ یا۔۔۔ اُن کے واسطے حصہ بھیجو۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو) جو کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔ اُن کے برعکس۔۔۔

إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ

اللہ تو تمہیں منع کرتا ہے بس انہیں لوگوں سے، جنہوں نے جنگ کی تم سے دین میں اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے،

وَأَخْرَجُوكُمْ عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ فَإِنَّ الظَّالِمِينَ ①

اور مدد کی تمہارے نکالنے پر، یہ کہ دوستی کرو اُن سے۔ جو دوستی کرے اُن کی تو ظالم وہی ہیں۔

(اللہ) تعالیٰ (تو تمہیں منع کرتا ہے بس انہیں لوگوں سے جنہوں نے جنگ کی تم سے دین)

خدا (میں، اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے، اور مدد کی) دشمنوں کی (تمہارے نکالنے پر)۔ تو اللہ تعالیٰ روکتا ہے اور باز رکھتا ہے تم کو (یہ کہ دوستی کرو اُن سے)۔ اور (جو دوستی کرے اُن کی، تو ظالم وہی ہیں) کہ بے محل دوستی کرتے ہیں، اس واسطے کہ محبت خدا اور اُس کے دوستوں سے ہونی چاہیے۔

ان کافروں کی دوستی سے کچھ نہیں ہوتا۔

روایت ہے کہ جب حدیبیہ میں صلح واقع ہوئی تو شرائط صلح میں ایک بات یہ تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ میں آئے حضرت ﷺ اُسے کافروں میں بھیج دیں، اور اگر کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے منہ پھیر کر مکہ معظمہ کی جانب جائے، تو قریش اُسے واپس نہ کریں۔ ہنوز آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تھے کہ مؤمنوں کی ایک جماعت مکہ سے بھاگ کر حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، اُس میں سبیعہ اسمیہ تھیں، اُن کے پیچھے پیچھے اُن کا شوہر مسافر مخزومی پہنچا، اور یہ بات کہی کہ شرط صلح یہ تھی کہ ہم میں سے جو کوئی تم میں آئے اُس کو پھیر دو۔

پس حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور یہ بات کہی کہ یا رسول اللہ! وہ شرط مردوں کے باب میں تھی عورتوں پر یہ بات روا نہیں ہے کہ ایمان والی عورت کو مشرک کے حوالے کر دیجیے، اور یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ اللَّهُ أَعْلَمُ

اے ایمان والو! جہاں آگئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کی نیت سے تو تحقیقات کر لو اُن کی۔ اللہ خوب جانتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ

اُن کے ایمان کو۔ تو اگر معلوم کر لیا تم نے اُنہیں کہ ایمان والی ہیں تو واپس نہ کرو اُنہیں کفار کی طرف۔ نہ وہ مسلمان عورتیں

حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَاتُّوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُو

حلال ہیں اُن کافروں کے لیے، اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن مسلمان عورتوں کے لیے۔ اور وہ جو مہر خرچ کیا ہے اُن کافروں نے، اور کوئی

هُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تَنْسِكُوا بِعَصَمِ الْكَوَاكِيرِ ۚ وَسْئَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ

الزام نہیں تم پر کہ نکاح کر لو اُن کے ساتھ، جب کہ دے چکے اُنہیں اُن کا مہر۔ اور روک تمام نہ کرو کافر عورتوں کے نکاح کی، اور مانگ لو جو تم

وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا ۚ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑩

نے خرچ کیا، اور وہ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ ہے اللہ کا حکم۔ وہ فیصلہ دیتا ہے تمہارے درمیان۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

(اے ایمان والو! جہاں آگئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کی نیت سے، تو تحقیقات

کر لو اُن کی) اس طرح پر کہ انہیں قسم دے کر دریافت کرو کہ اُن کا نکل آنا اپنے شوہر کی عداوت۔۔۔ یا۔۔۔

کسی اور مرد کی محبت کے سبب سے تو نہیں، اور دنیوی غرضوں میں کوئی غرض تو نہیں لگی ہوئی ہے۔ خاص

خدا اور رسول کے واسطے اور دین اسلام کو قبول کرنے کے لیے آئی ہیں۔ اور (اللہ) تعالیٰ (خوب جانتا ہے اُن کے ایمان کو) اس واسطے کہ وہ دل کی چھپی باتوں پر مطلع ہے۔

مگر چونکہ حکم شرع ظاہر پر ہے تو تم اُن کو قسم دو، (تو اگر) غلبہ ظن سے (معلوم کر لیا تم نے انہیں کہ ایمان والی ہیں، تو واپس نہ کرو انہیں کفار کی طرف) یعنی اُن کے کافر شوہروں کی طرف۔ کیونکہ (نہ وہ مسلمان عورتیں حلال ہیں اُن کافروں کے لیے اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن مسلمان عورتوں کے لیے) اس واسطے کہ دو گھر: ایک دارالاسلام دوسرا دارالحرب، اور مقام کی دوری اور اختلاف دین اُن کے درمیان جدائی کر دینے والا ہے۔ (اور دے ڈالو جو مہر خرچ کیا ہے اُن کافروں نے)۔

آنحضرت ﷺ نے سبیحہ کو قسم دی اور اُس کے شوہر مسافر نے جو مہر اُسے دیا تھا وہ لے کر واپس ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

(اور کوئی الزام نہیں تم پر کہ نکاح کر لو اُن کے ساتھ) یعنی اُن مہاجرہ عورتوں سے، (جبکہ دے چکے انہیں اُن کا مہر)۔ پس حضرت فاروق اعظم نے اُس مہاجرہ عورت سے نکاح کر لیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (اور روک تھام نہ کرو کافر عورتوں کے نکاح کی)، یعنی کافرہ عورتوں کے نکاح کو باقی نہ چھوڑو، بلکہ اُن کو طلاق دے دو اگر ایمان نہ لائیں۔

تو اصحاب کے نکاح میں جو کافرہ عورتیں تھیں اصحاب نے اُن کو طلاقیں دے دیں، اور حکم ہوا (اور مانگ لو) اُس شخص سے جو کافروں میں سے اُس عورت کو اپنے عقد میں لائے (جو تم نے خرچ کیا) مہر اُس پر۔ (اور) چاہیے کہ (وہ) کافر (مانگ لیں) تم سے (جو انہوں نے خرچ کیا) اپنی ہجرت کر آنے والی جو رو پر مہر۔

یعنی عصمت اور عقد زوجیت منقطع ہو گیا مؤمن مرد اور کافرہ عورت میں اور کافر مرد اور مؤمنہ عورت میں، تو ہر ایک کو چاہیے کہ جو مہر اپنی جو رو کو دیا ہے پھیرے اور واپس لے لے۔ یہ جو اوپر ذکر کیا گیا، (یہ ہے اللہ) تعالیٰ (کا حکم)۔ وہ فیصلہ دیتا ہے تمہارے درمیان۔ اور اللہ تعالیٰ (علم والا) ہے، وہ تمہارے مصالح جانتا ہے، اور (حکمت والا ہے) یعنی حکم کرنے والا ہے وہ جو محض حکمت ہے۔ یہ آیت نازل ہونے کے بعد مؤمنوں نے مہاجرہ عورتوں کے مہر اُن کے شوہروں کو ادا کیے اور کافروں نے مرتدہ عورتوں کے مہر ادا کرنے سے انکار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَاِنْ فَانَكُمْ شَيْءٌ عَنِ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ

اور اگر نکل جائیں تمہارے ہاتھوں سے چند عورتیں کافروں کی طرف، تو تم نے سزا دی اُن کافروں کو، تو دو انہیں

اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا اَنْفَقُوا وَاَنْفَقَ اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْتُمْ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

جن کی بیبیاں نکل گئیں اتنا ہی جو انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور ڈرتے رہو اللہ کو جس کے تم لوگ ماننے والے ہو۔

(اور اگر نکل جائیں تمہارے ہاتھوں سے چند عورتیں کافروں کی طرف) یعنی عورت دارالحرب میں جا کر عقد کر لے اور اُس کا مہر تمہارے ہاتھ نہ آئے (تو تم نے سزا دی اُن کافروں کو)، یعنی اُن سے قتال کیا اور انجام کار فتح یاب ہوئے اور بہت سارا مال غنیمت تمہارے ہاتھ لگا، (تو دو انہیں جن کی بیبیاں نکل گئیں) دارالحرب میں اور اُن لوگوں نے اُن عورتوں کے کافر شوہروں سے مہر نہیں پایا (اتنا ہی جو انہوں نے خرچ کیا تھا)۔

معالم میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ چھ عورتیں مؤمن مہاجرین کی عورتوں میں سے مرتدہ ہو کر کافروں کے پاس چلی گئیں اور آنحضرت ﷺ نے اُن کے مہر مال غنیمت میں سے ان کے شوہروں کو دیئے۔

(اور) اے ایمان والو! (ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ کے عذاب (کو جس کے تم لوگ ماننے والے ہو) یعنی جس خدا پر تم ایمان لا چکے ہو اُس کے قہر و عذاب سے ڈرو۔

اس آیت کا حکم بقاء عہد تک باقی تھا اور جب عہد اٹھ گیا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے دن رسول مقبول ﷺ مردوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے تو عورتوں نے بھی بیعت کی رغبت کی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اذْجَأْكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا

اے آنحضرت! جہاں آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں کہ بیعت کریں تمہاری اُس پر کہ ”شریک نہ بنائیں گی اللہ کا کسی

وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَ

کو، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ مار ڈالیں گی اپنی اولاد کو، اور نہ بنائیں گی وہ بہتان کہ گڑھ لیں جسے

بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعَصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرَ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان، اور نہ بے حکمی کریں گی کسی حکم میں، تو بیعت لے لو اُن کی، اور مغفرت

لَهُنَّ الْمَمَانُ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۲

مانگو ان کی اللہ سے۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

(اے آنحضرت! جہاں آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں کہ بیعت کریں تمہاری اس پر، کہ شریک نہ بنائیں گی اللہ) تعالیٰ (کا کسی کو، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ مار ڈالیں گی اپنی اولاد کو)، جیسا زندہ خاک میں توپ دیتی تھیں۔۔۔ یا۔۔۔ جو بچہ اپنے پیٹ میں رکھتی تھیں اُس کو گرا کر ضائع کر دیتی تھیں، (اور نہ بنائیں گی وہ بہتان، کہ گڑھ لیں جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان)۔ یعنی ایسا نہ کریں کہ حرامی لڑکا جنین اور شوہروں پر جھوٹ لگائیں۔

اس میں دو چیزیں ہیں: ایک بدکاری اور دوسری بدکاری کے نتیجے میں ہونے والے بچہ کو اپنے شوہر کا بیٹا قرار دینا۔ بدکاری کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اب اس میں خاص طور سے اُس بہتان کا ذکر ہے جو اُس حرامی بچے کو اپنے شوہر کا بچہ قرار دینے کا ثمرہ ہے۔۔۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی 'لقیط' بچے کو جو غیر ازواج سے ہے اپنے شوہر کی طرف منسوب کر کے نہ لائیں، کیونکہ یہ افترا اور بہتان ہے اور یہ اُن کبار سے ہے جو شرک کے بالکل قریب ہیں۔

اس ارشاد میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان اُس بات کی طرف اشارہ ہے کہ 'موضع حمل' دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے، اور 'موضع ولادت' دونوں پیروں کے درمیان ہے۔ تو یہ بہتان ایسا کذب صریح ہے جو خود بہتان تراشنے والی عورت کے 'موضع حمل' اور 'موضع ولادت' سے متعلق ہے، کیونکہ 'لقیط' کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرنا خود اُس کا اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان سے پیدا ہونے والا قرار دینا ہے، جو یقیناً جھوٹ ہے اور اپنے شوہر پر بہتان صریح بھی ہے۔

۔۔ الغرض۔۔ مذکورہ بالا باتوں سے اپنے کو بچانے کا وعدہ کریں (اور) اس بات کا بھی وعدہ کریں کہ (نہ بے حکمی کریں گی کسی حکم میں)۔ یعنی اُن کو جس نیکی کا حکم دیا جائے اُس کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں اور بے صبری کے رونے پٹنے کو چھوڑ دیں اور منہ نوچنے اور بال پراگندہ کرنے سے باز آئیں۔ جب ان شرطوں سے بیعت کریں (تو بیعت لے لو ان کی اور مغفرت مانگو ان کی) یعنی بیعت کرنے والی عورتوں کی (اللہ تعالیٰ) سے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے زبانی ارشاد فرما کر عورتوں سے بیعت لی مگر کسی کا ہاتھ نہیں چھوا۔ اور ایک قول ہے کہ پانی کے پیالے میں عورتیں ہاتھ

ڈالتیں پھر رسول مقبول ﷺ اُس میں ہاتھ ڈالتے، اس طرح سے عورتوں کی بیعت ہوتی۔ اور بعضوں نے کہا کہ حضرت خدیجہ کی بہن کو آپ نے حکم کیا اور انہوں نے عورتوں سے بیعت لی۔ تو اے محبوب! اُن بیعت کرنے والی عورتوں کی اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو، (بے شک اللہ تعالیٰ (غفور) ہے یعنی ان کے گناہوں کا بخشنے والا ہے جو خدا کی توحید پر بیعت کریں، اور (رحیم) ہے) یعنی مہربان ہے اُن پر کہ توبہ اور ایمان کی توفیق دی۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمت ایمان پر موقوف ہے، یعنی جب تک بندہ ایمان نہیں لاتا رحمت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اور میں کہتا ہوں کہ ایمان رحمت پر موقوف ہے، کیونکہ جب تک حق تعالیٰ اپنی رحمت سے توفیق نہیں دیتا کسی کو دولت ایمان نہیں حاصل ہوتی۔ بعضے محتاج مسلمان فائدہ حاصل کرنے کو یہود سے دوستی کرتے تھے اور مسلمانوں کی خبر اُن سے کہتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُؤُوا مِنَ الْآخِرَةِ

اے ایمان والو! نہ دوستی کرو اُس قوم کی، جن پر غضب فرمایا اللہ نے، بے شک وہ لوگ ناامید ہو گئے آخرت سے،

كَمَا يَبْسُ الْكَافِرُونَ أَصْحَابَ الْقُبُورِ

جس طرح کافر لوگ ناامید ہو چکے قبر والوں سے •

(اے ایمان والو! نہ دوستی کرو اُس قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ تعالیٰ نے، بے شک وہ ناامید ہو گئے آخرت) کے ثواب (سے) اس واسطے کہ انہوں نے جان لیا کہ رسول کریم کی نعت چھپانے اور آپ کے ساتھ عناد اور عداوت رکھنے سے اُن کو کسی طرح اخروی ثواب میں سے کچھ حظ اور حصہ نہ ہوگا۔ تو ضرور وہ ناامید ہیں (جس طرح کافر لوگ ناامید ہو چکے قبر والوں سے) یعنی دُنیا میں اُن کے پھر آنے سے۔

--یا--

یہود ثواب آخرت سے ایسے ناامید ہیں جیسے کافر مرے ہوئے کہ انہوں نے اپنا حال صاف جان لیا اور اُس جگہ کی نعمتوں سے بالکل امید قطع کی۔

اختتام سورہ الممتحنہ -- ﴿ ۱۶ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۶ اگست ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴿ ۱۶ ﴾

-- ﴿ ۱۸ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۸ اگست ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ ﴿ --

سُورَةُ الْقَفِّ
۱۹ مَائِدَةٍ

سُورَةُ الْقَفِّ

سُورَةُ الْقَفِّ
۱۹ مَائِدَةٍ

آیات ۱۳ -- رکوعات ۲

سورة القف -- ۶۱ مدنیہ ۱۰۹

اس سورہ کا نام 'القف' ہے، جو اسی کی آیت ۲ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت غزوہ اُحد کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کا مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جہاد کرنا ہے، اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا ثواب بیان کرنا ہے۔ ایسے عظیم مقاصد پر مشتمل اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

پاک بولی اللہ کی سب نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(پاک بولی اللہ) تعالیٰ (کی جو کچھ آسمانوں) میں ہے از قسم علویات (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم سفلیات۔۔۔ الخضر۔۔۔ سمجھوں نے خدا کو پاک اور بے عیب کہا، (اور وہی زبردست) ہے یعنی غالب ہے۔ اس کا حکم کسی طرح سے رد نہیں ہوتا۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی درست کار ہے کہ اُس کے کاموں میں کسی طرح خلل راہ نہیں پاتا۔

روایت ہے کہ صحابہ کرام نے کہا کہ کیا کام ہم کریں جو ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے، تو حق تعالیٰ نے وہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس میں عَذَابُ الْيَوْمِ سے بچانے والی تجارت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، وہ ایمان اور جہاد ہے۔ یہ وہ کام ہے جو بندہ کو 'جَنِّ سَجِّین' سے رہائی دے اور 'اَعْلٰی عِلْمِین' پر پہنچائے۔ صحابہ کرام کو موت ناگوار لگی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ①

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ، جو خود نہیں کرتے۔

(اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ، جو خود نہیں کرتے)۔ یعنی ایسی باتوں کی خواہش ہی کیوں کرتے ہو جس پر عمل شاق گزرے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو بظاہر ایمان والے تھے اور قتال و جہاد کی تمنا رکھتے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے قتال کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ ”اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟“ ابن زید نے کہا کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اگر تم اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کے لیے نکلے اور تم نے ان سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے ساتھ قتال کریں گے۔ اور مسلمان جب کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور قتال نہیں کیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو کسی کام کی نذر مانتے تھے اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے تھے۔ یعنی وہ ایک بات کہتے ہیں اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے۔۔۔ یا۔۔۔ اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہیں اور خود بُرائی سے نہیں روکتے۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں دیکھا کہ ایسے عالموں کی زبانیں قینچی سے کاٹی جاتی ہیں کیونکہ۔۔۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ② إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ

نہایت ناگوار ہے اللہ کے نزدیک کہ کہو وہ جسے خود نہ کرو۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے انہیں

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَهُمْ بَنِيَّانِ قَرُوصٌ ③

جو جہاد کریں اُس کی راہ میں صف باندھ کر، گویا کہ وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

(نہایت ناگوار ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہ کہو وہ جسے خود نہ کرو)۔ اور یاد رکھو کہ (بے

شک اللہ تعالیٰ) پسند فرماتا ہے انہیں جو جہاد کریں اُس کی راہ میں صف باندھ کر، گویا کہ وہ دیوار ہیں

سیسہ پلائی ہوئی۔

یہ کنایہ ہے معرکہء حرب میں اُن کی ثابت قدمی سے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے اور بھڑے رہنے سے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ

اور جب کہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ ”اے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھے، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں

إِلَيْكُمْ فَلِمَاذَا عَوَّازَاغْرَاللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

تمہاری طرف۔“ پھر بھی جب ٹیڑھے رہ گئے، تو ٹیڑھا ہی رکھا اللہ نے اُن کے دلوں کو۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

(اور) یاد کرو اُسے (جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھے) اور

رنج دیتے ہو تم لوگ میرا حکم نہ سن کر، (حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ میں اللہ) تعالیٰ (کا رسول ہوں

تمہاری طرف) اور اپنی رسالت پر کھلے ہوئے معجزوں کی گواہی قائم کر چکا ہوں، اور تم کو میری رسالت

معلوم ہوگئی اور کچھ شبہ نہیں رہا، تو رسول کو معزز اور مکرم ہونا چاہیے تو تم میری فرمانبرداری کرو۔

قوم کے لوگ اُسی جہالت اور ضلالت پر قائم رہے اور حضرت کلیم کی بات نہ سنی۔

(پھر بھی) یعنی ان ہدایات کے بعد بھی (جب ٹیڑھے رہ گئے) بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کا

حکم قبول کرنے سے، (تو ٹیڑھا ہی رکھا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے دلوں کو)۔ یعنی ان کے دلوں سے

یقین نکال دیا (اور) انہیں شک ہی میں رہنے دیا، کیونکہ (اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو)

اپنی معرفت کی طرف۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ

اور جب کہ کہا عیسیٰ ابن مریم نے کہ ”اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف،

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ

تصدیق کرنے والا اپنے سے پہلے کی توریت کا، اور خوشخبری دینے والا اُس عظیم رسول کا، جو آئیں گے میرے

بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

بعد، اُن کا نام ہے احمد۔“ پھر جب آگئے وہ بھی اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ، تو سب بول پڑے کہ ”یہ کھلا جادو ہے“

(اور) یاد کرو اُسے بھی (جبکہ کہا عیسیٰ ابن مریم نے، کہ اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ تعالیٰ (کا رسول ہوں تمہاری طرف) دلیل اور رحمت کے ساتھ۔ اور حال یہ ہے کہ (تصدیق کرنے والا) ہوں (اپنے سے پہلے کی)، یعنی اپنے آنے سے پہلے نازل ہونے والی (توریت کا)۔ اور جس کی میں نے تصدیق کی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آئی ہے۔ (اور) میں (خوش خبری دینے والا) ہوں (اُس عظیم رسول کا جو آئیں گے میرے بعد) دینِ کامل اور شرعِ شامل کے ساتھ۔ (اُن کا نام ہے احمد) یعنی بڑی تعریف کرنے والے۔

حضرت عیسیٰ کے کلام کا ترجمہ یہ ہے کہ ”یقینی میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف اور احمد ﷺ آئے“ یعنی میرے بعد یقینی آئیں گے۔

(پھر جب آگئے وہ بھی) یعنی حضرت عیسیٰ بھی (اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ) جیسے مُردہ زندہ کرنا، مادرِ زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، (تو سب بول پڑے کہ یہ کھلا جادو ہے)، یعنی کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ وہ سحر کرتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ

اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ، اور وہ بلایا جا رہا ہے اسلام کی طرف۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ نہیں راہ دیتا اندھروں کو۔

(اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے باندھا اللہ تعالیٰ (پر جھوٹ) یعنی اُس کے پیغمبر کی تکذیب کی اور اُن نشانیوں کو جادو گمان کیا۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ نصر بن حارث نے کہا کہ قیامت کے دن لات اور عزی میری شفاعت خدا سے کریں گے اور خدا اُن کی شفاعت قبول فرمائے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ”اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے کہ کافروں کے حق میں وہ بتوں کی شفاعت قبول فرمائے گا۔“

(اور) حال یہ ہے کہ (وہ) مفتری (بلا یا جا رہا ہے اسلام کی طرف) جو مشتمل ہے خیر و صلاح اور فوز و فلاح پر دُنیا اور عقبیٰ میں۔ ایسے عظیم دین کی طرف رسول ﷺ انہیں بلارہے ہیں پھر بھی ان کے

بہترے ادھر نہیں آرہے ہیں۔ (اور) یہ اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا اندھیر والی قوم کو)۔
 لباب میں ہے کہ چند روز رسول مقبول ﷺ پر وحی نہیں اُتری تو کعب بن اشرف نے کہا
 کہ خوشخبری ہو تم کو اے گروہ یہود! کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خدا نے اُس کا نور بجا دیا اور
 اُس کا کام پورا نہ ہوگا۔ یہ بات آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے عرض کی، آپ کے دل
 مبارک کو رنج و ملال ہوا۔ پس حضرت جبرائیل وہ رنج دفع کرنے کے لیے یہ آیت لائے کہ
 یہود۔۔۔۔۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤُا نُّورُ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے، اور اللہ پورا فرمانے والا ہے اپنے نور کا، گوڑا مانیں کافر لوگ۔
 (چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ) تعالیٰ (کے نور کو اپنے مونہوں سے) یعنی ناپسندیدہ اور بے
 ادبانہ باتوں سے، (اور اللہ) تعالیٰ (پورا فرمانے والا ہے اپنے نور کا گوڑا مانیں کافر لوگ)۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ اپنے دین، اپنی کتاب قرآن اور اپنے رسول کی ہدایات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہے خواہ
 کفار اُسے بُرا ہی مانیں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ وہ خدا۔۔۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دستور حق کے ساتھ، تاکہ غالب کر دے اُسے سب دینوں پر

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ٦

گوڑا مانیں مشرک لوگ۔

(وہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دستور حق کے ساتھ)، یعنی قرآن اور
 دین حق کے ساتھ کہ ملت حنیف ہے، (تاکہ غالب کر دے اسے) یعنی اس دین اسلام کو (سب
 دینوں پر)۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے پر اور

دین اسلام کو قبول کر لیں گے۔ اور ایک ہے حق و حقیقت

ساری دنیا پر آج بھی ہے اور کیا بدلے گا۔۔۔

(گوڑا مانیں مشرک لوگ)۔ اُن کے بُرا ماننے سے دین کے عروج و ارتقاء پر فرق نہیں آتا۔

ظاہر ہے کہ مشرکین دین محمدی کے اظہار و غلبہ کو کیسے پسند کریں گے، اس لیے کہ یہ مشتمل ہے تو حید ثابت کرنے اور شرک باطل کرنے پر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

اے ایمان والو! کیا باخبر کروں تمہیں اُس تجارت پر جو بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے •

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ

مانتے رہو اللہ کو اور اُس کے رسول کو، اور جہاد کیا کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں

وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور جانوں سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو •

(اے ایمان والو! کیا باخبر کروں تمہیں اُس تجارت پر جو بچالے تمہیں دکھ والے عذاب

سے) اور وہ یہ ہے کہ (مانتے رہو) دل کی سچائی کے ساتھ (اللہ) تعالیٰ (کو اور اُس کے رسول کو، اور

جہاد کیا کرو) کافروں سے (اللہ) تعالیٰ (کی راہ میں اپنے مالوں) سے یعنی مجاہدین کے لیے زادِ راہ،

سواریاں اور ہتھیار خریدو، (اور جانوں سے) کہ قتل اور حرب پر آمادہ رہو۔ (یہ) یعنی جو کچھ مذکور ہوا

ایمان اور جہاد (بہتر ہے تمہارے لیے) نفع دینے والے معاملات سے (اگر جانو مانو) تم حقیقی تجارت

کا طریقہ۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ اس تجارت میں اصل معاملہ یہ ہے کہ غیر حق کو دے دو اور حق

کو لے لو۔

پس اگر ایمان لاؤ گے اور جہاد کرو گے۔۔ تو۔۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بخش دے گا تمہارے گناہوں کو اور داخل فرمائے گا تمہیں باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں،

وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اور پاکیزہ گھروں میں بسے رہنے کے باغوں میں۔ یہی بڑی کامیابی ہے •

(بخش دے گا) حق تعالیٰ (تمہارے گناہوں کو) دنیا میں (اور داخل فرمائے گا تمہیں) آخرت

میں ان (باغوں میں، بہتی ہیں جن) کے مکانوں اور درختوں (کے نیچے نہریں، اور پاکیزہ گھروں میں

بے رہنے کے باغوں میں)۔ یعنی ہمیشگی کی جنتوں میں اقامت کے لیے صاف و شفاف پاکیزہ گھر ہے اور مغفرت اور جنت میں داخل ہونا۔ (یہی) بہت (بڑی کامیابی ہے)۔

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳

اور دوسری وہ نعمت، جس کی دلی خواہش رکھتے ہو، اللہ کی مدد اور جلد ہی فتح یابی۔ اور بشارت دے دو مسلمانوں کو۔ (اور) تمہارے لیے دنیا میں (دوسری وہ نعمت) ہے (جس کی دلی خواہش رکھتے ہو) یعنی (اللہ) تعالیٰ (کی مدد اور جلد ہی فتح یابی) فَتْحٌ قَرِيبٌ سے مراد فتح مکہ ہے۔۔۔ یا۔۔۔ فارس اور روم کی فتح۔

حضرت ابن عطاء قدس سرہ نے فرمایا، نصرت تو حید ہے اور فتح ملک مجید کے جمال پر نظر کرنا۔ محققوں کے نزدیک فَتْحٌ قَرِيبٌ دل کے دروازہ کا کھلنا ہے مقامات نفس کی ترقی کے سبب سے اور اُس فتح کی غنیمتیں معارف یقینیہ ہوتے ہیں اور سب مؤمنوں کو اس مرتبہ میں شرکت ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

(اور) اے محبوب! (بشارت دے دو مسلمانوں کو) دنیا میں نصرت کی اور آخرت میں جنت کی۔۔۔ تو۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ

اے ایمان والو! ہو جاؤ دین الہی کے مددگار، جیسا کہ کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں کو

مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ قَالَتْ طَائِفَةٌ

کہ ”کون ہے میری مدد پر اللہ کی طرف ہو کر۔“ بولے حواری لوگ کہ ”ہم دین الہی کے مددگار ہیں۔“ تو مان گئی ایک جماعت

مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ قَالُوا نَا الْكَافِرِينَ آمَنُوا

بنی اسرائیل کی، اور انکار کر دیا ایک جماعت نے۔ تو تائید فرمائی ہم نے اُن کی جو مان گئے تھے

عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَاصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝۱۴

اُن کے دشمنوں پر، تو وہ ہو گئے غالب۔

(اے ایمان والو! ہو جاؤ دین الہی کے مددگار) یعنی نصرت کرنے والے خدا کے دین کے

اور رسول کے۔

تقدیر کلام یوں ہے، کہ۔۔۔

اے محمد ﷺ اپنی قوم سے نصرت طلب کرو (جیسا کہ) نصرت طلب کی تھی اور (کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں کو) جو اُن کے خواص تھے اور اُن کے دین میں سب پر سبقت لے گئے تھے، (کہ کون ہے میری مدد پر اللہ کی طرف ہو کر؟ بولے حواری لوگ، کہ ہم دین الہی کے مددگار ہیں) اور فی الواقع حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد خلق کو خدا کی طرف حواریوں نے دعوت کی، (تو مان گئی) اُن کی دعوت سے (ایک جماعت بنی اسرائیل کی اور انکار کر دیا ایک جمیعت نے)۔

اس دوسرے گروہ نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا اور جب حضرت خاتم الانبیاء ﷺ مبعوث ہوئے، تو آپ نے سب مؤمنوں کے موافق فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس گروہ مؤمن نے مدد پائی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(تو تائید فرمائی ہم نے اُن کی جو مان گئے تھے)، یعنی قوت دی ہم نے اور غالب کر دیا ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور اُن کے رسول اور بندے ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے (اُن کے دشمنوں پر) جو حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کے قائل تھے۔ (تو وہ) ایمان والے (ہو گئے غالب) کافروں پر۔

اختتام سورہ القف -- ﴿ ۱۸ / رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۸ اگست ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾

-- ﴿ ۱۹ / رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹ اگست ۲۰۱۲ء -- بروز پنجشنبہ ﴾ --



آیات ۱۱۔۔۔ رکوع ۲ تھا

سورة الجمعة



سورة الجمعة۔۔۔ ۶۲ مدنیہ ۱۱

اس سورہ کا نام 'الجمعة' ہے جو اس کی آیت ۹ سے ماخوذ ہے۔ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن کا نام 'جمعہ' ہے۔ 'جمعہ' کے دن جو نماز شروع ہوئی اُس پر بھی 'جمعہ' کا اطلاق ہوتا ہے، اور 'جمعہ' کے دن پر بھی 'جمعہ' کا اطلاق ہوتا ہے۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کو اہل مصر

پر فرض قرار دیا گیا ہے، اور اس دن نماز کے وقت کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اور ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جو نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو دوران خطبہ چھوڑ کر شام سے آئے ہوئے قافلے سے غلہ خریدنے چلے گئے تھے۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب خطبہ نماز جمعہ کے بعد دیا جاتا تھا، پھر آیت ال کے نزول کے بعد خطبہ پہلے دیا جانے لگا، اور پھر ہمیشہ کے لیے اُسی کو معمول بنادیا گیا۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اُس کی عظیم صفات کا بیان فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ایسے عظیم الشان ذکر پر مشتمل اس سورہ مبارکہ کو۔۔ یا۔۔ قرآن کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ فِي السَّمَوَاتِ وَقَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ①

پاکي بولتا رہتا ہے اللہ کی جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، بادشاہ نہایت پاک زبردست حکمت والا •
(پاکي بولتا رہتا ہے اللہ) تعالیٰ (کی) یعنی پاکي کے ساتھ یاد کرتا اور تنزیہ کرتا رہتا ہے (جو کچھ آسمانوں) میں از قسم علویات (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم سفلیات۔ کیسی شان والی ذات؟ کہ (بادشاہ) ہے۔ اور اُس کی بادشاہی ہمیشہ رہنے والی ہے، یعنی بے زوال ہے۔ (نہایت پاک) ہے عیب اور خلل پڑنے سے۔ (زبردست) ہے، یعنی غالب ہے کہ مثل اور نظیر نہیں رکھتا۔ (حکمت والا) ہے یعنی راستی اور درستی کے ساتھ حکم فرمانے والا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وہی ہے جس نے بھیجا ان پر محوں میں رسول انہیں سے، جو تلاوت کریں ان پر اُس کی آیتوں کی، اور پاک کر دیں انہیں،

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ②

اور سکھادیں انہیں کتاب و حکمت۔ اور بلاشبہ وہ لوگ تھے اُن سے پہلے کھلی گمراہی میں •

(وہی ہے جس نے بھیجا اُن پڑھوں میں) یعنی قوم عرب میں، کہ اُس میں اکثر آدمی بے لکھے پڑھے تھے۔۔۔ یا۔۔۔ اُمّ القریٰ میں رہنے والوں میں ایک عظیم (رسول انہیں سے)، یعنی انہیں کے نسب اور انہیں کی جنس سے۔

اور بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے، اس لیے کہ اُس نے نوع انسان اور بشر میں سے رسول بھیجا۔ فرشتے۔۔۔ یا۔۔۔ جن کو اُن میں سے رسول بنا کر نہیں بھیجا، ورنہ انسان اُس سے استفادہ نہ کر سکتے اور اُس کے افعال اُن کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے۔

وہ رسول (جو تلاوت کریں اُن پر اُس کی آیتوں کی)۔ اور دلائل بیان کرتے ہیں اور معجزات پیش کرتے ہیں جن سے آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوتی ہے، اور اُن آیات سے احکام شرعیہ بیان کرتے ہیں۔ (اور) آپ کی شان یہ ہے کہ (پاک کر دیں انہیں)، یعنی اُن کے باطن کو صاف کر دیں جن کے دلوں میں برسوں سے بت پرستی اور شرک کی محبت چڑھی ہوئی تھی۔

آپ کی نگاہ کیسا اثر سے اُن کی کایا پلٹ گئی تھی اور وہ توحید کے متوالے بن گئے تھے جو لوٹ مار، بدکاری اور قتل و غارت گری کے عادی تھے۔ اُن کی سیرت رشک ملائکہ بن گئی اور وہ تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر بن گئے۔

(اور سکھادیں انہیں کتاب و حکمت)۔

کتاب سے مراد قرآن مجید کی آیات اور حکمت سے مراد قرآن مجید کے معانی اور ان سے احکام شرعیہ کا استنباط اور اجتہاد۔۔۔ یا۔۔۔ حکمت سے مراد نبی ﷺ کے اقوال اور افعال اور آپ کی سنت مبارکہ اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نمونہ۔

(اور بلاشبہ وہ لوگ تھے اُن سے پہلے کھلی گمراہی میں)۔ یعنی وہ کھلم کھلا شرک اور بت پرستی کرتے تھے، مُردار کھاتے تھے، چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے تھے، اور پرانی عورتوں کی عزت لوٹتے تھے۔۔۔ المختصر۔ رسول کریم اُن اَقْبَن کی ہر پہلو سے ہدایت فرماتے رہے۔

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَنَايَحْقُوْلِبَرْمٌ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور دوسروں کو بھی اُن میں سے جواب بھی نہیں ملے ان کے ساتھ۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(اور) صرف انہی کو نہیں، بلکہ (دوسروں کو بھی ان میں سے جواب بھی نہیں ملے ان کے ساتھ)۔

یعنی نبی کریم، صحابہ کے علاوہ قیامت تک کے ذی استعداد علماء اور اولیاء کے سامنے

قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اُن کا باطن صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔۔۔ الغرض۔۔۔ نبی کریم کو مبعوث کیا دوسروں کے درمیان مومنین سے جو نہ پہنچے ان لوگوں تک جو ان سے سابق تھے، مگر لاحق ہوں گے اُس سے تابعین مراد ہیں۔ ایک صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عجمی فارسی لوگ مراد ہیں۔ اور بہت صحیح قول یہ ہے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں داخل ہوا اور ہوتا ہے وہ ان آخرین میں داخل ہے۔ اور جس کسی کو جانشینانِ رسول اور خلفائے راشدین علم و ہدایت، تزکیہ و طہارت، الغرض۔۔۔ عجمی و عربی مسلمانوں کو عجمی و عربی کریم ہی کی عطا ہے۔ علاوہ ازیں۔۔۔ بعض خوش بخت اور فیروز قسمت وہ بھی ہیں جو کریم بلا واسطہ اپنے کرم بے پاں اور فضل بیکراں کی بارش فرماتے رہے ہیں، اس لیے کہ یہ جس ذات کے رسول ہیں۔۔۔

(اور) جس سے بلا واسطہ فیض لینے والے ہیں، (وہی زبردست) اور غالب ہے۔ امر بعثت میں جس کسی کو چاہتا ہے رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ اور (حکمت والا ہے) ہر پیغمبر کو ہر امت کے واسطے اختیار کرنے میں۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

یہ اللہ کا فضل ہے، دے اُسے جسے چاہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

(یہ) نبوت۔۔۔ یا۔۔۔ بعثت (اللہ) تعالیٰ (کا فضل ہے) اور اُس کا مزید کرم ہے۔ (دے اُسے جسے چاہے۔ اور اللہ) تعالیٰ (بڑا فضل والا ہے)۔ اور اُس کے فضل کے سامنے دُنیا اور آخرت کی سب نعمتیں حقیر اور ناچیز ہیں۔

یہود رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور رسالت کے عموم میں شبہ پیش کرتے تھے کہ آپ صرف اَقْبَدِیْن اور مکہ والوں کے رسول ہیں، حالانکہ رسول کریم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اب اس آیت سے مقصود یہودیوں کی اس بات پر مذمت کرنا ہے کہ اُن کو تورات دی گئی اور انہوں نے تورات کی آیات پر عمل نہیں کیا۔

تورات میں ہمارے نبی ﷺ کی آمد کے متعلق لکھا ہوا تھا اور آپ کی نشانیاں بیان کر دی

گئی تھیں، اور انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ کا ظہور ہو تو وہ آپ پر ایمان لے آئیں، لیکن انہوں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔۔۔ الخضر۔۔۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۝

مثال اُن کی جو گراں بار کیے گئے توریت کے، پھر نہ برداشت کر سکے اُس کی، جیسے گدھے کی مثال جو لادے کتابوں کو۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

کتنی بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو، اور اللہ نہیں راہ دیتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

انڈھیر والوں کو •

(مثال اُن لوگوں کی جو گراں بار کیے گئے توریت کے)، یعنی جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ احکام توریت کا بار تکلیف اٹھائیں، (پھر نہ برداشت کر سکے اُس کی) اور نہ اٹھایا انہوں نے بار، اور فقط زبانی توریت پڑھنے پر قناعت کی اور جو احکام اُس میں تھے اس پر عمل نہ کیا۔ اُن کی مثال (جیسے گدھے کی مثال جو لادے کتابوں کو)۔ یعنی علمی کتابوں کے بوجھ کی مشقت اٹھائے مگر ان سے فائدہ حاصل نہ کر سکے، یہی حال یہود کا ہے کہ توریت پڑھتے ہیں اور اُس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ (کتنی بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کو) جو محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل تھیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (نہیں راہ دیتا انڈھیر والوں کو)۔ کیونکہ حق کے ساتھ عناد کر کے انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور باوصف اس کے کہتے ہیں کہ ”ہم ہیں اللہ کے بیٹے اور اُس کے دوست“ اور یہ ڈینگیں ہانکتے ہیں کہ ”یہودیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ تو اے محبوب! اُن یہودیوں سے۔۔۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنْكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ

کہہ دو کہ ”اے یہودیو! اگر ڈینگ لی ہے تم نے کہ تم دوست ہو اللہ کے اور لوگوں کو چھوڑ کر،

فَتَمْنُوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

تو آرزو کرو موت کی اگر سچے ہو •

(کہہ دو کہ اے یہودیو! اگر ڈینگ لی ہے تم نے کہ تم دوست ہو اللہ) تعالیٰ (کے اور لوگوں کو

چھوڑ کر) عرب اور عجم میں جو ایمان لائے ہیں، (تو آرزو کرو موت کی اگر سچے ہو) اس بات میں کہ تم

ہی خدا کے دوست ہو، تاکہ اُن درجات و کرامات تک پہنچو جو حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے واسطے مقرر کیے ہیں۔

وَلَا يَسْتَوُونَ اَبَدًا اَبًا قَدْ مَاتَ اَيُّهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

اور نہ آرزو کریں گے موت کی کبھی بوجہ اُس کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ۔ اور اللہ اندھیر والوں کا جاننے والا ہے۔ (اور) حالت یہ ہے کہ یہودی (نہ آرزو کریں گے موت کی کبھی، بوجہ اس کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ)، یعنی ان کاموں کے سبب جو انہوں نے کیے، جیسے احکام توریت کی تحریف اور حضرت خاتم الانبیاء کی نعت کو بدل دینا۔ اور وہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کاموں کے سبب سے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (اندھیر والوں کا جاننے والا ہے) جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَارَّةٌ مُّلَقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی

کہہ دو کہ ”بلاشبہ موت، جس سے بھاگتے ہو تم، تو ضرور وہ ملنے والی ہے تمہیں۔ پھر لوٹائے جاؤ گے

عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

عالم الغیب والشہادۃ کی طرف، تو وہ بتا دے گا تمہیں جو کچھ کرتے رہے۔“

اے محبوب! (کہہ دو کہ بلاشبہ موت، جس سے بھاگتے ہو تم) اور اُس کی تمنا نہیں کرتے اور اُس کے وقوع سے کراہت رکھتے ہو، (تو ضرور وہ ملنے والی ہے تمہیں) یعنی وہ ضرور تمہیں آ پکڑے گی اور تم اُس کا مزہ ضرور چکھو گے۔ (پھر لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادۃ کی طرف) جو ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، (تو وہ بتا دے گا تمہیں جو کچھ کرتے رہے) یعنی جیسا تمہارا عمل ہوگا اس کے مطابق جزا دے گا، تو اُن سے تم سمجھ لو گے کہ یہ ہمارے کس عمل کی جزاء ہے۔۔۔ تو۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

اے ایمان والو! جہاں اذان دی گئی نماز کی جمعہ کے دن، تو چل پڑو

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو۔

(اے ایمان والو!) اور احکام شرع کو ماننے والو! (جہاں اذان دی گئی نماز کی جمعہ کے دن)

یعنی نداء کیے جاؤ نماز کے واسطے جمعہ کے دن، (تو چل پڑواللہ) تعالیٰ (کے ذکر کی طرف)۔ یعنی نماز و خطبہ کی طرف رغبت کرو اور اُس میں کوشش کرو (اور چھوڑ دو خرید و فروخت)۔

قول صحیح مذہب امام اعظم پر یہ ہے کہ نماز کی رغبت کرنا اور خرید و فروخت ترک کر دینا جمعہ کے دن پہلی اذان واجب کر دیتی ہے، اگر اذان دینے والے متعدد ہوں۔

(یہ) کوشش کرنا اور خرید و فروخت ترک کر دینا (بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو)۔ یعنی اگر تم نفع و ضرر اور خیر و شر کو اچھی طرح پہچانو، تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ نماز کی طرف سعی اور اس وقت خرید و فروخت کا ترک، اس میں آخرت کی بھلائی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آخرت کا نفع جو باقی رہنے والا ہے وہ دُنیا کے فائدے سے بہتر ہے جو فنا ہو جانے والا ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

پھر جب پوری ہوگئی نماز تو پھیل جاؤ سرزمین میں، اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو،

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰﴾

اور یاد کرو اللہ کو بہت کہ کامیاب ہو جاؤ۔

(پھر جب پوری ہوگئی نماز، تو) اب اجازت ہے کہ جائز خرید و فروخت۔۔۔ یا۔۔۔ کسی مقصد حسن کے حصول کے لیے (پھیل جاؤ سرزمین میں)۔ یعنی اگر تم چاہو تو نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد اپنے جائز کام میں مصروف ہو جاؤ (اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل کو) یعنی رزق حلال کو، اور اسباب معاش کو مہیا کرنے پر لگ جاؤ۔۔۔ یا۔۔۔ کسی بھی کارِ خیر میں لگ جاؤ جس سے خدا کے فضل کے مستحق قرار پاؤ۔

(اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو بہت)۔ یعنی نماز ہی کے وقت اُسے یاد نہ کرو بلکہ نماز کے اوقات

کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اُسے بکثرت یاد کرتے رہو، تاکہ (کہ کامیاب ہو جاؤ) اور دونوں جہاں

خیر کو پہنچو، کیونکہ اُس کا ذکر جمعیت ظاہر و باطن کا سبب اور نجات دُنیا و آخرت کا باعث ہے۔

روایت ہے ایک دن رسول کریم ﷺ خطبہ پڑھتے تھے، ناگاہ وحیہ کلبی ﷺ کا قافلہ

ملک شام کی طرف سے پہنچا بہت سا غلہ لیے ہوئے، اُس وقت مدینہ منورہ میں تنگی تھی اور

قافلہ صحیح سلامت آپہنچا تو خوشی کا طبل بجاتے تھے۔ طبل کی آواز حاضرین مجلس کے کانوں

میں پہنچی، غلہ خریدنے کے واسطے لوگ مسجد سے نکل آئے اور قافلہ کی طرف چلے۔ بارہ آدمیوں کے سوا کوئی مسجد میں نہیں رہا۔ اُن نہ نکلنے والوں میں خلفاء راشدین علیہم الرحمۃ والرضوان بھی تھے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سب ایک کے پیچھے ایک چلے جاتے اور مسجد میں کوئی نہ رہتا، تو یہاں سے تمہاری طرف آگ رواں ہوتی۔ اس حال کے ساتھ ہی اس آیت کا نزول اجلال ہوا۔۔۔

فَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا

اور جب دیکھ پایا انہوں نے کسی تجارت یا تماشہ کو تو چل دیے ادھر، اور چھوڑ دیا تمہیں خطبہ میں کھڑا۔ کہہ دو کہ

عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِوَدَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمُنْزِقِينَ ۝

”جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے تماشہ اور تجارت سے۔“ اور اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

(اور جب دیکھ پایا انہوں نے کسی تجارت) یعنی فائدہ کی چیز کو (یا تماشہ کو) یعنی طبل کی آواز سن

لی جو قافلہ پہنچنے کی جہت سے جاتے ہیں (تو چل دیے ادھر، اور چھوڑ دیا تمہیں خطبہ میں کھڑا) منبر پر۔

ذہن نشین رہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جبکہ خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا، تو یہ سب

نکلنے والے نماز پڑھ چکے تھے، صرف خطبہ سن رہے تھے اور انہوں نے خطبہ سننے کو لازمی اور

ضروری نہیں خیال کیا۔ خطبہ کے لازمی طور پر سننے کا حکم اُن کو نہیں ملا تھا۔ پھر جب یہ آیت

نازل ہو گئی تو خطبہ نماز سے پہلے کر دیا گیا، جواب تک معمول ہے۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اے محبوب! دورانِ خطبہ اُن چل دیئے والوں سے (کہہ دو کہ جو اللہ) تعالیٰ

(کے پاس ہے) یعنی نماز پڑھنے، خطبہ سننے میں مسجد میں حاضر رہنے کا ثواب، (بہتر ہے تماشہ) یعنی

طبل کی آواز سننے سے (اور تجارت) کے نفع (سے۔ اور اللہ) تعالیٰ (سب سے بہتر روزی دینے والا

ہے)۔ یعنی اُن سے بہتر روزی دینے والا ہے جو رزق کے وسائط ہیں، اس واسطے کہ کوئی وقت ہوتا

ہے کہ وہ جلدی کرتے ہیں اور شاید کہ مصلحت وقت نہیں جانتے۔

نقل ہے کہ ایک خلیفہ بغداد نے حضرت بہلول دانا سے یہ بات کہی کہ آؤ کہ تمہاری ہر

روز کی روزی مقرر کردوں تاکہ تمہارا دل اُس سے متعلق نہ رہے۔ بہلول نے کہا اگر تجھ میں

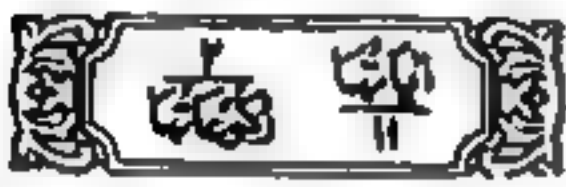
چند عیب نہ ہوتے تو میں ایسا کرتا: ایک تو تو یہ نہیں جانتا کہ مجھے کیا دینا چاہیے، دوسرے تو یہ

نہیں جانتا کہ مجھے کب دینا چاہیے، تیسرے تجھے یہ نہیں معلوم کہ مجھے کتنا دینا چاہیے، اور حق

تعالیٰ رزق کا کفیل ہے اور یہ سب باتیں جانتا ہے اور اپنی حکمت کاملہ کی راہ سے مجھے روزی پہنچاتا ہے۔ اور شاید تو مجھ پر غصہ کرے اور وہ روزینہ موقوف کر دے، اور حق تعالیٰ گناہ کے سبب سے میری روزی بند نہیں کرتا۔

اختتام سورہ الجمعہ -- ﴿ ۱۹ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹ اگست ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴿ ۱۹ ﴾

-- ﴿ ۲۰ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۰ اگست ۲۰۱۲ء -- بروز جمعہ مبارک ﴿ ۲۰ ﴾ --



آیات ۱۱ -- رکوع ۲

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ



سورۃ المنافقون -- ۶۳ مدنیہ ۱۰۴

اس سورہ کا نام المنافقون اسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ ۵ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ سے مراجعت فرمائی اور ایک کنویں کے قریب اترے، تو دو صحابیوں میں کسی بات پر نزاع ہو گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مہاجر اور انصار کے درمیان فتنہ اور فساد قائم ہو جائے۔ ابن ابی منافق نے اس محل پر ناشائستہ باتیں کی، ازاں جملہ یہ کہ مہاجرین کو کچھ نہ دوتا کہ وہ مدینہ سے چلے جائیں اور پراگندہ ہو جائیں۔ دوسری بات یہ کہ جب ہم مدینہ میں واپس جائیں گے، تو جو بہت عزت دار ہے وہ اُسے نکال دے گا جو بہت ذلیل و خوار ہے۔

حضرت زید بن ارقم نے جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر یہ خبر کر دی۔ حضرت نے سنا اور فتنہ و فساد فرو کرنے کو گرمی کی شدت میں دن کے وقت کوچ کا حکم دیا۔ اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا اور حال دریافت کر کے رسول اللہ ﷺ کی تسلی خاطر عاطر کے واسطے بہت خوب کوششیں کیں، اور ابن ابی کو یہ خبر پہنچی۔

حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس خبر کے غلط ہونے پر قسم کھائی۔ لوگوں نے ملامت شروع کر کے حضرت زید بن ارقم کو جھوٹی خبر کہنے کی تہمت لگائی، تو حق تعالیٰ نے حضرت زید کی بات کی سچائی ظاہر فرمانے کے لیے یہ سورت نازل کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ فرمانے میں اسلامی اصول کی پاسداری کی، کہ جب مدینہ اور گواہ نہ پیش کر سکے اور

منکر قسم کھالے تو منکر کے حق میں فیملہ کر دیا جاتا ہے۔ اس سے حقیقت میں ولایت کرنا ہونا لازم نہیں آتا۔

ہاں اُس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو جھوٹوں کے ساتھ کیا جانا چاہیے، اور وہ یہ کہ قاضی اُس کی بات کو تسلیم نہ کرے۔ ایسے موقع پر تکذیب کا معنی بات کو تسلیم نہ کرنا ہے۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ حضرت زید نے جو شکایت کی وہ غیبت نہیں جس سے روکا گیا ہے، اس لیے کہ ممنوعہ غیبت کا مقصد فتنہ و فساد اور دُوانسانوں کے درمیان تشفر پیدا کرنا ہے اور یہاں بات پہنچانا صرف اس لیے تھا کہ دشمن کی دشمنی کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر فاسق و فاجر لوگوں کے خطرات سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

۔۔۔ الخضر۔۔۔ کسی شخص کا وہ عیب جس کا نقصان صرف اسی کی ذات کو پہنچتا ہے اس کو چھپانا چاہیے، لیکن وہ عیب جو دوسروں کو نقصان پہنچانے والا ہو اسے ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے اپنے گناہوں کے شر سے بچا سکیں۔ قصہ مختصر۔۔۔ حضرت زید کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے مکمل ایک سورت ہی نازل فرمادی، تو اس چشم کشا بصیرت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُتَّقُونَ قَالُوا اشْهَدْ إِنَّكَ لَرْسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ

جب آئے تمہارے پاس منافق لوگ، بولے کہ ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم یقیناً اللہ کے رسول ہو۔“ اور اللہ خوب جانتا ہے

لَرْسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُتَّقِينَ لَكَايُونَ ۝

کہ بلاشبہ تم یقیناً اُس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

اے محبوب! (جب آئے تمہارے پاس) ابن ابی اور اُس کے یار (منافق لوگ، بولے کہ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم یقیناً اللہ) تعالیٰ (کے رسول ہو)۔۔۔ الغرض۔۔۔ ہم منافق نہیں ہیں اور

دل سے آپ کی رسالت کے معتقد ہیں، (اور اللہ) تعالیٰ (خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ تم یقیناً اُس کے رسول ہو) اس لیے کہ اُسی نے تو تم کو رسول کیا ہے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی گواہی میں، اس جہت سے کہ اُن کا اعتقاد اُن کی بات کے موافق نہیں، ہے تو اُن کی یہ گواہی کہ ہمارا دل آپ کی رسالت کا معتقد ہے جھوٹی ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ گواہی سے یہاں قسم مراد ہے، یعنی قسم کھا کر منافق کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں آپ کی رسالت کا اعتقاد ہے، تو خدا جانتا ہے کہ انہوں نے یہ جھوٹی قسم کھائی ہے۔

اَتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اِنَّهُمْ سَاءَ

بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال، تو روکا کیے اللہ کی راہ سے۔ بلاشبہ وہ کتنا برا ہے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲﴾

جو کچھ کرتے رہے۔

(بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال) یعنی بچاؤ کا ذریعہ کہ اُس کی بدولت قتل اور قید ہونے سے بے خوف رہتے ہیں، (تو روکا کیے) لوگوں کو گواہی دے کر (اللہ) تعالیٰ کے دین (کی راہ سے) یا خود راہِ خدا میں جہاد کرنے سے منہ پھیرتے ہیں۔ (بلاشبہ وہ کتنا برا ہے جو کچھ کرتے رہے) یعنی جو کچھ وہ کرتے ہیں جھوٹی قسم اور راہِ حق سے منہ موڑنا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۲﴾

یہ اس لیے کہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا پھر کفر بننے لگے، تو چھاپ لگادی گئی اُن کے دلوں پر تو وہ سمجھتے ہی نہیں۔

(یہ) حکم حق اُن کے کام بُرے ہونے کا (اس لیے) ہے یعنی اس سبب سے ہے، (کہ) انہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا، پھر کفر بننے لگے (اور تنہائی میں اپنے رؤساء کے سامنے اپنی زبان سے کلمات کفر نکالنے لگے، (تو چھاپ لگادی گئی اُن کے دلوں پر، تو وہ سمجھتے ہی نہیں) کہ ایمان کہتے ہیں زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کو۔

روایت ہے کہ ابن ابی مرزجسیم خوبصورت، شیریں سخن اور فصیح تھا، اور دوسرے منافقوں کی صورت بھی اُس کے قریب قریب تھی۔ جب یہ منافق رسول کریم کی مجلس میں آتے، تو

آپ اُن کی شکلوں اور باتوں سے متعجب ہوتے، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔۔۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ

اور جب دیکھ پایا تم نے انہیں تو اچھے لگیں گے اُن کے جسم۔ اور اگر بات چیت کریں تو سننے لگو اُن کی گفتگو، گویا وہ

خُشْبُ مُسْنَدَةٍ يَحْسَبُونَ كُلَّ صِیْعَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ

لکڑی کے ہیں دیوار سے لگے ہوئے۔ خیال لے جاتے ہیں ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر۔ وہ دشمن ہیں،

فَاَحْذَرُهم قَتَلَهُمُ اللَّهُ اَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿۷۶﴾

تو اُن سے بچے رہا کرو۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ کہاں اونڈھائے جاتے ہیں •

(اور) فرمایا کہ (جب دیکھ پایا تم نے انہیں، تو اچھے لگیں گے اُن کے جسم) نرمی اور نازکی کی وجہ سے، (اور اگر بات چیت کریں تو سننے لگو اُن کی گفتگو) یہاں تک کہ اُن کی قسم باور کر لو یعنی ایسا لگے کہ باور کر لیا، حالانکہ بے عقلی اور کم فہمی کی وجہ سے (گویا وہ لکڑی کے ہیں دیوار سے لگے ہوئے)، یعنی اجسام ہیں علم و نظر سے خالی۔ (خیال لے جاتے ہیں ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر) یعنی مدینہ میں لوگ جو آواز نکالتے ہیں اور شور فریاد کرتے ہیں، تو یہ منافق ایسے بد دل اور ڈر پوک ہیں کہ اُس آواز کو سن کر گمان کرتے ہیں کہ ہمارا اتفاق پیغمبر اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا، یہ اُسی کا شور و غل ہے اب ہم ذلیل و رسوا ہوں گے۔

(وہ دشمن ہیں) تمہارے اے حبیب! اور سارے مسلمانوں کے، (تو اُن سے بچے رہا کرو) یعنی اُن کے مکر و فریب سے اپنے کو بچاتے رہو اور اُن کے شر سے غافل نہ ہو۔ (اللہ تعالیٰ) انہیں غارت کرے (اور لعنت کرے اُن پر) کہاں اونڈھائے جاتے ہیں (اور راہِ حق سے پھرے جاتے ہیں۔

معالم میں ہے کہ یہ آیتیں نازل ہونے کے بعد ابن ابی کی قوم نے اُس سے کہا کہ یہ آیتیں تیری شان میں نازل ہوئیں، تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاتا کہ تیرے واسطے مغفرت چاہیں، تو وہ منافق گردن گھما کر بولا کہ تم لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ایمان لا میں ایمان لایا، زکوٰۃ مال دینے کی تکلیف دی میں نے زکوٰۃ بھی دی۔ اب یہی بات باقی ہے کہ محمد ﷺ کو سجدہ کرنا چاہیے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّأَوْا بِرُءُوسِهِمْ

اور جب کہا گیا انہیں کہ ”آ جاؤ معافی دلا دیں تمہیں اللہ کے رسول“ تو گھمالیا انہوں نے اپنے سروں کو،

وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٥﴾

اور دیکھ پڑے تمہیں کہ باز رہتے ہیں، اور وہ بڑی بول بولنے والے ہیں •

(اور جب کہا گیا انہیں کہ آ جاؤ معافی دلا دیں تمہیں اللہ) تعالیٰ (کے رسول، تو گھمالیا انہوں نے اپنے سروں کو) جیسے کوئی کسی مکروہ بات سے منہ پھیرتا ہے۔ (اور دیکھ پڑے تمہیں کہ باز رہتے ہیں، اور وہ بڑی بول بولنے والے ہیں)۔ یعنی اے ہمارے پیغمبر! تو دیکھتا ہے کہ وہ انکار کرتے ہیں تیری خدمت میں حاضر ہونے سے اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

یکساں ہیں اُن پر کہ تم نے اُن کی معافی چاہی یا نہ چاہی۔ اللہ ہرگز نہ بخشے گا انہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٦﴾

بلاشبہ اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو •

(یکساں ہے اُن پر کہ تم نے اُن کی معافی چاہی یا نہ چاہی، اللہ) تعالیٰ (ہرگز نہ بخشے گا انہیں) نفاق میں اُن کے پکے ہونے کی وجہ سے۔ (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا) فلاح و نجات کا راستہ نہیں دکھاتا (نا فرمان لوگوں کو) جو دائرۂ اصلاح سے باہر ہو چکے ہوں اور اپنا کام بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ”مت خرچ کیا کرو اُن پر جو رسول کے نزدیکی ہیں، یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہو جائیں۔“

وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالدَّرَجٰتِ وَلٰكِنَّ الْمُسٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٧﴾

حالانکہ اللہ ہی کا ہے آسمانوں اور زمین کے خزانے، لیکن منافق لوگ سمجھتے ہی نہیں •

(وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کیا کرو اُن پر جو رسول کے نزدیکی ہیں) یعنی مہاجرین کو کچھ مت دو (یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہو جائیں) یعنی غلام اپنے آقاؤں کے پاس چلے جائیں اور بیٹے

اپنے باپوں سے جا ملیں۔۔۔ الغرض۔۔۔ منافق لوگ انصار کو منع کرتے تھے کہ مہاجرین کو خرچ نہ دو، (حالانکہ اللہ تعالیٰ (ہی کا ہے آسمانوں اور زمین کے خزانے) اور ان خزانوں کی کنجی اُس کے دستِ قدرت میں ہے جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے، (لیکن منافق لوگ سمجھتے ہی نہیں) کہ رزاق مطلق حق تعالیٰ ہے، آدمی نہیں ہیں۔

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ

کہتے ہیں کہ ”یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدان سے مدینہ کی طرف، تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اُس سے نہایت ذلیل کو،“

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور اللہ ہی کے لیے عزت ہے، اور اُس کے رسول کے لیے، اور ایمان والوں کے لیے، لیکن منافق لوگ علم ہی نہیں رکھتے۔ (کہتے ہیں) منافق لوگ، خاص طور سے اُن کا سردار ابن ابی، (کہ یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدان) جنگ اور اپنے اس سفر (سے مدینہ کی طرف، تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اُس) شہر (سے نہایت ذلیل کو)۔

عزت دار سے اُس کی مراد اپنی ذات تھی اور اُس دوسرے لفظ سے حضرت اشرف مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات جامع الکملات مقصود تھی۔

اُسے کیا خبر؟ (اور) کیا پتا؟ کہ (اللہ تعالیٰ) (ہی کے لیے عزت ہے) اور وہی قدرتِ حقیقی اور ربوبیت والا ہے۔ (اور اُس کے رسول کے لیے) عزت ہے نبوت اور شفاعت والی (اور ایمان والوں کے لیے) عزت ہے ایمان اور طاعت والی، (لیکن منافق لوگ علم ہی نہیں رکھتے) جو اس نکتے کو سمجھ سکیں۔

نقل ہے کہ جب لشکرِ ظفر پیکر رسول اللہ ﷺ کا وادیِ عقیق میں پہنچا، تو ابن ابی کا بیٹا عبد اللہ نام کہ مؤمن مخلص تھا راستہ پر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اُس کا باپ بھی وہاں پہنچا، عبد اللہ نے اُس کے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر اپنے باپ سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم تجھے میں نہ چھوڑوں گا کہ تو مدینہ میں جائے جب تک رسول اللہ ﷺ تجھے اذن نہ دیں گے، اور تو یہ بات خوب جان لے کہ بڑا ذلیل تو ہے اور بڑے عزت دار آنحضرت ﷺ ہیں۔ جب حضرت کی سواری وہاں پہنچی تو آپ کو یہ حال معلوم ہوا، آپ نے ابن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ حق تعالیٰ مؤمنین پر ایمان کا مقتضا ظاہر فرمانے کے لیے فرماتا ہے کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ

اے ایمان والو! نہ غافل کر سکتے تمہیں تمہارا مال، اور نہ تمہاری اولاد،

ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَيْرُونَ ①

اللہ کے ذکر سے۔ اور جو کرے ایسا، وہی خسارہ والے ہیں۔

(اے ایمان والو! نہ غافل کر سکتے تمہیں تمہارا مال، اور نہ تمہاری اولاد، اللہ) تعالیٰ (کے ذکر سے)۔ اس واسطے کہ ایمان کا مقتضایہ ہے کہ خدا کی محبت سب چیزوں کی محبت پر غالب ہو، کہ اگر دنیا کے تمام مال اور آخرت کی سب نعمتیں اُس کے سامنے کریں تو نظر قبول سے کسی کو نہ دیکھے۔ (اور جو کرے ایسا)، یعنی مال اور اولاد کے سبب سے حق تعالیٰ کی یاد سے باز رہے، (وہی خسارہ والے ہیں) اور نقصان پانے والے ہیں۔ کیونکہ جو چیز حقیر اور فانی ہے اُس کے سبب سے باز رہتے ہیں بڑی نعمت سے جو باقی رہے گی۔

وَالْفُقُوۡا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ

اور خرچ خیرات کرتے رہو اُس سے جو روزی دی ہم نے تمہیں، اس سے پہلے کہ آجائے تم میں سے کسی کی موت،

يَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصْدَقْ وَاَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ②

تو کہنے لگے کہ ”پروردگار! کیوں نہ مہلت دی تُو نے مجھے تھوڑی سی کہ میں صدقہ دیتا اور ہو جاتا لیاقت مندوں سے“

وَلٰكِنْ يُؤَخِّرِ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ③

اور ہرگز نہ مہلت دے گا اللہ کسی جان کو، جب آگیا اُس کا وقت مقرر۔ اور اللہ باخبر ہے جو تم کرو۔

(اور خرچ خیرات کرتے رہو) یعنی جو حق واجب ہے وہ نکالو (اُس سے جو روزی دی ہم نے

تمہیں)، اور ذخیرہ آخرت کرو (اس سے پہلے کہ آجائے تم میں سے کسی کی موت) کے اسباب، (تو

کہنے لگے کہ پروردگار! کیوں نہ مہلت دی تُو نے مجھے تھوڑی سی کہ میں صدقہ دیتا اور ہو جاتا لیاقت

مندوں سے) اور نیک مردوں سے۔ (اور ہرگز نہ مہلت دے گا اللہ) تعالیٰ (کسی جان کو جب آگیا

اُس کا وقت مقرر) یعنی جب عمر تمام ہو جاتی ہے، نہ اُس میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ اُس میں سے کچھ

گھٹاتے ہیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (باخبر ہے جو تم) خیر و شر (کرو)۔

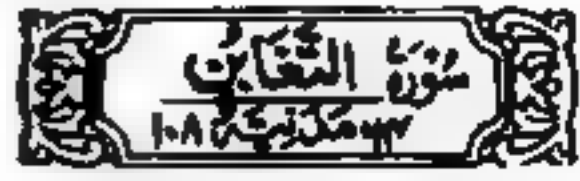
اختتام سورہ المنافقون -- ﴿ ۲۱ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱ اگست ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴿ ۱۱ ﴾

-- ﴿ ۲۱ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱ اگست ۲۰۱۲ء -- بروز شنبہ ﴿ --



آیات ۱۸۔۔ رکوعات ۲

سُورَةُ التَّغَابُنِ



سورة التغابن۔۔ ۶۳ مدنیہ ۱۰۸

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی آیت ۹ سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی سورت میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے تھے اور اُن کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایت دی تھی، اور اس سورہ میں کفار کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور اُن سے اجتناب کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور واضح فرمادیا ہے کہ کفار کے لیے دوزخ ہے اور مسلمانوں کے لیے جنت ہے۔ اس سورہ کا نام 'التغابن' اس لیے ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جائے۔ 'غبن' کا معنی ہے خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا۔ کفار نے اپنے نفس کو شیطان اور 'نفسِ امارہ' کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور اس بیع میں اُن کا جو نقصان ہوا اُس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے قیامت کے دن کو 'یوم التغابن' فرمایا۔

اور ایک طرح سے یہ مومنوں کے لیے بھی نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اگر وہ ایمان لائے کے بعد گناہ کبیرہ نہ کرتے، تو اُن کو عتاب یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا، اور مومنین کا جہنم اگر زیادہ نیکیاں کرتے تو اُن کو زیادہ اجر و ثواب ملتا اور زیادہ نفع و رحمت ملتی۔ اور مکمل خسارے اور نقصان کا دن یہ صرف کفار کے لیے ہوگا۔ ایسی انسانی خساروں سے باخبر کرنے والی ہدایت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى

پاکي بولتا رہتا ہے اللہ کی جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اُسی کی شای ہے اور اُسی کے لیے حمد۔ اور وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۝

ہر چاہے پر قدرت والا ہے • وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں، تو کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ①

اور اللہ جو کچھ کرو اس کا نگران ہے •

(پاکی بولتا رہتا ہے اللہ) تعالیٰ (کی جو آسمانوں میں) ہے از قسم روحانیات (اور جو زمین میں ہے) از قسم جسمیات۔ (اُسی کی شاہی ہے) زمین و آسمان کی اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (اور اُسی کے لیے حمد) اور تعریف ہے پیدا کرنے کی نعمت پر۔ (اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے) جو چاہے کرے۔ (وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں) اے آدمیو! (تو) تم میں (کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن)۔ بعض جو کافر ہے وہ اُس کے خالق ہونے کا ایمان نہیں رکھتے، جیسے دہریے اور 'طبیعی' اور جو مؤمن ہیں وہ اُس کے خالق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، جیسے اہل اسلام اور اہل ایمان۔ (اور اللہ تعالیٰ) (جو کچھ کرو اس کا نگران ہے)۔ یعنی جو کچھ کرو حق تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے، تو بندوں کے ساتھ معاملہ اُن کے اعمال کے موافق کرے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ

پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اور صورت دی تمہیں، تو خوب دیں صورتیں تمہیں۔

وَالّٰیہُ الْمَصِیْرُ ②

اور اُس کی طرف پھر کر جانا ہے •

(پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ) راستی کے ساتھ۔۔۔ یا۔۔۔ اپنی حکمت بالغہ کے موافق۔۔۔ یا۔۔۔ کلمہ کُن سے۔۔۔ یا۔۔۔ حق بیان کرنے کو، یعنی یہ مخلوق اُس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں اور حق ان کے سبب سے ظاہر ہوتا ہے۔ (اور صورت دی تمہیں تو خوب دیں صورتیں تمہیں) قد کشیدہ اور خلقت اعتدال کے ساتھ کر کے۔

امام قشیری نے یہ معنی کیے ہیں کہ اُس نے تمہارا ظاہر آراستہ کر دیا کمال قدرت کے ساتھ، اور تمہارے باطن کو زینت دی جمال قربت سے۔ اور محققوں کے نزدیک 'حسن' انسان یہ ہے کہ اس کو اوصاف کائنات کی صورت سے آراستہ کر دیا اور 'خصائص' مبدعات کے خلاصہ کے ساتھ شرف اختصاص بخشا، تاکہ سب موجودات علوی اور سفلی، ملکی اور ملکوتی کا نمونہ ہو، تو 'حسن' معنوی مراد ہے 'حسن' صوری نہیں۔

(اور اُس کی طرف پھر کر جانا ہے) یعنی سب کی بازگشت اُسی کی طرف ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَاللَّهُ

جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جان رہا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو۔ اور اللہ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ

جاننے والا ہے سینوں کی بات کو • کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر اُن کی جنہوں نے کفر کیا تھا پہلے؟

فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

تو چکھا اپنے کام کا وبال، اور اُن کے لیے دکھ والا عذاب ہے •

(جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جان رہا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو علانیہ

کرتے ہو۔ اور اللہ) تعالیٰ (جاننے والا ہے سینوں کی بات کو) یعنی جو کچھ سینوں میں ہیں خطرے اور

فکریں۔ اے مکہ کے کافرو! (کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر اُن کی جنہوں نے کفر کیا تھا پہلے؟)۔ مثلاً:

اولادِ قاتیل اور عاد و ثمود، اصحابِ ایکہ وغیرہ۔ (تو چکھا اپنے کام کا وبال)، یعنی اپنے کفر کا ضرر دُنیا

میں۔۔ مثلاً: غرق ہونا، آندھی، سخت آواز اور عذابِ 'یوم الظلہ' وغیرہ۔ (اور) آخرت میں (اُن کے لیے

دکھ والا عذاب ہے) جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَلٰٓئِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَعَالُوْا اَبْشَرُ لَّيْهَدُوْنَ نَاۤءَ

یہ اس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ لایا کرتے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں، تو یہ بولا کرتے تھے کہ "کیا بشر ہماری رہنمائی

فَكْفَرُوْا وَاتَّكَلُوْا وَاسْتَعْنٰی اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

کریں گے،" تو انکار کر دیتے تھے اور پھر جاتے تھے، اور بے نیازی برتی اللہ نے۔ اور اللہ بے نیاز حمد والا ہے •

(یہ اس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ لایا کرتے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں) اور

ظاہر معجزے، (تو یہ بولا کرتے تھے کہ کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے)۔ انہوں نے تعجب کیا کہ حق

تعالیٰ آدمی کی طرف وحی بھیجتا ہے، (تو انکار کر دیتے تھے اور پھر جاتے تھے) یعنی منہ پھیر لیتے تھے اُن

دلیلوں اور معجزوں کو غور و فکر کرنے سے جو اُن رسولوں کے ساتھ تھے۔ بس خدا نے اُن کو ہلاک کر دیا

(اور بے نیازی برتی اللہ) تعالیٰ (نے) خلق کے ایمان سے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (بے نیاز) ہے مخلوق

کی عبادت سے، اور (حمد والا ہے) یعنی تعریف کیا ہوا ہے بے تعریف کرنے والوں کی تعریف کے۔۔۔

اپنی جہالت و نادانی کی بنیاد پر۔۔۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ

گھمنڈ میں رہے کافر لوگ کہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کہ ”کیوں نہیں، مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً ضرور اٹھائے جاؤ گے تم،

ثُمَّ لَتُنَبَّيْنَنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

پھر یقیناً بتا دیے جاؤ گے جو کرتوت کر چکے، یہ اللہ پر آسان ہے۔ ۝ تو مان جاؤ اللہ

وَرَسُوْلِهِ وَالْتَّوْرَ الَّذِيۤ اَنْزَلْنَا ۝ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱

اور اُس کے رسول کو، اور اُس نور کو جو ہم نے اُتارا۔ اور اللہ جو کرو باخبر ہے۔

(گھمنڈ میں رہے کافر لوگ) اور کہتے ہیں (کہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے)۔ اے محبوب!

(کہہ دو کہ کیوں نہیں) اٹھائے جاؤ گے۔ (مجھے اپنے رب کی قسم یقیناً ضرور اٹھائے جاؤ گے تم، پھر

یقیناً) حساب اور جزاء کے ذریعہ (بتا دیے جاؤ گے جو کرتوت کر چکے۔ یہ) اٹھانا اور خبر دینا (اللہ)

تعالیٰ (پر آسان ہے۔ ۝ تو مان جاؤ اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو، اور اُس نور کو جو ہم نے اُتارا) یعنی

قرآن کریم کو۔

اُسے نور اس واسطے کہا کہ اعجاز میں اپنی ذات سے ظاہر ہے اور حلال و حرام کے احکام

کی حقیقتیں ظاہر کرنے والا ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (جو کرو) اُس سے (باخبر ہے)، یعنی تمہارا اقرار اور انکار اُس سے پوشیدہ

نہیں۔ یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

جس دن کہ اکٹھا کرے گا تمہیں جمع ہونے کے دن، یہ ہے ہمارے ظاہر ہونے کا دن۔ اور جو مان جائے اللہ کو

وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور نیک کام کرے، اُتار دے گا اُن سے اُن کے گناہ، اور داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں کہ

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۲

بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

(جس دن کہ اکٹھا کرے گا تمہیں جمع ہونے کے دن) قیامت میں حساب و جزاء کے لیے۔

حق تعالیٰ نے 'روزِ جمع' اس لیے فرمایا کہ اُس دن سب آدمی اولین و آخرین جمع ہوں گے۔۔۔ یا۔۔۔ سب انبیاء اور سب امتیں جمع ہوں گی۔۔۔ یا۔۔۔ ظالم اور مظلوم۔۔۔ یا۔۔۔ اہل ہدایت اور اہل ضلالت۔۔۔ یا۔۔۔ جنتی اور دوزخی۔ اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ فرشتے اور جن اور آدمی سب جمع ہوں گے۔

(یہ ہے ہار کے ظاہر ہونے کا دن)۔ یعنی جب مومن کو جنت میں کافر کا متوقع مقام میراث میں ملے گا اور کافر دوزخ میں مومن کے متوقع مقام میں داخل ہوں گے، تو نقصان ظاہر ہوگا اور اُس دن کافر اپنے کو جان لیں گے کہ ہم بڑے زیاں کار ہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ کافر اپنا نقصان دیکھیں گے ایمان ترک کرنے کے سبب سے، اور مومن اپنا نقصان دیکھیں گے نیکیاں کم کرنے کی وجہ سے۔۔۔ یا۔۔۔ وہ نقصان ڈھونڈنے کا دن ہے یعنی ہر شخص اپنا فائدہ ڈھونڈے گا اور دوسرے کا نقصان۔

(اور جو مان جائے اللہ) تعالیٰ (کو اور نیک کام کرے، اُتار دے گا) حق تعالیٰ (اُن سے اُن کے گناہ)۔ یعنی اُن کی بُرائیاں معاف فرما دے گا۔ (اور داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں، کہ بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں، یہی) یعنی گناہ معاف ہو جانا اور بہشت میں داخل ہونا (بڑی کامیابی ہے)۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هَلْ يَخْلُدُونَ فِيهَا

اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ جہنم والے ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

وَيَسَّ الْمَصِيرُ ۝

اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

(اور جنہوں نے کفر کیا) اور وحدانیت پر ایمان نہیں لائے (اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو)، یعنی قرآن کو اور رسول کریم کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے معجزات کو، (وہ جہنم والے ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے) دوزخ جس میں مرنا بھی نہیں کہ اُس کی تکالیف و مصائب سے چھٹکارا مل جائے۔ کافروں کی یہ خام خیالی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ اُن کو دنیاوی مصائب سے محفوظ رکھتا، اس لیے کہ۔۔۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ

نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔ اور جو مان جائے اللہ کو

يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

تو ہدایت دے گا اُس کے دل کو۔ اور اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے۔

(نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر اللہ) تعالیٰ (کے حکم سے)۔۔۔ الحاصل۔۔۔ مسلمانوں کو اُن کی جان،

اُن کی اولاد، اور اُن کے اموال میں، جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کے فیصلہ یا اُس کے امر یا اُس

کے علم سے پہنچتی ہے۔ اگر چاہتا ہے اُس سے سالم رکھتا ہے بندوں کے حال کی درستی کے لیے، اور صبر

کے ساتھ اُن کے امتحان کرتا ہے اور ثواب کی زیادتی اور گناہوں سے پاک کرنے کے واسطے بندوں

پر مصیبت ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کو صبر کی ہدایت دیتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ وہ مصیبت کے وقت

کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ وہ یہ یقین رکھیں کہ جو مصیبت اُن پر آئی ہے وہ اُن سے نکل نہیں

سکتی تھی، اور جس مصیبت سے وہ بچ گئے وہ اُن پر آ نہیں سکتی تھی۔

(اور جو مان جائے اللہ) تعالیٰ (کو) اور جان لے کہ مصیبت اُس کے ارادے اور مشیت

سے ہے، (تو) حق تعالیٰ (ہدایت دے گا اُس کے دل کو) یعنی راہ دکھائے گا اُس کے دل کو صبر اور

ثبات کی۔ ظاہر ہے کہ جب اُس کو معلوم ہوگا وہ بلاء اللہ کی مراد ہے یعنی ارادہ کی ہوئی ہے، تو اُسے دل

و جان سے قبول کر لے گا اور اُس کے واقع ہونے سے مضطرب نہ ہوگا۔

بزرگوں نے کہا کہ بلاء جمالِ مولیٰ کا آئینہ ہے، تو آئینہ کو اُس کے جمال کا نور دیکھنے

کے لیے دوست رکھنا چاہیے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔ وہ صبر کرنے والوں اور شکایت کرنے والوں

سب کو خوب جانتا ہے۔ تو مصائب کا مردانہ وار سامنا کرنا چاہیے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور کہا مائو اللہ کا اور کہا مائو رسول کا۔ اب اگر تم پھرے،

فَأِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝

تو ہمارے رسولوں پر صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(اور) خدا اور رسول کی اطاعت میں مشغول رہنا چاہیے، تو (کہا مانو اللہ) تعالیٰ (کا، اور کہا مانو رسول کا۔ اب اگر تم) اطاعت سے (پھرے) اور انحراف کیا، (تو ہمارے رسولوں پر صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے) جبراً اطاعت کرانا نہیں ہے۔ اُن کے ذمہ تو صرف وضاحت کے ساتھ احکام کا پہنچا دینا ہے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾

اللہ! نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا، اور اللہ ہی پر تو بھروسہ رکھیں ایمان والے۔

(اللہ) تعالیٰ، (نہیں ہے کوئی معبود) برحق (اُس کے سوا)۔ یعنی اُس کے سوا کوئی مستحق عبادت (اور) پرستش کے لائق نہیں، تو چاہیے کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی پر تو بھروسہ رکھیں ایمان والے)۔ ایمان یہی چاہتا ہے کہ اپنا کام حق تعالیٰ پر چھوڑ دیں اور کفایتِ مہمات میں اُسی پر بھروسہ کریں۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مسلمانوں نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، مگر اُن کے زن و فرزند نالہ و زاری، گریہ و بیقراری کر کے اُن کو نہ چھوڑتے تھے، اور وہ لوگ بھی اُن پر کمالِ شفقت اور مہربانی کی وجہ سے عاجز ہو کر رہ گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس کے باب میں آیت بھیجی کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عِدَّةٌ لَكُمْ فَأَحْذَرُواهُمْ

اے ایمان والو! بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے، تو اُن سے بچتے رہو۔

وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤﴾

اور اگر معافی دو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔

(اے ایمان والو! بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے) بہ سبب اس کے کہ وہ ہجرت سے مانع ہوتی ہیں، (تو اُن سے بچتے رہو) اور اُن کی گریہ و زاری پر فریفتہ ہو کر ہجرت نہ چھوڑو۔

یہ آیت اُن مسلمانوں کو پہنچی تو انہوں نے ہجرت کی۔ اور جب مہاجرین کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک احکامِ دین میں فقیہِ کامل اور عالمِ فاضل ہو گیا ہے، تو ان مسلمانوں نے اپنے زن و فرزند پر سختی کرنے کا ارادہ کیا کہ ہم تمہارے ہی سبب سے علم سے بے بہرہ رہے ہیں،

اور اسی وجہ سے انہیں خرچ دینا روکا، مہربانی کی رسمیں اُن کے ساتھ چھوڑ دیں، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اور اگر معافی دو، اور درگزر کرو) یعنی جو جرم انہوں نے کیا ہے اُسے معاف کر دو اور اُس کو صرف نظر کر دو، (اور بخش دو) اُن کو اور اُن کا عذر قبول کر لو، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (غفور رحیم ہے) بخشنے والا مہربان ہے، تمہارے ساتھ عفو و مغفرت کا معاملہ کرے گا۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ⑤

تمہارے مال اور اولاد، بس فتنہ ہی ہیں۔ اور اللہ! اُس کے یہاں بڑا ثواب ہے۔

(تمہارے مال اور اولاد بس فتنہ ہی ہیں) یعنی سخت آزمائش ہیں، تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ تم میں کون حق کو اُن پر ایثار کرتا ہے اور اُن پر ترجیح دیتا ہے۔ اور کون اپنے دل کو مال اور اولاد سے الٹا کر محبت الہی سے کنارہ کرتا ہے۔ (اور اللہ) تعالیٰ، (اُس کے یہاں بڑا ثواب ہے) اس کے واسطے جس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت غالب ہو مال اور اولاد کی محبت پر۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْأَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ

تو ڈرتے رہو اللہ کو جہاں تک ہو سکے، اور حکم سنو، اور کہا مانو، اور خرچ خیرات کرو، اپنے بھلے کو۔

وَمَنْ يُؤَقِّ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑥

اور جو محفوظ رکھا جائے اپنی طبیعت کی کنجوسی سے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(تو ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی بچو عذاب الہی سے اور بچو اُن چیزوں سے جو موجب عذاب ہیں (جہاں تک ہو سکے) اور جس قدر بچ سکو۔

یہ آیت اُس آیت کے حکم کی تاسخ ہے کہ۔۔۔ **اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ** یعنی خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عام انسانوں کا بس نہیں۔۔۔ الغرض۔۔۔ حسب استطاعت خدا سے ڈرو (اور حکم سنو) اللہ تعالیٰ کا (اور کہا مانو) اُس کا، (اور خرچ خیرات کرو) جو بہتر ہو خدا کی راہ میں (اپنے بھلے کو)۔ اس لیے کہ اُس کے فائدے تمہیں کو پہنچتے ہیں۔ (اور جو محفوظ رکھا جائے اپنی طبیعت کی کنجوسی سے) تاکہ وہ خدا واسطے بخل نہ کرے اور خدا کی راہ میں خرچ کرے، (تو وہی) راہ حق میں خرچ کرنے

والے (لوگ کامیاب ہیں) اور فلاح پانے والے ہیں، دُنیا میں خوف کی چیزوں سے اور عقبیٰ میں عذاب اور سختیوں سے۔

إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اگر دو گے اللہ کو قرضِ حسنہ، تو دو گنا کر دے گا اُسے تمہارے لیے، اور بخش دے گا تمہیں،

وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵﴾

اور اللہ قدر دانِ بڑا بار ہے •

(اگر دو گے اللہ) تعالیٰ (کو قرضِ حسنہ) یعنی جس چیز میں وہ حکم کرتا ہے اُس میں اپنا مال خرچ کرو گے اور صدقہ دو گے دل کی خوشی کے ساتھ اور کمالِ اخلاص سے، (تو دو گنا کر دے گا اُسے تمہارے لیے) اور زیادہ کر دے گا تمہارے واسطے۔ ایک کو دس۔ یا۔۔ سات سو تک۔ یا ہزار بار چار لاکھ تک۔۔ یا۔۔ بے حساب۔ (اور بخش دے گا تمہیں)، یعنی تمہارے گناہ جو اُس سے پہلے ہوئے ہوں بھل کر کے۔۔ یا۔۔ خرچ نہ کر کے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (قدر دان) ہے یعنی جزا دینے والا ہے شکر گزاروں کو، کہ تھوڑے سے صدقہ سے بہت کچھ دیتا ہے۔ اور (بردار ہے) یعنی بخیلوں اور مسکوں پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔۔ اور۔۔

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۶﴾

جاننے والا غیب و شہادت کا، زبردست حکمت والا •

(جاننے والا) ہے (غیب و شہادت کا)، یعنی جانتا ہے جو ظاہر میں بندے تصدیق کرتے ہیں اور جو دل میں رکھتے ہیں ریاء اور اخلاص۔ (زبردست) ہے، یعنی غالب ہے، اُس سے بدلہ لے سکتا ہے جس کا صدقہ خالص نہ ہو۔ اور (حکمت والا) ہے، یعنی حکم کرنے والا ہے اُن کی کرامت اور عزت کا جو صدق کے رؤ سے تصدیق کرتے ہیں۔

اختتام سورہ التغابن -- ﴿ ۲۲ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۲ اگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴿

-- ﴿ ۲۲۰ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۲ اگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴿ --



آیات ۱۲ -- رکوع ۲

سُورَةُ الطَّلَاقِ



سورة الطلاق -- ۶۵ مدنیہ ۹۹

اس سورۃ مبارکہ کا نام 'الطلاق' ہے، اس لیے کہ اس کی پہلی آیت میں طلاق دینے اور طلاق کی عدت کا ذکر ہے۔ اس سے پہلی والی سورت یعنی 'سورت تغابن' میں بعض بیویوں اور بعض اولاد کی عداوت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ عداوت بعض اوقات طلاق تک پہنچا دیتی ہے، اور اولاد کی عداوت بعض اوقات اس حد تک پہنچا دیتی ہے کہ انسان اپنی اولاد پر خرچ کرنا بند کر دیتا ہے۔

پس مصحف کریم میں 'سورہ تغابن' کے بعد 'سورہ الطلاق' رکھی گئی کیونکہ اس میں طلاق اور مطلقہ عورتوں اور اولاد پر خرچ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں دوسری مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور عموم کو بیان فرمایا ہے۔ اس سورت کے نزول کا سبب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔۔۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اُن کی بیوی حائض تھیں اور انہوں نے اُن کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ اس طلاق سے رجوع کرے، پھر اُس کو اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اُس کو دوبارہ حیض آئے۔ پس وہ اُس سے پاک ہو جائے، پھر اگر اُس کی رائے یہ ہو کہ اُس کو طلاق دے، تو اُس کو اُس طہر میں طلاق دے جس میں اُس نے جماع نہ کیا ہو۔ سو یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ ایسی ہدایت افروز اور علم آموز سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا

اے آنحضرت! جب طلاق کی نوبت آئے تمہیں عورتوں کو، تو مسلمانو! طلاق دوا نہیں اُن کی عدت کا لحاظ رکھ کر، اور شمار رکھو

الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا

عدت کا۔ اور ڈرتے رہو اللہ اپنے رب کو۔ نہ نکال باہر کرو انہیں اُن کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ

أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ

کر لائیں کھلی بے شرمی۔ اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں۔ اور جو بڑھے اللہ کی حد بند یوں سے،

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ①

تو بے شک اُس نے اندھیر کیا خود اپنے اوپر، نہیں اٹکل لگا سکتے تم کہ شاید اللہ نیا بھیجے اس کے بعد کوئی حکم۔

(اے آنحضرت!) اور نبی مکرم! ایمان والوں کو فرمادیں کہ (جب طلاق کی نوبت آئے

تمہیں عورتوں کو، تو) اے (مسلمانو طلاق دوا نہیں اُن کی عدت کا لحاظ رکھ کر، اور شمار رکھو عدت کا)،

یعنی جب چاہو کہ طلاق دوا اپنی ان عورتوں کو جو تمہاری مدخولہ ہو چکی ہیں، تو طلاق دوا اُن کی عدت یعنی

’طہر بے جماع‘ میں کہ اُسے عدت میں شمار کر سکیں اور یہ طلاق موافق سنت ہے، اس واسطے کہ عورت

طلاق کے بعد عدت میں داخل ہوتی ہے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ حالت حیض میں۔۔۔ یا۔۔۔ اُس طہر

میں جس میں مجامعت کی ہو طلاق دے، اس واسطے کہ وہ ایام عدت میں حساب نہیں ہو سکتے اور عورت

اس محل میں نہ عدت والی ہوتی ہے نہ شوہر والی۔

اس مقام پر یہ بات خالی از فائدہ نہیں کہ طلاق کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ احسن،

۲۔ حسن، ۳۔ بدعی۔ طلاق احسن یہ ہے کہ جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک

ہو اور اُن ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، اُن ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے۔

اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے، اور عدت گزرنے کے بعد عورت ’بائتہ‘

ہو جاتی ہے اور فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

’طلاق حسن‘ یہ ہے کہ جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو، اُن ایام

میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے، تو بغیر مقاربت کے دوسری

طلاق دی جائے، اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے تیسری طلاق دی

جائے، اُس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت ’مغلظہ‘ ہو جائے گی، اور اب

’شرعی حلالہ کے بغیر اُس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

رہ گئی ’طلاق بدعی‘ اُس کی تین صورتیں ہیں: ﴿۱﴾۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں، خواہ ایک کلمہ سے، مثلاً: تم کو تین طلاقیں دیں یا کلمات متعددہ سے، مثلاً: کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ ﴿۲﴾۔ عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے۔ اُس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ ﴿۳﴾۔ جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو اُن ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے۔ ’طلاق بدعی‘ کسی صورت میں ہو اُس کا دینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔

اس مقام پر کسی کو یہ خیال آ سکتا ہے کہ حاملہ عورت کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے، تو غیر حاملہ کو اُس طہر میں طلاق دینا کیوں جائز نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فرق واضح ہے کہ جس طہر میں شوہر نے اپنے بیوی سے جماع کر لیا، اُس طہر کے بعد جب تک حیض نہ آجائے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُس جماع کے نتیجے میں استقرار حمل ہوا کہ نہیں، اور عورت کے حاملہ یا غیر حاملہ ہونے کا پتا نہیں چلے گا اور تعین نہیں ہو سکے گا کہ اُس کی عدت تین حیض ہے۔۔۔ یا۔۔۔ وضع حمل ہے، اس لیے یہ قید لگائی گئی کہ اگر شوہر کو طلاق دینی ہو، تو طہر کے اُن ایام میں طلاق دے جس میں اُس نے جماع نہ کیا ہو۔

آگے ارشاد ہے اور شمار رکھو عدت یعنی شمار کرو اُسے مرد عورتوں کی عدت کو، کہ وہ اس کے حساب اور یادداشت سے عاجز اور غافل ہیں۔ عدت نام ہے اُن ایام کا جن کے گزر جانے کے بعد مطلقہ عورت کے لیے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ تو مطلقہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک روکے رکھیں اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو وہ اپنے کو تین ماہ تک نکاح سے روکے رکھے۔

(اور) اے ایمان والو! (ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (اپنے رب کو) اور طلاق سنت کے موافق

دو۔ اور طلاق کے بعد (نہ نکال باہر کرو ان کے گھروں سے) جب تک عدت منقضی نہ ہو جائے۔

(اور) عورتوں کو چاہیے کہ (نہ وہ خود نکلیں) یعنی باہر نہ آئیں۔ پس اُن کو تم نہ نکالو۔ (مگر یہ کہ کر لائیں

کھلی بے شرمی) اور بُرے کام جو ان عورتوں کا حال بدکاری میں ظاہر کرنے والا ہو۔ اس سے وہ گناہ مراد

ہے جس میں حد مقرر ہو جیسے زنا چوری وغیرہ، اس واسطے کہ حد جاری کرنے کے واسطے ان عورتوں کو گھر

سے باہر لانا چاہیے۔۔۔ یا۔۔۔ فحش اور سفاہت کے سبب سے ان گھر والوں کو ایذا دیں، تو اس حال میں ان

کو گھر سے نکال دینا حلال ہے۔ اس واسطے سے یہ امر مخالفت کا حکم رکھتا ہے حق ساقط ہو جانے میں۔

(اور یہ) حکم جو مذکور ہوا (اللہ تعالیٰ) کی حد بندیاں ہیں) کہ اُس نے مقرر فرمائیں جن سے بندے باہر نہیں ہو سکتے۔ (اور جو بڑھے) اور گزر جائے (اللہ تعالیٰ) کی حد بندیوں سے، تو بے شک اُس نے اندھیر کیا خود اپنے اوپر) یعنی اپنے کو عذاب کا مستحق کر لیا۔ اے طلاق دینے والے! (نہیں اٹکل لگا سکتے تم)۔ یا۔ کوئی بھی نہیں جان سکتا (کہ شاید اللہ تعالیٰ) (نیا بھیجے اُس کے بعد کوئی حکم) یعنی شاید مرد کو پشیمان کرے۔ یا۔ عورت کی محبت اُس کے دل میں آئے اور وہ رجوع کر لے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا

پھر جب وہ پہنچ گئیں اپنی مدت کو تو روک رکھو انہیں حسن سلوک سے، یا الگ ہی کر دو خوبی کے ساتھ، اور گواہ بناؤ

ذَوِي عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ

دو عادل کو اپنے میں سے، اور قائم کرو گواہی کو اللہ واسطے۔ یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے اُسے جو

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝

مانے اللہ اور پچھلے دن کو۔ اور جو ڈرتا رہے اللہ کو، پیدا کر دیتا ہے اُس کے لیے نکال۔

(پھر جب وہ پہنچ گئیں اپنی مدت کو) یعنی عدت کے آخری مرحلے تک پہنچنے والی ہوں۔ اور تین حیض کی تکمیل ہونے کو قریب ہو، (تو) تمہارے لیے دو شکل ہے، (روک رکھو انہیں حسن سلوک سے) رجوع کر کے، (یا الگ ہی کر دو خوبی کے ساتھ) مہر وغیرہ حقوق ادا کر کے۔ (اور گواہ بناؤ دو عادل کو اپنے میں سے) جو فاسق نہ ہوں، کہ وہ رجوع پر گواہ ہوں۔ اور یہ امر مستحب ہے، اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

(اور قائم کرو گواہی کو) اے گواہو! بوقت حاجت (اللہ تعالیٰ کے) (واسطے)، یعنی رضائے الہی اور طلبِ ثواب کے لیے۔ (یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے اُسے جو مانے اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام) (اور پچھلے دن کو)، اس لیے کہ ایمان والے ہی ایسی نصیحتیں قبول کر سکتے ہیں۔ (اور جو ڈرتا رہے اللہ تعالیٰ) (کو)، خوفِ الہی کے سبب سے منہیات کا مرتکب نہ ہو، تو حق تعالیٰ (پیدا کر دیتا ہے اُس کے لیے نکال)۔ یعنی وہ نجات پاتا ہے دنیا اور آخرت کے غم سے۔ یا۔ جب کوئی حرام پر ہیز کرتا ہے، تو حق تعالیٰ اُسے وجہِ حلال سے پہنچاتا ہے۔

وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

اور روزی دے اُسے جہاں سے سان و گمان نہ ہو، اور جو بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اُسے کافی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

بے شک اللہ پورا فرما دینے والا ہے اپنے کام کو۔ بے شک مقرر کر دیا اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ •

(اور روزی دے اُسے جہاں سے سان و گمان نہ ہو)۔

اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے عوف بن مالک کے بیٹے کو قید کیا، اُس کا باپ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بیٹا کافروں کی قید میں گرفتار ہو گیا، اور اُس کی ماں بہت بے صبری اور بے قراری کرتی ہے، اور اُس کے ساتھ فقر و فاقہ کی بھی نوبت آچکی ہے۔ جو چیز سدر متی ہو سکے اُس کی بھی قدرت نہیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، تُو تقویٰ اختیار کر اور صابر رہ، اور تُو اور اُس کی ماں اکثر کہا کرے 'لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ'۔ عوف نے اپنی عورت سمیت آنحضرت ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا۔ تھوڑی مدت میں عوف کا بیٹا مشرکوں کی قید سے چھوٹ گیا، اور اُن کی چار ہزار بکریاں ہنکاتے ہوئے صحیح سلامت مدینہ منورہ میں آیا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ حلال روزی پاتا ہے۔

(اور جو بھروسہ رکھے اللہ تعالیٰ پر، تو وہ اُسے کافی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ پورا

فرما دینے والا ہے اپنے کام کو)۔ یعنی خدا جس بات کا ارادہ فرما لیتا ہے اور اُس کی جو مراد ہوتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ (بے شک مقرر کر دیا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ)۔ اُس سے وہ چیز بڑھتی نہیں۔ فقیری ہو۔۔۔ یا۔۔۔ تو نگری دونوں ہی تقدیر الہی سے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اُسے مضبوط پکڑیں یعنی اس پر کار بند ہوں، تو ان سب کو کافی ہو۔ پھر آیہ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ پڑھی اور چند بار اس کا اعادہ فرمایا۔ اس آیت کی بنیاد تقویٰ اور توکل پر ہے۔ تقویٰ بوستانِ قرب کی خوشبو ہے اور رتبہ معیت سے خبر دیتا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا۔ اور توکل گلزارِ کفایت کی خوشبو ہے اور اس سے ریحانِ محبت کی خوشبو مہکتی ہے کہ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اور بے ان دو صفتوں کے طریق تحقیق میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جب طلاق دی ہوئی عورتوں کی عدت کا

حکم نازل ہوا کہ یَتْرِكَنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ جن عورتوں کے حیض نہیں ہوتا، اُن کی کیا عدت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَالَّتِي يَكُونُ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ رَكِبْتُمْ قَعْدًا نَهْنِ ثَلَاثَ

اور جو تمہاری عورتیں ناامید ہو چکیں حیض سے، اگر اب تک تم شک کر رہے تھے، تو اُن کی عدت تین

أَشْهُرٍ وَالَّتِي لَمْ يَحِضْ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ

مہینہ ہے۔ اور اُن کی بھی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ اور حمل والیاں، اُن کی مدت یہ ہے کہ جن لیں

حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝

اپنا حمل۔ اور جو ڈرے اللہ کو، وہ کر دے گا اُس کے لیے اُس کے کام میں آسانی۔

(اور جو تمہاری عورتیں ناامید ہو چکیں حیض سے، اگر اب تک تم شک کر رہے تھے) اُن کے

حکم میں یعنی ان کا حکم نہیں جانتے تھے، (تو) جان لو کہ (اُن کی عدت تین مہینہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں

ابھی حیض نہ آیا۔ اور حمل والیاں، اُن کی مدت یہ ہے کہ جن لیں اپنا حمل) خواہ وہ طلاق دی ہوئی ہوں

۔۔۔ یا۔۔۔ بیوہ ہو گئی ہوں۔ (اور جو ڈرے اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو اور اُس کا حکم مانے، تو

(وہ کر دے گا اُس کے کام میں آسانی)۔

ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ

یہ ہے اللہ کا حکم جس کو نازل فرمایا تمہاری طرف، اور جو ڈرے اللہ کو، وہ اُتار دے گا اُس سے اُس کے گناہ،

وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا ۝

اور بہت بڑا دے گا اُس کو ثواب۔

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ (کا حکم جس کو) لوح محفوظ سے (نازل فرمایا تمہاری طرف اور جو ڈرے

اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی عذاب الہی کو اور اس کے حکم کی تعمیل کرتا رہے، تو (وہ اُتار دے گا اس سے اس

کے گناہ اور بہت بڑا دے گا اس کو ثواب)، یعنی اس کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ مطلقہ عورتوں

کے تعلق سے حکم الہی یہ ہے کہ طلاق دی ہوئی۔۔۔

اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ دُجْرِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا

عورتوں کو عدت میں رکھو جہاں خود رہنے لگے اپنی حیثیت بھر، اور نہ نقصان پہنچاؤ انہیں کہ تنگی ڈال دو

عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلٌ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ

اُن پر۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں، تو بھی نان نفقہ دو انہیں، یہاں تک کہ جن لیں

حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَالْوُحُنَ أَجُورَهُنَّ وَأَتِمُّوا بَيْنَكُمْ

اپنا مل۔ پھر اگر دودھ پلائیں تمہارے بھلے کو، تو دیتے رہو انہیں اُن کی اجرتوں کو۔ اور مشورہ کیا کرو آپس میں

بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمَ فَمِنْكُمْ فَالْأُخْرَى ۝۶

خوبی کے ساتھ۔ اور اگر دشوار جانا تم نے، تو قریب ہے کہ دودھ پلا دے گی اُسے کوئی دوسری •

(عورتوں کو عدت میں رکھو جہاں خود رہنے لگے اپنی حیثیت بھر)، یعنی اپنی طاقت و سکت کے

مطابق اُن کے رہنے کی جگہ مقرر کر دو۔ (اور نہ نقصان پہنچاؤ انہیں) گھر اور خرچ کی طرف سے، (کہ

تنگی ڈال دو اُن پر) اس خیال سے کہ وہ تنگ آ کر گھر سے نکل جائیں۔ (اور اگر وہ حاملہ ہوں، تو بھی

نان نفقہ دو انہیں یہاں تک کہ جن لیں اپنا حمل) علاقہ نکاح منقطع ہو جانے کے بعد۔ (پھر اگر دودھ

پلائیں تمہارے بھلے کو) تمہارے بچے کو، (تو دیتے رہو انہیں اُن کی اجرتوں کو) دودھ پلانے پر۔

(اور مشورہ کیا کرو آپس میں خوبی کے ساتھ) فرزند کے دودھ پلانے اور اُس کی اجرت کے باب

میں۔ (اور اگر دشوار جانا تم نے) یعنی شوہر اجرت دینے پر راضی نہ ہو اور بیوی دودھ پلانا نہ چاہے

۔۔۔ یا۔۔۔ کسی وجہ سے پلانا نہ سکے، (تو قریب ہے کہ دودھ پلا دے گی اُسے کوئی دوسری)۔ ایسی صورت

میں اپنے بچے کے لیے انا کا انتظام کر لو اور ماں پر جبر اور زبردستی نہ کرو۔ چاہیے کہ۔۔۔

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا

نفقہ دیا کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق۔ اور جس پر تنگ ہے اُس کی روزی، تو وہ نفقہ دیا کرے اُس سے جو دیا ہے

اَللّٰهُ اَللّٰهُ لَا يَكْفِ اَللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اَللّٰهُ سَيَجْعَلُ اَللّٰهُ

اُسے اللہ نے۔ نہیں بار رکھتا اللہ کسی پر مگر جو دے رکھا ہے اُسے۔ قریب ہے کہ کر دے گا اللہ

بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝۷

دشواری کے بعد آسانی •

(نفقہ دیا کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق)۔ یعنی اپنی مطلقہ عورت کو خرچ دیا کرے اپنی حیثیت کے مطابق۔ (اور جس پر تنگ ہے اُس کی روزی) یعنی وہ شخص فقیر اور تنگ دست ہو، (تو وہ نفقہ دیا کرے اُس سے جو دیا ہے اُسے اللہ) تعالیٰ (نے) یعنی اپنی طاقت کے موافق طلاق دی ہوئی عورت کو خرچ دے۔ (نہیں بار رکھتا اللہ) تعالیٰ (کسی پر مگر جو دے رکھا ہے اُسے)۔ یعنی حق تعالیٰ اُس چیز کی تکلیف بندوں کو نہیں دیتا جس کی طاقت اُن کو نہ ہو۔ (قریب ہے کہ کر دے گا اللہ) تعالیٰ (دشواری کے بعد آسانی)، یعنی تنگ دستی کے بعد فراخ دستی۔

وَكَايْنُ قِنْ قَرْيَةٍ عَنَّتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا

اور کتنی آبادیاں تھیں کہ سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُس کے رسولوں سے، تو ہم نے حساب لیا اُن کا،

حَسَابًا شَدِيدًا وَعَدَّ بِهَا عَذَابًا ثَمَرًا ۝

سخت حساب۔ اور عذاب دیا اُنہیں، ناکوار عذاب۔

اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان کیے تھے اور اس آیت میں بتایا ہے

کہ اللہ کے احکام نہ ماننے سے دُنیا اور آخرت میں عذاب ہوتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے کہ (کتنی آبادیاں تھیں کہ) اُن میں رہنے والوں نے نادانی اور عناد کے رُؤ

سے (سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُس کے رسولوں) کی بات (سے، تو ہم نے حساب لیا اُن کا،

سخت حساب)۔ دُنیا میں اُن پر سختیاں ہوئیں اور اُن کے چھوٹے بڑے گناہوں کی انہیں سزا ملی، مثلاً:

کبھی قحط میں مبتلا ہوئے اور کبھی امراض اور درد وغیرہ میں گرفتار ہوئے، اور کبھی اُن کے سر تلواروں سے

قلم کیے گئے اور کبھی اُن پر اُن کے دشمنوں کو مسلط کیا گیا، اور دیگر بلیات اور آفات ان پر نازل ہوئیں

کہ جن سے ان کا نام و نشان تک نہیں رہا۔

یہ اس لیے ہوا تا کہ آنے والی تسلیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے جب ایسی بلائیں نازل ہوتی ہیں تو مجرم کے لیے کوڑے کا کام کر جاتی ہیں جن سے

اُسے عبرت نصیب ہوتی ہے۔ اگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتا، تو اُس سے بڑھ کر اور

عذاب نازل ہوتا ہے جس سے اُس کی جڑ کٹ جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کا نام و نشان بھی ختم

کر دیا جاتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسوں کا ہم نے سختی سے حساب لیا۔۔۔

(اور عذاب دیا انہیں ناگوار عذاب) جسے سن کر طبائع گھبر جائیں اور ایسی سخت تکلیف کہ جیسی مجرم نے دیکھی نہ سنی، اور نہ ہی اُسے اس قسم کی توقع تھی۔ اگر مجرم کو اس قسم کا عذاب بتایا جاتا تو تصدیق کو تیار نہ تھا، لیکن اب اس میں مبتلا ہے۔

ذہن نشین رہے کہ قہر غیر متوقع سے زیادہ سے زیادہ درد محسوس ہوتا ہے، جیسے غیر متوقع لطف میں بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے جلدی کا عذاب مراد ہے کہ جب آیا تو مجرموں کی جڑ کٹ گئی، جیسے طوفان میں غرق ہونا اور دریا میں ڈوب کر مرنا، آگ میں جل جانا، تیز آندھی، سخت سے سخت چیخیں۔ ٹکڑا کا معنی وہ سخت امر جس کا عرفان نہ ہو۔ الا انکار عرفان کی نقیض ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ جب انہوں نے سرکشی کی۔۔۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللَّهُ

تو چکھا اپنے کام کے وبال کو، اور اُن کے کام کا انجام ہوا خسارہ میں • تیار کر چکا ہے اللہ

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا ۝

اُن کے لیے سخت عذاب۔ تو ڈرا کرو اللہ کو اے عقل والو!۔۔۔ جو ایمان لا چکے۔۔۔

فَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝

بے شک نازل فرمایا اللہ نے تمہاری طرف یادگار •

(تو چکھا اپنے کام کے وبال کو) اور اُس کے نقصان کو۔ (اور اُن کے کام کا انجام ہوا خسارہ

میں)۔ اور اس سے بڑھ کر اور بدتر کون خسارہ ہے کہ جنت اور دیدار الہی سے محروم ہوں گے، اور قید

خانہ دوزخ اور عذاب دردناک میں مبتلا ہوں گے۔ (تیار کر چکا ہے اللہ) تعالیٰ (ان) مشرکین (کے

لیے سخت عذاب) دونوں جہان میں۔ (تو ڈرا کرو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو (اے عقل

والو۔۔۔ جو ایمان لا چکے۔۔۔ بے شک نازل فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے تمہاری طرف یادگار) یعنی نصیحت

۔۔۔ یا۔۔۔ شرف کہ قرآن شریف ہے اور بھیجا تمہارے پاس۔۔۔

رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا

وہ رسول جو تلاوت فرمائے تم پر اللہ کی روشن آیتیں، کہ نکال باہر کرے انہیں جو مان گئے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ

اور نیکیاں کیں، اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ اور جو مان جائے اللہ کو اور کرے

صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

لیاقت مندی، داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں بہتی رہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝

بے شک خوب کر دی اللہ نے اُس کی روزی •

(وہ رسول جو تلاوت فرمائے تم پر اللہ) تعالیٰ (کی روشن آیتیں) قرآن کی کہ خدا کا کلام ہے۔

قرآن کو حق تعالیٰ نے شرف فرمایا، اس واسطے کہ دنیا میں شرف اور عقبیٰ میں بزرگی قرآن

پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ذکر قرآن ہے اور رسول

یعنی خدا کے فرستادہ جبرائیل امین ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ رسول بدل ہے ذکر سے اور

ذکر وہی رسول ہے یعنی ذاکر اور نصیحت کرنے والا۔ اور بہت صحیح اور مشہور بات یہ ہے کہ ذکر

پر کلام تمام ہوا، اور رسول منصوب ہے مجذوف کے سبب سے۔ تقدیر کلام یہ ہے، کہ۔۔۔

متابعت کرو رسول کی جو قرآنی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ تا (کہ نکال باہر کرے انہیں جو

مان گئے اور نیکیاں کیں اندھیروں سے روشنی کی طرف)۔ یعنی تاکہ نکالے خدا۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن۔۔۔ یا۔۔۔

رسول اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام انجام دیئے۔

(اور جو مان جائے اللہ) تعالیٰ (کو اور کرے لیاقت مندی)۔ یعنی ایسے کام انجام دے جو

ریاء، بناوٹ اور غرض سے پاک و صاف ہوں، (داخل فرمائے گا) حق تعالیٰ (اسے) ایسے (باغوں

میں بہتی رہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں)

بے زوال اور بے انتقال۔ (بے شک خوب کر دی ہے اللہ) تعالیٰ (نے) بہشت میں (اس) مؤمن

(کی روزی) اور وہ بھی کیا خوب روزی۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ

اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو، اور زمینیں اُسی قدر۔ اُترتا رہتا ہے

الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

عالم اُن کے درمیان، تاکہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔۔

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

اور بے شک اللہ نے گھیر لیا ہر ایک کو علم میں •

(اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو) ایک پر ایک۔ (اور) پیدا کیں (زمینیں اسی قدر) سات عدد۔ یا۔ اسی کی طرح ایک کے نیچے ایک۔ (اتر تار ہتا ہے حکم) الہی اور اُس کی قضا و قدر (اُن کے درمیان)۔ یعنی اُس کا حکم آسمان و زمین میں سب جگہ جاری ہے (تاکہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ) (ہر چاہے پر قدرت والا ہے) جو چاہے پیدا کرے۔ (اور) اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم سب پر جاری کیا ہے تاکہ تمہیں علم ہو جائے، کہ (بے شک اللہ تعالیٰ) (نے گھیر لیا ہر ایک کو علم میں) یعنی علم کی رُو سے، یعنی اُس کا علم اور اُس کی قدرت سب چیزوں کو گھیرے ہے۔ 'موجوداتِ عینی' اور 'موجوداتِ غیبی' میں سے کوئی اُس کے علم اور قدرت سے خالی نہیں ہے۔

اختتام سورہ الطلاق -- ﴿ ۲۴ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ اگست ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴿ ۱۴ ﴾

-- ﴿ ۲۴ ﴾ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ اگست ۲۰۱۲ء -- بروز سہ شنبہ ﴿ ۱۴ ﴾ --



آیات ۱۲۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ التَّحْرِيمِ



سورۃ التحريم۔۔ ۶۶ آیہ ۱۰

نقل ہے کہ رسول مقبول ﷺ شہد کے شربت کو دوست رکھتے تھے۔ ایک وقت میں حضرت زینب بنت جحش کے پاس کسی قدر شہد تھا، جب آنحضرت ﷺ اُن کے گھر رونق افروز ہوتے، تو حضرت زینب شربت بنا تیں اور آپ ﷺ کو اس سبب سے اُن کے گھر زیادہ توقف ہوتا۔ یہ بات اپنی غیرت طبع کی وجہ سے بعض ازواج طاہرات کو گراں گزری۔ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس بات پر اتفاق کیا اور یہ امر ٹھہرا لیا کہ جب حضرت ﷺ وہاں سے شربت پی کر تشریف لائیں، تو ہم میں سے ہر ایک کہے کہ آپ کے دھن مبارک سے 'مغافیر' کی بو آتی ہے۔ اور 'مغفور' ایک درخت کا گوند ہے اُس میں بُری بو آتی ہے، اور حضرت اچھی بو کو دوست رکھتے تھے اور بُری بو سے

احتراز فرماتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی درخت کے گوند کا رس چوسنے کے بعد شہد کی مکھیوں سے جو شہد نکلتا تھا اُس میں اُس کی زیادہ نہ محسوس ہونے والی ہلکی بو آ جاتی ہو، تو گمان کیا جاسکتا تھا کہ نبی کریم ﷺ اگر یہ سن لیں گے کہ اُس کی بو دوسرے بھی محسوس کر رہے ہیں، تو اپنے کمالِ لطافت کی وجہ سے اُس کو ترک فرمادیں گے۔ اور پھر اسی شربت پینے کے خیال سے آپ حضرت زینب کے پاس زیادہ ٹھہر جاتے تھے وہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

میں نے یہ وضاحت اس لیے کر دی ہے تاکہ ازواجِ مطہرات پر دیدہ و دانستہ کذب بیانی کا الزام نہ لگایا جاسکے۔

۔۔۔ المختصر۔۔۔ حضرت ایک دن شہد کا شربت پی کر جس جس بی بی کے پاس آپ تشریف لائے، ہر ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ میں 'مغفور' کی بو آتی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے تو 'مغفور' نہیں کھایا، مگر زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے۔ بیبیاں بولیں کہ شہد کی مکھیوں نے اُس درخت کی کٹی چوسی ہوگی۔

جب یہ صورت مکرر واقع ہوئی، تو حضرت نے فرمایا:

حَرَّمْتُ الْعَسَلَ عَلَى نَفْسِي فَوَاللَّهِ لَا أَكُلُهُ أَبَدًا

یعنی میں نے حرام کر لیا شہد اپنی ذات پر۔ پس قسم اللہ کی نہ کھاؤں گا میں اُسے کبھی۔

اور یہ قسم آپ نے اس لیے کھائی کہ دوبارہ کوئی آپ کو شہد نہ کھلائے پلائے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ شانِ نزول کے تعلق سے یہ روایت بھی مشہور ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے، وہ آپ کی اجازت سے اپنے والد ماجد کو دیکھنے گئی تھیں۔ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو طلب فرما کر اپنی خدمت سے سرفراز کیا۔ حضرت حفصہ اس بات پر مطلع ہوئیں اور رنج ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے حفصہ تو راضی نہیں ہے کہ میں اُسے اپنے اوپر حرام کر لوں۔ حضرت حفصہ نے عرض کی میں راضی ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات تمہارے پاس امانت ہے تمہیں چاہیے کہ کسی سے نہ کہو، انہوں نے قبول کیا۔ جیسے ہی حضرت اُن کے گھر سے باہر آئے وہ فرط مسرت میں غرق ہو گئیں اور اپنی مسرت میں شریک کرنے کے خیال سے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بات کہہ دی اور اُن کو مبارک باد دی کہ قبطیہ کی باری سے ہم نے نجات پائی۔ جب

حضرت علیؓ حضرت بی بی عائشہ کے گھر تشریف لے گئے، تو انہوں نے رمز و کنایہ میں یہ حکایت کہی اور یہ سورت نازل ہوئی۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اس سورت میں اُن احکام کا بیان ہے جو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں، تاکہ وہ دوسری مسلم خواتین کے لیے نمونہ ہوں۔ اس سورہ کا نام 'تحریم' اسی کی آیت کے کلمہ **لِمَ تَحْرِمُ** سے ماخوذ ہے۔ ایسی مبارک، معنی خیز، اور ہدایت آموز سورہ پاک کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ

اے آنحضرت! کیوں پرہیز کرتی اُس سے کہ حلال فرما دیا جسے اللہ نے تمہاری خاطر۔ تم چاہتے ہو اپنی بیبیوں کی خوشی۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ①

اور اللہ غفور رحیم ہے •

(اے آنحضرت!) نبی مکرم ﷺ (کیوں پرہیز کرتی اُس سے کہ حلال فرما دیا جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری خاطر)۔ تمہیں ملک یمین۔۔۔ یا۔۔۔ غسل سے پرہیز واجب کتاب کی ضرورت نہیں، اور وہ بھی اس لیے کہ (تم چاہتے ہو اپنی بیبیوں کی خوشی)۔ اے محبوب! یہ تمہارا مقام نہیں ہے کہ تم اپنی ازواج پر راضی کرو۔ بلکہ اُن ازواج کو یہ چاہیے کہ وہ تمہاری رضا کو تلاش کریں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے تمہارے قسم کھانے کو، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے کہ اُس نے قسم کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔۔۔ اور۔۔۔

قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ②

بے شک مقرر فرما دیا اللہ نے تمہاری خاطر کو تم سب مسلمانوں کی قسموں کا کفارہ، اور اللہ تم لوگوں کا مولیٰ ہے۔ اور وہی علم والا حکمت والا ہے •

(بے شک مقرر فرما دیا اللہ) تعالیٰ (نے تمہاری خاطر کو تم سب مسلمانوں کی قسموں کا کفارہ)

تو جو کچھ قسم کے سبب سے باندھتے ہو اُسے کفارہ سے کھول سکتے ہو۔۔۔ اور قسم کے کفارہ کا بیان سورہ مائدہ میں آچکا ہے۔۔۔ (اور اللہ تعالیٰ) (تم لوگوں کا مولیٰ ہے)، یعنی تمہارا دوست ہے اور تمہارے کاموں کا متولی ہے۔ وہی کرتا ہے جس میں تمہارے کام کی درستی ہو۔ (اور وہی علم والا) ہے اور جانتا ہے بندوں کی مصلحتیں۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی پکا کام کرنے والا ہر چیز میں جو کہ بندوں کی نسبت کہتا ہے یا کرتا ہے۔

وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ

اور جبکہ پوشیدہ کی آنحضرت نے اپنی ایک بی بی سے بات۔ پھر جب کہہ ڈالا ان بی بی نے اُس کو، اور ظاہر فرما دیا اُسے اللہ نے

عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ

آنحضرت پر، تو انہوں نے جتا دیا کچھ اور چشم پوشی کی کچھ سے۔ تو جب بتایا آنحضرت نے اُن بی بی کو، انہوں نے پوچھا

مَنْ أَتْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝

کہ ”کس نے خبر دی آپ کو اُس کی؟“ جواب دیا کہ ”خبر دی مجھے اللہ علم والے بتانے والے نے۔“

(اور) یاد کرو اے ایمان والو! (جبکہ پوشیدہ کی آنحضرت نے اپنی ایک بی بی سے بات) یعنی

ام المؤمنین حضرت حفصہ سے راز دارانہ طور پر فرمایا، کہ بی بی ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا ہے یعنی اُن سے پرہیز کرنا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ شہد پینے سے اجتناب کرنا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ حضرات فحشین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خلافت کا ذکر۔

یہ باتیں آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ طور پر فرمائی تھیں اور انہوں

نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر کر دیا۔

(پھر جب کہہ ڈالا ان بی بی نے اُس کو اور ظاہر فرما دیا اُسے اللہ تعالیٰ) (نے آنحضرت پر)،

یعنی اس افشائے راز کی خبر دے دی، (تو انہوں نے) حضرت بی بی حفصہ کو (جتا دیا کچھ)۔ یعنی میں نے تم سے جو فلاں فلاں بات کہی تھی اور تم نے ان میں سے اس قدر بات ظاہر کر دی یعنی بی بی ماریہ قبطیہ کو حرام کر لینا، (اور چشم پوشی کی کچھ سے)۔

مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کرم کی راہ سے سب باتیں نہیں جتائیں، حالانکہ

حضرت بی بی حفصہ نے رسول مقبول کی سب پوشیدہ باتیں کہہ دی تھیں، تو آپ وہ سب

باتیں حضرت حفصہ کے سامنے منہ پر نہیں لائے۔

(تو جب بتایا آنحضرت نے ان بی بی کو) اس بات سے جس کی اطلاع خدا نے آپ کو دی تھی، تو (انہوں نے پوچھا کہ کس نے خبر دی آپ کو اس کی؟) کہ میں نے آپ کا راز فاش کر دیا۔ چونکہ یہ راز کی بات انہوں نے حضرت عائشہ سے کی تھی اور یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ وہ کسی کو نہ بتائیں، تو انہیں خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہ ہماری تاکید کا خیال نہ کر سکیں اور آنحضرت ﷺ سے اُسے کہہ دیا۔ اسی لیے آنحضرت سے پوچھ لیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی۔ آپ ﷺ نے۔۔۔

(جواب دیا کہ خبر دی مجھے اللہ) تعالیٰ (علم والے) نے جو جاننے والا ہے دل کی چھپی باتیں، اور (بتانے والے نے) جو پوشیدہ باتوں کو جس کو چاہتا ہے اُس کو بتا دیتا ہے۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ

بے شک تم دونوں پییاں توبہ کر ڈالو اللہ کی طرف، کہ تمہارے دل ہٹ گئے ہیں، اور اگر چھائی رہوگی اُس پر، تو بے شک اللہ ہی

هُوَ مَوْلَاكُمْ وَجَبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝۴

آنحضرت کا مولیٰ ہے، اور جبرائیل، اور لائق مسلمان۔ اور پھر فرشتے اُن کی پشت پر حاضر ہیں۔

(بے شک تم دونوں پییاں) اے حفصہ! اور اے عائشہ! (توبہ کر ڈالو اللہ) تعالیٰ (کی طرف)

اور آنحضرت کا دل ستانے میں باہم پشت پناہ نہ ہو، تو تمہارے واسطے بہتر ہوگا۔ یہ ہدایت اس لیے ہے (کہ تمہارے دل ہٹ گئے ہیں) صواب سے کہ رسول کے بھید کی محافظت نہیں کرتیں۔۔۔ یا۔۔۔ رسول کی پسند کا خیال نہیں کرتیں، اور صرف اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے رسول کریم کی پسندیدہ چیز سے آپ کو پرہیز کرانے کی تدبیر میں لگی رہتی ہیں۔

(اور اگر چھائی رہوگی اس پر) یعنی رسول کریم کے دل کو ستانے پر ایک دوسرے کی مددگار و پشت پناہ رہوگی، (توبہ بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی آنحضرت کا مولیٰ ہے) یعنی یار و مددگار ہے اپنے پیغمبر کا۔ وہی آپ کو نصرت فرمائے گا (اور جبرائیل) اُن کے رفیق ہیں جو اُن کی مددگاری کریں گے۔ (اور لائق مسلمان) ان کے تابع اور معین ہیں۔

ان مؤمنوں سے سارے صحابہ مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور

حضرت فاروق اعظم مراد ہیں، جو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے والد ہیں اور آپ کے معاون ہیں، کہ آپ کی خوشی اپنی اولاد کی خوشی پر اختیار کریں گے۔ بقول حضرت مجاہد اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حقیقی مددگار ہے باقی سب اُسی کی مدد و نصرت کے مظاہر ہیں۔

(اور) اس کے باوجود کہ خدا، جبرائیل اور صحابہ آپ کے یار ہیں (پھر) مزید برآں (فرشتے) اُن کی پشت پر حاضر ہیں (یعنی آسمان و زمین کے سب فرشتے بھی آپ کی یاری اور خدمت گزاری کے لیے مستعد ہیں۔

اب آگے آپ کی بیبیوں کو خوف دلانے کی غرض سے ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

عَلَى رَأْيِكَ إِنْ طَلَقْتِ أَنْ يُبَدِّلَكَ أَوْ أَحْسَنَ مِنْكَ مُسْلِمٌ

قریب ہے کہ اُن کا رب، اگر طلاق دے دی آنحضرت نے تم کو، یہ کہ بدل دے اُن کی خاطر تم سے بہتر یہاں نیاز مند،

مُؤْمِنٌ قَنِيتٌ تَبِيَّتٌ عِبْدٌ سَبِيحٌ تَبِيَّتٌ وَابْكَارٌ

مان دان کرنے والیاں، فرمانبردار، توبہ والیاں، پجاریاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں •

(قریب ہے کہ اُن کا رب اگر بالفرض (طلاق دے دی آنحضرت نے تم کو، یہ کہ بدل دے اُن کی خاطر تم سے بہتر یہاں)۔

یہ قدرت سے خبر دینا ہے، اس امر کے واقع ہونے سے خبر دینا نہیں ہے۔ اس واسطے کہ خدا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ طلاق نہ دیں۔۔۔ نیز۔۔۔ جانتا تھا کہ آپ طلاق نہ دیں گے۔ پھر ان بیبیوں کی تعریف فرماتا ہے جو اس کی قدرت میں اپنے رسول کے واسطے بدل دینا تھیں، وہ کیسی ہوں گی؟۔۔۔

(نیاز مند) وحدانیت کا اقرار کرنے والیاں۔۔۔ یا۔۔۔ حکم الہی ماننے والیاں، (مان دان کرنے والیاں) تصدیق کرنے والیاں۔۔۔ یا۔۔۔ باور رکھنے والیاں۔۔۔ یا۔۔۔ اخلاص لانے والیاں، (فرمانبردار) نمازی، (توبہ والیاں) یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والیاں۔۔۔ یا۔۔۔ بارگاہِ خدا میں رجوع لانے والیاں، (پجاریاں) یعنی بندگی بجالانے والیاں۔۔۔ یا۔۔۔ زاری کرنے والیاں، (روزہ دار)۔۔۔ یا۔۔۔ ہجرت کرنے والیاں۔ (بیوہ) شوہر کو دیکھے ہوئیں (اور کنواریاں)۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ شوہر دیکھی ہوئی تو آسیہ فرعون کی جو رو ہے، اور کنواری حضرت مریم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں۔ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جنت میں اُن دونوں بیبیوں کو رسول مقبول ﷺ کی بی بی بنائے گا۔ اب آگے یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ امر بالمعروف ضروری ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ

اے ایمان والو! بچالو اپنی جانوں کو اور اپنے والوں کو اُس آگ سے، جس کا ایندھن انسان ہیں

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

اور پتھر۔ جس پر فرشتے ہیں سخت کرے۔ نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی، جو کچھ حکم دے دیا اُس نے،

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ⑤

اور کرتے رہتے ہیں جو بھی حکم دیے جاتے ہیں۔

(اے ایمان والو! بچالو اپنی جانوں کو) گناہ ترک کر کے، (اور اپنے والوں کو) یعنی اپنے لوگوں اور اپنی اولاد کو نصیحت کر کے، (اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان ہیں) یعنی کافر جن اور انسان (اور پتھر) یعنی گندھک کہ اُس کی گرمی تیز کرے گا۔۔۔ یا۔۔۔ پتھر کے بت جنہیں کافر پوجتے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ احبار و رہبان کے خزانے سونے چاندی کے جن کا اصل اور منشا پتھر ہے۔ (جس پر فرشتے ہیں سخت کرے) یعنی دوزخ پر متعین اور موکل فرشتے سخت کلام کرنے والے، سخت کام کرنے والے قوی، کہ دوزخیوں کو نہ ان سے لڑنے کی قوت اور نہ ان کے قبضے سے بھاگ جانے کی مجال اور طاقت ہوگی۔ وہ فرشتے (نہیں نافرمانی کرتے اللہ) تعالیٰ (کی، جو کچھ حکم دے دیا اُس نے) وہی کرتے ہیں اور خدا کی مخالفت نہیں کرتے۔ (اور کرتے رہتے ہیں جو بھی حکم دیے جاتے ہیں)۔

تبیان میں لکھا ہے کہ دوزخ کے فرشتوں کو کافروں کے عذاب کے سبب سے اتنی ہی لذت حاصل ہوگی، جتنی لذت جنتیوں کو جنت کی نعمتوں سے حاصل ہوگی۔ جب وہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے کنارے لائیں گے تو کافر عذر کرنا شروع کر دیں گے اور اخلاص کا داعیہ کریں گے، تو حق تعالیٰ فرمائے گا۔۔۔ یا۔۔۔ فرشتے کہیں گے۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اے کافرو! نہ تاویل گڑھو آج۔ تم بدلہ دیے جاتے ہو اسی کا جو کیا کرتے تھے۔

(اے کافرو! نہ تاویل گڑھو آج) کہ اب عذر قبول نہیں ہے اور عذر سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(تم بدلہ دیے جاتے ہو اسی کا جو کیا کرتے تھے) دنیا میں۔

دوزخ کی ہولناکی اور کافروں کے انجام کو ذکر کرنے کے بعد ایمان والوں کو متنبہ کیا

جار ہا ہے کہ۔۔۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی جانب کھری توبہ۔ قریب ہے کہ تمہارا رب اتار دے تم سے تمہارے گناہ،

سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ

اور داخل فرمائے تمہیں باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، جس دن کہ نہ رسوا کرے گا اللہ آنحضرت کو،

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ

اور جو ایمان لائے اُن کے ساتھ۔ اُن کا نور دوڑ رہا ہوگا اُن کے آگے، اور اُن کے داہنے۔ دُعا کریں گے

رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفُ رَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

کہ ”پروردگارا! پورا فرما دے ہمارے لیے ہمارے نور کو اور بخش دے ہمیں، بے شک تُو ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔“

(اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ) تعالیٰ (کی جانب، کھری توبہ)۔ کہ پھر گناہ کے پاس بھی نہ

جاؤ۔

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا کہ تَوْبَةً نَّصُوحًا یہ ہے کہ توبہ کرنے کے لئے گناہ کی طرف سے

پھرے، جیسے چھاتی سے لکڑا ہوا دودھ چھاتی میں ڈالیں یا چاند حضرت حسن بصریؒ نے

فرمایا تَوْبَةً نَّصُوحًا کے دو رنگ ہیں ایک تو نہ اُمت کو برا لگے ہوئے گناہ چھوڑ دینے پر

عزیمت آئندہ گناہ نہ کرنے پر۔

تو اے کھری توبہ کرنے والو! (قریب ہے کہ تمہارا رب اتار دے تم سے تمہارے گناہ)، یعنی

تمہارے گناہ مٹا دے معاف فرما کر۔ (اور داخل فرمائے تمہیں) اُن (باغوں میں، بہتی ہیں جن کے)

مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں)۔ جنتوں میں داخل ہونا کب ہوگا؟۔۔۔

(جس دن کہ نہ رسوا کرے گا اللہ) تعالیٰ (آنحضرت کو، اور) اُن کو (جو ایمان لاتے) ہیں (ان کے ساتھ)۔ یعنی اللہ تعالیٰ رسول کریم کی ذات پر عذاب و عتاب نہ کرے گا، اور گنہگاروں کے ب میں اُن کی شفاعت رَد نہ فرمائے گا، اور ایمان والوں کی بھی شفاعت اُن کے دوستوں کے باب میں قبول فرمائے گا۔ اور (اُن کا) وہ (نور) جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے (ووڑ رہا ہوگا اُن کے آگے اور اُن کے داہنے) جب صراط پر گزریں گے۔ اور اس وقت منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ (دُعا کریں گے) ایمان والے (کہ پروردگار! پورا فرما دے ہمارے لیے ہمارے نور کو)۔ جنی ہمارا نور باقی رکھتا کہ صراط سے صحیح سلامت ہم گزر جائیں۔ (اور بخش دے ہمیں) یعنی گناہوں کی تاریکی سے پاک کر دے۔ (بے شک تُو ہر چاہے پر قدرت والا ہے)۔ جو چاہے کرے۔ تو نور پورا کرنے اور مغفرت کرنے وغیرہ پر تُو قادر ہے۔

اسی سورہ مبارکہ کی آیت ۱۰ میں مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچائیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُن اسباب کو اپنانے سے بچائیں جو جہنم رسید کر دینے والے ہوں۔ انہیں اسباب میں سے ایک سبب بے دینوں کے ساتھ میل ملاپ اور محبت و واد کا تعلق رکھنا بھی ہے۔

دور حاضر میں لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بد مذہب سے سختی کو تشدد و تعصب اور ان سے نفرت و بغض کو ختمِ خلقی کا نام دیتے رہے ہیں۔ یہ وہ نہیں سوچتے کہ حضور سرور کونین ﷺ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ کرام علیہم السلام دلوں اور رقیق قلوب کے سردار اور امام ہیں۔ حق تعالیٰ جب انہیں بے دینوں سے سختی کے ساتھ پیش آنے کا حکم فرماتا ہے پھر ہم تم کس شمار میں ہیں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے آنحضرت! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے، اور سخت رہو اُن پر۔ اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وَمَا أُوْمَهُمْ جَهَنَّمُ وَيْسُ الْمَصِيرِ ①

اور کتنی بُری پھر نے کی جگہ ہے۔

(اے آنحضرت! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور سخت رہو اُن پر)، اس کا منشا یہ ہے

کہ دین میں شدت کو اختیار کیجیے۔ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُن کے خلاف تلواروں اور نیزوں اور

دیگر ہتھیاروں سے جہاد کیجیے، اور اپنے موقف کے ثبوت پر دلائل پیش کیجیے۔ اور انہیں اللہ کے دین کی دعوت دیجیے۔ اور جو منافقین حدود کا ارتکاب کرتے ہیں سو آپ اُن پر اللہ کے حدود قائم کیجیے۔

جب نبی ﷺ کو منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تو ضروری ہوا کہ ان کے خلاف جہاد ہو کہ کون منافق ہے۔ اور ایمان اور نفاق دل میں ہوتا ہے اور اس کا علم ظاہر نہیں ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

۔۔ المختصر۔۔ اے محبوب! ان کافروں اور منافقوں کے ساتھ آپ قلبی محبت نہ فرمائیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں جو دلی محبت کا تقاضہ ہوتا ہے کیونکہ یہ اُس کے لائق نہیں ہیں۔ (اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے)، اگر یہ کافر ایمان نہیں لاتے (اور) یہ منافق دین میں اخلاص نہیں برتتے۔ تو یہ جہنم (کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے)۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطَ كَانَتَا تَحْتَ

ضرب المثل فرمائی اللہ نے کافروں کے لیے، نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی، دونوں تھیں ماتحتی میں

عِبْدَيْنِ مِّنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَكَانَتْهُمَا قَوْمٌ يُّغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ

ہمارے دولیافت والے بندوں کے، تو دونوں نے دعا کی اُن سے، تو نہیں کارآمد بنے اُن کے لیے اللہ کے حضور

شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ۝

کچھ بھی، اور کہا گیا کہ ”تم دونوں چلی جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ“۔

(ضرب المثل فرمائی اللہ تعالیٰ (نے کافروں کے لیے) جو نہ ایمان لائے (نوح کی عورت

اور لوط کی عورت کی)۔ یہ (دونوں) عورتیں (تھیں ماتحتی میں ہمارے دولیافت والے بندوں کے، تو

دونوں نے دعا کی اُن سے) اور اُن پر ایمان نہ لائیں اور اُن کے دین کو قبول نہ کیا۔

بلکہ نوح علیہ السلام کی عورت و اہلہ قوم کے لوگوں سے کہتی تھی کہ وہ دیوانہ ہے اور لوط

علیہ السلام کی عورت و اہلہ قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر کرتی کہ قوم کے لوگ

ان مہمانوں کی آرزو اور خواہش بد فعلی کے واسطے کرتے، جیسا کہ ان کے قصے میں گزرا۔

(تو نہیں کارآمد بنے) یہ پیغمبر (ان کے لیے اللہ تعالیٰ (کے حضور کچھ بھی)۔

۔۔ چنانچہ۔۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عورت طوفان میں غرق ہو گئی، اور حضرت لوط علیہ السلام

کی عورت پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

یہ تو دنیا میں ہوا (اور) آخرت میں (کہا گیا)، یعنی یقیناً کہا جائے گا، (کہ تم دونوں چلی جاؤ گے) میں جانے والوں کے ساتھ۔

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ کافروں پر عذاب ہونا ہے اور ان میں اور پیغمبر میں جو نسبت ہے ان کے کفر کے موجود ہوتے ہوئے وہ نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

وَقَالَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ

اور ضرب المثل فرمائی اللہ نے مسلمانوں کے لیے فرعون کی عورت کی۔۔۔ جب کہ دعا کی اُس نے کہ ”پروردگارا!

لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ

بنامیرے لیے اپنے یہاں ایک گھر جنت میں، اور بچالے مجھے فرعون اور اُس کے کرتوت سے،

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝۱۱

اور بچالے مجھے ظالم لوگوں سے۔“

(اور) ایسے ہی (ضرب المثل فرمائی اللہ) تعالیٰ (نے مسلمانوں کے لیے فرعون کی عورت

کی) یعنی آسیہ بنت مزاحم کی، (جبکہ دعا کی اُس نے کہ پروردگارا! بنامیرے لیے اپنے یہاں ایک گھر جنت میں)۔ یعنی مقام قرب میں مجھے جگہ دے۔

روایت ہے کہ جب آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، تو فرعون کے حکم سے لوگوں نے چومینا کر کے انہیں دھوپ میں ڈال دیا، تو حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس کے گردا گرد اپنے پروں سے اس پر سایہ کر لیں اور فرعون کے حکم سے ایک پتھر لا کر ان کے سینے پر رکھ دیا، تو آسیہ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے جنت میں گھر دے۔۔۔

(اور بچالے مجھے فرعون) کے نفسِ خبیث (اور اُس کے کرتوت سے)، یعنی اس سختی اور عذاب

سے جو وہ مجھ پر کرتا ہے تیری توحید پر ایمان لانے کے سبب سے۔ (اور بچالے مجھے ظالم لوگوں سے) یعنی ظالموں کی قومِ قبطیوں اور فرعون کے ماننے والوں سے۔

حق تعالیٰ نے اُس بی بی کی دعا قبول فرمائی اور پردہ اُس کے سامنے سے ہٹا کر اور جنت میں اُس کا گھر اسے دکھا کر اُس کی روح قبض کی۔ جب اُن کی چھاتی پر پتھر رکھا تو اُن کی روح نکل چکی تھی۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ اُس بی بی کو حق تعالیٰ نے اُن کے جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا اور اب وہ جنت میں ہیں۔

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ ایمان ہونے کی بدولت کافروں سے ملے ہونے نے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچایا۔ جس طرح حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی عورتوں کو کفر کے سبب سے انبیاء سے ملے ہونے نے کچھ نفع نہیں دیا۔ اور یہ مثل حق تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کی بیبیوں اور سب ایمان والیوں کے واسطے بیان فرمائی۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا

اور مریم دختر عمران کی، جس نے پاکدامنی کی، تو پھونکا ہم نے اُس میں اپنی طرف سے روح،

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا مِنَ الْغَنِيِّ ۙ

اور تصدیق کی اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی، اور ہوئی فرمانبرداروں سے •

(اور مریم دختر عمران کی جس نے پاکدامنی کی) اور اپنا دامن حرام اور بُرے کام سے بچا رکھا، (تو پھونکا ہم نے اس) کے گریبان (میں اپنی طرف سے روح) جو ہم نے پیدا کی تھی۔ (اور تصدیق کی) مریم نے (اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی)، یعنی ان صحیفوں کی جو انجیل کے قبل نازل ہوئے تھے۔ یا۔۔ اُن وعدوں کی جو جبرائیل علیہ السلام نے خدا کی طرف سے اُن سے کیے کہ لَا هَبْ لَكَ عَلَمًا دَرَكِيَا۔ الخضر۔ تصدیق کی مریم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی سب کتابوں کی (اور ہوئی فرمانبرداروں سے)۔ یا۔۔ ہمیشہ عبادت کرنے والیوں سے۔

اس سے اشارہ ہے کہ حضرت مریم کی عبادت مردانِ کامل کی عبادت سے کم نہ تھی۔ حدیث میں ہے کہ مردوں میں سے تو بہت کمال کو پہنچے، لیکن عورتوں میں کمال تک پہنچنے والیوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کا ایک امتیازی مقام ہے۔

بحونہ تعالیٰ وبفضلہ سبحانہ، آج بتاریخ

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۶ اگست ۲۰۱۲ء

بروز پنجشنبہ کو ۲۸ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ دُعا گوہوں

رب کریم اپنے فضل و کرم سے باقی پاروں کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت

مرحمت فرمائے اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

أَمِينَ يَا مُجِيبَ السَّائِلِينَ بِحَقِّ طَهٍ وَنَسٍ، بِحَقِّ نَ وَصٍ، بِحَقِّ يَابُدُّوْخَ

وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بعونہ تعالیٰ و بفضلہ سبحانہ، آج بتاریخ

۷ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۶ اگست ۲۰۱۲ء

پرویز یکشنبہ، ۲۹ ویں پارہ اور سورہ ملک کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ دُعا گوہوں

کہ مولیٰ تعالیٰ اس کی اور پورے باقی قرآن کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت

اپنے فضل و کرم سے مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِينَ يَا مُجِيبَ السَّائِلِينَ بِحَقِّ طه وَيسَ، بِحَقِّ ن وَصَ، بِحَقِّ يَابُدُوخَ

وَبِحَرَمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم



آیات ۳۰۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ الْمُلِكِ



سورہ الملک۔۔ ۶۷ مکیہ ۷۷

اس سورہ کا نام 'الملک' اسی سورہ کی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کے اور بھی نام ہیں۔ اس سورہ کو 'الواقیہ' اور 'المنجیہ' بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ عذابِ قبر سے بچاتی ہے اور نجات دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سورت کا نام 'المجادلہ' رکھتے تھے کیونکہ یہ سورت قبر میں میت کی طرف سے بحث اور جدال کرتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایک سورت ہے جس میں تین آیتیں ہیں، وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی یہاں تک کہ اُس کو جنت میں داخل کر دے گی، اور وہ 'سورہ تبارک' ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم کا ارشاد ہے، قرآن کی ایک سورہ میں تین آیتیں ہیں وہ جس کی شفاعت کریں گی اُسے بخش دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'سورہ تبارک' اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اُس کو جنت میں داخل کر دے گی۔ یہی سبب ہے کہ مہاجرین و انصار اس سورت کو خاص طور پر سیکھتے تھے اور پڑھا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ شخص نقصان زدہ ہے جس نے اس سورت، یعنی 'سورہ ملک' کو نہیں سیکھا۔ ایسی نجات دہندہ شفاعت فرمانے والی سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمَلِكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي

بڑی برکت والا ہے وہ، جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے، اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے • جس نے

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝

پیدا فرمایا موت اور زندگی کو تاکہ جانچے تمہیں کہ کون کام میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہی عزت والا مغفرت والا ہے •

(بڑی برکت والا) اور بزرگ و برتر اور ہمیشہ کو ثابت رہنے والا (ہے وہ، جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے)۔ یعنی جس کے دست قدرت میں ساری بادشاہی ہے اور امور ملک میں تصرف کرنا ہے، یعنی جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ (اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے)۔ جو چاہا کیا، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو چاہے گا کرے گا۔ (جس نے پیدا فرمایا) دنیا میں آدمیوں کی (موت اور) آخرت میں اُن کی (زندگی کو)۔

اور ایک قول کے مطابق موت و زندگی سے دنیا اور آخرت مراد ہے، یعنی دنیا اور آخرت کو پیدا کیا۔

(تاکہ جانچے تمہیں) یعنی تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والوں کا معاملہ کرے، تاکہ ظاہر ہو جائے (کہ) تکلیف کا گھر یعنی دنیا میں تم میں سے (کون کام میں زیادہ اچھا ہے) اور عمل کی جہت سے زیادہ نیک ہے، یعنی کس کا اخلاص بڑھا ہوا ہے۔ (اور وہی عزت والا) ہے کہ اپنی بادشاہت میں ڈرنے والوں کو شرمندہ نہیں کرتا۔ اور (مغفرت) فرمانے (والا ہے) اُن کی خطاؤں کا۔ وہ خدا۔۔۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوتٍ ۚ

جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو نیچے اوپر۔ نہ دیکھو گے اللہ مہربان کے بنانے میں کوئی چوک۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُتُورٍ ۝

تو پھر دیکھو نگاہ کو، کہ کیا دیکھ پاتے ہو تم کوئی رخسہ؟

(جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو نیچے اوپر)، یعنی طبقہ طبقہ ایک پر ایک۔
معالم میں ہے کہ آسمان دُنیا ایک موج مضبوط ہوگئی ہے۔ دوسرا آسمان سفید مرم کا ہے۔
تیسرا لوہا۔ چوتھا سیسا، اور بعض کے نزدیک تانبا۔ پانچواں چاندی۔ چھٹا سونا۔ ساتواں
یا قوت سرخ۔

(نہ دیکھو گے اللہ تعالیٰ) (مہربان کے بنانے میں کوئی چوک) کچھ خلل اور اختلاف اور تناقض
ورعیب اور کجی۔ (تو پھیر دیکھو نگاہ کو)، یعنی آسمان کی طرف نگاہ پھاڑ کے دیکھو تا کہ اُس میں تم غور و فکر
کر سکو، (کہ کیا دیکھ پاتے ہو تم کوئی رخسہ) یعنی کوئی دراڑ۔ یا۔ نقصان؟۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝

پھر دوبارہ نگاہ کرو، لوٹ پڑے گی تمہاری طرف ناکام اس حال میں کہ تھکی ماندی ہے۔
(پھر دوبارہ نگاہ کرو) اور بار بار دیکھو اور بتاؤ کہ کیا تمہیں کوئی کمی نظر آرہی ہے؟۔ المختصر۔
مگر ایک بار دیکھنے سے معلوم نہ ہو، تو بار بار دیکھو جس کا انجام کار یہی ہونے والا ہے کہ (لوٹ پڑے
گی تمہاری طرف ناکام) ہو کر تمہاری آنکھ (اس حال میں کہ تھکی ماندی ہے)۔ چنانچہ۔ وہ عیب نہ پاسکے
گی اور آسمان کی طرف دیکھنے سے تھک جائے گی۔ یا۔ وہ پشیمان ہوگی بہت نگاہ پھیرنے سے کہ ہر
چند دیکھتی ہے مگر اُس میں کوئی عیب نہیں پاتی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَا مَازِجُومًا لِلشَّيَاطِينِ

اور یقیناً بلاشبہ سنوارا ہم نے نزدیک والے آسمان کو چراغوں سے، اور کر دیا ہم نے اُسے شیطانوں کے لیے مار،

وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝

اور تیار کر رکھا ہے ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب۔

(اور یقیناً بلاشبہ سنوارا ہم نے نزدیک والے آسمان کو)، یعنی اُس آسمان کو جو زمین سے بہت
نزدیک ہے۔ زمین سے دیکھنے والوں کو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ اور آرائش دی ہم نے اُس کو (چراغوں
سے) یعنی ستاروں سے، کہ راتوں کو چراغوں کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ (اور کر دیا ہم نے اُسے
شیطانوں کے لیے مار)۔ اُن شیطانوں کے لیے جو چھپے چوری باتیں سننے کو آسمان کا قصد کرتے ہیں۔

(اور تیار کر رکھا ہے ہم نے اُن کے لیے) دُنیا میں آگ کے تیروں سے جلنے کے بعد آخرت میں (بھڑکتی آگ کا عذاب)۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَيَبَسُّ الْمَصِيرُ ۝ اِذَا الْقَوَارِعُ فِيهَا

اور اُن کے لیے جنہوں نے انکار کر دیا اپنے رب کا، جہنم کا عذاب ہے۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔ جب ڈالے گئے اُس میں

سَمِعُوا لَهَا شَهيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝

تو سنا اُس کی گدھے کی چیخ، اور وہ جوش مار رہی ہے۔

(اور اُن کے لیے) بھی (جنہوں نے انکار کر دیا اپنے رب کا) اور کافر ہو گئے شیطان وغیرہ (جہنم کا عذاب ہے۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے) یہ دوزخ۔ (جب ڈالے گئے اُس میں تو سنا اُس کی گدھے کی چیخ)۔ یعنی گدھے ایسی آواز جو بہت بُری اور مکروہ آواز ہے۔۔۔ الخضر۔۔۔ جب کافروں کو دوزخ میں ڈالیں گے تو دوزخ شور اور فریاد کرے گی، (اور) کفار دیکھیں گے کہ (وہ جوش مار رہی ہے) اور وہ اُن کو اپنے اندر لے لے گی جیسے گوشت جوش کھائی ہوئی دیگ میں۔ اُس کے جوش کا علم یہ ہے۔۔۔۔۔

تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أَلْقَى فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ

کہ پھٹا چاہتی ہے غصہ سے۔ جب جب ڈالی گئی اُس میں کوئی جمیعت، پوچھا انہیں اُس کے داروغوں نے

کہ ”کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا؟“

(کہ) کافروں پر (پھٹا چاہتی ہے غصہ سے)، ایسا کہ قریب ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے (جب جب ڈالی گئی اُس میں کوئی جمیعت) یعنی مشرکوں۔۔۔ یا۔۔۔ فاسقوں۔۔۔ یا۔۔۔ ظالموں کا کوئی گروہ، جو گناہ اُن کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہوگا اُس کے تعلق سے (پوچھا انہیں اُس کے داروغوں نے) ملامت کے رُوسے، (کہ) اے مشرک! اے گنہ گارو! اے ظالمو! (کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا؟) یعنی کیا کوئی پیغمبر تمہاری طرف مبعوث نہیں ہوا جو تم کو خدا کی طرف بلاتا اور اُس کے عذاب سے ڈراتا، اور اس فضیحت سے تم کو بچاتا؟ اُس کے جواب میں۔۔۔۔۔

قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَ كَانْدِيْرَةٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ

سب کو بولنا پڑا کہ ”کیوں نہیں، بے شک آئے تھے ہمارے پاس ڈرانے والے۔۔ تو ہم نے جھٹلایا، اور جواب دیا کہ نہیں اُتارا

اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝

اللہ نے کچھ تم بس کھلی گمراہ میں ہو۔

(سب کو بولنا پڑا کہ کیوں نہیں، بے شک آئے تھے ہمارے پاس ڈرانے والے۔۔ تو ہم نے جھٹلایا) اور پیغمبر کی تکذیب میں ہم نے زیادتی کی اور خدا کے اُن کو رسول کرنے اور اُن کے رسول ہونے کی ہم نے تکذیب کی۔ (اور) ہم نے اُن پیغمبروں کو اُن کی دعوت کا یہ (جواب دیا کہ نہیں اُتارا اللہ) تعالیٰ (نے کچھ) جو جو تم کہتے ہو وعدہ، وعید، امر، نہی وغیرہ۔ اور ہم نے یہاں تک کہا کہ اے رسولو! (تم بس کھلی گمراہی میں ہو) کہ باوجود آدمی ہونے کے نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

اور بولے کہ ”اگر ہم سنتے یا سمجھتے، تو نہ رہتے جہنم والوں میں“۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ خطاب دوزخ کے فرشتوں کا ہے کافروں سے، یعنی دوزخ کے فرشتے اُن سے جواب میں کہیں گے کہ تم نہ تھے مگر بڑی گمراہی میں۔۔ یا۔۔ نہیں ہو تم اب مگر بڑے عذاب میں۔

(اور بولے کہ اگر ہم سنتے) پیغمبروں کی بات دُنیا میں اور اُن سے بحث نہ کرتے اور مطلوبوں اور معنوں کی تفتیش نہ کرتے، اس واسطے کہ اُن کے معجزات سے اُن کے سچے ہونے کی علامتیں اُن کے احوال سے ظاہر تھیں، (یا سمجھتے) ہم اُن کے کلام کے معنی اور فکر کرتے اُن کی حکمت کے نوروں میں، اس واسطے کہ اُن کے اقوال اور افعال ہم معائنہ کرتے تھے، (تو نہ رہتے) ہم (جہنم والوں میں)۔

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِّقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

تو اقرار کر لیا انہوں نے اپنے گناہوں کا۔ تو دُور ہوں جہنم والے۔ بے شک جو ڈریں اپنے رب کو

بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

بے دیکھے، اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب۔

(تو اقرار کر لیا انہوں نے اپنے گناہوں کا)۔ لیکن اُس وقت کا اقرار سودمند نہ ہوگا۔ (تو دُور ہوں) حق تعالیٰ کی رحمت سے (جہنم والے)۔ اور (بے شک) وہ لوگ (جو دُریں اپنے رب) کے عذاب (کو بے دیکھے) یعنی نزولِ عذاب سے پہلے۔۔۔ یا۔۔۔ پوشیدگی کے ساتھ، یعنی خوف کے آثارِ خلق سے چھپاتے ہیں اور تنہائیوں میں نالہ و فریاد کرتے ہیں روتے ہیں۔

۔۔۔ یا۔۔۔ 'غیب' سے مراد دِل ہے کہ خلق سے پوشیدہ ہے اور خدا پر ظاہر ہے، یعنی دِل میں ڈرتے رہتے ہیں۔

(اُن کے لیے مغفرت ہے) گناہوں کی (اور بڑا ثواب) ہے بہشت کی صورت میں۔ بعضوں نے کہا کہ وہ بڑا ثواب سختیوں اور مکروہات سے بے خوف ہونا ہے۔ یعنی ڈرنے والوں کو اُس چیز سے امان کی خوشخبری ہے جس سے ڈرتے ہیں۔ روایت ہے کہ کفارِ قریش شہواتِ عیش میں مسرور اور مغرور ہو کر رسولِ مقبول کی شان میں بے ادبانہ باتیں کہتے تھے، اور چونکہ قرآن اُترنے کے ذریعہ سے کئی مرتبہ اُن کی باتوں کا پردہ کھل گیا، تو باہم انہوں نے یہ تدبیر کی اور یہ رائے قرار دی کہ آپس میں محمد ﷺ کی باتیں آہستہ آہستہ کیا کریں، تاکہ اُن کا خدا نہ سنے اور اُن کو آگاہ نہ کرے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۳﴾

اور آہستہ کرو اپنی بات یا زور سے، بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو • کیا وہ نہ جانے

مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿۱۴﴾

جس نے پیدا فرمایا؟ اور وہی باریک بین خبردار ہے •

(اور آہستہ کرو اپنی بات یا زور سے)، دونوں باتیں اُس کے نزدیک یکساں ہیں۔ (بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو) قبل اس کے کہ وہ زبان پر آئے۔ تو جو دِل کی چھپی باتوں سے واقف ہے اُس پر کچھ پوشیدہ نہ ہوگا۔ وہ دِل کی بات زور سے کہیں۔۔۔ یا۔۔۔ آہستہ۔ (کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا فرمایا) دِل کو کہ اس میں کیا ہے؟ (اور وہی باریک بین خبردار ہے)۔ یعنی چیزوں کے باطن اور اُن کی حقیقتیں وہ جانتا ہے اور موجودات کے ظاہر اور حقائق سے وہ آگاہ ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا

وہی ہے جس نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو رام کہ چلو پھرو اس کے راستوں میں،

وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَابْتَغُوا الْبُيُوتَ ۝

اور کھاؤ اس کی روزی، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(وہی ہے جس نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو رام) یعنی نرم، تا (کہ) اس پر تم کو سیر کرنا اور چلنا آسان ہو، اور تم (چلو پھرو) آسانی (اس کے راستوں میں)، اور رزقِ حلال وغیرہ حاصل کرنے کے لیے ہر طرف تجارتی سفر کرتے رہو۔ (اور کھاؤ اس کی روزی) خدا کی دی ہوئی جو اس نے تمہارے واسطے مقرر و مقدر فرمادی ہے۔ (اور اسی کی طرف اٹھنا ہے) تو اس کی شکر گزاری کرو۔

أَمِنتُمْ مَن فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝

کیا نڈر ہو گئے تم آسمان والے سے کہ دھنسا دے تمہیں زمین میں، تو اس وقت وہ تھر تھراتی ہو۔

اے کافرو! (کیا نڈر ہو گئے تم آسمان والے سے)، یعنی حق تعالیٰ سے جو تمہارے زعم میں آسمان پر ہے۔۔۔ یا۔۔۔ مقرب فرشتے سے جو عذاب پر مقرر ہے کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تم بے خوف ہو گئے ہو اس بات سے، (کہ) حق تعالیٰ۔۔۔ یا۔۔۔ جبرائیل اس کے حکم سے (دھنسا دے تمہیں زمین میں، تو اس وقت) تمہارے دھنسنے کے بعد (وہ تھر تھراتی ہو) اور اضطراب کرتی ہوئی تم کو بہت نیچے ڈال دے۔

أَمِنتُمْ مَن فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ

یا نڈر ہو گئے تم آسمان والے سے کہ چھوڑ دے تم پر پتھروں کی بارش، تو اب جانو گے۔

كَيْفَ نَذِيرٌ ۝

کہ کیسا تھا میرا ڈرانا۔

(یا نڈر ہو گئے تم آسمان والے سے) جس میں اس کا عرش ہے۔۔۔ یا۔۔۔ جو تمہارے گمان میں آسمان پر ہے۔۔۔ یا۔۔۔ مقرب فرشتہ حضرت جبرائیل جو آسمان پر ہیں، تو کیا تم ان سے بے خوف ہو چکے ہو، (کہ) یہ حق تعالیٰ خود۔۔۔ یا۔۔۔ بواسطہ جبرائیل (چھوڑ دے تم پر پتھروں کی بارش) جیسے کہ قوم لوط پر پتھر برسائے تھے، (تو اب جانو گے کہ کیسا تھا میرا ڈرانا)۔ مگر اب اس جان لینے سے تمہارا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝

اور بے شک جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، تو کیسا ہوا میرا انکار کر دینا •

(اور بے شک جھٹلایا) اور تکذیب کی اپنے رسولوں کی انہوں نے (جو ان سے پہلے تھے)، یعنی اس زمانے کے کافروں سے پہلے تھے اگلی امتوں کے تکذیب کرنے والے اور اپنی تکذیب کی شامت سے ہلاک ہوئے، (تو کیسا ہوا میرا انکار کر دینا) یعنی میری سختی۔ یا۔۔۔ اُن پر میرا عذاب نازل کرنا۔

أَوَلَمْ يَدْرُوا إِلَى الطَّيْرِ قَوْمَهُمْ صَفِيَتْ وَيَقْبِضُنَّ ۚ مَا يَسْكُرُهُنَّ إِلَّا الرَّحْنُ ۚ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرند کو اپنے اوپر پر کھولے، اور سمیٹ بھی لیں۔۔۔ نہیں روکے ہے انہیں مگر اللہ مہربان۔

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَصِيزٌ ۝

بے شک وہ ہر ایک کا نگراں ہے •

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرند کو اپنے اوپر پر کھولے) صف کھینچے اور قطار باندھے، (اور) جو (سمیٹ بھی لیں) بازو پھیلانے کے بعد۔ (نہیں روکے ہے انہیں) اور نگاہ رکھے ہے اُن کو ہوا میں خلاف طبع۔۔۔ یا۔۔۔ بازو پھیلانے اور سمیٹنے کے وقت (مگر اللہ) تعالیٰ (مہربان)، کہ اُس نے ہر ایک قسم کی چڑیا کو ایک خاص شکل صورت ہیئت طبیعت دی ہے، اور اُن کے اُڑنے کے اسباب ہوا میں مہیا کیے ہیں۔ (بے شک وہ ہر ایک کا نگراں ہے)۔ ذرا غور کرو اور سوچو کہ۔۔۔

أَمَنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصَرُّكُمْ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ

وہ کون ہے جو لشکر ہو تمہارا، مدد کرے تمہاری اللہ رحمن کے خلاف؟

إِنَّ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ أَمَنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ

کافر لوگ بس دھوکے میں ہیں • کون ہے وہ جو روزی دے تمہیں؟ اگر روک لیا اللہ نے اپنی روزی کو۔

بَلْ يَتَّبِعُنِي عِتْوَاً لِقُورٍ ۝

بلکہ جنے پڑے ہیں سرکشی اور نفرت میں •

(وہ کون ہے جو لشکر ہو تمہارا) جو تمہارا مددگار بن کر (مدد کرے تمہاری اللہ) تعالیٰ (رحمن کے

خلاف) اُس کے عذاب اور غضب سے؟ حقیقت یہ ہے کہ (کافر لوگ بس دھوکے میں ہیں) شیطان

کے، جو ان کو یہ باور کرائے ہوئے ہے کہ تم پر عذاب نازل نہ ہوگا۔ ذرا سوچو کہ (کون ہے وہ جو روزی دے تمہیں؟ اگر روک لیا اللہ) تعالیٰ (نے اپنی روزی کو) بارش روک کر کے۔۔۔ یا۔۔۔ وہ اسباب باطل اور زائل کر کے جو رزق حاصل ہونے کے وسیلے اور واسطے ہیں۔ یعنی اگر خدا تم سے رزق روکے تو وہ کون ہے جو تم کو روزی دے سکے۔ اور کافر جانتے ہیں کہ خالق اور رازق وہی ہے اور ان کا کفر نادانی کے سبب سے نہیں ہے (بلکہ جیسے پڑے ہیں سرکشی اور نفرت میں)، یعنی حق سے بھاگنے اور راستی سے نفرت کرنے میں۔

اَفَمَنْ يُّشِيرُ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهِ اَهْدٰى اَمَّنْ يُّشِيرُ سَوِيًّا

تو کیا جو چلے اوندھا منہ کے بل بڑی ہدایت والا ہے، یا وہ جو چلے سیدھا؟

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۷﴾

سیدھے راستہ پر •

(تو کیا جو چلے اوندھا منہ کے بل) اپنے منہ پر سر جھکائے، یعنی سر جھکائے چلتا ہے آگے پیچھے دانے بائیں نہیں دیکھتا، (بڑی ہدایت والا ہے) یعنی بہت راہ پائے ہوئے ہے (یا وہ، جو چلے سیدھا) کھڑا سب طرف دیکھتا ہوا۔ بے شک یہی ہے جو چلتا ہے (سیدھے راستے پر)، یعنی اُس راہ پر جو مقصد اور منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

یہ مثل گمراہ کافر کے واسطے ہے جو گمراہی کے جنگل میں حیران اور سرگرداں جاتا ہے اور مومن راہ پایا ہوا کہ راہ حق پر بصیرت کی زد سے چلتا ہے۔
اے محبوب! کافروں سے۔۔۔

قُلْ هُوَ الَّذِي اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ

کہہ دو کہ ”وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور بنایا تمہارے لیے کان، اور آنکھیں، اور دل،

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

تم کم شکر گزار ہوتے ہو •

(کہہ دو کہ) جس خدا کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں (وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں) اپنی

قدرتِ کاملہ سے، (اور بنایا تمہارے لیے کان) اور تمہیں سماعت عطا فرمائی تاکہ حق باتیں سنو، (اور آنکھیں) بنائیں اور بصارت عطا فرمائی تاکہ قدرت کی دلیلیں دیکھو، (اور دل) عطا فرمایا تاکہ کلماتِ الہی کے معنوں اور مصنوعاتِ بادشاہی کی باریکیوں میں غور و فکر کرو۔ اور (تم) بہت کچھ دیکھنے سننے کے باوجود (کم شکر گزار ہوتے ہو)، یعنی اُن نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا نہیں کرتے۔

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَالْيَوْمَ تُحْشَرُونَ ﴿۳۷﴾

کہہ دو کہ ”وہی ہے جس نے پھیلا دیا تمہیں زمین میں، اور اُس کی طرف حشر کیے جاؤ گے“۔

اے محبوب! (کہہ دو کہ) پیدا کرنے کے بعد (وہی ہے جس نے پھیلا دیا تمہیں زمین میں)، یعنی ہر ایک کو ایک منزل اور ایک مکان اور راہ اور کام دیا تاکہ تم عبادت کرو اور فرمانبرداری کرتے رہو، (اور اُسی کی طرف حشر کیے جاؤ گے)، یعنی اُسی کی طرف پھیرے جاؤ گے تاکہ اپنے کاموں اور اپنی باتوں کی جزا پاؤ۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ

اور پوچھتے ہیں کہ ”کب ہے یہ وعدہ، اگر سچے ہو؟“ • جواب دو کہ ”بتانا

عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۳۹﴾

اللہ ہی کا کام ہے۔ اور میں بس صاف صاف ڈرسانے کا ذمہ دار ہوں“۔

(اور پوچھتے ہیں) مشرک لوگ پیغمبر اور اُن کے یاروں سے (کہ کب ہے یہ وعدہ) حشر کا اور جزا پانے کا، یعنی اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت بتاؤ، (اگر سچے ہو)؟ اے محبوب! (جواب دو کہ بتانا اللہ) تعالیٰ (ہی کا کام ہے)۔ یعنی اس کا علم خدا ہی کے پاس ہے، وہی جب چاہے گا جس کو چاہے گا اُسے باخبر فرمائے گا۔ (اور میں) تو (بس صاف صاف ڈرسانے کا ذمہ دار ہوں)۔ یعنی قیامت کے آنے سے تم کو ڈراتا ہوں، میرا فریضہ نبوت اسی قدر ہے۔

-- المختصر -- قیامت کے آنے کے دن کا بتانا میرے فریضہ نبوت میں داخل نہیں، بلکہ میرے فریضہ نبوت میں یہ ہے کہ اگر خدا کے بتانے سے مجھے اس کا علم ہو بھی تو اس کو میں ظاہر نہ کروں، اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ ”قیامت اچانک آئے گی“ اور ظاہر ہے کہ بتا دینے کے بعد اُس کا آثار

چانک نہ رہ جائے گا۔۔۔ الحاصل۔۔۔ میرے فریضہ نبوت میں قرآن کریم کی تصدیق ہے اُس کی کھذیب نہیں۔ ان کافروں کا بھی عجیب حال ہے کہ آج تو یہ قیامت کے آنے کے دن کے منتظر بن رہے ہیں۔۔۔۔۔

فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي

پھر جہاں دیکھ پائے اُسے پاس، تو بگڑ گئے چہرے اُن کے جنہوں نے کفر کیا تھا، اور کہہ دیا گیا کہ ”یہ ہے جس کو

كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ“

تم لوگ مانگا کرتے تھے۔

(پھر جہاں دیکھ پائے اُسے) اپنے (پاس، تو بگڑ گئے چہرے اُن کے جنہوں نے کفر کیا تھا)۔
بنی رنج اور غم کا اثر اُن کے چہروں سے ظاہر ہوگا۔ (اور) دوزخ کے فرشتوں کے ذریعہ اُن سے (کہہ
یا گیا کہ یہ ہے جس کو تم لوگ) ہمیشہ (مانگا کرتے تھے) اور اُس کی تمنا کرتے تھے اور اس کی طلب
میں جلدی کرتے تھے۔

امام زاہد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ کافر ہمیشہ رسول کریم ﷺ کی موت کی تمنا اور آپ کے
اصحاب کے ہلاک ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا اے
محبوب!۔۔۔۔۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِي اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ

کہو کہ ”ذرا یہ بتاؤ کہ خواہ ہلاک کر دے مجھے اللہ اور میرے ساتھیوں کو، خواہ رحم فرمائے ہم سب پر، تو وہ کون ہے

يُخَيِّرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيٍّ“

جو پناہ دے دے کافروں کو دکھ والے عذاب سے؟“

(کہو کہ ذرا یہ بتاؤ کہ خواہ ہلاک کر دے مجھے اللہ) تعالیٰ (اور میرے ساتھیوں کو، خواہ رحم
فرمائے ہم سب پر)، یعنی بخشے ہم کو اور ہماری اجل میں تاخیر کرے، (تو وہ کون ہے جو پناہ دے کافروں
کو دکھ والے عذاب سے)۔ یعنی ہماری موت سے تم کو کچھ فائدہ نہیں اور ہماری زندگی تم پر سے عذاب
نہ دفع کرے گی۔ مراد یہ ہے کہ ایمان اور توحید کے سوا عذاب الہی سے تم کو کوئی نجات دینے والا نہیں،
تو اوروں کی موت کے انتظار میں رہنا کیا فائدہ دے گا۔ اے محبوب!۔۔۔۔۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسْتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

کہہ دو کہ ”وہی مہربان ہے، ہم مان گئے اُس کو اور اُسی پر بھروسہ رکھا۔۔۔ تو جلد جان لو گے جو کھلی گمراہی میں ہے۔“

(کہہ دو کہ) جس پر ایمان لانا نجات کا سبب ہے وہ (وہی) خدائے (مہربان ہے) کہ (ہم)

مان گئے اُس کو اور اُسی پر بھروسہ رکھا) اُس کے غیر پر نہیں۔۔۔ الخضر۔۔۔ اپنا کام اُسی پر ہم نے چھوڑ رکھا

ہے۔ (تو جلد جان لو گے) عذاب دیکھنے کے بعد کہ کون ہے (جو کھلی گمراہی میں ہے)، ہم یا تم؟۔

اس سورہ مبارکہ کی آخری آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار

کرایا جائے، تاکہ وہ اندازہ کریں اور دل میں سوچیں کہ اتنے زبردست منعم کا شکر ادا نہ کرنا

اور اُس کی نعمتوں کے احسانات کو نہ ماننا اور اُس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا کتنی بُری بات

ہے۔ کافروں کو چاہیے کہ یہ اعتراف کرتے کہ اگر زمین میں پانی دھنس جائے تو اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی بہتا ہوا پانی نہیں لاسکتا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب! ان سے۔۔۔

قُلْ أَزَيْتُمُنَّ أَنْ أَصْبِرَ مَا وَكُمُ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ قَعِينٍ ۝

پوچھو کہ ”ذرا تم بتاؤ کہ اگر صبح کی تمہارے پانی نے کہ غائب ہے، تو کون لائے گا تمہارے پاس بہتا پانی؟“

(پوچھو کہ ذرا تم بتاؤ کہ اگر صبح کی تمہارے پانی نے) اس حال میں (کہ غائب ہے)۔

تمہارے پانی سے مراد ماء زمزم ہے۔۔۔ یا۔۔۔ میمون حضرمی کے کنویں کا پانی ہے۔۔۔ یا۔۔۔

کسی بھی کنویں وغیرہ کا پانی ہو۔۔۔

(تو کون لائے گا تمہارے پاس بہتا پانی) یعنی جاری پانی۔۔۔ یا۔۔۔ ظاہر ایسا کہ سب دیکھیں۔

بعض صحابہ کا قول یہ ہے کہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے کہ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّ

الْعَالَمِينَ۔ تفسیر زاہدی میں مذکور ہے کہ ایک زندیق نے سنا کہ ایک معلم اپنے شاگرد کو پڑھاتا

تھا کہ فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ قَعِينٍ، تو اُس ملعون زندیق نے جواب دیا کہ بِالْمَعْوَلِ

وَالسَّمْعَيْنِ، یعنی بیلچہ اور مددگاروں کے سبب سے پانی کو پھر نکال لیں گے، اُسی رات کو اندھا

ہو گیا اور ہاتف نے آواز دی کہ یہ تیری آنکھ کے چشمہ کا پانی غائب ہو گیا، کہہ کہ بیلچہ اور

مددگار کی مدد سے اُسے پھیر لائیں۔

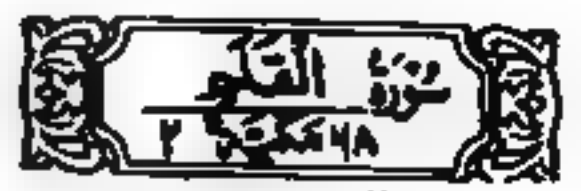
اختتام سورۃ الملک۔۔۔ ﴿۱۱﴾ اشوال المکرم ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۳۰ اگست ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴿۱۲﴾

-- ﴿ ۱۳ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- یکم ستمبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴿ --



آیات ۵۲ -- رکوع ۲

سُورَةُ الْقَلَمِ



سورة القلم -- ۶۸ مکیہ ۲

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سورہ کا نام 'سورة القلم' ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی نے اسے 'سورة ن والقلم' کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ دونوں نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ 'ن' حروف مقطعه سے ہے جس کے تعلق سے بہت سے اقوال ہیں:

﴿۱﴾ -- یہ اسماء الہی 'نور' اور 'ناصر' کا اول ہے۔

﴿۲﴾ -- یہ اسم الہی 'رحمان' کا آخر ہے۔

﴿۳﴾ -- یہ اس سورت کا نام ہے۔ یا۔ بہشت میں ایک نہر کا نام ہے۔ یا۔ مؤمنین کے واسطے نصرت الہی کی قسم ہے۔

﴿۴﴾ -- مشہور بات یہ ہے کہ 'نون' مچھلی کا نام ہے، اور اس سے مچھلی کی جنس مراد ہے۔ یا۔ وہ مچھلی مراد ہے جس کی پشت پر زمین ہے جسے 'لیوٹا'۔ یا۔ 'بہوت' کہتے ہیں۔ امام رازی نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

﴿۵﴾ -- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پہلی چیز خدا نے جو پیدا کی وہ قلم تھا، پھر 'نون' کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے، اور قلم نے اُس دوات سے لکھا جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا۔ اس تقدیر پر حق تعالیٰ نے قسم ارشاد فرمائی دوات کی اور قلم اعلیٰ کی کہ نور سے ہے، اور اُس کا طول مابین السماء والارض ہے۔

﴿۶﴾ -- بعضوں نے کہا کہ وہ قلم مراد ہے جس سے کتابت کرتے ہیں اور دین و دنیا کے مصالح ہیں۔ اس کے فائدے بہت ہیں۔ المختصر۔ بڑے ہی اہتمام سے شروع کی جانے والی اس سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِمُجْنُونٌ ۝

ن! قسم ہے قلم کی، اور جو وہ لکھیں • کہ تم نہیں ہو اپنے رب کے فضل سے مجنوں •

قسم ہے (ن) یعنی نصرت الہی اور نور خداوندی کی، اور (قسم ہے قلم کی، اور) اُس کی (وہ) یعنی محافظین ملائکہ (لکھیں) از قسم احکام الہی۔۔۔ یا۔۔۔ جو کچھ اُن کو حکم ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ن دہن ہے اور قلم زبان اور مَا يَسْطُرُونَ وہ ہے جو محافظین ملائکہ بندے پر لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان چیزوں کی قسم ارشاد فرما کر فرماتا ہے۔۔۔

(کہ تم) اے محبوب! (نہیں ہو اپنے رب کے فضل سے مجنوں) اور دیوانہ، جیسا کہ ولید ابن مغیرہ بکواس کرتا ہے اور آپ ﷺ کو معلم مجنون کہتا ہے، بلکہ آپ کی شانِ رفیع یہ ہے کہ آپ پر ازل اور ابد کے اسرار پوشیدہ نہیں کیے گئے ہیں۔

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝

اور بلاشبہ تمہارے لیے ثواب ہے بے حد • اور بلاشبہ تم یقیناً بڑے خلق پر ہو •

(اور بلاشبہ تمہارے لیے) باریبوت اٹھانے کا (ثواب ہے بے حد) اور یہ وہ فضل خداوندی ہے جس کو پانے میں تم خدا کے سوا کسی کے بھی احسان مند نہیں، اور آپ کے لیے یہ فضل غیر مقطوع ہے، یعنی ہمیشہ کے لیے ہے کہ منقطع ہو جانے کو ہرگز اس میں دخل ہی نہیں۔ (اور بلاشبہ تم یقیناً بڑے خلق پر ہو)، یعنی بڑے دین پر ہو کہ وہ دین اسلام ہے۔۔۔ یا۔۔۔ تم بزرگ ہو کہ وہ خو کسی کو نہ تھی، اس واسطے کہ اپنی قوم سے تم سختیاں اٹھاتے ہو کہ کسی کو اُس کے اٹھانے کی قوت نہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ خُلُق سے قرآن مراد ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کی کیفیت پوچھی گئی، تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ کوئی خلیق سیدنا محمد ﷺ سے بڑھ کر نہ تھا، اس واسطے کہ آپ نے اپنی خواہش سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے کو بالکل حق تعالیٰ کے لیے چھوڑا۔ امام قشیری قدس سرہ نے کہا ہے کہ آپ نہ بلاء سے منحرف ہوئے اور نہ عطا سے پھرے۔ اور بعضوں نے کہا کہ آپ کا کوئی مقصد اور مقصود خدا کے سوا نہ تھا۔

آیت کریمہ کہ آپ ”خلق پر ہو“ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ”خلق“ کا تعلق آپ کی ذات سے ایسا ہی ہے جو خادم کا مخدوم سے ہوتا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ جو سواری کا سوار سے ہوتا ہے، گویا ”خلق“ آپ کے ماتحت ہے۔ آپ جو کریں وہی ”خلق“ ہے اور جس سے رخ پھیر لیں وہی بداخلاقی ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اگر آپ کی شانِ رحمۃ للعالمین کے مظاہر آپ کے خلق کے جلوے ہیں، تو اَشِدَّاءَ عَلَى الْكُفَّارِ ہونا اور ایک موقع پر منافقین کو ذلیل کر کے مسجد سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ بھی آپ کے خُلُقِ عَظِيمٍ ہی کا حصہ ہے۔

تو اب ہمارے لیے مناسب طرزِ فکر و عمل یہی ہے کہ نبی کریم کے مقام کو صفات کے ذریعہ پہچاننے کی بجائے، صفات کے مقام و مرتبہ کو نبی کی ذات سے پہچانیں۔ وہ جو کریں۔۔۔ یا۔۔۔ جسے اچھا کہیں وہ اچھا ہے، اور وہ جس سے باز رہیں۔۔۔ یا۔۔۔ اُسے بُرا فرمائیں وہ بُرا ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ نبی کریم کی ذاتِ کریمہ ہی میں ہمارے لیے اچھا نمونہ ہے۔

فَسَبِّحْهُ وَبِحَمْدِهِ ۝ يَٰٓأَيُّهَا الْمَفْتُونُ ۝

تو جلد دیکھو گے، اور وہ لوگ بھی دیکھ لیں گے • کہ کسے جنون ہوا ہے •

(تو) اے محبوب! (جلد دیکھو گے، اور وہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) جو اہل مکہ میں تمہارے حامد ہیں، یعنی جس وقت اُن پر عذاب نازل ہوگا تو معلوم ہو جائے گا سب کو (کہ کسے جنون ہوا ہے) کہ کس گروہ میں دیوانہ ہے۔ یعنی اُس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ دیوانے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ تم۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

بے شک تمہارا رب، وہ خوب جانتا ہے جو بھٹکا اُس کی راہ سے۔ اور وہ خوب جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝

جو راہ پانے والے ہیں • تو نہ مانا کرنا ان جھٹلانے والوں کی •

(بے شک تمہارا رب، وہ خوب جانتا ہے جو بھٹکا اُس کی راہ سے) اور حقیقت میں یہی بھٹکنے والا آدمی ہی دیوانہ ہے۔ (اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں) کمالِ عقل کے ساتھ، اور وہ مؤمنین ہیں۔ (تو نہ مانا کرنا ان جھٹلانے والوں کی)، یعنی مکہ کے مشرکوں کی جو آپ کو باپ دادا کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔

وَدُّوا لَوْ أَنَّ هُنَّ فِئْدَةٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَا تُلَظُّكُمْ كُلَّ حَلَاكِ مَهِينٍ ۝

انہوں نے آرزو رکھی کہ اگر چکنی چیزیں کروتم، تو وہ بھی چکنی چکنی باتیں کریں • اور نہ مانا کرنا کسی بڑے قسم کھانے والے ذلیل کی (انہوں نے آرزو رکھی کہ اگر چکنی چہڑی کروتم، تو وہ بھی چکنی چکنی باتیں کریں)۔ یعنی اُن کی آرزو یہ ہے کہ آپ اُن کے ساتھ بات میں نرمی اختیار فرمائیں، اور شرک پر اُن کی ملامت نہ کریں۔ اس کے عوض میں وہ بھی تیرے دین پر طعنہ نہ کریں۔ تو اے محبوب! اُن کی نہ سنیں (اور نہ مانا کرنا کسی بڑے قسم کھانے والے ذلیل) و خوار، ست رائے، بے حقیقت اور بے مقدار (کی)۔ وہ خواہ ابو جہل ہو۔۔۔ یا۔۔۔ اخنس بن شریف ہو۔۔۔ یا۔۔۔ اسود بن عبد یغوث ہو۔۔۔ یا۔۔۔ صحیح اور مشہور قول پر ولید بن مغیرہ ہو۔۔۔ یا۔۔۔ اُن کے علاوہ کوئی بھی ہو۔۔۔

هَمَّا زَمْشَاءَ بَنِيهِ ۖ مَنَاءَ الْخَيْرِ مُعْتَبِئِئِهِ ۖ عَتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْئِهِ ۝

چوٹ کی بات کرنے والا، چغلی لے کر ادھر ادھر چلنے والا • خیرات سے بڑا منع کرنے والا،

حد سے بڑھ جانے والا گنہگار • بد مزاج، ان سب کے بعد نطفہء نا تحقیق •

(چوٹ کی بات کرنے والا) یعنی لوگوں کے پیٹھ پیچھے عیب کرنے والا۔۔۔ یا۔۔۔ طعن کرنے والا اُن کے منہ پر (چغلی لے کر ادھر ادھر چلنے والا) لوگوں کے درمیان۔۔۔ یا۔۔۔ چغلی کھانے والا۔ خیر (خیرات سے بڑا منع کرنے والا)۔۔۔ یا۔۔۔ منع کرنے والا ایمان اور احسان سے۔ (حد سے بڑھ جانے والا گنہگار ۵ بد مزاج)، بد رو، زشت خو، (ان سب کے بعد نطفہء نا تحقیق) یعنی ولد الزنا، حرام زادہ کہ اُس کا باپ معلوم نہیں۔

روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ اٹھارہ برس کا تھا اُس وقت مغیرہ نے دعویٰ کیا کہ میں اُس کا باپ ہوں اور اُسے اپنے ساتھ لیا۔ تفسیر زاہدی میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت قریش کی محفل میں ولید کے سامنے پڑھی، تو ولید نے ان سارے عیوب کو اپنے اندر پایا، صرف خود کا حرام زادہ ہونا اُسے معلوم نہ ہو سکا۔ اپنے جی میں کہا کہ میں قریش کا سردار ہوں اور میرا باپ مشہور و معروف ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ جھوٹ نہیں کہتے۔ مجھے انہوں نے حرام زادہ کہا تو یہ مہم کیوں کر میں طے کروں۔

تلوار کھینچ کر اپنی ماں کے پاس آیا۔۔۔ غرضیکہ۔۔۔ اُسے بہت دھمکایا کہ سچ بتا۔ آخر اُس

نے اقرار کیا کہ تیرا باپ عورتوں کے حق میں بے حرارت بے طاقت اور سرد تھا، یعنی بالکل نامرد تھا۔ اور اُس کے بھتیجے اُس کی میراث کی تاک میں تھے۔ مجھے رشک آیا، فلاں شخص کے غلام کو میں نے مزدوری پر ٹھہرایا۔ اُس سے تیرے باپ کا کام لیا۔ اس طرح تجھے پیدا کیا۔ تو اُس کا نطفہ ہے۔ بے شک تو حرام زادہ ہے۔ اور اُس عورت کی بات سچ ہونے پر کھلی ہوئی دلیل یہ ہے، کہ ولید کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑی ہی خصومت اور عداوت تھی۔ تو اے حبیب! اُس کی بات ہرگز نہ مانیں۔۔۔

اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝۱۳ اِذَا تُثْلٰی عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ۝۱۴

اس پر کہ مال والا اور بیٹوں والا ہے • جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں، بولا کہ ”اگلوں کی کہانیاں ہیں“

سَكَبْنَا عَلَى الْحَرْثِ طُورَ ۝۱۵

جلد ہم داغ دیں گے اُس کے تھو تھنے پر •

(اس پر کہ) یعنی اس واسطے کہ وہ (مال والا اور بیٹوں والا ہے)۔۔۔ یا۔۔۔ اس جہت سے کہ وہ صاحب مال اور صاحب اولاد ہے۔ اُس کا حال یہ ہے کہ (جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں)، تو (بولا کہ) یہ (اگلوں کی کہانیاں ہیں) • جلد ہم داغ دیں گے اُس کے تھو تھنے پر (یعنی سوئڈ ایسی ناک پر۔۔۔ یا۔۔۔ سور جیسے منہ پر جس سے وہ بکواس کرتا رہتا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ ہم اس کو زو سیاہ کر دیں گے۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کا عیب ہم ایسا کھول دیں گے کہ پھر وہ چھپانہ سکے۔

تو ایک طرف حق تعالیٰ نے اُس کا عیب کھول دیا اور وہ بھی اُس کے تمام عیوب میں سے اُس عیب کو بھی ظاہر کر دیا جس کا علم اُس کی ماں کے سوا کسی کو بھی نہیں تھا۔ اور دوسری طرف جنگ بدر میں اُس کی ناک پر ایسا زخم لگا کہ اُس کا اثر ہمیشہ باقی رہا۔ اس مقام پر چند نکتے قابل لحاظ ہیں وہ ذہن نشین رہیں۔

﴿۱۳﴾۔۔۔ ولید نے اپنی بکواس میں رسول کریم کو مجنون کہا۔ اُس کے جواب میں قرآن کریم نے اس وضاحت کے باوجود کہ اے محبوب! آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں، ولید کے بہت سارے عیوب کو بھی ظاہر فرما دیا۔ تو اس سے ولید کو ترکی بہ ترکی جواب دینا ہی مقصود نہیں، بلکہ اُس پر واضح کر دینا ہے کہ اے ولید! تو جس کو مجنون کہہ رہا ہے، اُسی کی زبان فیضِ ترجمان سے

تیرے عیبوں کو کھولا جا رہا ہے۔

اُن عیبوں میں کچھ تو ایسے ہیں جن کا تجھے پتا ہے، لیکن انہیں میں ایک ایسا عیب ہے جس کی خبر تیری ماں کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ ہے تیرا حرام زادہ ہونا۔ اب اُس عیب کو جو ظاہر کر دے وہ مجنون نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ ایسی ذات ہوگی جو غیب پر مطلع ہوگی۔ المختصر۔۔ اُن عیوب کا ظاہر کرنا بھی رسولِ عربی کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔ اس ارشادِ قرآنی نے ظاہر کر دیا کہ اگر کسی لفظ کا اطلاق اُس کے سچے مصداق پر کیا جائے تو اُس میں کوئی بُرائی نہیں اور نہ ہی وہ گالی ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ولید جن جن لفظوں کا سچا مصداق تھا اُس کا ذکر انہیں لفظوں سے کیا گیا، یہاں تک کہ اُس کو ولد الزناء کہا گیا اور اُس کے منہ کو سور کی تھو تھنی سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے پتا چلا کہ جو جس لفظ کا صحیح مصداق ہو، اُس کی ذات پر اُس لفظ کا اطلاق معیوب نہیں۔

قرآنِ کریم میں جا بجا کافر کو کافر، مشرک کو مشرک، منافق کو منافق، خبیث کو خبیث، مردود کو مردود، نجس کو نجس، شیطان کو شیطان، وغیرہ وغیرہ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ میں کافروں سے انہیں کافر کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ ان کلمات کا اُن کے صحیح مصداق پر اطلاق معیوب نہیں اور اُسے گالی نہیں سمجھنا چاہیے۔۔ ہاں۔۔ اگر کسی لفظ کا اطلاق اُس کے صحیح مصداق کے سوا پر کیا جائے تو اُسے ضرور گالی قرار دیا جاسکتا ہے۔۔ مثلاً: کسی مسلمان کو نصرانی۔۔ یا۔۔ یہودی۔۔ یا۔۔ ہندو کہنا یقیناً اُس مسلمان کے نزدیک گالی ہے۔۔ یوں ہی۔۔ اگر کسی نصرانی۔۔ یا۔۔ یہودی، ہندو کو مسلمان کہہ دیا جائے، تو وہ اُسے ضرور اپنے لیے گالی سمجھے گا۔

اسی اصول پر چور کو چور، جھوٹے کو جھوٹا، شرابی کو شرابی، بدکار کو بدکار کہنا گالی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اب کسی بھی لفظ کے اطلاق کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اُس کا اطلاق اُس کے صحیح مصداق پر کیا گیا ہے یا نہیں۔ یہی ایک صحیح اور سلامتی والا راستہ ہے جس سے اپنی فکر و نظر کو قرآنی اسلوب کے مطابق بنایا جاسکتا ہے اور اپنی سوچ کو قرآنی ہدایت کے سایے میں رکھا جاسکتا ہے۔۔ آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقَامُوا الصَّيْرَ مِنْهَا مُصْبِحِينَ ۝

• شک ہم نے آزمایا انہیں جس طرح آزمایا تھا ایک باغ والوں کو، کہ قسم کھائی تھی کہ ضرور کاٹیں گے اپنے کھیت کو صبح ہوتے۔

وَلَا يَسْتَنْوُونَ ۝

• اور انشاء اللہ نہیں کہتے۔

(بے شک ہم نے آزمایا انہیں) یعنی اہل مکہ کو قحط اور گرانی اور زوالِ نعمت سے، (جس طرح آزمایا تھا ایک باغ والوں کو) یعنی باغ ضروران والوں کو میوے زائل کر دینے سے، جنہوں نے یہ کیا تھا کہ قسم کھائی تھی کہ ضرور کاٹیں گے اپنے کھیت کو صبح ہوتے) یعنی صبح سویرے۔ (اور) اُن کی صورت ل یہ تھی کہ سب قسم تو کھاتے مگر (انشاء اللہ) تعالیٰ (نہیں کہتے)۔ المختصر۔۔ انہوں نے مذکورہ کام کرنے کے لیے قسم تو کھائی مگر انشاء اللہ نہ کہا۔

اس واقعہ کے تعلق سے اجمالی بات یہ ہے کہ ولایتِ یمن میں صنعاء کے نواح میں ایک مردِ صالح کا باغ تھا، میوے توڑنے کے دن فقیروں کو بلاتا اور درختوں کے نیچے فرش بچھاتا۔ جس میوے تک ہاتھ نہ پہنچتا۔۔ یا۔۔ ہوا جس کو درخت سے گراتی۔۔ یا۔۔ جو میوہ فرش کے کنارے گرتا وہ سب فقیروں کو دے دیتا۔ اور اُس باغ کے حاصلات کا دسواں حصہ بھی فقیروں کو بانٹتا۔

جب اُس نے وفات پائی تو اُس کے بیٹوں نے آپس میں کہا کہ مال تھوڑا ہے اور عیال بہت۔ اگر ہم ایسا کریں گے جیسا کہ ہمارا باپ کرتا تھا، تو ہم پر زندگی اور معیشت تنگ ہو جائے گی۔۔ لہذا۔۔ اب ایسا کیا جائے کہ صبح سویرے جب فقیروں کو خبر بھی نہ ہو ہم جائیں اور میوہ توڑ لائیں اور اس بات پر باہم قسم بھی کھائی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد اوپر مذکور ہوا کہ انہوں نے قسم تو کھائی، مگر انشاء اللہ نہیں کہا۔۔۔

فَطَافَ عَلَيْهِمُ طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيرِ ۝

• تو گھوم پڑا اُن پر ایک گردش والا تمہارے رب کی طرف سے، اور وہ سو رہے ہیں۔ • تو صبح کی کھیتی نے جیسے کٹی ہوئی۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اعْبُدُوا عَلٰی حَرْثِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

• تو انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی صبح کرتے ہوئے۔ • کہ ”سویرے ہی چلو اپنی کھیتی کو اگر کاٹنا چاہتے ہو“۔

(تو گھوم پڑا اُن پر ایک گردش والا تمہارے رب کی طرف سے، اور) اس حال میں کہ (وہ وارث بیٹے) سو رہے ہیں • تو صبح کی کھیتی نے جیسے کٹی ہوئی)۔ یعنی اُس بلاء کے سبب سے اُن کا باغ ایسا ہو گیا جس کا میوہ ٹوٹ چکا ہو اور چن لیا گیا ہو، ایسا کہ اس میں کچھ باقی نہ رہ گیا ہو۔ وہ سب اس حال سے بے خبر ہو کر جب سو کر جا گے، (تو انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی صبح کرتے ہوئے) یعنی صبح تڑکے ایک نے دوسرے کو پکارا (کہ سویرے ہی چلو اپنی کھیتی کو) کاٹنے کے لیے اور اُس کے پھلوں کو توڑنے کے لیے (اگر کاٹنا چاہتے ہو)۔ اُس باغ میں خرے کے درخت تھے۔۔۔

فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۝۱۳۱ اَنْ لَا يَدْخُلَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ ۝۱۳۲

تو چل پڑے اور وہ آہستہ آہستہ کہہ رہے ہیں • کہ ”نہ گھنے پائے کھیتی میں آج تم پر کوئی مسکین“۔

(تو) اُن خرموں کو توڑنے کے لیے (چل پڑے اور) اس حال میں کہ (وہ) آپس میں (آہستہ آہستہ کہہ رہے ہیں) کہ کوئی سن نہ لے اور فقراء بے خبر ہیں، تا (کہ) بے خبری کے سبب (نہ گھنے پائے کھیتی میں آج تم پر کوئی مسکین) کہ تمہارے باغ میں آکر سابق کی طرح حصہ پائے اور ہمارے حصے کم ہو جائیں۔

وَعَدَّوْا عَلٰی حُرْدٍ قَدَرٍ ۝۱۳۳ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَظَالِمُوْنَ ۝۱۳۴ يٰۤاَيُّهَا مَعْزُوْرُوْنَ

اور سویرے ہی پہنچے اپنی نیت بخل پر قدرت والے بن کر • تو جب انہوں نے دیکھی کھیتی، بولے

کہ ”بلاشبہ ہم یقیناً بھٹکے ہوئے ہیں • بلکہ ہم تو محروم ہی ہیں“۔

(اور) پھر یہ سب (سویرے ہی پہنچے اپنی نیت بخل پر قدرت والے بن کر)۔۔۔ یا۔۔۔ فقیروں کو محروم اور باز رکھنے کے قصد سے اپنے اعتقاد میں میوے توڑنے اور چننے پر قادر بن کر۔ (تو جب انہوں نے دیکھی کھیتی) اُس کے برخلاف جیسا کہ چھوڑا تھا، تو ایک دوسرے سے (بولے کہ بلاشبہ ہم یقیناً بھٹکے ہوئے ہیں)۔ یعنی ایسا لگتا ہے کہ ہم بھٹک کر دوسرے کے باغ میں چلے آئے ہیں کیونکہ ہمارا باغ تو کل میوے سے بھرا ہوا تھا۔ پھر بعض نے غور و تامل کیا تو درود یوار کے نشانوں سے پہچانا کہ وہ باغ تو انہیں کا ہے، تو بولے کہ ہم راہ نہیں بھولے (بلکہ ہم تو محروم) اور بے نصیب (ہی ہیں) اُس کے حاصلات اور میوے سے، بایں جہت کہ ہم نے فقیروں کو باز رکھا اور انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔۔۔ اور۔۔۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾

بولاً انہیں کا ایک غنیمت آدمی کہ ”کیا نہیں کہہ دیا تھا میں نے تمہیں، کہ تسبیح کیوں نہیں کیا کرتے“
(بولاً انہیں کا ایک غنیمت آدمی) جو اُن میں فاضل تر تھا عقل کی رُوسے۔۔۔ یا۔۔۔ بڑا تھاسن میں
یا۔۔۔ بہت صائب اور پختہ تھارائے میں، (کہ کیا نہیں کہہ دیا تھا میں نے تمہیں کہ تسبیح کیوں نہیں کیا
رتے)۔ یعنی خدا کو بزرگی کے ساتھ کیوں نہیں یاد کرتے اور انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔

اَلْوَاَسِطُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبِلْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَتَلَذَّذُوا وَهُمْ ﴿۳۰﴾

ب بولے ”پاکی ہے ہمارے رب کی، بے شک ہم تھے اندھیر والے“ • تو سامنا کیا ایک نے دوسرے کا کہ ملامت کر رہے ہیں •
(سب بولے پاکی ہے ہمارے رب کی) اُس نے اس بلاء کو نازل فرما کر ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔
کہ (بے شک ہم) ہی (تھے) اپنے اوپر (اندھیر) کرنے (والے) • تو سامنا کیا ایک نے دوسرے کا
کہ ملامت کر رہے ہیں)۔ ایک دوسرے سے کہتا کہ تُو نے یہ خیال کیا تھا، دوسرا بولتا کہ تُو بھی تو اس
سے راضی تھا۔۔۔ غرضیکہ۔۔۔ اپنے گناہ کے مقرر ہوئے اور عجز و نیاز کی راہ سے۔۔۔

قَالُوا يٰوَيْلَنَا اَنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰی رَبُّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا

بولے کہ ”ہائے افسوس ہم پر! بے شک ہم تھے سرکش • قریب ہے کہ ہمارا رب بدلہ میں دے ہمیں بہتر اس سے،

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُونَ ﴿۳۲﴾

بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں“ •
(بولے کہ ہائے افسوس ہم پر! بے شک ہم تھے سرکش)۔ یعنی حد سے گزرنے والے گنہگاری
میں کہ ہم نے انشاء اللہ نہ کہا اور فقیروں کو محروم رکھنے کا ارادہ کیا۔ اور اب ہمیں اپنے رب کریم کے فضل
و کرم سے امید ہے کہ (قریب ہے کہ ہمارا رب بدلہ میں دے ہمیں بہتر اس سے، بے شک ہم اپنے
پروردگار کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں)۔

توبہ و طلب عفو کے بعد حق تعالیٰ نے اُن کو بخش دیا اور باغ انگور سے لدا ہوا حیوان نام کا
انہیں عطا کیا۔ اس واقعہ میں یہ ہدایت ہے اور یہ سبق ہے کہ اگر کوئی بلاء میں گرفتار ہو اور
اُس کا مال و متاع تلف ہو، تو اُسے چاہیے کہ وہ غور اور تامل کرے اور جان لے کہ یہ بلاء اُس
کے استحقاق کے سبب سے اس پر نازل ہوئی۔ پھر اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور حضرت

رب العزّة کی طرف پھرے، تو اللہ جل شانہ اُس سے بہتر اور بڑھ کر اُسے عطا فرماتا ہے جو اُس سے تلف ہوا ہو، جیسے ان لوگوں کو باغِ ضرّوان کے بدلے اُس نے باغِ حیوان عطا فرمایا۔ اوپر جس عذاب کا ذکر ہوا ہے۔۔۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلِلْآخِرَةِ الْكَبِيرُ كَوْكَانُوا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰

ایسا ہی ہوتا ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے۔ اگر وہ لوگ جانتے •

(ایسا ہی ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ کا (عذاب) دنیا میں۔ (اور یقیناً) اِس کے مقابلے میں (آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے) اِس جہت سے کہ یہ عذاب جلد جاتا ہے اور زوال پاتا ہے، اور اُس جہان عذاب ابد الابد باقی رہتا ہے۔ تو یہ بات (اگر وہ لوگ جانتے) تو ہمیشہ موجباتِ عذاب سے پرہیز کرتے۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے۔۔۔ یہ متقین ہی ہیں جن کی یہ شان ہے کہ۔۔۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيْمِ ۝۱۱

بے شک اللہ سے ڈر جانے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس راحت کے باغ ہیں •

(بے شک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس) یعنی آخرت میں۔۔۔ یا۔۔۔ جو اِرحمت میں (راحت کے باغ ہیں)، جس میں ہمیشہ کے لیے راحت ہی راحت ہے۔ کافر کہتے تھے کہ یہ جنت اور نعمت جن کا ذکر مسلمان کرتے ہیں، اوّل تو پیدا ہی نہیں کی گئیں اور اگر۔۔۔ بالفرض۔۔۔ ہوں بھی تو پہلے ہمیں ملیں گی جس طرح دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ ہم خوشحال ہیں، اِس طرح عقبیٰ میں بھی ہوں گے۔ حق تعالیٰ اُن کے قول کو رد فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَفَتَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۱۳

تو کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح؟ • کیا ہوا تمہیں۔۔۔ کیسی زبردستی کرتے ہو •

(تو کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح) حصولِ نجات اور وصولِ درجات میں (کیا ہوا تمہیں) اے مشرک! (کیسی زبردستی کرتے ہو؟) اور یہ بے تکا حکم کرتے ہو کہ مشرکوں کو محدودوں کے برابر قرار دیتے ہو؟ بلکہ اُن کو محدودوں پر فضیلت دیتے ہو؟

أَمَّا لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝

کیا تم لوگوں کی بھی کوئی کتاب ہے جسے پڑھتے ہو • کہ تمہارا بھی کچھ اُس میں ہے جس کو تم پسند کرو •

(کیا تم لوگوں کی بھی کوئی کتاب ہے جسے پڑھتے ہو؟)۔ یعنی کیا تم پر بھی آسمان سے کوئی نوشتہ نازل ہوا ہے جس میں یہ بات ہو کہ کافر جزاء اور سزا میں مسلمانوں کے مثل ہوں گے؟۔۔۔ یا یہ۔۔۔ (کہ تمہارا بھی کچھ) حصہ (اس) نوشتے (میں ہے جس کو تم پسند کرو)۔ یعنی کیا بے شک تمہارے واسطے ہے اس نوشتے میں جو کچھ تم چاہتے ہو کہ اختیار کر لو اور آرزو کرو۔

أَمَّا لَكُمْ آيَاتٌ عَلَيْنَا بِالْغَيْثِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝

یا تم لوگوں کے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک کی، کہ بلاشبہ تمہارا ہے جو تم فیصلہ کرو •

(یا تم لوگوں کے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک کی کہ بلاشبہ تمہارا ہے جو تم فیصلہ کرو)۔ فی قسموں کے ذریعہ ہم سے تم سے کوئی ایسا عہد و پیمان ہوا ہے جو قیامت کے دن تک رہنے والا ہے، نہ آخرت کی بزرگی اور بہتری تمہارے لیے ہے؟ تو اے محبوب!۔۔۔

سَلِّمُوا إِلَهُكُمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۖ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ ۖ

پوچھو اُن لوگوں سے کہ ”کون اس کا ذمہ دار بنتا ہے؟“ • یا اُن کے معبود ہیں، تو لے آئیں اپنے معبودوں کو،

إِنْ كَانُوا صِدِّقِينَ ۝

اگر سچے ہیں •

(پوچھو اُن لوگوں سے) یعنی کفار و مشرکین سے ان کو ذلیل کرنے کے طور پر، (کہ کون اس کا ذمہ دار بنتا ہے)۔ یعنی اے مشرک! تم اپنے حق میں جو فیصلہ کرتے ہو کون سا شخص اس کا ضامن ہے؟ جو اس کی تصحیح کے درپے ہو کر قائم ہو، جیسے کہ قوم کا زَعِيمٌ یعنی لیڈر اُن کے امور کی اصلاح کے لیے قائم ہوتا ہے۔۔۔ زَعِيمٌ وہ ہوتا ہے جو دعویٰ اور اس پر حجت قائم کرنے کے لیے مستعد ہو۔۔۔ (یا اُن کے معبود ہیں) جن کو وہ شریک کرتے ہیں، (تو لے آئیں اپنے معبودوں کو) اپنی مدد کے واسطے (اگر) وہ (سچے ہیں) اس بات میں کہ جَلَّتِ النَّعِيمُ انہیں کو ملیں گی۔ تو لائیں ان شریکوں کو اُس دن۔۔۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢٨﴾ خَاشِعَةً

جس دن کہ کشف ساق کیا جائے گا، اور بلائے جائیں گے سجدہ کی طرف، تو نہ کر سکیں گے۔ جھکی پڑی اُن کی

أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالُونَ ﴿٢٩﴾

آنکھیں اور چھائی جاتی ہے انہیں رسوائی، اور بے شک یہ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جب کہ تندرست ہیں۔

(جس دن کشف ساق کیا جائے گا)، یعنی جس دن اٹھا دیا جائے گا پردہ ہول بھرے کام

-- یا۔۔ امر صعب اور مہم سخت سے۔۔ یا۔۔ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی ساق عرش۔۔ یا۔۔ تجلی فرما۔۔
گاہق تعالیٰ (اور بلائے جائیں گے) لوگ خدا کے (سجدہ کی طرف)۔

لباب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق

تعالیٰ اُس دن بڑا نور دکھائے گا اور خلق سجدے میں گر پڑے گی۔ معالم میں حضرت ابو سعید

خدری سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب ساق عرش سے نور کھول

دے گا اور ہر ایک مؤمن مرد اور مؤمن عورت اُس کو سجدہ کرے گی۔ اور وہ لوگ باقی رہ

جائیں گے جنہوں نے دُنیا میں دکھانے سنانے کے لیے سجدہ کیا ہوگا۔ تو جب ریا کار سجدہ

کرنا چاہے گا تو اُس کی پیٹھ تختہ ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہ کر سکے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ

منافق اور کافر کی پیٹھ ایک ڈال ہو جائے گی۔۔۔

(تو) وہ سجدہ (نہ کر سکیں گے) جھکی پڑی اُن کی آنکھیں) ہوں گی، یعنی آنکھوں والے

جھکائے ہوئے شرمندہ ہوں گے۔ (اور چھائی جاتی ہے انہیں رسوائی) یعنی پکڑ لے گی ان کو ذلت

خواری اور نگوں ساری۔ (اور بے شک یہ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ تندرست ہیں) اور

پر قادر ہیں۔ جب فرصت کا وقت انہوں نے فوت کیا تو اب اس حشر کے دن حسرت اور ندامت

سوا انہیں کچھ حاصل نہیں۔ اور جب ان کا قیامت میں یہ حال ہوگا۔۔۔

فَدَرَرْنِي وَمَنْ يُكْذِبْ بِهَذَا الْحَبِيبِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ

تو رہنے دو مجھے اور جو جھٹلاتا ہے اس بات کو۔ جلد ہی ہم بتدریج لے جائیں گے انہیں جہاں سے جان نہ سکیں۔

(تو رہنے دو مجھے اور جو جھٹلاتا ہے اس بات کو) یعنی قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے، تو

اور انہیں چھوڑ دے اور اُن کے درمیان نہ آئے، اور اپنا دل اُن سے مشغول نہ رکھے، اور اُن

سے بدلہ لینے کا معاملہ مجھ پر چھوڑیے، کیونکہ میں ہی جانتا ہوں کہ اُن میں کون عذاب کا مستحق ہے اور کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ اور میں ہی اس کے معاملے کی کفایت کرنے والا ہوں۔ (جلد ہی ہم درج لے جائیں گے انہیں جہاں سے جان نہ سکیں)۔ یعنی ہم انہیں مہلت دیں گے اور تھوڑا سا وقفہ دے کر عقوبت و عذاب میں مبتلا کریں گے۔

اب معنی یہ ہوا کہ۔۔۔

ہم اسے احسان اور تندرستی اور از دیا و نعمت سے مہلت دے کر عذاب و عقوبت میں مبتلا کریں گے، اس حیثیت و جہت سے کہ وہ جانیں گے بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ یعنی اُن پر انعام ہوگا سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے لیے ہمیں چن لیا اور دوسروں پر ہمیں فضیلت بخشی۔ یہی ن کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا سبب بنا۔

۔۔ الخضر۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَأَمِلْ لَهُمُ إِن كُئِيَ مَتِّينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّن مَّعْرُومٍ

اور ڈھیل دوں گا انہیں۔ بے شک میری پوشیدہ تدبیر مضبوط ہے۔ کیا تم اُن سے اجرت چاہتے ہو، تو وہ تاوان سے

مُتَّقِلُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۷﴾

گراں بار ہیں۔ یا اُن کے پاس غیب ہے، تو وہ جنم پتر اباتے ہیں۔

میں مہلت دوں گا (اور ڈھیل دوں گا انہیں) یہاں تک کہ مغرور ہوں، پھر اُن کو پکڑ لوں گا۔ بے شک میری پوشیدہ تدبیر مضبوط ہے۔ یعنی ہمارا عذاب محکم ہے کہ کسی چیز سے دفع نہیں ہوتا، اس واسطے کہ ہماری پکڑ سخت ہے کسی کو اس کی طاقت اور تحمل نہیں۔ آخر ان کافروں کی سرکشی کا سبب کیا ہے۔۔۔ (کیا تم اُن سے اجرت چاہتے ہو، تو وہ تاوان سے گراں بار ہیں) اور اس سبب سے تجھ سے نہ پھرتے ہیں۔ (یا اُن کے پاس غیب ہے، تو وہ جنم پتر اباتے ہیں) اور اُس میں سے لکھ لیتے ہیں جو کچھ حکم کرتے ہیں مومن و کافر کے برابر ہونے کا؟

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾

تو غصہ نہ کر اپنے رب کے حکم کے لیے، اور نہ ہونا مچھلی کے واقعہ والے کی طرح۔۔۔ جب کہ پکارا اور وہ غمناک ہے۔

(تو) اے محبوب! (منتظر رہو اپنے رب کے حکم کے لیے) اور صبر کرتے رہو تبلیغ احکام کافروں کی ایذا سہنے کے ساتھ، (اور نہ ہونا مچھلی کے واقعہ والے کی طرح)۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جو اپنی قوم کی اذیت رسائی پر صبر نہ کر کے قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے یہاں تک کہ مچھلی کے پیٹ میں ایک عرصہ رہنا پڑا۔ (جبکہ پکارا) در آنحالیکہ مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دُعا مانگ رہے تھے، کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرے لیے پاکی ہے، بے شک میں اپنے نفس پر اندھیر کرنے والوں میں سے ہوں۔ (اور) اس حال میں (وہ) 'صاحبِ حوت' (غناک ہے) جس کا دل غیظ و غضب سے گھٹ رہا تھا اور غم سے بھرپور تھا۔ ایسی صورتِ حال میں۔۔۔

لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَ نِعْمَةً مِّنْ رَبِّكَ لَنَبَذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبِلْ

اگر نہ تدارک کرتی اُن کے رب کی طرف سے نعمت، تو وہ یقیناً پھینک دیے جاتے چٹیل میدان میں زبوں حال • تو جن لیا انہیں

رَبُّكَ فَمَجَّلَكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اُن کے رب نے، تو کر دیا انہیں لیاقت والوں سے •

(اگر نہ تدارک کرتی اُن کے رب کی طرف سے نعمت) اور رحمت تو بہ قبول ہونے کے سبب سے، (تو وہ یقیناً پھینک دیے جاتے چٹیل میدان میں زبوں حال)۔ ایسا میدان جہاں درخت اور گھاس وغیرہ کچھ نہ ہوتا، اور اُن کی حالت ملامت و مذمت کیے ہوئے والوں کی طرح ہوتی۔ (تو) اپنے فضل و کرم سے (جن لیا انہیں اُن کے رب نے) نبوت اور رسالت دے کر اور وحی بھیج کر، کر دیا انہیں لیاقت والوں سے) یعنی پیغمبروں میں سے۔

بعضوں نے کہا کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ثقیف کے حق میں دُعا کے ہلاکت کرنی چاہی، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے حبیب صبر کرو اور اس دُعا کو موقوف رکھو کہ صبر کرنے سے کام خوب ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ قریش کے کوتاہ نظروں نے قبیلہ بنی اسد میں سے ایک گروہ جو حسد اور بد نظری میں مشہور تھا، تجویز کر کے اُن کو بہت کچھ وعدوں سے تقویت دی، تاکہ آنحضرت ﷺ کے پر تو جمال نظرِ بد کا صدمہ پہنچا کر اس عالم سے مٹا دیں۔ تو حق تعالیٰ نے نظرِ بد سے آپ کی حفاظت اور عصمت کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔

وَأَن يَكَاذُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ يَقُولُونَ بِآيَاتِنَا كُفْرًا

اور واقع میں کافر لوگ ضرور گرانے لگتے ہیں تم کو اپنی اپنی نظریہ سے، جب جب انہوں نے سنا نصیحت کو، اور کہتے ہیں کہ ”بے

إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ

شک یہ مجنون ہے۔۔۔ اور وہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے۔

(اور واقع میں کافر لوگ ضرور گرانے لگتے ہیں تم کو اپنی اپنی نظریہ سے، جب جب انہوں نے سنا نصیحت کو)۔ یعنی قرآن کریم جب جب آپ تلاوت فرماتے تو کفار بکواس کرتے (اور کہتے ہیں کہ بے شک یہ مجنون ہے)۔ یعنی ان پر جن مسلط ہے جو انہیں سکھاتا ہے۔ (اور) حقیقت حال یہ ہے کہ (وہ) یعنی قرآن کریم (بس نصیحت ہے) حق تعالیٰ کی طرف سے (سارے جہان) والوں (کے لیے)۔۔۔ یا۔۔۔ نہیں ہیں محمد ﷺ، مگر اشرف تمام اہل عالم کے۔

حضرت حسن بصری نے کہا ہے کہ چشم زخم یعنی نظریہ بد کی دوا نہیں ہے، مگر یہ آیت۔

اختتام سورۃ القلم -- ﴿ ۲۲ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۰ ستمبر ۲۰۱۲ء -- بروز دوشنبہ ﴿ --

-- ﴿ ۲۳ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱ ستمبر ۲۰۱۲ء -- بروز سہ شنبہ ﴿ --



آیات ۵۲۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ الْحَاقَّةِ



سورۃ الحاقۃ۔۔ ۶۹ مکیہ ۷۸

’سورہ تبارک الذی‘ کے بعد اور ’سورہ المعارج‘ سے پہلے نازل ہونے والی مکی سورہ مبارکہ ’الحاقۃ‘ کو جس کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، اور جس میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور مکذبین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا گیا ہے، کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

الْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا اُذْرِكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝

وہ ہونے ہی والی • اور کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی • اور کیا تم سمجھے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی •
(وہ ہونے ہی والی) یعنی وہ حالت جس کا ہونا حق ہے۔۔۔ یا۔۔۔ وہ ساعت جس سے ڈرنا بہت
سزاوار ہے (اور کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی)۔ کیا حالت ہے؟ اور کیا ساعت ہے؟ (اور کیا تم سمجھے
کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی)۔ یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا اور تم کو علم دیا کہ کیا چیز ہے اور کیا حالت
اور کون سی ساعت ہے جس سے عملوں کے مکافات اور جزا واقع ہوگی۔۔۔ اس سے قیامت کا دن
مراد ہے اور حَاقَّةٌ بھی اُسی کا ایک نام ہے۔۔۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۝

جھٹلایا ثمود اور عاد نے اُس دل ہلا دینے والی گھڑی کو • تو ثمود تو برباد کر دیئے گئے حد سے بڑی چٹکھاڑ سے •
(جھٹلایا ثمود اور عاد نے اُس دل ہلا دینے والی) قیامت کی (گھڑی کو) جو لوگوں کو ٹھوکنے والی
اور توڑنے والی ہے۔ (تو) اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (ثمود تو برباد کر دیئے گئے حد سے بڑی چٹکھاڑ سے)،
یعنی حضرت جبرائیل کی چیخ سے۔ یہ آواز اتنی سخت تھی کہ کسی نے ویسی آواز نہ سنی تھی، اور نہ ہی اس طرح
کی آواز کا اثر دیکھا تھا۔۔۔ یا یہ کہ۔۔۔ وہ ہلاک کر دیئے گئے زیادتی کرنے کے سبب سے۔۔۔ یا۔۔۔ اُن میں
فرقہ طاغیہ کی وجہ سے، جیسے کہ قدار بن سالف اور اُس کے ساتھی جنہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

اور رہے عاد! تو وہ تباہ کر دیئے گئے نہایت تیز آمدی سے • مسلط کر دیا اُسے اُن پر سات رات

وَتَلَيُّنَ الْآيَاتِ حُسُومًا فَكَرَى الْقَوْمُ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أُجِجُوا ۝

اور آٹھ دن۔ متواتر۔ تو دیکھو قوم کو اُس میں گرائے پچھاڑے، گویا کہ وہ کھجور کے

مَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝

گرے درخت کے تنے ہیں • تو کیا دیکھتے ہو اُن کا کوئی بچا ہوا؟

(اور رہے عاد، تو وہ تباہ کر دیئے گئے نہایت تیز آمدی سے) جسے (مسلط کر دیا اُسے اُن پر
سات رات اور آٹھ دن متواتر)۔ ایک بدھ کی فجر سے دوسرے بدھ کی شام تک جو دن رات برابر چلتی

رہی قوم عاد پر، تو اس وقت اگر وہاں موجود ہو (تو دیکھو قوم) عاد (کو اُس میں گرائے بچاڑے، گویا کہ کھجور کے گرے درخت کے تنے ہیں) زمین پر پڑے جو خالی، کھوکھلے اور بے ڈول ہیں۔ (تو کیا دیکھتے ہو اُن کا کوئی بچا ہوا) یعنی اُن میں کوئی نہ بچا اور سب جڑ سے اکھڑ کر نیست و نابود ہو گئے۔

وَجَاءَ قَرَعُونَ وَفَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۱۰ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ

اور لے آیا فرعون اور اُس کے پہلے والے، اور الٹائی پلٹائی بستیوں والے جرم • چنانچہ گناہ کیا اپنے رب کے رسول کا،

فَلَاخَذَهُمْ آخِذَةٌ رَّابِيَةٌ ۝۱۱ اِنَّا لَنَاطِقُا الْمَاءُ حَمَلِكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۲

تو پکڑا انہیں بڑھی چڑھی پکڑ • بے شک ہم نے جب بڑھ چڑھ گیا پانی، سوار کرایا تھام سب کو چلتی کشتی میں •

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۳

تاکہ کر دیں ہم اُسے تمہارے لیے یادگار، اور یاد رکھیں اُسے یاد رکھنے والے کان •

(اور لے آیا فرعون اور اس کے پہلے والے)، یعنی جو لوگ اس کے پہلے تھے دیہات موتفک کے لوگ، (اور الٹائی پلٹائی بستیوں والے جرم) وخطا، یعنی انہوں نے شرک کیا۔ (چنانچہ گناہ کیا اپنے رب کے رسول کا، تو پکڑا انہیں بڑھی چڑھی پکڑ) نے، یعنی اُن پر اور امتوں سے زیادہ عذاب کیا۔ (بے شک ہم نے جب بڑھ چڑھ گیا پانی) تو (سوار کرایا تھام سب کو چلتی کشتی میں) یعنی سفینہ نوح میں جو پانی پر رواں تھی، (تاکہ کر دیں ہم اُسے) یعنی اُس کشتی کو (تمہارے لیے یادگار)۔ یعنی ایک نصیحت اور عبرت مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت کے باب میں۔ (اور یاد رکھیں اُسے یاد رکھنے والے کان) جو بات سن کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

فرمایا کہ اے علی! میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ تیرے کان کو وہ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کر دے۔

حضرت علی کہتے ہیں اُس دن کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

فَاِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۴ وَجِئَتْ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

تو جہاں پھونکا گیا صور میں ایک دم • اور اُٹھالی گئی زمین اور پہاڑ،

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۵ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۶

پھر ریزہ ریزہ کر دیے گئے دونوں ایک ہی ٹپک میں • تو اُس دن واقع ہو گئی، واقع ہونے ہی والی کھڑی •

وَأَنشَقَّتِ السَّمَاءُ فِي يَوْمِئِذٍ وَاهِيَةً ۝

اور پھٹ گئے آسمان، تو وہ اُس دن بے زور ہے۔

(تو جہاں پھونکا گیا صور میں ایک دم)، وہ ”نخہ صعقہ“ ہے، (اور اٹھلی گئی زمین اور پہاڑ) اپنی جگہوں سے محض قدرتِ کاملہ سے۔۔۔ یا۔۔۔ سخت زلزلوں اور ہواؤں کے باعث سے، (پھر ریزہ ریزہ کر دیئے گئے دونوں ایک ہی پلک میں)، تو سب روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (تو اُس دن واقع ہو گئی واقع ہونے ہی والی گھڑی) یعنی قیامت قائم ہو جائے گی۔ (اور پھٹ گئے آسمان تو وہ) یعنی آسمان (اُس دن بے زور ہے)، یعنی سست اور ضعیف ہو جائے گا قوت اور مضبوطی کے بعد۔

وَالْمَلِكُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمِئِذٍ ثَمَنِيَةً ۝

اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہیں۔ اور اٹھائیں گے تمہارے رب کے عرش کو اپنے اوپر اُس دن آٹھ فرشتے۔

يَوْمِئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝

اُس دن تم لوگ پیش کیے جاؤ گے، نہ چھپ سکے گی تم میں سے کوئی چھپنے والی ہستی۔

(اور فرشتے اُس کے) یعنی آسمان کے (کناروں پر ہیں) خدا کے حکم کے منتظر، کہ حکم ہو تو وہ نیچے اتر آئیں۔ (اور اٹھائیں گے تمہارے رب کے عرش کو اپنے اوپر اُس دن آٹھ فرشتے)۔ بعضوں نے کہا ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں عرش کو اٹھائیں گی کہ اُن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(اُس دن تم لوگ پیش کیے جاؤ گے) خدا کے سامنے محاسبہ کے واسطے۔ (نہ چھپ سکے گی تم میں سے کوئی چھپنے والی ہستی) یعنی حق تعالیٰ تمہارے پوشیدہ کاموں پر مطلع ہے، تو پیش کیا جانا اور حساب ہونا اس پر اطلاع کے واسطے نہیں ہے بلکہ عدل کے واسطے ہے، اور خلق پر افشاء احوال کے لیے ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابًا بِيَمِينٍ فَيَقُولُ هَذَا مَا أَرَاكَ تُبِينُ ۝

تو جو دیا گیا اُس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں، تو وہ کہے گا کہ ”لو پڑھو میرا نامہ اعمال“۔

(تو جو دیا گیا اُس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں، تو وہ کہے گا کہ ”لو پڑھو میرا نامہ اعمال“۔)

اس میں ایسا عمل کوئی نہیں ہے جس کو ظاہر کرنے میں میں شرم کروں۔ دراصل اپنی خوشی اور مسرت کو ظاہر کرنے کے لیے وہ یہ کہے گا۔

تبیان میں ہے کہ یہ دوسری کتاب ہے نامہ اعمال کے سوا لکھی ہوئی کہ اس میں جنت کی خوشخبری ہے۔ بس اس واسطے کہ فرشتوں کا لکھا ہوا نامہ اعمال خدا اور بندے کے درمیان ہے کوئی اسے نہ دیکھے گا اور نہ پڑھے گا۔ پھر صاحب کتاب کہے گا کہ۔۔۔

إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلِقٌ حِسَابِيَّةٌ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ

بے شک میں سمجھتا تھا کہ بے شک میں پاؤں گا اپنا حساب • تو وہ اپنے پسندیدہ آرام میں ہے • فردوسِ عالی میں •

فَطَوْفُهُا دَانِيَةٌ ۖ كُلُّوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۖ

جس کے خوشے قریب ہی ہیں • کہ کھاؤ اور پیو خوش خوش، صلہ اس کا جو پہلے بھیج چکے تم گزرے زمانہ میں •

(بے شک میں سمجھتا تھا کہ بے شک میں پاؤں گا اپنا حساب)۔ یعنی میں نے تو جانا ہی تھا کہ میرا حساب کریں گے اور اس پر میں آمادہ ہوں۔ (تو وہ اپنے پسندیدہ آرام میں ہے) یعنی ایسی زندگی میں جو کدورت سے صاف اور حرمت اور حشمت سے ملی ہوگی (فردوسِ عالی میں) بلند و بالا جنت میں، (جس کے خوشے قریب ہی ہیں) کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اُس تک ہاتھ پہنچ جائے، اور حضرت رضوان اُن سے کہیں گے (کہ کھاؤ اور پیو خوش خوش، صلہ اس کا جو پہلے بھیج چکے ہو تم گزرے زمانہ میں)۔ یعنی دُنیا میں کہ گرمی کے دنوں میں تم نے روزے رکھے اور بھوکے پیاسے رہے۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَةَ ۖ وَلَمْ

اور رہا وہ، جو دیا گیا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں۔۔۔ تو کہے گا کہ ”اے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامہ اعمال • اور نہ جانتا

أَدْرِمَا حِسَابِيَةَ ۖ يَلَيْتَهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَةَ ۖ

کہ کیا حساب میرا ہے • اے کاش! وہ موت ہوتی ہمیشہ کے لیے • نہ کام آیا میرے میرا مال •

هَلْكَ عَنِّي سُلْطَانِيَةَ ۖ

جاتی رہی مجھ سے میری قوت •

(اور رہا وہ، جو دیا گیا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں)، اور وہ اُس میں اپنی بُرائیاں اور گناہ لکھے دیکھے گا، (تو کہے گا) ندامت کے مارے (کہ اے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامہ اعمال) اور میں نہ دیکھتا تھا کہ بڑا ملافضحت سے دوچار نہ ہوتا۔ (اور) کاش (نہ جانتا) میں (کہ کیا حساب میرا ہے) آج، اس واسطے کہ عذاب اور شدت کے سوا مجھے تو کچھ حاصل ہی نہیں۔ (اے کاش! وہ موت ہوتی ہمیشہ کے

(لیے) جس کے سبب سے میں دُنیا میں مرا تھا۔ کاش وہ موت ہمیشہ کے فنا کا حکم کرتی کہ اُس کے بعد میں زندہ ہی نہ ہوتا، تو (نہ کام آیا میرے میرا مال) میرے مکانات اور میرے غلام، جو مجھ سے عذاب دفع کرتے۔ (جاتی رہی مجھ سے میری قوت) یعنی لوگوں پر تسلط اور حکومت۔۔۔ یا۔۔۔ وہ دلیل و حجت جسے دُنیا میں نے مضبوط پکڑا تھا۔ پھر دوزخ کے فرشتوں کو حکم پہنچے گا کہ۔۔۔

حَذُوهُ فَعْلُوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلْوُوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ

پکڑو اُسے، پھر طوق پہنا دو اُس کو • پھر جہنم میں جھونک دو اُس کو • پھر زنجیر، جس کی پیمائش ستر گز ہے،

ذَرَاْعًا فَاسْلُكُوهُ ۝

تو اُس میں پر دو اُس کو •

(پکڑو اُسے، پھر طوق پہنا دو اُس کو) اور اُس کے ہاتھوں کو گردن میں باندھو، (پھر جہنم) کی بڑی آگ (میں جھونک دو اُس کو • پھر زنجیر جس کی پیمائش ستر گز ہے، تو اُس میں پر دو اُس کو) یعنی اُس کے جسم پر اُس زنجیر کو خوب گس کر لپیٹ دو کہ ہل نہ سکے۔

ایک قول پر یہاں 'گز' سے 'نوشیروانی گز' مراد ہے، کہ ہر گز سات باغ کے برابر ہے اور ہر باغ ہے کوفہ سے مکہ تک۔ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دُنیا میں جتنا لوہا ہے اگر جمع کریں، تو اُس زنجیر کے ایک حلقہ کے برابر نہیں ہے، اور اگر اُس کا ایک حلقہ عالم کے پہاڑوں پر رکھ دیں تو یہ رائے کی طرح پگھل جائیں۔ زنجیر والا یہ عذاب اس پر اس لیے ہے کہ۔۔۔

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۝

یہ نہیں مانتا تھا عظمت والے اللہ کو • اور نہیں اُبھارتا تھا مسکین کے کھانا دینے پر •

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَبِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝

تو نہیں ہے اس کا آج یہاں کوئی دوست • اور نہ کوئی غذا، مگر زخموں کی نچوڑی پیپ •

لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِطُونَ ۝

نہ کھائیں گے اُسے مگر وہ خطا کار •

(یہ) شخص (نہیں مانتا تھا عظمت والے اللہ) تعالیٰ (کو • اور نہیں اُبھارتا تھا) اپنے کو (مسکین کے کھانا دینے پر)۔ یعنی رغبت نہ کرتا تھا، اور حرص نہ رکھتا تھا محتاج کو کھانا دینے پر۔ (تو نہیں ہے اس کا)

کا آج یہاں کوئی دوست (یعنی یگانہ جو اس کی حمایت کرے۔) اور نہ کوئی غذا مگر زخموں کی نچوڑی (پپ) جو دوزخیوں کے بدن سے بہتی ہے، (نہ کھائیں گے اُسے مگر وہ خطا کار) مشرک۔۔۔ اس لیے کہ سب گناہان کبیرہ کا سردار شرک ہے۔۔۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝

تو نہیں کیا میں تو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی، جسے تم لوگ دیکھتے ہو • اور جسے نہیں دیکھتے •

کہ بے شک یہ بات چیت ہے رسول کریم سے •

(تو نہیں کیا میں تو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جسے تم لوگ دیکھتے ہو) یعنی دیکھی ہوئی چیزوں میں سے (اور جسے نہیں دیکھتے) یعنی غائب چیزیں۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کی قسم جو زمین کے اوپر اور زمین کے اندر ہے۔۔۔ یا۔۔۔ اجسام اور ارواح کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ انس اور جن کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ کعبہ اور بیت المعمور کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ بحر و مد کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ محمد ﷺ کے حکم پہنچانے اور جبرائیل علیہ السلام کے وحی لانے کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ میرے حبیب کے آثار رسالت اور انوار ولایت کی قسم (کہ بے شک یہ بات چیت ہے رسول کریم سے) تو ایسا نہیں ہے جو کافر کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہے۔

اس آیت میں رسول کریم سے مراد وہ ذات ہے جو خدا کے نزدیک بزرگ ہے اور وہ محمد ﷺ ہیں، اور بعض نے کہا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۚ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ

اور نہیں ہے وہ کسی شاعر کی بات۔ کس قدر کم مانا کرتے ہو • اور نہ کسی کاہن کی بات۔

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝

کس قدر کم دھیان کرتے ہو • اس کا اُتارنا ہے رب العالمین کی طرف سے •

(اور نہیں ہے وہ کسی شاعر کی بات) جیسا کہ ابو جہل کہتا ہے۔ تو ایسی بکو اس کرنے والو! تم (کس قدر کم مانا کرتے ہو)، یعنی مکمل تصدیق نہیں کرتے۔ (اور نہ) قرآن (کسی کاہن کی بات) ہے، جیسا کہ عقبہ ابن ابی معیط گمان کرتا ہے۔ تو اس طرح کا گمان کرنے والو! تم (کس قدر کم دھیان کرتے ہو)، اور ذرا بھی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ تو سن لو! کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ (اس کا اُتارنا ہے رب العالمین کی طرف سے) یعنی اہل عالم کے رب کی جانب سے یہ نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۖ لَأَخَذْنَا مِمَّنْهُ بِالْيَمِينِ ۖ ثُمَّ لَقَطَعْنَا

اور اگر بنا لیتے ہم پر کوئی بات • تو ہم پکڑ چکے ہوتے اُن کو قوی ہاتھ سے • پھر یقیناً کاٹ چکے ہوتے

مِنْهُ الْوَتِينَ ۖ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۖ وَإِنَّهُ

اُن کی رگِ دل کو • پھر نہ ہوتا تم میں کوئی روک سکنے والا • اور بے شک یہ

لَتَذَكِّرُهُ لِلشَّقِيْنَ ۖ

یقیناً نصیحت ہے ڈروالوں کے لیے •

(اور اگر بنا لیتے ہم پر کوئی بات) یعنی اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے، (تو ہم پکڑ چکے ہوتے اُن کو قوی ہاتھ سے)، یعنی ہم اُن کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔ (پھر یقیناً کاٹ چکے ہوتے اُن کی رگِ دل کو) یعنی شہ رگ کو۔ (پھر نہ ہوتا تم میں کوئی روک سکنے والا) جو ہمیں اپنے اُس عمل سے روک دیتا اور انہیں بچا لیتا۔ (اور بے شک یہ) قرآن (یقیناً نصیحت ہے ڈروالوں کے لیے) اس واسطے کہ وہ اس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ۖ وَإِنَّ لَهُمْ لَحِسْرَةً عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ

اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک تم میں جھٹلانے والے ہیں • اور بے شک یقیناً وہ حسرت ہے کافروں پر •

وَإِنَّ لِحَقِّ الْيَقِينِ ۖ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۖ

اور بے شک وہ حق یقینی ہے • تو پاکی بولتے رہو اپنے عظمت والے رب کے نام کی •

(اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں، کہ بے شک تم میں جھٹلانے والے ہیں) اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ (اور بے شک یقیناً وہ حسرت ہے کافروں پر)، کہ قیامت کے دن قرآن کا ثواب دیکھیں گے اور خود اُس سے محروم ہوں گے۔ (اور بے شک وہ) یعنی قرآن (حق یقینی ہے)۔ یعنی 'حق الیقین' ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے پاس سے نازل ہوا ہے۔ (تو پاکی بولتے رہو اپنے عظمت والے رب کے نام کی)۔ یعنی اپنے رب تعالیٰ کو اُس کی صفاتِ تجیدی اور اُس کی صفاتِ تزیہی کے ساتھ یاد کرتے رہو۔

-- ﴿ ۲۵ / شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۳ / ستمبر ۲۰۱۲ء --- بروز پنجشنبہ ﴾ --



آیات ۳۴ -- رکوعات ۲

سُورَةُ الْمَعَارِجِ



سورة المعارج -- ۷۰ مکہ ۷۹

اس سورہ کا نام 'المعارج' ہے جو اس کی آیت ۳ سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ کے پہلے 'سورہ الحاقة' میں قیامت، جنت اور دوزخ کے احوال اور مومنین اور کافرین کا اخروی انجام ذکر فرمایا تھا، اُسی طرح اس سورت میں بھی انہیں امور کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ سورت 'سورة الحاقة' کے بعد اور 'سورة النبا' سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ تو اس سورت کو جو بالاتفاق مکی ہے شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

نضر بن حارث نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ خدایا اگر محمد ﷺ حق پر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اگر تیری طرف سے ہے تو تو ایک پتھر مجھ پر برسا۔ یا۔۔ مجھ کو دردناک عذاب میں مبتلا کر، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝

مانگا ایک مانگنے والے نے اُس عذاب کو جو ہونے ہی والا ہے • کافروں کو، نہیں ہے اُس کا کوئی ہٹا سکنے والا •

مَنْ اللَّهُ ذِي الْمَعَارِجِ ۝

بلندیوں والے اللہ کی طرف سے •

(مانگا ایک مانگنے والے نے اُس عذاب کو جو ہونے ہی والا ہے • کافروں کو)، دُنیا میں

جنگِ بدر کے دن کا قتل ہے۔۔ یا۔۔ آخرت میں دردناک عذاب۔

بعضوں نے کہا کہ عذاب مانگنے والا ابو جہل تھا کہ اُس نے کہا کہ "فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا

كَيْسِفًا" اور ایک قول یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کفار پر عذاب نازل ہونے کی

درخواست اور جلدی کی، بہر تقدیر۔۔۔

(نہیں ہے اُس کا کوئی ہٹا سکنے والا) جو اُسے روکے اور دفع کر سکے۔ (بلندیوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آنے سے، اس واسطے کہ ارادۂ اُزلی اُس سے متعلق ہو چکا ہے اور اللہ کا ارادہ کیا ہوا اُمر دفع نہیں کیا جاتا۔

پھر آگے اللہ جل شانہ کی صفت ہے کہ وہ خداوند ہے بلند درجوں کا، یعنی جنت میں اونچے اونچے محل اپنے دوستوں کے واسطے اُس نے مہیا کیے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ بلند مقامات کلمات طیبات کے بلند ہونے کو مقرر فرمائے ہیں۔۔۔

تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

کہ عروج کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اُس کی طرف اُس دن میں، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا

تو تم خوب صبر سے کام لو۔

(کہ عروج کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اُس کی طرف)، یعنی حکم الہی کی طرف یعنی اُس جگہ جہاں پہنچنے کا حکم ہو (اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دُنیا کے برسوں سے۔ یعنی اگر کوئی چاہے کہ دُنیا میں سیر کرے وہاں تک کہ جہاں تک فرشتوں کو جانے کا حکم ہے اور وہ ایک دن میں جاتے ہیں، تو وہ سیر کرنے والا پچاس ہزار برس میں جاسکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اُس دن سے قیامت کا دن مراد ہے کہ کافروں پر اس درازی کے ساتھ گزرے گا۔ اور بعضوں نے کہا کہ میدانِ قیامت میں پچاس موقف اور موطن ہوں گے اور ہر موقف میں ہزار برس ٹھہرائیں گے۔
(تو) اے محبوب! (تم خوب صبر سے کام لو) جو کسی طرح کے قلق اور شکایت کے بغیر ہو۔

لَهُمْ يَوْمَئِذٍ بَعِيدًا ۝ وَكَرَبٌ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ

بلاشبہ وہ سمجھتے ہیں اُس کو دور آنہونی۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں اُس کو قریب ہونے ہی والی۔ جس دن ہوگا آسمان

كَالْهَبْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝

جیسے کھل چاندی۔ اور ہوں گے پہاڑ جیسے دھنی اُون۔

(بلاشبہ وہ) کافر (سمجھتے ہیں اُس کو دُور آنہونی)۔ یعنی وہ اُس کو امکان سے بعید سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت کا دن نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ جیسا کہ عرف میں کہتے ہیں کہ فلاح کام کا وقوع دُور ہے یعنی محال معلوم ہوتا ہے۔ (اور ہم دیکھ رہے ہیں اُس کو) یعنی قیامت کو (قریب ہونے ہی والی) ہے واقع ہونے کے۔ (جس دن ہوگا آسمان جیسے پگھلی چاندی) یعنی آسمان پگھل جائے گا۔ (اور ہوں گے پہاڑ جیسے دہنی اُون) نرم اور ریزہ ریزہ۔

وَلَا يَسْأَلُ حَبِيبٌ حَبِيبًا ۝ يُبْصِرُ وَهُمْ يُرِيدُ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ

ورنہ پوچھے گا کوئی دوست کسی دوست کی • حالانکہ وہ لوگ باہم پیش نظر کیے جائیں گے۔ آرزو کرے گا مجرم کہ اگر فدیہ دے دے

يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُتَوِيه ۝

اُس دن کے عذاب سے بچنے کو اپنے بیٹے • اور بیوی اور بھائی • اور اپنا کنبہ، جو ٹھکانہ دیتا رہا ہے اُسے •

(اور نہ پوچھے گا کوئی دوست کسی دوست کی)۔ سب کو اپنی ہی فکر ہوگی، کوئی کسی کے گناہ اور اُس کے افعال کے تعلق سے سوال نہ کرے گا۔ اور وہ ہے ہی ایسا مقام جہاں ہر ایک سے اُسی کے افعال و اقوال اور اعمال و احوال کے بارے میں پوچھا جائے گا، (حالانکہ وہ لوگ باہم پیش نظر کیے جائیں گے)۔ یعنی ہر ایک اپنے قرابت دار کو پہچانے گا اور اُس کا احوال دیکھے گا اور جانے گا کہ ہر ایک اپنے اعمال کے سبب سے مواخذہ میں ہے۔ یہ ایسا دن ہوگا کہ۔۔۔

(آرزو کرے گا مجرم کہ اگر فدیہ دے دے اُس دن کے عذاب سے بچنے کو اپنے بیٹے) جو بہت عزیز تھے اُس کے نزدیک (اور بیوی) جو اُس کی یار اور ہوادار تھی، (اور بھائی) جو اس کا قوت بازو اور مددگار تھا۔ (اور اپنا کنبہ جو ٹھکانہ دیتا رہا ہے اُسے) اور اُس کے پناہ کی جگہ بنا رہا۔

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا إِنَّهَا لَأُظْلَىٰ ۝ تَرَاةٌ لِلشَّوْىِ ۝

اور سارے زمین والے کو، پھر بھی یہ فدیہ دینا اُسے بچالے گا؟ • ہرگز نہیں۔ بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے •

کھال تک اُتار دینے والی •

(اور) صرف اسی قدر نہیں، بلکہ (سارے زمین والے کو)۔۔۔ الغرض۔۔۔ عذاب الہی سے اپنی بچت کے لیے اگر اُن سب کو فدیہ دینا کام آجائے تو وہ مجرم اس کو بھی گوارا کرنے کو تیار ہے۔ (پھر بھی

یہ فدیہ دینا اُسے بچالے گا • ہرگز نہیں، حاشا کہ نجات نہ پائے گا عذاب سے، اور وہ بھی کیسا سخت عذاب؟ (بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے • کھال تک اُتار دینے والی) یعنی مشرکین کے ہاتھ پاؤں --- یا۔۔ اُن کے سر کی کھال کو سو برس اور دو سو برس کی راہ سے، یعنی دوزخ کا شعلہ کافروں کو اپنے میں اس طرح کھینچے گا جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ وہ آگ۔۔۔

تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۖ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ

بُذِلَتْ رَهْتِي هِيَ اُسے جس نے پیٹھ دکھائی تھی اور منہ پھیرا تھا • اور جمع جتھا کیا تھا اور صندوق میں رکھا تھا • بے شک انسان

خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۖ

پیدا کیا گیا ہے بے صبرا • جب پہنچی خرابی تو گھبراہٹ والا ہے • اور جب پہنچی اُسے بھلائی تو روک رکھنے والا ہے •

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۖ

مگر نمازی لوگ • جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں •

(بُذِلَتْ رَهْتِي هِيَ اُسے جس نے پیٹھ دکھائی تھی) یعنی حق کو پس پشت ڈال دیا تھا (اور) حکم الہی

سے (منہ پھیرا تھا • اور) دُنیا کا مال (جمع جتھا کیا تھا اور صندوق میں رکھا تھا) اور خدا کا حق ادا نہ کیا

(بے شک انسان پیدا کیا گیا ہے بے صبرا) اور حریص فانی مال جمع کرنے پر، اور بخیل حقوق ربانی ادا

کرنے پر۔ (جب پہنچی خرابی)، جیسے محتاجی و مفلسی وغیرہ (تو گھبراہٹ والا ہے) اور چپختا چلا تا ہے۔

(اور جب پہنچی اُسے بھلائی)، جیسے تندرستی اور مال داری وغیرہ (تو روک رکھنے والا ہے) اپنے نفس کو

اطاعت الہی سے اور مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے۔ اور سب آدمی اسی حال پر مخلوق ہوئے ہیں

(مگر نمازی لوگ • جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں) اُس کو کما حقہ ادا کرنے والے ہیں، یعنی کسی بھی شغل کی

وجہ سے اس سے باز نہیں رہتے، اور نماز ادا کرتے وقت خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے ہیں اور دائیں

بائیں التفات نہیں کرتے۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لِلنَّاسِ مِنَ الْمَرْبُورِ ۖ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ

اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے مملکت کے لیے • اور نہ مانگ سکنے والے کے لیے • اور جو تصدیق کریں

بِیَوْمِ الدِّينِ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۖ

روزِ جزا کی • اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں •

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿۲۸﴾

بے شک اُن کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

(اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے منگتا کے لیے • اور نہ مانگ سکنے والے کے لیے)، جیسے کہ زکوٰۃ، کہ اندازہ کی ہوئی ہے اور صدقے، جو معمول ہیں سوال کرنے والوں کے واسطے اور اس محتاج کے واسطے جو سوال نہ کرے، (اور جو تصدیق کریں روزِ جزا کی)۔ اور روزِ قیامت کی تصدیق کی نشانی لاعنت اور عبادت میں مشغول ہونا ہے۔ (اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں)۔ عذابِ الہی سے ڈرنے کی علامت ممنوعاتِ شرعی سے بچنا ہے۔ (بے شک اُن کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں)۔ یعنی اُس سے بے خوف نہیں ہو سکتے کیونکہ البتہ گناہ گاروں کو وہ عذاب پہنچے گا۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفْوَجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿۲۹﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں • مگر اپنی بیبیوں پر یا جو اُن کے دستِ ملکیت میں لونڈیاں ہیں،

فَأَنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۳۰﴾ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۳۱﴾

کہ بے شک وہ مجرم نہیں ہیں • تو جس نے چاہا اُس کے سوا، تو وہی حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔

(اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں • مگر اپنی بیبیوں پر یا جو ان کے دستِ ملکیت میں لونڈیاں ہیں)، کیونکہ ہاتھ کا مال ہونے کے سبب سے ان میں تصرف کر سکتے ہیں، کیوں (کہ بے شک) ان میں تصرف کرنے سے (وہ مجرم نہیں ہیں) • تو جس نے چاہا (دخول کرنے کی جگہ (اُس کے سوا) جو کہا گیا، یعنی اپنے لونڈی اور جو رو کے سوا، (تو وہی حد سے بڑھ جانے والے ہیں) یعنی مردوں اور جانوروں سے وطی کرنے والے حد سے گزر جانے والے ہیں، اور بعض کے قول پر جَلَق لگانا بھی حد سے گزرنے میں داخل ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ

اور جو اپنی امانتوں اور عہد کے لحاظ رکھنے والے ہیں • اور جو اپنی گواہیوں پر

قَائِمُونَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۳۴﴾

ٹھیک رہنے والے ہیں • اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمٰتٍ ۝۴۵

وہ ہیں جنتوں میں، باعزت۔

(اور جو اپنی امانتوں اور عہد کے لحاظ رکھنے والے ہیں)۔ عہد خالق کا ہو۔۔ یا۔۔ مخلوق کا سر کی حفاظت کرنا چاہئے اور امانت ادا کرنا اور عہد پورا کرنا نہ چھوڑنا چاہیے۔ (اور جو اپنی گواہیوں ٹھیک رہنے والے ہیں)، یعنی قائم ہیں۔۔ یا۔۔ گواہی دیتے ہیں اُس چیز میں جو بندوں کے حقوق و فرائض جانتے ہیں۔ (اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں)، یعنی آداب و شرائط کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔

نماز کا ذکر ان آیتوں کے شروع اور خاتمہ میں مکرر فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ نماز سب عبادتوں میں افضل ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ ہمیشہ پڑھنا فرض نمازوں سے تعلق رکھتا ہے، اور محافظت کرنا نفلوں سے متعلق ہے۔

اور (وہ) لوگ جو ان صفتوں سے موصوف ہیں، (ہیں جنتوں میں باعزت) ثواب ابدی اور جزائے سرمدی کے سبب سے۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعد مشرکوں نے رسول کریم ﷺ کے گرد اگر حلقہ باندھا اور ہنسی اور مسخرے پن کی راہ سے بولے کہ محمد ﷺ کے اصحاب عقبیٰ میں جنتوں کی طمع رکھتے ہیں، تو ہم کو بھی یہ طمع ہے کہ ہم ان سے پہلے جنتیں پائیں گے، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِكَ مُّهٰطِعِيْنَ ۙ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عٰزِيْنَ ۝۴۶

تو کیا ہوا کافروں کو؟ کہ تمہاری طرف گھورنے والے ہیں۔ داہنے اور بائیں سے، گروہ درگروہ۔ کیا اللچاتا ان کا ہر شخص کہ داخل کیا جائے راحت کے باغ میں۔ ہرگز نہیں! بے شک ہم نے پیدا فرمایا انہیں اُس سے جسے وہ جانتے ہی ہیں۔ (تو کیا ہوا کافروں کو کہ تمہاری طرف گھورنے والے ہیں)۔ داہنے اور بائیں سے گروہ درگروہ۔

حلقہ کیے ہوئے۔ (کیا اللچاتا) ہے (ان کا ہر شخص کہ داخل کیا جائے راحت کے باغ میں) اور نعمت لازوال میں؟ یعنی مشرکوں کو یہ داعیہ ہے کہ بے ایمان قبول کیے ہوئے جنتوں میں نعمت پر دخل پائیں گے۔ ایسا (ہرگز نہیں) ہونے والا۔ (بے شک ہم نے پیدا فرمایا انہیں اُس سے جسے وہ جانتے ہی ہیں)۔

میں)، یعنی نطفہ سے کہ اس کو کسی طرح عالم قدس سے مناسبت نہیں ہے، پس اگر کوئی کدورتوں کے
ث سے صاف نہ ہو اور اخلاقِ ملکی سے متخلق نہ ہو جائے، وہ جنت میں داخل ہونے کی استعداد اور
وقت نہ رکھے گا۔

فَلَا أُقِيمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا الْقَدِرُونَ ﴿۳۰﴾

تو نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں تمام پوربوں اور سارے کچھموں کے رب کی، کہ بے شک ہم یقیناً قدرت والے ہیں۔

عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۳۱﴾

اس پر کہ بدل دیں ان سے بہتر، اور نہیں ہیں ہم عاجز۔

(تو نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں تمام پوربوں اور سارے کچھموں کے رب کی، کہ بے شک
ہم یقیناً قدرت والے ہیں۔ اس پر کہ بدل دیں ان سے بہتر، اور نہیں ہیں ہم عاجز)۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ہم
کو اس بات کی قدرت ہے کہ ان کافروں کو ہلاک کر کے ان کے بدلے دوسری مخلوق پیدا کریں۔ ہم
پر کوئی سبقت اور پیشی نہیں لے جاسکتا، اگر ہم کسی امر کا ارادہ کریں تو ہم کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اُسے
ظاہر کرنے میں۔

فَذَرَهُمْ يَخْوَضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۳۲﴾

تو چھوڑ دے انہیں کہ بے ہودگی میں پڑے رہیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس دن کو، جس کا وعدہ دیے گئے ہیں۔ جس دن

يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصُوبٍ يُوفُضُونَ ﴿۳۳﴾ خَاشِعَةً

لکلیں گے قبروں سے جھپٹتے ہوئے، گویا وہ اپنے اپنے کسی نشان تک دوڑ لگا رہے ہیں۔ جھکی جھکی

أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلِيلًا ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۳۴﴾

اُن کی آنکھیں، چھائی اُن پر ذلت۔ یہ ہے وہ دن جس کا وعدہ دیے جاتے تھے۔

(تو چھوڑ دے انہیں کہ بے ہودگی میں پڑے رہیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس
دن کو جس کا وعدہ دیے گئے ہیں)۔ وہ جنگِ بدر کا دن ہے۔۔۔ یا۔۔۔ قیامت کا روز۔۔۔ اس آیت کا حکم
آیتِ قتال کے حکم سے منسوخ ہے۔۔۔ وہ کیا دن ہوگا؟ (جس دن لکلیں گے قبروں سے جھپٹتے ہوئے)
تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت اسرافیل کا پکارنا قبول کر کے، گویا وہ اپنے اپنے کسی نشان

تک دوڑ لگا رہے ہیں) جیسے سپاہ پراگندہ جو اپنا جھنڈا قائم دیکھتی ہے اور اُس کی طرف دوڑتی ہے۔ صورتِ حال یہ ہوگی کہ اُس وقت (جھکی جھکی) ہوں گی (اُن کی آنکھیں)، یعنی آنکھوں والے اپنے سر جھکائے ہوں گے۔ اور ہوگی (چھائی اُن پر ذلت۔ یہ ہے وہ دن جس کا) وہ (وعدہ دیئے جاتے تھے) دُنیا میں۔

اختتام سورۃ المعارج -- ﴿ ۲۷ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۵ / ستمبر ۲۰۱۲ء --- بروز شنبہ ﴿ --

-- ﴿ ۲۹ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۷ / ستمبر ۲۰۱۲ء --- بروز دوشنبہ ﴿ --



آیات ۲۸۔ رکوع ۲

سُورَةُ نُوحٍ



سورۃ نوح۔ ۱۷ مکیہ

’سورہ نوح‘ جس کا نام اسی کی آیت سے ماخوذ ہے۔ ’سورہ النحل‘ کی چالیس آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اور ’سورہ الطور‘ سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی۔ اس سورت کو اپنی سابقہ سورت ’المعارج‘ سے مناسبت یہ ہے کہ ’سورہ المعارج‘ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ مشرکین مکہ سے بہتر لوگ لے آئیں اور اُس کے بعد ’سورہ نوح‘ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عالمگیر طوفان بھیجا جس سے اُن کی قوم کے تمام کافر غرق ہو کر ہلاک ہو گئے، صرف وہ اتنی افراد بچے جو اللہ کی توحید اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے۔ اور پھر انہیں باقی ماندہ لوگوں سے دُنیا آباد ہوئی۔ اس سے اُس پر دلیل قائم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، تو ایک قوم کو ہلاک کر کے اُس کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔ ایسی حقیقت افروز سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ

بَشَرٌ بِشَكِّ بَيْجَاهِمُ نُوْحٌ كُوْنُ قَوْمُ كِي طَرَفُ كِهْ دُرْسَادُوْا پِنِ قَوْمُ كُو، قَبْلُ اُسْ كِهْ كِهْ اُنْ كِهْ پَسِ دَكْهُ وَالا عَذَابُ •

الْيَوْمَ ۱ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَانْقُصُوا

نِهوں نِهْ كِهَا كِهْ "اے میری قوم! بلاشبہ میں تمہارے لیے کھلا کھلا ڈر سنا دینے والا ہوں • کہ پوجو اللہ کو اور ڈرو اُسے، اور

أَطِيعُوا ۚ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِجَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسْتَقَرٍّ

کہا مانو میرا • بخش دے گا تمہارے گناہوں کو، اور مہلت دے گا تمہیں ایک مقرر مدت تک۔

إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ

بلاشبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت، جب آگیا تو نہیں ہٹایا جاتا۔ اگر تم جانتے ہوتے •

(بے شک بھججا ہم نے نوح کو اُن کی قوم) آل قانبل (کی طرف) اس حکم کے ساتھ (کہ

رَسَادُوْا پِنِ قَوْمُ كُو)، اور انہیں ڈرا دو (قبل اِس كِهْ كِهْ اُنْ كِهْ پَسِ دَكْهُ وَالا عَذَابُ) طوفان کی

طَل میں۔۔۔ یا۔۔۔ عذابِ آخرت کی صورت میں، تو (انہوں نے کہا کہ اے میری قوم) کے لوگو! (بلاشبہ

میں تمہارے لیے کھلا کھلا ڈر سنا دینے والا ہوں)، یعنی میرا ڈر سنانا بالکل ظاہر ہے۔ پہنچاتا ہوں میں تم

کو یہ حکم (کہ پوجو اللہ) تعالیٰ (کو اور ڈرو اُسے) یعنی اُس كِهْ عَذَابُ سے۔۔۔ یا۔۔۔ پر ہیز کرو اُس کی

فرمانی سے۔

(اور کہا مانو میرا)، یعنی میری اطاعت کرو اُس چیز میں جو میں حکم کروں اور منع کروں۔ اللہ

تعالیٰ (بخش دے گا تمہارے گناہوں کو) قبل اسلام جس كِهْ مَرْتَكَبُ ہوئے ہو، (اور مہلت دے گا

تمہیں ایک مقرر مدت تک)، کہ وہ زندگی کی مدت ہے۔ یعنی عقوبت اور مہلکات سے بچا کر زندہ

کھے گا۔ (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (کا مقرر کردہ وقت جب آگیا تو نہیں ہٹایا جاتا)۔ یعنی جس کی وہ اجل

اور مدت ہے اُسے مہلت نہیں ہوتی۔ (اگر تم جانتے ہوتے) اور فکر و نظر سے کام لیتے، تو خود ہی سمجھ

لیتے کہ اجل میں تاخیر اور مہلت کی گنجائش نہیں۔

۔۔۔ غرضیکہ۔۔۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نو سو پچاس برس اپنی قوم کو دعوت کی اور انہوں نے سرکشی

اور عناد اختیار کر کے اُن کی ایذا رسانی میں حد سے زیادہ کوشش کی۔ اور ہرگز اپنی طرف سے ایذا رسانی

میں کمی نہ کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت نوح تنگ آ گئے۔۔۔ اور۔۔۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۖ فَلَمَّا يَدْعُهُمْ دُعَايَ لَا فَرَارًا ۖ

دُعا کی کہ ”پروردگارا! بلاشبہ میں نے تو بلایا اپنی قوم کو رات دن • تو نہیں بڑھا اُن میں میرے بلانے سے، مگر بھاگتے رہنا • اور

إِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا شِيَاءَ بَهُمْ

بے شک جب جب میں نے بلایا انہیں کہ توبہ بخش دے انہیں، تو دیتے رہے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں،

وَأَصْرُوا وَااسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۖ

اور اوڑھ لیے اپنے کپڑے، اور ضد کرتے رہے، اور بڑے بنتے رہے بے حد •

(دُعا کی کہ پروردگارا! بلاشبہ میں نے تو بلایا اپنی قوم کو رات دن) ایمان اور اطاعت کی طرف،

(تو نہیں بڑھا اُن میں میرے بلانے سے مگر بھاگتے رہنا) ایمان اور اطاعت سے۔ (اور بے شک

جب جب میں نے بلایا انہیں) توحید اور تیری عبادت کی طرف، تا (کہ توبہ بخش دے انہیں) عبادت

قبول کرنے کے سبب سے، (تو دیتے رہے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں) اور میرے پکارنے اور

دعوت سننے کی راہ انہوں نے بند کر لی۔ (اور اوڑھ لیے اپنے کپڑے) تاکہ مجھ کو نہ دیکھیں۔ (اور ضد

کرتے رہے)، یعنی اپنے کفر و معصیت پر اڑ گئے۔ (اور بڑے بنتے رہے بے حد) اور میری متابعت

سے سرکشی کی۔

ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ أَسْرَارًا ۖ

پھر بے شک میں نے بلایا انہیں بلند آواز سے • پھر بے شک میں نے علانیہ بلایا انہیں، اور خفیہ باتیں بھی کیں اُن سے خوب •

(پھر) باوصف ان کے اصرار اور استکبار کے (بے شک میں نے بلایا انہیں بلند آواز سے)

ان کی محفلوں میں، (پھر بے شک میں نے علانیہ بلایا انہیں)، یعنی ان کے بعض کو علانیہ پکار کر مکرر میں

نے دعوت دی۔ (اور خفیہ باتیں بھی کیں ان) کے بعض (سے خوب)۔۔ الغرض۔۔ جس طرح میں دعوت

کر سکا دعوت کرنے سے باز نہیں رہا۔ محفلوں میں، خلوتوں میں، پوشیدہ علانیہ، حق کی طرف میں نے

بلایا۔ اور جب تیری قہاری نے اُن سے بارانِ رحمت روکا اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، کہ ان کے

اولاد ہونا موقوف ہو گئی، تو انہوں نے میری طرف رجوع کیا۔۔۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝

• چنانچہ میں نے کہا کہ مغفرت مانگو اپنے رب کی۔ بے شک وہ مغفرت والا ہے۔ • برسائے گا اوپر سے تم پر موسلا دھار بارش۔

وَيُمْدِدْكُمْ بِأَنْهَارٍ ذَبِينٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝

• اور بڑھائے گا تمہیں مال اور بیٹوں میں، اور بنادے گا تمہارے لیے باغ، اور کر دے گا تمہارے لیے نہریں۔

(چنانچہ میں نے کہا) ان سے (کہ مغفرت مانگو اپنے رب کی)، یعنی کفر سے توبہ کرو۔ (بے شک وہ مغفرت) فرمانے (والا ہے) اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کی۔ اور اگر تم توبہ کر لو گے تو حق نالی (برسائے گا اوپر سے تم پر موسلا دھار بارش) ابر بھیج کر، جوہر سے گا جھڑی لگا کر۔ (اور بڑھائے گا تمہیں مال اور بیٹوں میں)، یعنی مال اور اولاد بہت عطا فرمائے گا۔ (اور بنادے گا تمہارے لیے) یہ وہ دار (باغ اور کر دے گا تمہارے لیے نہریں) پانی کی۔

فَالَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝

• کیا ہوا تمہیں کہ امیدواری نہیں کرتے اللہ سے وقار کی؟ • حالانکہ بے شک اُس نے پیدا فرمایا تمہیں ڈھنگ ڈھنگ کے۔ (کیا ہوا تمہیں کہ امیدواری نہیں کرتے تم اللہ) تعالیٰ (سے وقار کی)، یعنی اُس کی عظمت و بزرگی کو نہیں پہچانتے اور اُس کی بزرگی کا اعتقاد نہیں کرتے، تاکہ اُس کی نافرمانی سے ڈرو۔۔ یا۔۔ تم کو کیا ہے کہ اُس کی عظمت و قہاری سے نہیں ڈرتے؟ (حالانکہ بے شک اُس نے پیدا فرمایا تمہیں ڈھنگ ڈھنگ کے) یعنی طرح طرح کا، صورت اور سیرت میں مختلف۔۔ یا۔۔ نطفہ کے طور سے، تھکے کے طور پر، پھر لوٹھڑے کے طور پر کر دیا آخر تک۔ یہ اُس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ کی دلیل ہے۔

الَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا ۝

• کیا تم لوگوں نے نہ دیکھا، کہ کیسا پیدا فرمایا اللہ نے سات آسمانوں کو نیچے اوپر۔ اور بنایا چاند کو اُن میں روشن،

وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝

• اور بنایا سورج کو چراغ۔

(کیا تم لوگوں نے نہ دیکھا کہ کیسا پیدا فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے سات آسمانوں کو نیچے اوپر)

طبقہ بر طبقہ (اور بنایا چاند کو اُن میں روشن)۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ چاند کا 'جرم' آسمانِ دُنیا میں ہے، یعنی چاند پہلے آسمان میں ہے اور اُس کا نور سب آسمانوں میں پھیلتا ہے اُسی طرح جیسے زمین میں پھیلتا ہے اور اُس کو روشن کر دیتا ہے۔

(اور بنایا سورج کو چراغ) اہل زمین کا، کہ جس طرح چراغ اندھیرے کو اپنے گرد سے دُور کر دیتا ہے آفتاب رات کی تیرگی زمین پر سے ہٹا دیتا ہے۔

اور حضرت رسولِ مقبول ﷺ کو اس جہت سے 'چراغ' فرمایا کہ آپ کے نور نے کفر اور نفاق کے اندھیرے کو عالم سے زائل کر دیا۔ اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ آفتاب کے نور کا کام یہ ہے کہ رات کی ظلمت کو فنا کر دے، مگر اُس کا کام یہ نہیں ہے کہ اگر کسی درود یوار وغیرہ میں سیاہی لگی ہو تو وہ اُس کو صاف کر دے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رات کے اندھیرے میں یہ پتا ہی نہیں لگتا سیاہی کہاں ہے، سپیدی کہاں ہے، سرخی کہاں ہے، سبزی کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن سورج نے نکل کر ظاہر کر دیا کہ دیوار کے کس حصے پر کون سا رنگ ہے، اب نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں کہ سیاہی کو سفیدی سمجھ لیں۔۔۔ یا۔۔۔ سبزی کو سرخی باور کر لیں۔۔۔ امتیاز دلانا ہے۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی اہل ایمان کے دل میں یہ سوال گردش کرتا رہا ہے، اخلاص کدھر ہے اور نفاق کدھر ہے، علم کدھر ہے جہالت کدھر ہے، وغیرہ وغیرہ۔ آفتاب رسالت نے طلوع ہو کر اچھے اور بُرے کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اب کوئی کسی کو سمجھنے کے تعلق سے دھوکا اور فریب کا شکار نہیں ہو سکتا۔ یہی ہے حق و باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دینے والی روشنی جس نے ساری دُنیا کے اذہان و افکار کو روشن کر دیا ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ ثَبَاتًا ۝

اور اللہ نے اُگایا تمہارے لیے زمین سے سبزہ •

(اور اللہ) تعالیٰ (نے اُگایا تمہارے لیے زمین سے سبزہ) یعنی عجیب سبزے، اور تمہیں اُن سے عجیب و غریب طریقے سے پیدا فرمایا، تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے واسطے سے۔۔۔ یا۔۔۔ سب کو اُس سے پیدا کیا، اس لیے کہ تمہیں نطفوں سے پیدا کیا اور نطفے غذاؤں سے اور غذاؤں زمین سے پیدا شدہ۔

’انباء‘ انشاء سے استعارہ ہے کیوں کہ وہ حدوث و تکون از ارض پر زیادہ دلالت کرتا ہے، کیونکہ جب انہیں یقین ہو جائے کہ اُن کی اصل تو سبزیاں ہیں، تو وہ مان جائیں گے کہ وہ حادث اور نئی مخلوق ہیں، ایسے جیسے سبزیاں۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے معارف القرآن میں جو ترجمہ اختیار فرمایا ہے مذکورہ بالا وضاحت اُس کی روشنی میں ہے۔

اس آیت زیر تفسیر کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ۔۔۔ ”اور اللہ نے تمہیں زمین سے ایک طرح کی روئیدگی کے ساتھ اُگایا۔۔۔“ یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا زمین سے، یعنی خاک سے اُن کا نہال ہستی اُگایا اچھا اُگانا۔ اور جب ہمارے باپ آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تو ہم سب خاک سے مخلوق ہیں۔

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ أَخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝

پھر دوبارہ لے جائے گا تم لوگوں کو اُس میں، اور نکالے گا تمہیں دوبارہ • اور اللہ نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر •

لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

تاکہ چلو پھرو اُس کے کشادہ راستوں میں •

(پھر دوبارہ لے جائے گا تم لوگوں کو اُس میں) یعنی موت کے بعد زمین قبر میں۔ (اور نکالے گا تمہیں دوبارہ) حساب اور جزاء کے لیے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر) چھونے کے مثل سمجھی ہوئی، (تاکہ چلو پھرو اُس کے کشادہ راستوں میں)۔

ان نصیحتوں کے بعد قوم نوح علیہ السلام نے غور و تامل کیا اور اُن کے خواص اور رئیسوں نے اُن کو بھڑکایا کہ جس حال پر تھے اُس سے بھی بدتر ہو گئے، اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم کر کے نافرمانی اور عناد زیادہ کیا، تو اُن کا یہ حال دیکھ کر۔۔۔

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّمَا عَصَوْتَنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْكُم مَّالًا وَلَدًا

عرض کیا نوح نے کہ ”پروردگار! بلاشبہ ان لوگوں نے گناہ کیا میرا، اور چلے اُس کے پیچھے کہ نہیں بڑھایا جس کے مال و اولاد نے،

الْأَخْسَارَ ۝ وَفَكَرُوا فَكْرًا كَبِيرًا ۝

مگر خسارہ کو • اور چال بازی کرتے رہے وہ بڑی سخت •

(عرض کیا نوح نے کہ پروردگار! بلاشبہ ان لوگوں نے گناہ کیا میرا) یعنی میری امت کے

لوگ میرے باب میں عاصی ہو گئے، (اور چلے اُس کے پیچھے کہ نہیں بڑھایا جس کے مال و اولاد مگر خسارہ کو)۔ یعنی اُنہوں نے میرا حکم نہ مانا اپنے رئیسوں اور سرداروں کی متابعت کی جو اپنے مال اور اولاد پر مغرور تھے، جن سے اُن کا دینی نقصان اور گمراہی بڑھتی رہی۔ (اور چال بازی کرتے رہے بڑی سخت) کہ اُس کے سبب سے کمینوں اور نادانوں کو اپنی طرف کھینچا اور مجھ کو ایذا دینے کی ترغیب اور تحریص کی۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

اور کہتے رہے کہ مت چھوڑنا اپنے معبودوں کو، اور مت چھوڑنا ود، اور نہ سواع۔۔

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا

نہ یغوث و یعوق، و نسر ناموں کے بتوں کو۔

(اور کہتے رہے کہ مت چھوڑنا اپنے معبودوں کو، اور مت چھوڑنا 'ود'، اور نہ 'سواع' نہ 'یغوث' نہ 'یعوق' و 'نسر' ناموں کے بتوں کو)۔ ودا ایک بت تھا مَرَد کی صورت پر بنایا ہوا، 'سواع' ایک بت عورت کی صورت کا، 'یغوث' ایک بت تھا شیر کی صورت، 'یعوق' ایک بت تھا گھوڑے کی صورت پر، اور 'نسر' ایک بت کرگس کی شکل پر تھا۔

اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ یہ پانچ مُردان صالح کے نام تھے کہ یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے درمیان میں گزرے تھے اور لوگوں کو اُن سے اعتقاد تھا۔ اُن کے مرنے کے بعد شیطان نے اُن کی صورتیں لکڑی اور پتھر سے بنا دی تھیں، لوگ اُن کی تعظیم کیا کرتے۔ جب زمانہ گزرا تو پرستش کرنے لگے۔ طوفانِ نوح کے بعد شیطان نے وہ بت نکال کر عرب کو اُن کی پرستش کا حکم کیا۔

قبیلہ بنی کلب نے 'ود' کو دومۃ الجندل میں رکھا، اور 'سواع' قبیلہ ہذیل میں تھا دریا کے کنارے، اور 'یغوث' کو مدحج اور بنی غطفان نے اختیار کیا، اور 'یعوق' ہمدان میں جا پڑا، اور 'نسر' اہل حمیر اور آل ذی الکلاع کا معبود تھا۔

۔۔ غرضیکہ۔۔ نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ خدایا! قوم کے بڑے آدمیوں

نے غریب آدمیوں سے کہا کہ اُن بتوں سے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔۔۔

وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝۳۳ مَتَّحِطِينَ ۝

بے شک انہوں نے بے راہ کیا بہتوں کو۔۔۔ اور نہیں بڑھاتے اندھیر والے مگر بے راہی کو۔ اپنی کیسی خطاؤں کے سبب،

اَعْرِضُوا فَاَدْخُلُوا نَارًا ۖ اِنَّكُمْ بِرُءُوسِئَالٍ ۝۳۴ اَلَمْ يَجِدُ وَاللّٰهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝۳۵

وہ لوگ ڈبو دیے گئے، پھر داخل کیے گئے آگ میں۔۔۔ تو نہ پایا اپنا اللہ کے خلاف مددگاروں کو۔

(اور بے شک انہوں نے بے راہ کیا بہتوں کو)۔ یعنی ان بتوں کے سبب سے بہتیرے

دیموں اور کمزور لوگوں کو قوم کے رؤساء نے گمراہ کیا۔ (اور نہیں بڑھاتے اندھیر والے مگر بے راہی

لو)۔۔۔ یا یہ کہ۔۔۔ ”اے میرے رب! نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر عذاب اور ہلاکت۔“ تو (اپنی کیسی)

تہم (خطاؤں کے سبب وہ لوگ ڈبو دیے گئے) طوفان میں، (پھر داخل کیے گئے آگ میں) قبروں

کے اندر۔۔۔ اور بعضوں نے کہا کہ آخرت میں داخل کیے جائیں گے۔۔۔ (تو نہ پایا اپنا اللہ) تعالیٰ

(کے خلاف مددگاروں کو)۔ یعنی پھر نہ پایا انہوں نے اپنے واسطے اُن میں سے جنہیں خدا ٹھہرایا تھا اللہ

خالی کے سوا کوئی یار و مددگار، جو عذاب طوفان کو اُن پر سے روکے۔

روایت ہے کہ ”حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خبر دی کہ اب اور کوئی تیری قوم

سے ایمان نہ ملائے گا اور اُن سے کوئی لڑکا بھی ایسا پیدا نہ ہوگا جو ایمان لائے۔“ تو مناجات

کی۔۔۔

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ۝۳۶ اِنَّكَ اِنْ

اور دعا کی نوح نے کہ ”پروردگارا! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا۔ بے شک تُو نے اگر

تَذَرُهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۳۷

چھوڑ رکھا انہیں، تو بے راہ رکھیں گے تیرے سب بندوں کو، اور نہ جنس کے مگر بدکار ناشکرے۔“

(اور دعا کی نوح نے کہ پروردگارا! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا)۔۔۔ اس

سے ہلاک عام مراد ہے، یعنی کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ، کیونکہ۔۔۔ (بے شک تُو نے اگر چھوڑ رکھا انہیں،

تو بے راہ رکھیں گے تیرے سب بندوں کو)، یعنی مومنوں کو بہکاتے اور بھڑکاتے رہیں گے (اور نہ

جنس کے مگر بدکار ناشکرے)۔ یعنی اُن کے لڑکے پیدا ہو کر جب بالغ ہوں گے تو کفار و فجار و غدار

ہوں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

”پروردگارا! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو داخل ہوا میرے گھر میں مانتا ہوا، اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو“

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝۲۸

اور مت بڑھا ان اندھیر والوں میں مگر بربادی“

(پروردگارا! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو)۔ چونکہ دونوں مؤمن تھے اس لیے حضرت نوح نے اُن کی مغفرت کی دعا فرمائی۔ (اور) بخش دے (اُسے جو داخل ہوا میرے گھر میں یعنی میرے ٹھہرنے کی جگہ۔۔۔ یا۔۔۔ میرے کھیت۔۔۔ یا۔۔۔ مسجد میں) مانتا ہوا، یعنی اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو۔ (اور) بخش دے سارے ہی (مسلمان مردوں اور عورتوں کو) جو قیامت تک ہوں۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس سے امت مرحومہ کے لوگ مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کافروں کے باب میں مقبول ہوئی، اُسی طرح مؤمنوں کے باب میں بھی قبول ہوئی۔ حضرت نوح کی دعا کے آخری کلمات یہ تھے۔ (اور مت بڑھا اُن اندھیر والوں میں مگر بربادی)، یعنی کافروں کو سختی کے ساتھ ہلاک فرما دے۔
نعوذ باللہ من ذالک۔

اختتام سورۃ نوح -- ﴿ ۳۰ ﴾ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۸ ستمبر ۲۰۱۲ء -- بروز سہ شنبہ ﴿ --

-- ﴿ ۱۸ ﴾ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز جمعہ ﴿ --

سُورَةُ الْحَجِّ ۲۸

آیات ۲۸ -- رکوع ۲

سُورَةُ الْحَجِّ

سُورَةُ الْحَجِّ ۲۸

سورۃ الحج -- ۲۷ مکیہ

اس سورۃ مبارکہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے جس میں جنوں کے ایک گروہ کا ذکر ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ ’الاعراف‘ کے بعد اور ’یٰسین‘ سے پہلے بعثت نبی کریم ﷺ کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی۔ جن کا ایک گروہ ’بطن نخلہ‘ میں رسول مقبول ﷺ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا، اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن شریف سن کر وہ سب جن ایمان لے آئے۔ اور وہ نوح جن تھے۔۔۔ یا۔۔۔ سات۔ اُن میں سے تین نجران کے تھے،

چار نصیبین کے۔ وہ اپنے قبیلے میں بڑے اور بزرگ تھے اور ابلیس کا تمام لشکر انہیں سے ہے۔ اور وہ گروہ جو ایمان لایا تھا اُس نے اپنی قوم میں جا کر انواع و اقسام کی باتیں کہیں۔ حق تعالیٰ اس سورت میں اُن کی خبر دیتا ہے، تو اس مبارک سورت کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین (خطاؤں کا) (بخشنے والا) ہے۔

ثُمَّ أَوْحَىٰ إِلَىٰ أَنَّهُ اسْمَعُ نَفَرٌ مِّنَ الْحِجْنِ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝

پھر دو کہ ”وحی بھیجی گئی ہے میری طرف کہ بلاشبہ یہ واقعہ ہوا کہ خوب سنا چند جنوں نے، تو بولے کہ بے شک ہم نے سنا ناد قرآن •

يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَامْتَايَهُ وَلَكِنْ نُشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝

جو راہ دیتا ہے ہدایت کی طرف، لہذا امان لیا ہم نے اُس کو، اور ہرگز نہ شریک بنائیں گے اپنے رب کا کسی کو۔ اے محبوب! (کہہ دو) اور سب کو باخبر کر دو (کہ وحی بھیجی گئی ہے میری طرف کہ بلاشبہ یہ واقعہ ہوا کہ خوب سنا چند جنوں نے) جو دس سے کم تھے اور تین سے زیادہ، (تو بولے) جب اپنی قوم س گئے (کہ) اے قوم کے لوگو! (بے شک ہم نے سنا ناد قرآن) جو آدمی کے کلام سے نہیں ملتا اور کوئی ایسی عبارت بنانے کی قدرت نہیں رکھتا، (جو راہ دیتا ہے ہدایت کی طرف) یعنی راستی اور صواب رو دین دُنیا کی صلاح کی طرف۔ (لہذا امان لیا ہم نے اُس کو اور) اب (ہرگز نہ شریک بنائیں گے اپنے رب کا کسی کو) یعنی بت اور شیطان وغیرہ کو، جس طرح پہلے ہم شرک کرتے تھے۔

وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝ وَأَنَّهُ كَانَ

اور بے شک واقعہ ہے کہ بلند و بالا ہے ہمارے رب کی شان، اُس نے نہیں رکھا کوئی بی بی اور نہ اولاد • اور بے شک

يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۝

بکا کرتے تھے ہم میں کے بے وقوف، اللہ پر جھوٹ •

(اور بے شک واقعہ ہے کہ بلند و بالا ہے ہمارے رب کی شان)۔۔۔ یا۔۔۔ برتر ہے اُس کی عظمت و جلال مخلوقات کے ساتھ ہم جنس ہونے سے، تو (اُس نے نہیں رکھا کوئی بی بی) جیسا کہ بنو لیح

کہتے ہیں، (اور نہ اولاد) جیسا کہ یہود و نصاریٰ عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کی نسبت فرزندِ خدا ہونے کا اعتقاد کرتے ہیں۔ (اور بے شک بکا کرتے تھے ہم میں کے بے وقوف) خاص کر کے ان کا سردار ابلیس (اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ)، کہ اُس کی طرف جو رو اور لڑکوں کی نسبت کرتا ہے۔

وَ اَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نَقُولَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ وَ اَنَّهُ كَانَ

اور بے شک ہم سمجھے تھے کہ نہ بولیں گے انسان اور جن، اللہ پر جھوٹ بولی۔ اور بے شک

رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۚ

کچھ مرد آدمی تھے، کہ پناہ لیتے تھے کچھ جن مردوں کی، تو بڑھادی اُن کی ڈیگ۔

(اور بے شک ہم سمجھے تھے کہ نہ بولیں گے انسان اور جن اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ بولی)۔

لیے ابلیس جو کہتا تھا ہم باور کر لیتے تھے۔ جب ہم نے قرآن سنا تو معلوم ہوا کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھتا تھا۔ (اور بے شک) جنوں کی سرکشی کا سبب یہ بھی تھا کہ (کچھ مرد آدمی تھے کہ پناہ لیتے تھے کچھ جن مردوں کی) اس طرح پر کہ جب کوئی مرد ہولناک میدان میں پہنچتا تو کہتا کہ میں پناہ لیتا ہوں اس جن کے سردار کی قوم کے نادانوں کے شر سے۔

اور اعتقاد یہ تھا کہ اس پناہ مانگنے سے وہ شخص سالم اور امن میں رہتا ہے۔ اور اہل مکہ ہولناک مقام میں کہتے تھے کہ پناہ مانگتے ہیں ہم حذیفہ بن بدر کی اس جنگل کے جن کے شر سے۔۔ (تو بڑھادی آدمیوں نے جنوں کے واسطے اس پناہ مانگنے کے سبب سے (اُن) جنوں (کی ڈیگ)۔ یعنی ان تکبر اور اُن کی سرکشی اور جہالت یہاں تک کہ جن کہتے تھے کہ ہماری بزرگی اس درجہ ہے کہ آدمی سے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۚ

اور انہوں نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ کسی نبی کو۔

(اور انہوں نے) یعنی کافر آدمیوں نے (سمجھ رکھا تھا جیسا کہ) اے جنو! (تم لوگوں نے)

رکھا ہے کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ) تعالیٰ (کسی نبی کو) جو حشر و نشر کی باتیں بتائے۔۔ یا یہ کہ۔۔ نہ اٹھائے خدا کسی کو حساب اور جزا کے واسطے۔

وَإِنَّا لَنَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدَٰنَهَا مُتَدَحِّجًا حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝

اور بلاشبہ ہم نے چھو آسمان کو، تو پایا ہم نے اُسے کہ بھردیا گیا ہے سخت پہروں اور شعلوں سے •
(اور بلاشبہ ہم نے چھو آسمان کو) یعنی مَس کیا آسمان کو، چرا کر بات سننے کو ہم اوپر گئے اور ہم نے چاہا کہ آسمان میں ہم چلے جائیں، تو جب ہم نے اوپر جانے کی کوشش کی، (تو پایا ہم نے اُسے کہ بھردیا گیا ہے سخت پہروں) سے، یعنی قوی پہریدار فرشتوں سے جو جنوں کو اوپر جانے سے روکنے کے لیے نامزد ہیں، (اور شعلوں سے) جو شیطانوں کو ہانکنے کے واسطے متعین ہوئے ہیں۔ پیغمبر اسلام کی بعثت سے پہلے صورتِ حال کچھ اور تھی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ہم آسمانوں پر جاتے اور بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھتے تھے، نہ پاسبان روکتے تھے نہ ستاروں کی آگ سے ہم ہنکائے جاتے تھے۔۔۔

وَإِنَّا لَنَعْدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلشَّعْرِ ۖ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ

اور بے شک ہم بیٹھا کرتے تھے وہاں جا بجا سننے کو۔ تو اب جو سنتا چاہے، پائے گا اپنے لیے

شَهَابًا ۖ وَإِنَّا لَنَدْرِى ۖ أَشَرُّ أُرِيدَ ۖ يَمُنْ فِي الْأَرْضِ

شعلہ کو گھات میں • اور بے شک ہم نہیں قیاس کر سکتے کہ آیا بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے زمین والوں سے،

أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ

یا ارادہ فرمایا ہے اُن کے لیے اُن کے رب نے بھلائی کا •

(اور بے شک ہم بیٹھا کرتے تھے وہاں جا بجا) آسانی خبریں (سننے کو۔ تو اب جو) جن (سننا

چاہے، پائے گا اپنے لیے شعلہ کو گھات میں • اور بے شک ہم نہیں قیاس کر سکتے کہ آیا بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے زمین والوں سے، یا ارادہ فرمایا ہے اُن کے لیے) یعنی اُن کے حق میں (اُن کے رب نے بھلائی کا)۔ یعنی ہم کو یہ معلوم نہیں کہ چوری چھپے فرشتوں کی بات سننے سے زمین والوں کے ساتھ کسی خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ شر کا۔

۔۔۔ یا یہ کہ۔۔۔

سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ وہ آپ کی نبوت کی تکذیب کر کے ہلاک ہو جائیں جس طرح پچھلی امتیں اپنے نبیوں کی تکذیب کر کے ہلاک ہو گئیں۔۔۔ یا۔۔۔ آپ کی بعثت سے اُن کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ وہ آپ پر ایمان لا کر ہدایت پا جائیں

اور دنیا و آخرت میں سرفراز ہوں۔

وَأَنكُم مِّنَ الصَّٰدِقِينَ وَمِنَ الَّذِينَ كُنَّا طَرِيقَ قَدَدَا ۝

اور بے شک ہم میں بعض نیک ہیں، اور بعض اُن کے خلاف ہیں، ہم الگ الگ راہ رہے۔

(اور بے شک ہم میں) یعنی ہماری جنس میں (بعض نیک ہیں) یعنی مؤمن ہیں، اور نیک کام کرنے والے خیر میں سبقت لے جانے والے ہیں، (اور بعض اُن کے خلاف ہیں) یعنی اُن سے کمتر ہیں یعنی خیر اور شر میں اوسط راہ چلنے والے ہیں۔۔۔ المختصر۔۔۔ (ہم الگ الگ راہ رہے) یعنی ہم ہیں مختلف اور متفرق طریقوں اور مذہبوں والے۔

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ جس طرح آدمیوں میں مختلف مذہبوں کے لوگ ہیں، جیسے قدریہ، مرجیہ، رافضی وغیرہ، اسی طرح جنوں میں بھی ہیں۔

وَأَنكُم مِّنَ الَّذِينَ لَنُثَبِّتَنَّ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَكِن لُّعُزَّةٌ هَرَبًا ۝

اور بے شک ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ہرگز نہیں بے قابو کر سکتے اللہ کو زمین میں کہیں، اور نہ بے قابو کر سکتے ہیں اُسے بھاگ کر۔

(اور بے شک ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ہرگز نہیں بے قابو کر سکتے اللہ) تعالیٰ (کو زمین میں کہیں)۔ یعنی اگر حق تعالیٰ ہمارے ساتھ کچھ کیا چاہے، تو ہم اُسے اُس میں عاجز نہ کر سکیں گے اپنے مقام میں مقابلہ اور مقاومت کے واسطے ثابت قدم اور ساکن رہ کر۔ (اور نہ) ہی (بے قابو کر سکتے ہیں اُسے بھاگ کر) زمین کے اطراف اور کوہ قاف کے حوالی میں۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اگر حق تعالیٰ ہمارے ساتھ کچھ کرنا چاہے، تو ہم میں طاقت نہیں کہ اُس کام کے کرنے سے اُسے عاجز کر دیں اور اُس کام سے باز رکھیں۔۔۔ یوں ہی۔۔۔ اگر وہ ہمیں اپنی گرفت میں لینا چاہے، تو ہم ادھر ادھر بھاگ کر اپنے کو اُس کی پکڑ سے بچا نہیں سکتے۔

وَأَنكُم مِّنَ الَّذِينَ لَنُثَبِّتَنَّ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَكِن لُّعُزَّةٌ هَرَبًا ۝

اور بے شک جب سن لیا ہم نے ہدایت کو تو مان گئے اُس کو۔ کہ جو مانے گا اپنے رب کو،

فَلَا يَخَافُ يَحْشَاؤُا لَرَهْمَقَا ۝

تو نہ ڈرے گا کسی کی کونہ بیشی کو۔

(اور بے شک جب سن لیا ہم نے ہدایت کو) یعنی قرآن کو جو سارے اہل عالم کے لیے سبب ہدایت ہے، (تو مان گئے اُس کو)۔۔۔ یا۔۔۔ جس سے سنا یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اُن پر ایمان لائے۔

چونکہ یہ بات مقرر ہے کہ جنوں کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا مگر جناب رسول اکرم ﷺ، کہ آپ کی دعوت جن اور انس دونوں کو پہنچی ہوئی ہے۔

۔۔۔ المختصر۔۔۔ قرآن سنانے والے پیغمبر پر ہم ایمان لائے اور خدا کو ماننے کی جو انہوں نے دعوت دی اُس کو ہم نے قبول کیا۔ کیوں (کہ جو مانے گا اپنے رب کو، تو نہ ڈرے گا کسی کی کو، نہ بیشی کو)۔ نہ اُس کی جزا میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی اُس پر کوئی ظلم و زیادتی ہوگی۔۔۔ الغرض۔۔۔ کسی طور پر بھی اُس کو اپنی حق تلفی کا خوف نہ ہوگا، اور نہ ہی ظلم و زیادتی کا ڈر ہوگا۔

وَأَنَّا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَ الْقَاسِطِينَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۳

اور بے شک ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم ہیں، تو جس نے اسلام قبول کیا، تو انہوں نے مقصود بنایا ہدایت کو۔

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۴

اور رہے ظالم، تو وہ ہوئے جہنم کے ایندھن۔

(اور بے شک ہم میں کچھ مسلمان ہیں) جو پیغمبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور دین اسلام کو قبول کیے ہوئے ہیں، (اور کچھ ظالم ہیں) جو شرک کرتے ہیں اور خدا کا حکم نہیں مانتے، (تو جس نے اسلام قبول کیا) جس طرح ہم نے قبول کر لیا ہے، (تو انہوں نے مقصود بنایا ہدایت کو)۔ یعنی سیدھی راہ کا قصد کیا تو وہ اُس راہ سے مقصد تک پہنچیں گے۔ (اور رہے ظالم!) جو حق پر ایمان نہ لائے، (تو وہ ہوئے جہنم کے ایندھن)۔ اُن کے سبب سے آگ بھڑکائی اور دھکائی جائے گی، جیسے کہ کافر آدمیوں سے سلگائی جائے گی۔

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِيَهُمْ مَّا وَعَدْنَا ۝۱۵

اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ ”اگر لوگ سیدھے چلتے راہ پر، تو یقیناً ہم سیراب کرتے انہیں پانی سے بافراط۔

(اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر) مکہ کے (لوگ سیدھے چلتے راہ پر) اور ایمان لے آتے،

(تو یقیناً ہم سیراب کرتے انہیں پانی سے بافراط) بہت قحط اور تنگ سالی کے بعد، یعنی ہم ان پر روزی کشادہ کر دیتے۔

--یا--

اگر جن اسلام پر استقامت اختیار کریں، تو اُن کو ہم بہت صاحبِ نعمت کریں گے۔ یعنی دوزخ کی وعید سے اُن کو ہم امان دیں گے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔
اور مفسروں کے ایک گروہ نے 'عام' لیا ہے، یعنی اگر جن اور اُنس اسلام پر مستقیم رہیں، تو ہم اُن پر معیشت کشادہ کر دیں گے۔۔۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۖ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝

تاکہ آزمائیں انہیں اُس بارے میں۔ اور جو منہ پھیرے اپنے رب کے ذکر سے، تو گھسیٹے گا اُسے بڑھنے چڑھنے والے عذاب میں۔
(تاکہ آزمائیں انہیں اس بارے میں) کہ وہ نعمت کا شکر ادا کرنے میں کیونکر قیام کرتے ہیں۔ (اور جو منہ پھیرے اپنے رب کے ذکر سے)، یعنی اُس کی نعمت یاد کر کے اُس کی شکر گزاری نہ کرے، (تو گھسیٹے گا اُسے بڑھنے چڑھنے والے عذاب میں) جس میں راحت ہوگی نہ فرحت، یعنی اُسے دوزخ میں داخل فرما دے گا۔

وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝

اور بے شک مسجد میں اللہ کے لیے ہیں، تو مت دُہائی دوا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی۔

(اور) مجھ پر یہ بھی وحی آئی ہے کہ (بے شک مسجد میں اللہ) تعالیٰ (کے لیے ہیں) اور اُسی کی عبادت کے لیے خاص ہیں، (تو مت دُہائی دوا اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ کسی اور معبود کی)، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے کنیسوں اور صومعوں میں حضرت عزیر اور مسیح علیہما السلام کو خدائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور جس طرح بیت الحرام کے گرداگرد کہتے ہیں کہ "لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَّا شَرِيكَ هُوَ لَكَ"۔

اور بعضوں نے کہا کہ اُن مساجد سے تمام روئے زمین مراد ہے کہ حضرت سید المرسلین

ﷺ کی مسجد ہے، اس واسطے کہ آپ نے فرمایا "جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا"

یعنی کر دی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد اور پاک، تو زمین کے کسی قطعہ اور کسی بقعہ میں

خدا کی یاد کے ساتھ کسی دوسرے کی اُسے معبود سمجھ کر دُہائی باطل ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی الہیت اور الوہیت والا سمجھنا کفر و شرک ہے۔
لیے کسی جگہ بھی اور کسی کو بھی خدا کے سوا مستحق عبادت نہ سمجھو۔۔۔

وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۖ

اور بے شک جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ، کہ معبود کی دُہائی دے، تو ہو جانے لگی اُس پر بھیڑ۔
(اور بے شک جب کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بندہ) محمد رسول اللہ ﷺ بطنِ نخلہ میں، (کہ
بود کی دُہائی دے) اور نماز پڑھے۔۔ چنانچہ۔۔ اُس نے نماز کی قرأت شروع فرمادی (تو) قرأت سننے
لے لیے (ہو جانے لگی اُس پر) جنوں کی (بھیڑ) کلام الہی کے سننے کے شوق میں۔

اس ارشاد میں رسول کریم کو عبد اللہ کے نام سے یاد فرمایا گیا ہے اس لیے بعض صحابہء
کرام کے بقول، رسول خدا ﷺ پر اُس سے زیادہ کوئی نام پسند نہیں آیا، اس واسطے کہ شرط
عبادت اور عبودیت پر جس طرح آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا، اُس طرح کسی کو اُس پر
قیام کرنے کی قدرت نہ تھی۔ تو لاجرم منازلِ ملک پر عروج کے وقت آپ اس نام سے ذکر
کیے گئے سُبْحَانَ اللَّهِ اِنَّمَا اُنْتَرَى بِعَبْدِهِ اور مدارجِ فلکی سے قرآن اترنے کے وقت بھی
آپ کو اسی نام سے یاد فرمایا تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ۔

مکہ کے کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم نے عجب کام اختیار کیا ہے اور بڑا
مہلکہ شروع کیا ہے، اس مہم سے پھر دو اور اس کام سے رجوع کرو تا کہ ہم تم کو پناہ دیں اور
تمہاری حمایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب!۔۔۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ

کہہ دو کہ ”میں دُہائی دیتا ہوں بس اپنے رب ہی کی، اور نہیں شریک بناتا اُس کا کسی کو“۔ کہہ دو کہ ”میں خود مختار نہیں ہوں تمہارے

صَرًّا وَلَا رِشْدًا ۖ

کسی بُرے کا اور نہ بھلے کا“۔

(کہہ دو کہ میں دُہائی دیتا ہوں بس اپنے رب ہی کی اور نہیں شریک بناتا اُس کا کسی کو)۔ یعنی
میں اپنے رب کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو یہ کون سی عجیب بات ہوئی جو ہلاکت آفریں ہو۔ اور

اے محبوب! رہ گئی دفع ضرر اور جلب منفعت کی بات، تو اس کے تعلق سے (کہہ دو کہ میں خود مختار ہوں تمہارے کسی بُرے کا اور نہ بھلے کا)۔ یعنی تمہارے لیے از خود کسی ضرر اور بھلائی کا مالک نہیں۔ بندہ ہوں اور بندے کا کام خدا کی عبادت ہے۔۔۔ اور۔۔۔

قُلْ إِنِّي لَنْ يُخَيِّرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَكِنْ أَجِدُ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا

کہہ دو کہ ”بے شک نہیں بچا سکتا مجھے اللہ سے کوئی دوسرا۔۔۔ اور ہرگز نہ پاسکتا اُس کے خلاف کوئی پناہ گاہ۔“

إِلَّا بِلِغَا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَتِهِ ۖ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ

سوا اللہ کی پیغامبری اور رسالتوں کے۔“ اور جو گناہ کرے اللہ اور اُس کے رسول کا، تو بلاشبہ اُس کے لیے

نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۖ

جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

(کہہ دو کہ بے شک نہیں بچا سکتا مجھے اللہ) تعالیٰ (سے کوئی دوسرا)۔۔۔ یعنی اگر خدا مجھے

عذاب کرنا چاہے تو کوئی میری حمایت نہیں کر سکتا۔ (اور ہرگز نہ پاسکتا اُس کے خلاف کوئی پناہ گاہ) جس کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ یعنی بے شک مجھے ہرگز اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور میں ہرگز اُس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا (سوا اللہ) تعالیٰ (کی پیغامبری اور رسالتوں کے)۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے پیغاموں کو پہنچانا اور اُس کی رسالت کی امانت کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔

(اور جو گناہ کرے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا، تو بلاشبہ اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے

وہ) ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے) ہیں (اُس میں)۔ اے محبوب! آج یہ کافر تجھ کو کمزور اور بے یار و مددگار جانتے ہیں اور تیرے باب میں عاصی اور گنہگار ہوتے ہیں، تو یہ ابدی کافر کبھی نہ مانیں گے۔۔۔

حَتَّىٰ إِذَا سَأَلُوا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْمَعُونَ مَنْ أَوْصَفُ نَاصِرًا

یہاں تک کہ جب دیکھ پائے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں، اب جلد جان لیں گے، کہ کون کمزور رکھتا ہے مددگار،

وَأَقْلُ عَدَدًا ۖ

اور کم بھی شمار میں۔

(یہاں تک کہ جب دیکھ پائے) یعنی دیکھیں گے اُس عذاب کو (جس کا وعدہ دیئے جاتے

س، اب جلد جان لیں گے کہ کون کمزور رکھتا ہے مددگار اور کم بھی شمار میں)۔ یعنی کس کے مددگار کمزور
س اور گنتی میں کم ہیں، اور کس کے مددگار قوت اور شمار میں زیادہ ہیں۔

یہ آیت سن کر کافروں نے کہا کہ ”آخر وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور وہ امر عذاب کب ظاہر
ہوگا،“ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

قُلْ إِنْ أَقْرَبَ أَقْرَبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۝

کہہ دو ”میں اٹکل سے نہیں کہہ سکتا، کہ قریب ہے جو وعدہ دیے جاتے ہو، یا کر دے گا اُس کو میرا رب دراز“۔

(کہہ دو) کہ جو کچھ وعدہ کیا ہے صحیح اور درست ہے، مگر اُس کا وقت ابھی مجھ پر پوشیدہ رکھا
لیا ہے، تو (میں) اپنی (اٹکل سے نہیں کہہ سکتا کہ قریب ہے) وہ عذاب (جو وعدہ دیئے جاتے ہو)،
یعنی جس کے نازل ہونے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، (یا کر دے گا اُس کو میرا رب دراز)، یعنی اُس
کے نزول کے زمانے کو دُور کر دے گا۔۔۔ المختصر۔۔۔ حسب وعدہ وہ عذاب ضرور آئے گا، خواہ جلدی آئے
یا۔۔۔ دیر میں۔

ظِلُّ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

اور وہ غیب کا جاننے والا ہے، تو نہیں مکمل آگاہی دیتا غیب پر کسی کو۔ مگر جسے چن لیا رسول سے،

فَأَنذَرْتُكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝

کہ بلاشبہ وہ لگا دیتا ہے رسول کے آگے پیچھے پہرہ۔

(اور) بے شک (وہ) یعنی حق تعالیٰ (غیب کا جاننے والا ہے، تو نہیں مکمل آگاہی دیتا) اپنے
(غیب پر کسی کو)۔ مگر جسے چن لیا (اور پسند کر لیا) اپنے (رسول سے)، اُسے اُن میں سے بعض پر اطلاع
دیتا ہے تاکہ اُس رسول کا معجزہ ہو۔۔۔ اور مرنے والی رسولوں میں سب سے اعلیٰ محمد ﷺ ہیں۔۔۔ (کہ
بلاشبہ وہ لگا دیتا ہے رسول کے آگے پیچھے پہرہ)، یعنی نگہبان مقرر فرما دیتا ہے۔۔۔

لِيَعْلَمَ أَنَّ قَدْ الْكَفُّوا رَسُولَ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْطَىٰ

تاکہ بتا دے کہ انہوں نے پہنچا دیا اپنے رب کے پیغام کو، اور گھیر لیا جو کچھ اُن کے پاس ہے، اور شمار کر لیا

کُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ

ہر چیز کو گنتی میں •

(تاکہ) حق تعالیٰ (بتا دے) اور ظاہر فرما دے (کہ انہوں نے) یعنی اُن سب رسولوں (پہنچا دیا اپنے رب کے پیغام کو اور گھیر لیا جو کچھ اُن کے پاس ہے)، یعنی جو کچھ اُن کے پاس ہے سب کا اللہ تعالیٰ نے احاطہ فرما لیا (اور شمار کر لیا ہر چیز کو گنتی میں)، یعنی ہر چیز کی گنتی کو اُس نے پورا کر لیا۔ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ احاطہ کر لیا خدا کے علم نے اُس چیز کا جو رسولوں اور فرشتوں کے پاس ہے اور گن لیا ہے عدد کی رُو سے یہاں تک کہ مینہ کے قطرے اور میدان کی ریت اور اُس کے امثال۔۔ الغرض۔۔ سب کو جانتا ہے۔

اس سے سب معلوم کے ساتھ اُس کا کمال علم مراد ہے، یعنی مطلقاً کوئی معلوم اُس کے دائرہ علم سے باہر نہیں ہے۔

اختتام سورۃ الجن -- ﴿ ۱۹ ﴾ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۶ اکتوبر ۲۰۱۲ء --- بروز شنبہ ﴿ --

-- ﴿ ۱۹ ﴾ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۶ اکتوبر ۲۰۱۲ء --- بروز شنبہ ﴿ --



سُورَةُ الْمُزْمَلِ



آیات ۲۰۔۔ رکوع ۲

سورۃ المزمل۔۔ ۳۷ کیہ ۳

اس سورۃ مبارکہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، جس میں آپ ﷺ کو لطف و مہربانی اور پیار و محبت کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو اس زمانہ کی ابتداء میں آپ نماز پڑھتے اور ایک کمل اوڑھے رہتے، ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ وہ کمل چادر کے مثل تھا چودہ گز کا۔ نصف مجھ پر رہتا اور نصف رسول اللہ ﷺ اوڑھ لیتے۔ اور اُسی کو اوڑھے ہوئے نماز پڑھتے، تو حق تعالیٰ نے آپ سے خطاب فرمایا اور خطاب میں آپ کے اسم شریف کے ذکر کی بجائے، آپ کو آپ کی پیاری ادا سے مخاطب فرمایا، تو ایسی لطف و کرم اور پیارے اندازِ خطاب پر مشتمل ہونے والی سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُزْمَلُ ۱ قُمْ اَلَيْلَ الْاَقْلِيلَ ۲ نَصْفَةَ اَوْ اَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۳

اے چادر کی جھرمٹ مارنے والے! • جاگورات کو عبادت میں، مگر کچھ حصہ • آدمی رات یا اس سے کم کر دو •

اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا ۴

یا بڑھا دو اس پر کچھ، اور قرآن کو پڑھو ٹھہر ٹھہر کر •

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(اے چادر کی جھرمٹ مارنے والے! • جاگورات کو عبادت میں)۔ یعنی رات کو نماز کے واسطے

و، (مگر کچھ حصہ) یعنی تھوڑی رات۔

رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا ابتداءً اسلام میں فرض تھا، اور تین مقداروں میں اختیار دیا

گیا تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شب کو نماز کے واسطے اٹھو مگر تھوڑی رات یعنی۔۔۔

(آدمی رات یا اس سے کم کر دو) جو تہائی رات ہو اور اس سے کم نہ چاہیے (یا بڑھا دو اس پر

تھوڑی رات پر بڑھا دو کہ دو تہائیوں تک پہنچے۔۔۔ اور یہ نہایت تھی۔۔۔) اور قرآن کو پڑھو

(ٹھہر کر) آہستگی کے ساتھ۔۔۔ یا۔۔۔ اس کے حروف تلاوت کے وقت ظاہر کر۔ ظاہر کرنا ایسا کہ سننے

والا اس کو شمار کر سکے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ترتیل سے وقفوں کو یاد رکھنا اور حرفوں

کا ادا کرنا مراد ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۵

بے شک ہم اب اتاریں گے تم پر گراں وزن بات •

(بے شک ہم اب اتاریں گے) اور وحی فرمائیں گے (تم پر گراں وزن بات)۔ یعنی ایسا کلام

جو کالیفِ شاقہ پر مشتمل ہوگا، ایسا کہ مکلفوں پر اس کا اٹھانا گراں ہو۔

--یا--

گراں ہو امر و نہی، وعدہ و وعید، حلال حرام حدود و احکام کی جہت سے۔

--یا--

اُس کا سننا کافروں کو گراں ہو اور اُس کا سمجھنا منافقوں پر بھاری ہو۔

--یا--

ثقیل ہو تجھ پر اُسے لینا۔

اور وہ وحی کی سخت صورت ہے کہ حضرت ﷺ کی سی آواز سنتے تھے اور فقط آواز سے مخرجوں پر بے اعتماد کیے ہوئے حروف اور کلمات کا لینا عادت کیے ہوئے طریقہ سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس جہت سے اُس حال میں حضرت سید عالم ﷺ پر نہایت گرائی پہنچتی تھی۔۔ چنانچہ۔۔ اُم المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک دن نہایت شدت سے جاڑا تھا، میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پر وحی اترتی ہے اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکتے ہیں۔

اس طرح پر جو اوپر ذکر کی گئی، جب وحی آتی اور آپ اونٹ پر سوار ہوتے، تو اونٹ کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو جاتے۔ اور اپنے اصحاب میں سے اگر کسی کی ران کا تکیہ آپ لگائے ہوتے، تو اُسے ران ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا، اور ایسے محل میں چہرہ مبارک زیادہ منور اور روشن ہو جاتا۔

بحر الحقائق میں ہے کہ قرآن کریم فی نفسہ مفصل ہے اور سب آسمانی اُتری ہوئی کتابوں کی بہ نسبت اجمالی صورت رکھتا ہے، اس واسطے کہ سب کی تصدیق کرنے والا اور سب کے مطابق ہے۔ پس قرآن کا ثقل اُس کی جمعیت کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ 'صورت اجمالی' اور 'صورت تفصیلی' دونوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اور دُعا و امروں کو جمع کرنے والا یقیناً بہت بھاری اور بہت بزرگ اور بہت کامل اور بہت بڑا ہوگا۔ اور ایسا بوجھ اٹھانے والا صاحب جمعیت کے سوا اور کوئی نہ چاہیے۔

إِنَّ لَّأَشَدَّ اللَّيْلِ مِنْ أَشَدِّ وَطْأَةِ الْقَوْمِ قِيلًا

بے شک رات کا اٹھنا، یہ زیادہ ہے نفس پر دباؤ ڈالنے کو، اور بہت ٹھیک ہے کچھ بولنے کو۔

(بے شک رات کا اٹھنا، یہ زیادہ ہے نفس پر دباؤ ڈالنے کو) اور بہت سخت ہے رنج اور کلفت

ترو سے، اس واسطے کہ راحت اور نیند کو چھوڑ دینا نفس پر نہایت شاق ہے۔
--یا--

شب کو عبادت کرنے میں فراغت بڑی ہے، اس واسطے کہ دن کو بابِ معیشت میں دل مشغول مصروف رہتے ہیں، اور رات کو طرح طرح کے خطروں سے فارغ ہو کر محرابِ عبادت میں متوجہ ہو جاتے ہیں۔ (اور بہت ٹھیک ہے کچھ بولنے کو)، یعنی رات کو قرآن پڑھنا بہت خوب بات ہے اور پختہ ہے۔ دل فارغ ہوتا ہے اور زبانِ دل کے ساتھ موافق ہوتی ہے۔ زبان سے پڑھتا ہے اور دل میں تفکر کرتا ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ **لَا شَيْئَةَ الْيَلِ** مغرب اور عشاء کا درمیان ہے۔۔۔ یا۔۔۔ عشاء کے بعد صبح تک۔ اور ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول پر **لَا شَيْئَةَ** یہ ہے کہ سوکراٹھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ (۸)

شک تمہارے لیے دن میں بہترے کام ہیں • اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو، اور اُسی کے ہو رہو سب سے الگ ہو کر • اے محبوب! (بے شک تمہارے لیے دن میں بہترے کام ہیں)، خلق کو دعوتِ اسلام کرتے اور اُن کے کاموں میں مشغول رہتے ہو، تو راتوں کو تہجد ادا کرنا اولیٰ ہے، تو تہجد ادا کرتے رہو۔ (اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو)، یعنی اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ اُسے پکارتے رہو۔ (اور اُسی کے ہو رہو سب سے الگ ہو کر)، یعنی اپنے نفس کو ماسوئی اللہ کے خیال سے خالی کرو اور بالکل اُسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔۔۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (۹) **وَاصْبِرْ**

شرق و مغرب کا رب، نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا، تو بنائے رہو اُسی کو کارساز • اور صبر کرو

عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاصْصَبْ لَهُمْ جَزَاءً جَسِيلًا (۱۰)

اُس پر جو لوگ بک دیتے ہیں، اور ابھی چھوڑے رہو انہیں خوبصورتی سے •

(شرق و مغرب کا رب) ہے۔ (نہیں ہے کوئی معبود) عبادت کے قابل (اُس کے سوا، تو بنائے رہو اُسی کو کارساز) اور مہمات اُسی پر چھوڑو۔ (اور صبر کرو اُس پر جو لوگ بک دیتے ہیں) واہیات

اور خرافات باتیں۔ (اور ابھی چھوڑے رہو انہیں خوبصورتی سے)، یعنی اُن سے انتقام نہ لو اور انہیں نصیحتیں کرتے رہو۔۔۔ یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔۔ الغرض۔۔ اُن سے فی الحال نرمی برتو۔۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهَلْهُمْ قَلِيلًا ۝

اور رہنے دو مجھے اور اُن جھٹلانے والے سرمایہ داروں کو، اور مہلت دے دو انہیں ذرا سی •

(اور رہنے دو مجھے اور اُن جھٹلانے والے سرمایہ داروں کو)۔ یعنی سردارانِ قریش کا کام میرا

ساتھ چھوڑ دو، (اور مہلت دے دو انہیں ذرا سی)۔ یعنی تھوڑے ہی زمانہ میں اُن کی تکذیب کا بدلہ دے گا۔

امام زاہد نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے اور جنگِ بدر اور سردارانِ عرب کی ہلاکت میں تھوڑا ہی زمانہ گزرا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝

بے شک ہمارے پاس بھاری بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے • اور غذا اٹکنے والی، اور دکھ والا عذاب •

(بے شک ہمارے پاس) آخرت میں دین کے دشمنوں کے واسطے (بھاری بھاری بیڑیاں

اور بھڑکتی آگ ہے)۔ وہ بیڑیوں میں مقید ہوں گے اور آگ میں جلتے رہیں گے، (اور غذا) گلے

(اٹکنے والی) ہے۔۔۔ وہ ضریع اور زقوم کے خاردار درخت ہیں۔۔۔ (اور) بے پناہ (دکھ والا

دردناک) عذاب ہے۔ اور اُس کے سوا بھی کافروں کے لیے بہت سی سختیاں ہیں کہ خدا کے سوا

اُس کی حقیقت نہیں پہچانتا، اور بے شک یہ سارے وعدے سچ ہوں گے۔۔۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا

جس دن کہ کانپ پڑیں گے زمین اور پہاڑ، اور ہو گئے پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے • بے شک ہم نے بھیجا

إِلَيْكُمْ رَسُولًا مِّنْ أَهْلِ مِّمَّا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝

تم لوگوں کی طرف رسول کو۔۔ چشم دید گواہ تم پر۔ جس طرح کہ بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف رسول کو •

(جس دن کانپ پڑیں گے زمین اور پہاڑ، اور ہو گئے پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے)۔ الغرض

اُس دن تھر تھرائے گی زمین اور جنبش میں آئیں گے پہاڑ، اور اُس روز کی ہیبت سے سخت پہاڑ

واں کے مثل ہو جائیں گے۔ انہیں حقائق کو بتانے کے لیے (بے شک ہم نے بھیجا تم لوگوں کی طرف) اے مکہ والو! ایک عظیم (رسول کو)، یعنی پیغمبر اسلام نبی آخر الزماں سیدنا محمد ﷺ کو، جو (چشم دید گواہ) یوں گے (تم پر)۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ وہ تمہارے اقوال و افعال پر قیامت کے دن گواہی دیں گے۔۔۔ نیز۔۔۔ موتِ اسلام تمہارے قبول کرنے اور نہ کرنے پر بھی گواہ ہوں گے۔ (جس طرح کہ بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف رسول کو)، یعنی موسیٰ علیہ السلام کو۔۔۔

عَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخَذًا وَبِيلًا ۖ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ

تو گناہ کیا فرعون نے اپنے رسول کا، تو پکڑا ہم نے اُسے وبال والی پکڑ • تو کیسے بچو گے تم لوگ اگر کفر میں رہ گئے

يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۚ

اُس دن؟ جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا •

(تو گناہ کیا فرعون نے اپنے رسول کا) یعنی فرعون اُس پیغمبر کے باب میں عاصی ہو گیا، اور ان کی دعوت قبول نہ کی اور ان کا کہنا نہ مانا، (تو پکڑا ہم نے اُسے وبال والی پکڑ)۔ یعنی پانی میں اُسے برق کیا اور پانی کی راہ سے آگ میں پہنچا دیا۔۔۔ اس آیت میں کفارِ قریش کی تہدید مندرج ہے۔۔۔ تو کیسے بچو گے تم لوگ) اے کافرو! (اگر کفر میں رہ گئے اُس دن، جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا)۔ یعنی اُس کے ہول سے بچوں کے بال سفید ہو جائیں گے۔

اس سے قلق اور غم کی کثرت مراد ہے، اس واسطے کہ شدتِ غم آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اُس کے طول اور درازی میں یہ مبالغہ ہو، یعنی قیامت کا دن اتنا طویل اور دراز ہوگا کہ بچے بھی بوڑھے کی عمر کو پہنچ جائیں گے۔ اور وہ دن ایسا ہوگا کہ۔۔۔

السَّمَاءُ مُنْقَطِرَةٌ ۖ كَانَتْ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۚ إِنَّ هَذِهِ تَذَكُّرَةٌ

آسمان تو پھٹ جانے والا ہے اُس سے، اُس کا وعدہ کیا دھرا ہی ہے • بے شک یہ نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۚ

تو جس نے چاہا بنا لیا اپنے رب کی طرف راستہ •

(آسمان تو پھٹ جانے والا ہے اُس) کی ہیبت اور سختی (سے۔ اُس کا) یعنی حق تعالیٰ کا ان واقعات کے حادث ہونے کا (وعدہ کیا دھرا ہی ہے)۔ یعنی ایسا یقینی ہے کہ اُس کے ہونے میں ذرا

بھی شک و شبہ نہیں۔ (بے شک یہ) جو کچھ آیتوں میں پیش کیا گیا ہے (نصیحت ہے) اور عبرت ہے (تو جس نے چاہا) اس نصیحت کے پیش نظر (بنالیا اپنے رب کی طرف راستہ) اور ایمان و طاعت سے اُس کا قرب حاصل کر لیا، کیونکہ یہی راستہ اُس کی رضا تک اور اُس کے مقام قرب تک پہنچاتا ہے۔ روایت ہے کہ آیت **فَمِ الْيَلِ الْأَقْلِيلِ** کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور صحابہ راتوں کو اُٹھتے اور چونکہ رات کی مقداریں نصف اور اُس سے کم اور زیادہ مشتبہ تھیں، تو اُس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ قدر واجب کی محافظت کی رعایت نہ رہے، دن تک نماز پڑھا کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے اور جسم مبارک پر ضعف و نقاہت غالب ہوئی، اور منکروں نے بھی بطور استہزا آواز بلند کی، تو حق تعالیٰ نے سال بھر کے بعد مومنوں پر سے وہ بار گراں اُٹھا کر یہ آیت بھیجی، کہ۔۔۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي الْيَلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم شب بیداری کرتے ہو، قریب دو تہائی رات کے، اور آدھی رات تک، اور ایک تہائی رات تک، اور وہ جماعت

مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الْيَلِ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّنْ نَّحْصُوهُ

جو تمہارے ساتھی ہیں۔ اور اللہ اندازہ فرماتا ہے رات اور دن کا۔ اُسے معلوم ہے کہ تم لوگ نہیں شمار کر سکو گے،

فَتَأْتِيكُمْ فَاقِرٌ وَمَا تَيْسَّرُ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُمْ

تو کرم فرمایا تم پر، اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے۔ اُسے معلوم ہے کہ عنقریب ہوں گے تم میں سے

مَرْضًى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

کچھ بیمار۔ اور کچھ لوگ سفر کریں گے زمین میں، تلاش کریں گے اللہ کا فضل۔

وَآخَرُونَ يُقاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اور کچھ لوگ جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں۔ اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے۔ اور پابندی کرو نماز کی،

وَاتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِن خَيْرٍ

اور دیتے رہو زکوٰۃ کو، اور دو اللہ کو قرض حسنہ۔ اور جو آگے بھیج دو گے اپنے بھلے کو کوئی بھلائی،

يُحْدِثُ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ مُوْخِرًا وَاعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُ وَاللَّهُ

تو پاؤ گے اُسے اللہ کے یہاں بہتر اور بہت بڑا، ثواب میں۔ اور مانگتے رہو بخشش اللہ سے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

(بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم شب بیداری کرتے ہو قریب دو تہائی رات کے، اور می رات تک، اور ایک تہائی رات تک، اور) اسی طرح اٹھتی ہے (وہ جماعت جو تمہارے ساتھی) یعنی تیرے اصحاب۔ (اور اللہ) تعالیٰ (اندازہ فرماتا ہے رات اور دن کا۔ اُسے معلوم ہے کہ تم نہیں شمار کر سکو گے، تو کرم فرمایا تم پر) اور حکم میں تخفیف نازل فرمائی۔ (اب پڑھ لیا کرو جو آسان) (آن سے)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے دو تہائی رات سے کچھ کم بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور کبھی آدھی رات تک بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور کبھی ایک تہائی رات تک تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تہجد کی نماز پڑھتی ہے، لیکن ایک تو ہر رات کو اتنا قیام کرنا بہت مشکل اور بھاری کام تھا، دوسرے وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل تھا، کہ دو تہائی رات تک قیام ہوا ہے۔۔۔ یا۔۔ نصف رات تک قیام ہوا ہے۔۔۔ یا۔۔ تہائی رات تک قیام ہوا ہے، کیونکہ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُس حکم میں تخفیف نازل فرمائی اور رات کے اُس قیام کی فرضیت کو منسوخ فرما دیا۔

اب رسول اللہ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اب دو تہائی رات۔۔۔ یا۔۔ نصف رات۔۔۔ یا۔۔ تہائی رات تک تہجد کی نماز فرض نہیں ہے، بلکہ جتنے وقت میں بھی آپ آسانی کے ساتھ تہجد پڑھ سکیں فرض ادا ہو جائے گا۔ پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں، تو تہجد کی اتنی مقدار کی فرضیت بھی منسوخ ہو گئی۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان آیات سے ابتداء نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اب آگے کی آیت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی حکمت بیان فرما رہا ہے۔ تو واضح فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کی فرضیت کو اس لیے منسوخ فرمایا کہ۔۔۔

(اُسے معلوم ہے کہ عنقریب ہوں گے تم میں سے کچھ بیمار) تو وہ لوگ تہجد نہ پڑھ سکیں گے۔

(اور کچھ لوگ) تجارت کے لیے (سفر کریں گے زمین میں)، اور اس طرح (م تلاش کریں گے اللہ تعالیٰ (کا فضل)۔ یعنی حلال طریقوں سے کسب معاش کریں گے، تو وہ حالت سفر میں تہجد نہیں پڑھ سکیں گے۔

(اور کچھ لوگ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ (کی راہ میں) تو وہ مشقت کے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ پس اگر وہ دن کی تھکن رات کی نیند سے نہ اُتاریں اور رات کو پھر آدھی رات۔۔۔ یا۔۔۔ تھا رات تہجد پڑھیں، تو پھر اُن کو دن میں جہاد کی مشقت اُٹھانا بہت مشکل ہوگا۔

اور جہاد بہت اہم فریضہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی جو وجوہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے متعلق بیان فرمائی ہیں، وہ وجوہ نبی ﷺ میں بھی متحقق ہیں، بلکہ اُن وجوہ پر ایک زائد وجہ آپ کا امور تبلیغ میں مصروف اور مشغول ہونا ہے۔ اس لیے جس طرح امت سے تہجد کی فرضیت ساقط ہو گئی اُسی طرح آپ ﷺ سے بھی تہجد کی فرضیت ساقط ہو گئی۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ جائز طریقے سے رزق حلال تلاش کرنے والے تاجروں کا اور جہاد کی سبب اللہ کے دالوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

۔۔۔ الغرض۔۔۔ (اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے)۔ اور یہ حکم نماز میں قرآن پڑھنے فرضیت کے طور پر ہے، یعنی نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ قرآن پڑھو نماز کے باہر، اور یہ حکم بطور مندوب اور مستحب ہونے کے ہے۔ جس مقدار میں قرآن پڑھنا مندوب اور مستحب ہے اُس میں اختلاف کیا ہے اور وہ تین آیتیں ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ سو۔۔۔ یا۔۔۔ دو سو۔۔۔ یا۔۔۔ ہر مہینے ختم قرآن کریم۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو حکم کیا کہ ہر مہینے میں ختم قرآن کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں، یعنی میں جلد ہی پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا میں راتوں میں ختم کرو۔ پھر عرض کی کہ مجھے زیادہ قوت ہے۔ فرمایا کہ سات دن میں پڑھو اور اس مہینے میں ختم کرو۔

صاحب معالم اپنی اسناد کے ساتھ حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک دن یا رات میں پچاس آیتیں پڑھے اُسے غفلوں میں نہیں لکھتے، اور اگر سو آیتیں پڑھے تو اُسے فرمانبرداروں میں لکھتے ہیں، اور اگر دو سو آیتیں پڑھے، تو

اُس کے ساتھ قرآن دعویٰ اور خصومت نہ کرے گا قیامت کے دن۔ اور اگر پانچ سو آیتیں پڑھے تو اُس کے لیے ایک قطار ثواب لکھتے ہیں۔ قطار ایک وزن جس کی مقدار مختلف زمانوں میں مختلف رہی، سو رطل اور مال کثیر کو بھی قطار کہتے ہیں۔ یہاں قطار سے مراد گائے بیل کی کھال سونے سے بھری ہوئی ہو سکتی ہے۔ المختصر۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو۔

(اور پابندی کرو نماز کی)، یعنی فرض نماز کو مکماۃ ادا کرتے رہو۔ (اور دیتے رہو) واجب (زکوٰۃ کو، اور دو اللہ) تعالیٰ (کو قرض حسنہ)۔ یہ راہِ خیر میں مستحب اخراجات کرنے اور اُس کے عوض جزا پانے کا اشارہ ہے۔ (اور) اچھی طرح یاد رکھو کہ (جو آگے بھیج دو گے اپنے بھلے کو کوئی بھلائی، زپاؤ گے اُسے اللہ) تعالیٰ (کے یہاں بہتر اور بہت بڑا، ثواب میں)۔ ایک کا دس اور سات سو اور س سے بھی زیادہ۔ یا۔۔۔ بے حساب۔

(اور مانگتے رہو بخشش اللہ) تعالیٰ (سے) ہر حال میں، (بے شک اللہ) تعالیٰ (غفور رحیم ہے)۔ یعنی بندوں کا بخشش والا اور اُن پر مہربان ہے کہ اُس کی شفقت اور مہربانی ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔

اختتام سورۃ المزمل -- ﴿ ۲۲ / ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز سہ شنبہ ﴾ --

-- ﴿ ۲۲ / ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز سہ شنبہ ﴾ --



سُورَةُ الْمَدَّثَرُ



آیات ۵۶۔۔ رکوع ۲

سورۃ المدثر۔۔ ۷۴ مکیہ ۲

اس سورۃ مبارکہ کا نام اسی کی آیت سے ماخوذ ہے۔ اپنی ماقبل سورہ سے اس کی ایک مناسبت تو یہ ہے، کہ دونوں میں آپ ﷺ کو آپ کے لباس کے ایک وصف کے ساتھ ندا کی گئی ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے والی سورت میں تہجد پڑھنے کا حکم ہے، اس طرح اُس میں اپنے نفس کی تکمیل کا حکم ہے اور اس سورت میں خدا کے عذاب سے ڈرانے کے حکم سے ابتداء کی گئی ہے، تو اس میں دوسروں کی تکمیل کا حکم ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کی شانِ نزول کے تعلق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید

عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں کوہِ حراء پر تھا، مجھے ندا کی گئی يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا ہے، یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔

یہ دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اڑھاؤ، انہوں نے اڑھا دیا۔ اور کہا کہ مجھ پر پانی ڈالو، اُس وقت حضرت جبرائیل تشریف لائے اور کہا يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ۔ بالا پوش اس لیے کہ سارا جسم لرز رہا تھا اور کاندھے مبارک بھی اترنے والے فرشتے کے رعب سے۔

آج سے پہلے آپ نے اُسے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ابھی اُس سے مانوس ہوئے تھے، تو اچانک اتنی عظیم الجثہ ذات کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دثارِ نبوت مراد ہے، یعنی اُسے لباسِ رسالت پہننے والے! ایسے پیارے خطاب پر مشتمل اس سورہ مبارکہ کو۔۔۔ یا۔۔۔ تلاوت قرآن کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ ۖ قَدْ فَاذَنَرُكَ ۖ وَرَبِّكَ فَكْبَرُ ۖ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرُ ۖ

اے چادر اوڑھنے والے! • کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سنا دو • اور اپنے رب کی بڑائی بولو • اور اپنے کپڑوں کو پاک ہی رکھو • (اے چادر اوڑھنے والے!) اپنی خواب گاہ سے (کھڑے ہو جاؤ)۔۔۔ یا۔۔۔ قائم ہو جاؤ مراسمِ نبوت ادا کرنے میں۔ (پھر ڈر سنا دو) خلق کو عذابِ الہی کا اگر اُس کے سوا اور کی عبادت کریں۔ (اور اپنے رب کی بڑائی بولو)، یعنی اپنے رب کو تعظیم کے ساتھ یاد کرو۔ (اور اپنے کپڑوں کو پاک ہی رکھو) میل و پکیل سے۔۔۔ یا۔۔۔ کوتاہ کر سردارانِ عرب کے خلاف، کہ وہ لباسِ لمبا پہنتے ہیں، تاکہ اُن کی عادت ترک پر پہلی علامت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اپنا لباس کوتاہ کر، بے شک وہ بہت پاک اور بہت پسندیدہ اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ اور بعضوں نے یہ معنی کہے ہیں کہ جو کچھ نہ چاہیے اُس سے اپنے

نفس کو پاک رکھ۔ نجات میں شیخ ابوالحسن علی شاذلی مغربی قدس سرہ سے نقل ہے، کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ”اے علی! اپنے کپڑے میل سے پاک کرتا کہ تو بہرہ مند ہو مددِ الہی اور تائیدِ خداوندی سے ہر دم۔“

میں نے عرض کی ”یا رسول اللہ! میرے کپڑے کیا ہیں؟“ فرمایا کہ ”حق تعالیٰ نے تجھے پانچ خلعت پہنائے ہیں: ﴿۱﴾۔۔۔ خلعتِ محبت ﴿۲﴾۔۔۔ خلعتِ معرفت ﴿۳﴾۔۔۔ خلعتِ توحید ﴿۴﴾۔۔۔ خلعتِ ایمان ﴿۵﴾۔۔۔ خلعتِ اسلام۔ اور جو کوئی خدا کو دوست رکھتا ہے اُس پر ہر چیز آسان ہو جاتی ہے۔ اور جو خدا کو پہچانتا ہے اُس کی نگاہ میں سب چیزیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ اور جو کوئی خدا کو وحدانیت اور یگانگی کے ساتھ جانتا ہے وہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔ اور جو خدا پر ایمان لاتا ہے وہ ہر چیز سے ایمن ہو جاتا ہے۔ اور جس کو صفتِ اسلام حاصل ہو جاتی ہے وہ خدا کا گناہ نہیں کرتا۔ اور اگر گنہگار ہو جاتا ہے تو عذر کرتا ہے۔ اور جب عذر کرتا ہے تو عذر قبول ہوتا ہے۔“ تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہاں پر سے میں نے **يَا بَكَ فَكَلِمَةً** کے معنی جانے۔ حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔۔۔

اے محبوب! مذکورہ طہارت کو اپنالو۔۔۔۔۔

وَالْجُزْأُ فَاهْرُجْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۖ فَإِذَا أَلْقَى

اور بت کو تو بالکل چھوڑے رکھو۔ اور اس لیے احسان نہ کرو کہ بدلہ زیادہ چاہو۔ اور اپنے رب ہی پر جمے رہو۔ کہ جہاں

التَّائُوْرُ ۚ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۚ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝

پھونکا گیا صور میں۔ تو وہ دن دشوار دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں ہے۔

(اور بت کو تو بالکل چھوڑے رکھو)۔۔۔ یا۔۔۔ سب گناہوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، یعنی جس تقویٰ

پر ہو اُسی پر رہو۔ (اور اس لیے احسان نہ کرو کہ بدلہ زیادہ چاہو)۔۔۔ یا۔۔۔ نیک کام کر کے خدا پر احسان

نہ رکھ، کہ اُس کو تو بہت شمار کرے۔۔۔ یا۔۔۔ تبلیغ احکام کر کے لوگوں پر احسان نہ جتا کہ اُن سے بہت بدلاؤ

طلب کرے۔ (اور اپنے رب ہی پر جمے رہو)، یعنی اپنے رب کی رضا مندی کے واسطے صبر کرو۔۔۔ یا۔۔۔

ہو اور قضاء کے تحت میں خدا کے واسطے صابر رہو اور جان لو (کہ جہاں پھونکا گیا صور میں)، یعنی دوسرا

فحشہ کہ بعث اُس کا اثر ہے، (تو) یہ پھونکنا جس دن ہوگا (وہ دن دشوار دن ہے) کافروں پر آسان نہیں

ہے۔

اگرچہ ہول ہیت شدت اُس دن عام ہوگی مگر حق تعالیٰ اپنے کرم عام سے مومنوں پر سے سختی اور دشواری اٹھالے گا، اور کافروں پر سختی باقی رہے گی اور حساب میں اُن کے ساتھ سختی اور تنگی کریں گے اور اُن کا منہ سیاہ ہو جائے گا اور اُن کے نامہ اعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں ملیں گے۔

روایت ہے کہ ولید ابن مغیرہ لعنہ اللہ تعالیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے 'سورہ حم' اور 'مومن' کے شروع کی آیتیں سن کر قوم میں پھر آیا اور یہ بات کہی کہ قسم خدا کی کہ اب محمد ﷺ سے میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ نہ آدمی کا کلام ہے نہ جن کا۔ اُس میں وہ حلاوت اور شیرینی ہے کہ کسی کلام میں نہیں ہوتی اور اُس میں وہ طراوت اور تازگی ہے کہ کسی کلام میں نہ ہوگی۔ اُس نہال اقبال کی پھنگیاں کلیہ سعادتوں کی پھل دینے والیاں ہیں، اور اُس شجرہ طیبہ کی جڑ فضیلتوں اور حکمتوں کی رگوں سے خوب محکم اور مضبوط ہو گئی ہے۔ یہ کلام غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا، اور بلندی سے پستی کی طرف نہ جھکے گا۔ قریش نے یہ بات سن کر گمان کیا کہ ولید ایمان لایا، پس ابو جہل طرح طرح کی باتیں کر کے اُسے حمیت جاہلیت میں پھیر لایا، یہاں تک کہ قرآن کو سحر کہا۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی، آپ نہایت غمگین ہوئے تو حق تعالیٰ نے آیت بھیجی کہ۔۔۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۖ وَبَنِينَ

رہنے دو مجھے اور جسے پیدا کیا میں نے اکیلا • اور دیا میں نے اُسے لمبا چوڑا سرمایہ • اور حاضر باش

شُهُودًا ۖ وَوَهَّابْتُ لَهُ نَهْيًا ۖ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۖ كَلَّا إِنَّكَ كَانُ

بیٹے • اور سامان دیا اُسے خوب • پھر بھی للچاتا ہے کہ میں اور بھی دوں • ہرگز نہیں! بے شک یہ

لَا يَتَنَاعَىٰ ۖ

ہماری آیتوں کا مخالف ہے •

(رہنے دو مجھے اور جسے پیدا کیا میں نے اکیلا) بے آل اولاد اور بے یار و مددگار۔۔۔

ایک قول یہ ہے کہ اُسے 'وحید القوم' کہتے تھے، یعنی قوم میں ایک۔۔۔ (اور دیا میں نے اُسے لمبا چوڑا سرمایہ) یعنی بہت مال۔

روایت ہے کہ اُس کے پاس زینتِ قدس لاکھ دینار تھے، اور مکہ اور طائف کے درمیان

اُس کے اونٹ گھوڑے بکریاں بہت تھیں، باغ اسباب لونڈی غلام بے شمار تھے۔
(اور) دیا ہم نے اُسے (حاضر باش بیٹے) جو مکہ میں اُس کے پاس حاضر و موجود رہتے تھے،
تجارت و کسبِ معاش کے واسطے سفر کے محتاج نہ تھے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ہمیشہ اپنے باپ کے ساتھ محفلوں
میں حاضر ہوتے۔

روایت ہے کہ اُس کے دس بیٹے تھے اُن میں خالد اور عمارہ اور ہشام رضی اللہ عنہم ایمان
لائے۔۔۔ القصة۔۔۔ اُسے مالا مال کر دیا۔

(اور سامان دیا اُسے خوب) یا بچھایا ہم نے اُس کے واسطے جاہ و ریاست کا بچھونا، اور ایسا
مایا کہ ریحانہ قریش اُس کا لقب ہو گیا تھا۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد (پھر بھی لپچاتا ہے کہ میں اور بھی
س) یعنی ہم زیادہ کریں اپنے عطیے اُس کے باب میں۔ (ہرگز نہیں!) یعنی ہم ایسا ہرگز ہرگز نہ
ریں گے، کیونکہ (بے شک یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے)، اُن میں جھگڑا کرنے والا اور اُن کو جادو
کے ساتھ نسبت دینے والا ہے۔

اکثر تفسیروں میں ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد اُس کا جاہ و مال گھٹنے لگا اور اُس کے
فرزند اُس سے برگشتہ ہو گئے اور بعضے مر گئے اور وہ محتاج و رسوا ہوا۔۔۔ المختصر۔۔۔

سَأَرْهُقُهُ صَعُودًا ۝ اِنَّهُ فَكَرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝

جلدی چڑھاؤں گا اُسے صعود نام کے جہنمی پہاڑ پر • بے شک اُس نے سوچا اور اندازہ لگایا • تو غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا •

ثُمَّ قَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝

پھر غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا • پھر نگاہ ڈالی • پھر تیوری چڑھالی اور منہ بگاڑا • پھر پیٹھ دکھائی اور بڑا بنا •

(جلدی چڑھاؤں گا اُسے صعود نام کے جہنمی پہاڑ پر)۔ وہ ایک پہاڑ ہے آگ کا، بہتر برس

س اُس کے اوپر چڑھ سکتے ہیں اور اُس کے اوپر چڑھتے ہی پھر نیچے گر پڑتے ہیں۔

تبیان میں ہے کہ۔۔۔ تکلیف دوں گا میں اُس کو صعود پر۔۔۔ اور صعود وہ ایک پتھر ہے

دوزخ میں کہ اُس پر نہیں جاسکتے، تو اُس کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ کر آگ سے کھینچیں گے

اور پیچھے سے آگ کے گرز ماریں گے کہ اُس جگہ پر جائے۔ اور ولید کے واسطے جزا اور سزا

کی یہ بڑی وعید ہے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔

(بے شک اُس نے سوچا) اور فکر کی کہ قرآن پر کیا طعن کرے (اور اندازہ لگایا) کہ کیا ہے یعنی جب اُسے کسی طور پر یہ گنجائش نظر نہیں آئی کہ پیغمبر اسلام کو مجنون، شیطان کے زیر اثر، کاظم کذاب اور شاعر کہا جاسکے، اور پھر قریش نے اُسی سے پوچھ لیا کہ جب محمد ﷺ کو یہ سب کچھ نہیں جاسکتا، تو اب تو ہی سوچ کر بتا کہ انہیں کیا کہا جائے۔ تو اُس نے سوچا اور اپنے دل میں خیال پایا کہ محمد ﷺ 'ساحر' ہیں۔

(تو غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا • پھر غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا)، یعنی اُس مسلسل لعنت برسائی جائے اُس کی اس متعصبانہ اور معاندانہ فکر و سوچ کے سبب سے۔ (پھر) اُلعلعون نے (نگاہ ڈالی)، یعنی اُس نے نظر کی قرآن کے باب میں دوبارہ، (پھر تیوری چڑھائی) منہ سکڑا کیونکہ اُس میں طعن کا موجب نہ پایا۔

پھر نبی ﷺ کی ذات پر تنقیدی نظر ڈالی (اور منہ بگاڑا) کیونکہ وہاں بھی کوئی عیب نظر آیا، تو شرمندگی والی ہنسی ہنسا۔ (پھر پیٹھ دکھائی) یعنی پھر اُحق سے۔۔۔ یا۔۔۔ پیغمبر حق سے (اور بڑھاپا یعنی تکبر کیا اُن کی متابعت سے۔

فَقَالَ إِنَّ هَذَا لَذِئْبٌ لَّوْ تَكُونُ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ سَاصِلِيهِ سَقَرٌ ۝

پھر بولا کہ "یہ بس جادو ہی کی نقل کی جاتی ہے • یہ نہیں ہے مگر بشر کا کلام" • جلد جھونک دوں گا میں اُسے جہنم میں • وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۚ لَا تُبْقَى وَلَا تُنْقَرُ ۚ لَوَاحِشٌ لِلْبَشَرِ ۚ عَلَيْهِمَا تِسْعَةُ عَشْرَ ۖ اور تم نے کیا اٹکل لگایا، کہ کیا ہے جہنم؟ • نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے • جھلسا دینے والی چہروں کو • اُس پر مقرر ہیں انہیں

(پھر بولا کہ یہ) جو محمد ﷺ کہتے ہیں (بس جادو ہی کی نقل کی جاتی ہے)۔ یعنی یہ قرآن وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ (یہ نہیں ہے مگر بشر کا کلام)۔

ولید بن مغیرہ نے یہ محض سرکشی و عناد سے کہا نہ کہ اعتقاد سے، کیونکہ مروی ہے کہ اُس نے پہلے اقرار کیا تھا کہ یہ کلام کسی انس و جن کا نہیں۔ بشر سے اُس کی مراد: ۱۔۔۔ یسار، ۲۔۔۔ حمیر، ۳۔۔۔ ابوقلیہ ہے۔ پہلے دو فارس کے دو غلام تھے، وہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا اُن کے یہاں اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔ اور ابوقلیہ رومی غلام تھا، وہ مسیلمہ الکذاب یمامہ

والے کی طرف سے مکہ معظمہ میں آیا جایا کرتا تھا۔

(جلد چھوٹک دون گا میں اُسے جہنم میں) یعنی سَقَرُ میں۔۔۔ جو بقول حضرت ابن عباس جہنم کا چھٹا طبقہ ہے۔ ایک قول کے مطابق سَقَرُ دوزخ کا پانچواں درکہ ہے۔۔۔ (اور تم نے کیا نکل لگایا کہ کیا ہے جہنم)؟ یہ ایسی آگ ہے جو (نہ باقی رکھے) کسی دوزخی پر گوشت و پوست، رگ پٹھے ہڈیوں کو، بلکہ سب کو جلا دے گی۔۔۔ اور پھر حق تعالیٰ اُن کے اجزائے پیدا کردے گا تو اُن کو بھی جلا دے گی۔۔۔ (اور نہ چھوڑے) گی دوبارہ جب تک جلا نہ دے۔ وہ آگ (جھلسا دینے والی) ہے کافروں کے (چہروں کو) اور اُن کی کھالوں کو۔ (اُس) آگ (پر مقرر ہیں انیس) فرشتے۔۔۔ یا۔۔۔ انیس قسم کے فرشتے۔

تبیان میں ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوزخ کے فرشتوں کو پوچھا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کیا، دوسری بار داہنا انگوٹھا بند کر لیا۔ اور یہ آیت آپ کے کلام کی تصدیق میں نازل ہوئی اور یہود نے مان لیا کہ یہ بات توریت کے موافق ہے۔ یہ آیت نازل ہونے کے بعد ابو جہل بولا کہ ”اے گروہ قریش! دوزخ کے فرشتے انیس“ سے زیادہ نہیں ہیں، کیا تم میں سے دس آدمی اُن میں سے ایک فرشتے کو دفع نہ کر سکیں گے؟“

ابوالاسد بن کلدۃ الحمی بن علی بولا ”کہ سترہ کو تو میں کافی ہوں۔ دس کو پیٹھ سے اور سات کو پیٹ سے، باقی دو کو تم کفایت کرتے ہو۔“ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بولا کہ ”صراط پر میں تمہارے آگے دس کو داہنے ہاتھ سے اور نو کو بائیں ہاتھ سے ڈھکیل کر صحیح و سلامت بہشت میں ہم چلے بھی جائیں گے،“ تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ

اور نہیں مقرر کیا ہم نے جہنم کے داروغے مگر فرشتوں کو۔ اور نہیں قرار دیا اُن کے شمار کو مگر آزمائش اُن کے لیے جنہوں نے

كَفَرُوا ۚ لَيْسَتِ يَقِينُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيُزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا يَتَأَمَّلُوا وَلَا

کفر کیا، تاکہ یقین کر لیں جنہیں دی گئی ہے کتاب، اور قوی ہو جائے جو ایمان لاچکے ہیں اُن کا ایمان، اور شک نہ

يُرْتَابُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلَيَقُولُ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

کر سکیں وہ جو دیے گئے ہیں کتاب اور مسلمان۔ اور تاکہ بکا کریں وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے

وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ

اور کافر لوگ، کہ کیا منشاء ہے اللہ کا اس عجیب بات سے۔ اسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ جسے چاہے۔

وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ

اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔ اور نہیں بتا سکتا تمہارے رب کے لشکروں کو سوا اُس کے۔ اور نہیں ہے وہ، مگر نصیحت بشر کے لیے۔

(اور نہیں مقرر کیا ہم نے جہنم کے داروغے مگر فرشتوں کو) جو تمام خلق میں بہت قوی ہیں۔

معالم میں ہے کہ دوزخ کے خازنوں کا رئیس 'مالک' ہے اور مالک کے ساتھ اٹھارہ اور

ہیں۔ اُن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور اُن کے دانت اونچے اونچے مضبوط اور مستحکم

قلعے کے مانند۔ آگ کے شعلے اُن کے مونہوں سے نکلتے ہوں گے اور اُن کے دونوں کاندھوں

کے درمیان سال بھر چلنے کی مسافت ہے۔ اُن میں سے ایک ایک بار میں ستر ہزار کافروں کو

دوزخ کے جس کو نے میں چاہے گا ڈال دے گا۔ اور فرشتوں کا ذکر کافروں کا وہ کلام دفع

کرنے کو کیا کہ وہ جان لیں کہ دوزخ کے خازن آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں سخت اور تند۔ سب

آدمی ایک فرشتے کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، مقابلہ کا ذکر کیا۔ حق تعالیٰ کا فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے کہ (نہیں قرار دیا اُن کے شمار کو مگر آزمائش اُن کے لیے جنہوں نے کفر کیا)۔

یعنی وہ ہنسی اور تعجب کریں کہ انیس^{۱۹} کیسے جن وانس پر عذاب کریں گے۔ اور اس میں یہ بھی حکمت ہے

(تاکہ یقین کر لیں جنہیں دی گئی ہے کتاب)، اس واسطے کہ قرآن کو توریت کی تصدیق کرنے والا

پاتے ہیں۔ (اور) تاکہ (قوی ہو جائے جو ایمان لائے ہیں اُن کا ایمان) اس کلام کے سبب سے۔

یا۔ اہل کتاب کی تصدیق کی وجہ سے۔

(اور) تاکہ (شک نہ کر سکیں وہ جو دیئے گئے ہیں کتاب) توریت، (اور مسلمان) جو دوزخ

کے خازنوں پر ایمان لائے ہیں، (اور تاکہ بکا کریں وہ) لوگ (جن کے دلوں میں بیماری ہے) شک

ونفاق کی۔ (اور کافر لوگ، کہ کیا منشاء ہے اللہ) تعالیٰ (کا اس عجیب بات سے) اور اس عدد سے، جو

مثل کی رو سے عجیب و غریب ہے؟ (اسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ) تعالیٰ (جسے چاہے۔ اور راہ دیتا

ہے جسے چاہے)۔

روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ "اے گروہ قریش! اب تو محمد ﷺ انیس^{۱۹} یار اور مددگار

سے زیادہ نہیں رکھتا، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اور نہیں بتا سکتا تمہارے رب کے لشکروں کو سوا اُس کے)۔ یعنی رب کے یہ سارے لشکر رشتے ہیں جو پیغمبروں کے معین و مددگار ہیں۔ اور یہ کتنے ہیں؟ یہ خدا ہی جانے جو سب معلومات کا عالم ہے۔ (اور نہیں ہے وہ) یعنی سَقَر کی تمثیل۔۔۔ یا۔۔۔ خازنوں کی تعداد۔۔۔ یا۔۔۔ یہ سورت مبارکہ (مگر صیحت بشر کے لیے)۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا أَدْبَرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا أَصْفَرُ ۚ إِنَّهَا لَإِْحْدَى

نہیں کیا قسم ہے چاند کی • اور رات کی جب پیٹھ پھیرے • اور صبح کی جب روشنی پھیلا دے • بے شک جہنم

الْكِبْرِ ۚ نَذِيرٌ لِّلْبَشَرِ ۚ لِمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ

بڑی چیزوں کی ایک ہے • ڈراؤنی بشر کے لیے • جس نے چاہا تم میں سے کہ آگے بڑھ جائے یا پیچھے پڑا رہے •

(نہیں کیا) یعنی ایسا نہیں کہ کوئی سَقَر کا انکار کر سکے۔ (قسم ہے چاند کی) کہ وقتوں اور مدتوں کی پہچان اُس سے متعلق ہے، (اور رات کی جب پیٹھ پھیرے) یعنی جب جاتی ہے دن کے آگے سے، (اور صبح کی جب روشنی پھیلا دے) اور عالم کو روشن کر دے، (بے شک جہنم بڑی چیزوں کی ایک ہے)۔ یعنی ایک در کہ دوزخ کے بڑے درکوں میں سے ہے۔ اور (ڈراؤنی بشر کے لیے)، یعنی ہم نے کیا ہے اُسے ایک چیز کہ اُس سے ڈرائیں آدمی کو۔

لباب میں ہے کہ حق تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فرماتا ہے کہ **فَمَنْ نَذِيرًا** یعنی کھڑا ہو ڈرانے والا آدمیوں کے واسطے تاکہ تجھ سے نصیحت پکڑ کر گناہ سے پرہیز کریں۔ اس قول پر رسول ڈرانے والے ہیں اور پہلے قول پر دوزخ ڈرانے والی ہے اُسے۔

(جس نے چاہا تم میں سے کہ آگے بڑھ جائے) جزا اور طاعت میں، (یا پیچھے پڑا رہے) بُرائیوں میں مبتلا ہو کر۔ یعنی اُسے ہمارے حبیب! تم سب گروہوں کو نصیحت کرنے والے ہو۔۔۔ یا۔۔۔ مُنَب کو دوزخ نصیحت کرنے والی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۚ إِلَّا أَمَّوْبَ الْيَمِيْنِ ۚ فِي جَنَّتِ

ہر جان جو کچھ کمایا اُس میں گروہ ہے • مگر داہنے ہاتھ والے • باغوں میں ہیں۔۔۔

يَكْسَاءُ لَوْنٌ ۚ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۚ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالُوا لَمَن نَّكَ

دریافت کریں گے • مجرموں سے • کہ کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟ • انہوں نے جواب دیا کہ

مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ يَكُنْ لَطَعْمُ الْيَسْكِينِ ۝

”ہم نہ تھے نمازیوں سے • اور نہیں کھلایا کرتے تھے مسکین کو •

(ہر جان جو کچھ کمایا اُس میں گروہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نفس اپنے اعمال کا قیدی ہوگا۔۔۔ بعض تقاسیر میں ہے کہ ہر نفس بسبب اپنے بُرے اعمال کے قیدی ہوگا۔۔۔ (مگر دانے ہاتھ والے) جن کے اعمال صالحہ ہوں گے۔ وہ لوگ اعمالِ صالحہ کی وجہ سے آزاد ہوں گے، جیسے راہن شے کو آزاد کر دیتا ہے جو قرض ادا کر دے۔

یہ اصحابِ یمن ایسے (باغوں میں) رہنے والے (ہیں) جن کی حقیقت کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی اُس کی وسعت کو بیان کر سکتا ہے۔ یہی اہلِ یمن جنتوں کے اونچے محل پر ہوں گے اور دوزخ کو دیکھنے والے ہوں گے، جو (دریافت کریں گے • مجرموں سے) یعنی مشرکین سے اُن کے احوال (کہ کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہ تھے نمازیوں سے) یعنی اُس کے فرض ہونے کا ہم اعتقاد نہ رکھتے تھے، (اور نہیں کھلایا کرتے تھے مسکین کو) یعنی اُن کو مالِ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، اور زکوٰۃ کی فرضیت کے ہم منکر تھے۔

وَكُنَّا خَوْضًا مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ

اور بے ہودہ بحش کرتے تھے، بے ہودہ گویوں کے ساتھ ساتھ • اور ہم جھٹلایا کرتے تھے روزِ جزا کو • یہاں تک کہ

اَتَيْنَا الْيَقِينَ ۝ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشُّفَعِينَ ۝

آگئی ہمیں موت • اب نہ فائدہ دے گی انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت •

(اور بے ہودہ بحش کرتے تھے بے ہودہ گویوں کے ساتھ ساتھ)، یعنی محمد عربیؐ کی شان میں ہم بحث کرتے تھے اور اُن کی غیبت میں مشغول ہوتے تھے۔ (اور ہم جھٹلایا کرتے تھے روزِ جزا کو) اور اُسے ہم باور نہ کرتے تھے (یہاں تک کہ آگئی ہمیں موت) اور موت سے پہلے جو حالتیں تھیں جن میں سے بعض اوپر مذکور ہوئیں اُسی حال میں ہم مر گئے، تو بہ کی توفیق نہ مل سکی اور ہم ایمان نہ لاسکے۔

(اب) اگر بفرض محال کوئی اُن کی شفاعت بھی کرے، تو (نہ فائدہ دے گی انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت)۔

شفاعت کے باب میں بنیادی بات یہ ہے کہ شفاعت وہی کرے گا جس کو رب کریم شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ اور وہ اُسی کے لیے شفاعت کرے گا جس کی شفاعت کرنے کا خدائے مہربان اذن عطا فرمائے گا، اس لیے کوئی شفاعت کرنے والا مشرکین کی شفاعت کرے، یہ بات محال ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۵۸﴾ كَانَتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۹﴾

ذرا نہیں کیا ہے کہ نصیحت سے رُود گردانی کرنے والے ہیں۔ گویا کہ وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں۔ بھاگے ہیں شیر سے۔ (تو انہیں کیا ہے کہ نصیحت سے رُود گردانی کرنے والے ہیں)، یعنی قرآن اور اُس کی ہدایات سے منہ پھرتے ہیں (گویا کہ وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں۔ بھاگے ہیں شیر سے)۔ یا۔۔ شکاری سے یا۔۔ پھندے سے یا۔۔ تیر انداز آدمی سے یا۔۔ مختلف آوازوں سے، یعنی جس طرح جنگلی گدھے ان چیزوں سے بھاگتے ہیں، اس طرح وہ قرآن سننے سے بھاگتے ہیں اس واسطے کہ بات سننے والے کان اور نصیحت قبول کرنے والے دل نہیں رکھتے ہیں۔۔۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتَىٰ صُحُفًا مِّنْ شَرِّهِ ﴿۶۰﴾ كَلَّا

بلکہ چاہتا ہے ہر شخص اُن کا، کہ دیے جاتے الگ الگ صحیفے۔ ہرگز نہیں!

بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿۶۱﴾

بلکہ وہ ڈرتے ہی نہیں آخرت کو۔

(بلکہ چاہتا ہے ہر شخص اُن کا کہ دیے جاتے الگ الگ صحیفے) سر کھلے بے مہر اس مضمون کے کہ ”اے فلاں! محمد ﷺ کی پیروی کر۔“ (ہرگز نہیں) دیے جائیں گے اُن کو یہ نامے، اور اگر دیے بھی جائیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ پس اُن کا انکار اس واسطے نہیں کہ نامہ نہیں دیا جاتا، (بلکہ وہ ڈرتے ہی نہیں آخرت) کے عذاب (کو)۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذَكَّرٌ ﴿۶۲﴾ مِّنْ شَاءِ ذِكْرُهُ ﴿۶۳﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ط

نہیں کیا بلاشبہ یہ نصیحت ہے۔ تو جس نے چاہا نصیحت لی اس سے۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۶۴﴾

وہی ڈرنے کے لائق اور مغفرت والا ہے۔

(نہیں کیا)، ہاں ہاں بے شک! یہ قرآن وہ نہیں جو کفار کہتے ہیں کہ آدمی کا کلام ہے۔۔۔ یا۔۔۔ سحر ہے، بلکہ (بلاشبہ یہ نصیحت ہے) تو جس نے چاہا نصیحت لی اُس سے • (اور) یہ بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے، کہ (نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر یہ کہ اللہ) تعالیٰ (چاہے)۔

-- ایں سعادت بزور بازو نیست -- تانہ بخشد خدائے بخشندہ --

-- تو (وہی ڈرنے کے لائق) ہے۔ تو چاہیے کہ اُسی کا خوف رکھا جائے، (اور) وہی (مغفرت) فرمائے (والا ہے) یعنی مغفرت فرمانا اُسی کی شان ہے۔

اختتام سورۃ المدثر -- ﴿ ۲۳ / ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز چار شنبہ ﴾

-- ﴿ ۲۴ / ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز پنجشنبہ ﴾ --



آیات ۴۰ -- رکوع ۲

سورة القيامة



سورة القيامة -- ۵۷ مکیہ ۳۱

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ چونکہ قیامت کے مباحث بہت زیادہ اہم تھے کیونکہ کفار اور مشرکین قیامت کے وقوع کا بہت شدت سے انکار کرتے تھے، اس لیے اس سورہ کا نام 'القیامہ' رکھا گیا۔ اس سورہ کو اُس سے پہلی سورت 'المدثر' سے مناسبت یہ ہے کہ 'سورہ المدثر' کی آیت ۵۳ میں صراحتہً آخرت کا ذکر ہے، اور آخرت کا وقوع قیامت کے بعد ہوگا۔

اس سورہ میں مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کا ذکر فرمایا ہے اور قیامت کے اوصاف، احوال اور احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر قیامت کے مقدمات اور اُس کے پہلے پیش آنے والے امور کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انسان کے بدن سے روح کس طرح نکلے گی اور انسان کی ابتداء کی تخلیق کس طرح کی گئی ہے۔۔۔ ایسی معلومات افزا اور حقائق کو واضح فرمانے والی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَا اَقْسَمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ الْوَّامِیَةِ ۝

نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں قیامت کے دن کی • اور قسم ہے اُس جان کی، جو اپنی بے حد ملامت کرتی رہتی ہے •

لَا نَفْیَ کَا فَعْلٍ قَسَمٍ مِّیْنِ تَا کِیْدٍ کَے واسطے ہوتا ہے، تو معنی یہ ہیں کہ۔۔۔

البتہ قسم کھاتا ہوں میں، تو پھر (نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں قیامت کے دن کی)، اُس کی

عظمت و ہیبت اور اپنی شانِ قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے (اور قسم ہے اُس جان کی جو اپنی بے حد ملامت کرتی رہتی ہے)۔

اس سے 'نفس متقیہ' مراد ہے کہ 'نفس مقصرہ' تو تقصیر طاعت کے سبب سے ملامت کرتا

ہے۔۔۔ یا۔۔۔ وہ نفس مقصود ہے جو اپنے کو ہمیشہ تقصیروں میں ملامت کیا کرتا ہے، اگرچہ

عبادتوں میں اُس کی کوششیں اور محنتیں بہت ہوں۔۔۔ یا۔۔۔ 'نفس مطمئنہ' مراد ہے جو 'نفس

امارہ' کو ہمیشہ ملامت کیا کرتا ہے۔ روایت ہے کہ عدی بن ربیعہ نے آنحضرت ﷺ سے

قیامت کا حال پوچھا۔ جب حضرت ﷺ نے اُس کو خبر دی، تو وہ بولا کہ اگر اُس روز کو

میں آنکھوں سے دیکھوں تو بھی باور نہ کروں۔ کیا یہ متفرق ہڈیاں باہم مجتمع ہو گئیں، تو 'نفس

لوامہ' کی قسم یاد فرما کر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ۝ بَلٰی قَدَرِیْنِ عَلٰی

کیا سمجھ رکھا ہے انسان نے کہ ہم نہ جمع کر سکیں گے اُس کی ہڈیاں • کیوں نہیں، ہم قدرت والے ہیں

اَنْ تُسَوِّیَ بَنَانَهُ ۝

اس پر کہ ٹھیک کر دیں اُس کے پور پور •

(کیا سمجھ رکھا ہے انسان نے کہ ہم نہ جمع کر سکیں گے اُس کی ہڈیاں) جو پراگندہ ہو گئیں؟

(کیوں نہیں!) ہاں ہم جمع کریں گے۔ اُس کم فہم کو سمجھنا چاہیے کہ (ہم قدرت والے ہیں اس پر کہ

ٹھیک کریں اُس کے پور پور) یعنی چھوٹے اور لطیف ہونے کے باوجود اُس کی انگلیوں کی پوریں اور سرے اکٹھا کرنے پر ہم قادر ہیں، تو بڑی بڑی ہڈیوں کا اکٹھا کرنا کیا بات ہے۔

بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۚ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ۚ فَإِذَا

بلکہ انسان چاہتا ہے کہ بدی کرتا رہے اس کے آگے • کہ پوچھتا ہے کہ ”کب ہے قیامت کا دن؟“ • تو جب

بَرَقَ الْبَصَرُ ۚ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۚ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ

آنکھ چونڈھیا پڑی • اور گہن میں پڑا چاند • اور ملا دیا گیا سورج اور چاند •

(بلکہ) عدی اور اُس جیسا ہر (انسان چاہتا ہے کہ بدی کرتا رہے اس کے آگے)۔ یعنی وہ چیز جو اُس کے سامنے ہے، یعنی بعث اور حساب، اُس کے تعلق سے جھوٹ بولتا رہے، کیوں (کہ) ازراہ تمسخر (پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن؟) • تو جب آنکھ چونڈھیا پڑی (یعنی پتھرا گئی) (اور گہن میں پڑا چاند) (یعنی تیرہ و تار یک ہو گیا، (اور ملا دیا گیا سورج اور چاند)، یعنی دونوں ہی بے نور کر دیئے گئے۔۔۔ المختصر۔۔۔ جب قیامت آئے گی تو نظام شمسی و قمری سب کے سب درہم برہم کر دیئے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اُن حالات میں قیامت کے وجود پر کسی کو شک و شبہ نہ ہوگا۔ اور جب یہ صورت حال پیش آئے گی۔۔۔ تو۔۔۔

يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ كَلَّا لَا وَاوَدَّرُ ۚ إِلَىٰ رَبِّكَ

کہے گا انسان اُس دن کہ ”کہاں بھاگ کر بچوں“ • ہرگز نہیں! کوئی پناہ گاہ نہیں • تمہارے رب ہی کی طرف

يَوْمَئِذٍ السُّتْمُ ۚ يُنَبِّئُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۚ

اُس دن ٹھہرنے کی جگہ ہے • بتا دیا جائے گا انسان اُس دن، جو کچھ آگے پیچھے کیا تھا •

(کہے گا انسان)، یعنی تکذیب کرنے والا کافر، (اُس دن کہ کہاں بھاگ کر بچوں • ہرگز نہیں!) ایسوں کے لیے (کوئی پناہ گاہ نہیں) اور (تمہارے رب ہی کی طرف)، یعنی اُس کے حکم کی طرف (اُس دن ٹھہرنے کی جگہ ہے)۔ یعنی حق تعالیٰ ہی اپنی مشیت سے جنتوں اور دوزخیوں کے ٹھہرنے کی جگہ مقرر کرے گا۔ (بتا دیا جائے گا انسان اُس دن جو کچھ آگے پیچھے کیا تھا)۔ یعنی اُس کے اعمال جو آگے پہنچ گئے اور اُس کے اموال جو پیچھے رکھے رہ گئے۔

اور مال بھیجے دکتا ہے حسرت کے ساتھ۔ تو چاہیے کہ گناہ کو توبہ سے نیست و نابود کر دے کہ باقی ہے، اور مال صدقہ دے کر آگے بھیجے کہ ہمیشہ باقی رہے۔

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَلَوْ أَلْفَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۝۱۵

بلکہ انسان اپنے اوپر خود ہی نظر رکھنے والا ہے۔ گولا ڈالے اپنے بہانے۔

(بلکہ انسان اپنے اوپر خود ہی نظر رکھنے والا ہے) یعنی اپنا حال جانتا ہے اور اپنے افعال و قوال پر گواہ ہے، (گولا ڈالے اپنے بہانے)۔ یعنی ہر چند مقدور بھر گناہ پر عذر کرے اور اُسے دفع کرنے کی تدبیر سوچے مگر وہی اپنے گناہ کا گواہ ہے، اور اپنے جھوٹے عذر اور باطل حیلوں کا جاننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت جبرائیل حضرت سیدنا امیرؓ پر قرآن پڑھتے، تو حضرت بھی زبان سے اُن کے ساتھ پڑھتے کہ بھول نہ جائیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب!۔۔۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجِلَ بِهِ ۚ إِنَّ عَلَيْكَ جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝۱۶

مت حرکت دو قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو، کہ جلد یاد کر لو۔ بلاشبہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا، اور اس کا تمہارے پڑھنے میں رکھنا۔

فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝۱۷

تو جب ہم اسے پڑھ چکیں، تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

(مت حرکت دو قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو، کہ جلد یاد کر لو) بلاشبہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا (تمہارے دل میں، تاکہ تم یاد رکھو) اور اس کا تمہارے پڑھنے میں رکھنا، یعنی اس کی قرأت کو تمہاری زبان پر ثابت کر دینا۔ (توجب ہم) جبرائیل کی زبانی (اسے پڑھ چکیں تو اُس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو)، یعنی اُسی طرح تم بھی پڑھو اور اس میں غور و فکر کرو۔ یعنی اس کے مطالب و معانی کا سمجھنا بھی ہمارے ہی ذمہء کرم میں ہے۔ تو اس کا مطلب بھی حضرت جبرائیل سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، تم خود ہی غور و فکر کرو۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے دل میں اس کا مطلب القاء فرما دے گا، اور اس کلام میں جو مشکل ہوگا اُس کو تم پر ظاہر فرما دے گا۔ الغرض۔۔ تمہارا کام صرف حضرت جبرائیل کی قرأت کی اتباع ہے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝

پھر بلاشبہ ہم پر ہے اس کا تم پر روشن کر دینا • کچھ بھی نہیں، بلکہ تم لوگ چاہنے لگے ہو جلد جلدی والی دنیا کو • اور چھوڑے ہو آخرت کو •
(پھر بلاشبہ ہم پر ہے اُس کا تم پر روشن کر دینا) اور اے آدمیو! جو تم نے عقبی کے امر میں گمان کر لیا ہے ایسا (کچھ بھی نہیں، بلکہ تم لوگ چاہنے لگے ہو جلد جلدی والی دنیا کو) یعنی تمہاری رغبت اُسی میں ہے جو تمہیں جلد حاصل ہو جائے، (اور چھوڑے ہو آخرت کو) جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ یعنی قاتی دنیا کے پیچھے تو دل و جان سے دوڑ رہے ہیں اور باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے، اور چاہیے تو یہ تھا کہ تم اس کے برعکس عمل کرتے کہ فنا ہو جانے والی نعمتوں کو نظر انداز کر دیتے اور باقی رہنے والی نعمتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ قیامت کا دن وہ ہے کہ۔۔۔

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہیں • اپنے رب کی طرف دیکھنے والے •

(کچھ چہرے اُس دن تروتازہ ہیں)۔ یہ انبیاء اولیاء اور مومنین کے چہرے ہیں، جو (اپنے رب کی طرف دیکھنے والے) ہوں گے ظاہر میں بے حجاب۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کم سے کم رتبہ جنتی کا اپنے باغوں نعمتوں، کنیروں اور خدمتگاروں پر نظر کرے گا، اور ہزار برس کی راہ سے انہیں دیکھے گا اور بہت بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو وجہ الہی پر نظر کرے صبح و شام، یعنی اپنی استعداد کے موافق۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ بعض عارفین کا کہنا ہے کہ اوتاؤ میں سے ہر ایک کے اور ادا میں یہ کلمات ہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ النَّظَرَ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِیْمِ۔ ہر شخص جنت میں کوئی نہ کوئی آرزو رکھے گا مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدار کے نہ ہوگی۔

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝

اور کچھ منہ اُس دن بگڑے ہوئے • سمجھتے ہوں گے کہ کیا جائے گا انہیں کمر توڑ دینے والا عذاب •

(اور کچھ منہ اُس دن بگڑے ہوئے) ہوں گے، یعنی منافقوں اور مشرکوں کے چہرے تاریک اور ترش ہوں گے، (سمجھتے ہوں گے، کہ کیا جائے گا انہیں کمر توڑ دینے والا عذاب)۔ یعنی پہنچائی

ئے گی انہیں ایسی بلاء اور رنج جو اُن کی ہڈیاں توڑ دے۔

یہ اُن پر عذابِ عظیم نازل ہونے سے کنایہ ہے، اور اربابِ معرفت کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ وہ بلاءِ حجاب ہے ویدار رب الارباب سے، کیونکہ 'عشاق' کے لیے 'فراق' سے بدتر عالم میں کوئی آزمائش اور مصیبت نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ دل دُنیا پر رکھ سکے اور آخرت سے غافل ہو سکے، ایسا۔۔۔

كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۚ وَقِيلَ لَهَا اَنْكِ الْفِرَاقَ ۚ

یوں نہیں! جب پہنچی جان گلے تک • اور کہا گیا کہ "کوئی جھاڑو۔۔۔ پھونک والا ہے؟" • اور اُس نے سمجھا کہ اب جدائی ہے۔

وَالْتَقَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۚ اِلَىٰ رَيْكِ يَوْمِ الدَّيَالِ ۚ

اور لپٹ گئی پنڈلی سے پنڈلی • تمہارے رب ہی کی طرف اُس دن ہانک جانا •

(کیوں نہیں) اس لیے کہ (جب پہنچی جان گلے تک) اور گردن کی ہڈیوں میں (اور کہا گیا)، یعنی لوگ مرنے کے قریب ہیں اُن لوگوں نے کہا۔۔۔ یا۔۔۔ موت کے فرشتے بولے (کہ) کیا (کوئی)۔۔۔ جھاڑ پھونک والا ہے (اور شفاء دینے والا ہے)، (اور اُس نے) یعنی موت جس کے پیش نظر ہے (سمجھا کہ اب جدائی ہے)۔ یعنی جو چیز اس پر نازل ہوئی وہ دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے جدائی کا سبب ہے۔ (اور لپٹ گئی) مرنے والے کی (پنڈلی سے پنڈلی)، یعنی موت کے ہول سے اُس کے پاؤں آپس میں لپٹ اور سمٹ جاتے ہیں اور اُن میں حرکت نہیں رہتی۔۔۔ یا۔۔۔ موت کی شدت آخرت کی شدت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ (تمہارے رب ہی کی طرف اُس دن ہانک جانا) یعنی تیرے رب کی جزا کی طرف اُس روز بازگشت ہوگی۔

اکثر مفسرین اس بات پر ہیں کہ ابو جہل ملعون کو حضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ شدت سے عداوت تھی، تو اُس کے تعلق سے یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ حق مواخذہ میں کفار بھی 'فروعِ شرعیہ' کے مخاطب ہیں، یعنی کفار بھی ایمان کے ترک کی طرح نماز وغیرہ کے ترک پر مذمت اور عقاب کے مستحق ہیں، اگرچہ دُنیا میں اُن پر ادائیگی واجب نہیں۔۔۔

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۝ وَلَكِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَمْكُنُ ۝

تو نہ تصدیق کی، اور نہ نماز پڑھی • لیکن جھٹلایا اور باز رہا • پھر گیا اپنے والوں کی طرف اکڑ رہا ہے •

أَوَّلَىٰ لَكَ فَأَوَّلَىٰ ۝ ثُمَّ أَوَّلَىٰ لَكَ فَأَوَّلَىٰ ۝

تیرا اُمّ اہو، اب اُمّ اہو • پھر اُمّ اہو، تو پھر اُمّ اہو •

(تو) ابو جہل نے (نہ تصدیق کی) قرآن کی۔۔۔ یا۔۔۔ نہ صدقہ دیا جو کچھ مال میں سے دیا

واجب تھا، (اور نہ نماز پڑھی) خدا کے واسطے۔۔۔ یا۔۔۔ نہ پیروی کی پیغمبر کی (لیکن جھٹلایا) پیغمبر کو (اور باز رہا) راہِ حق سے۔

تکذیب کا ذکر خاص طور پر اس لیے کر دیا کیونکہ تصدیق نہ کرنا تکذیب کو مستلزم نہیں، تو

اُس بد بخت نے تصدیق نہ کرنے کے ساتھ ساتھ تکذیب بھی کر ڈالی۔

(پھر گیا اپنے والوں کی طرف) اس حال میں کہ (اکڑ رہا ہے) اور فخر و افتخار کی راہ سے ٹہل رہا

ہے کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے، یعنی تکذیب بھی کی ہے اور بے رخی بھی کرتی ہے۔ تو اے ابو جہل

سن لے! کہ سزاوار ہے تجھ کو موت سخت، تو (تیرا اُمّ اہو) موت کے وقت۔۔۔ نیز۔۔۔ (اب اُمّ اہو) یعنی

قبر میں دردناک عذاب ہو، (پھر اُمّ اہو) یعنی ہولِ قیامت تجھے سزاوار ہے (تو پھر برا ہو)، یعنی

دوزخ میں ہمیشہ رہنا سزاوار ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کو بطحا میں دیکھا اور اُس

کا کپڑا پکڑ کر فرمایا کہ اَوَّلَىٰ لَكَ فَأَوَّلَىٰ، ابو جہل بولا کہ اے محمد! تم مجھے ڈراتے ہو۔

اور بعض علماء کے نزدیک اَوَّلَىٰ ذُوْلُ کے معنی میں ہے، حق تعالیٰ نے تاکید کے واسطے چار بار

ابو جہل کو فرمایا کہ وائے تجھ پر، یعنی ہلاکت ہو تجھ پر۔۔۔۔

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُنْ نَاطِقًا مِّنْ قَبْلِي يُبَيِّنُ ۝

کیا خیال کر رہا ہے یہ انسان کہ چھوڑ دیا جائے گا بے کار؟ • کیا نہ تھا قاطرہ منی کا جو پٹکا یا جاتا ہے •

ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً مُّخْلَقًا فَنَسُوْنِ ۝ فَعَلَّ مِنَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝

پھر ہوا لوتھڑا، تو پیدا فرمایا، اب سڈول کیا • پھر کر دیا اُس سے جوڑے، مرد و عورت •

أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝

کیا نہیں ہے ایسا خالق قدرت والا اس پر، کہ زندہ کر دے مردوں کو؟ •

(کیا خیال کر رہا ہے یہ) بعث و حشر کا منکر (انسان، کہ چھوڑ دیا جائے گا بے کار) مہمل، مظل اور ضائع کہ دُنیا میں مکلف اور عقوبتی میں مبعوث اور معذب نہ ہوگا۔ قدرتِ خداوندی کو نہ سمجھنے والو! سوچو کہ۔۔۔

(کیا نہ تھا) یہ انسان (قطرہ منی کا جو ٹپکایا جاتا ہے) رحم میں، (پھر ہوا تو تھڑا) یعنی جما ہوا، (تو پیدا فرمایا) اُس کے اجزاء اور اعضاء، (اب سڈول کیا) یعنی راست اور درست کر دیا اُس کی صورت اور اُس میں روح پھونکی، (پھر کر دیا اُس) منی (سے جوڑے) دو قسم (مرد و عورت) یعنی اور مادہ۔ (کیا نہیں ہے ایسا خالق قدرت والا اس پر کہ زندہ کر دے مردوں کو)۔

حدیث میں ہے کہ یہ سورت پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے۔۔۔ بَلٰی، اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔۔۔ کیوں نہیں! وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔۔ دوسری روایت میں ہے: سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ بَلٰی: ہر طرح کی بے چارگی، ناطاقتی اور بے اختیاری سے پاک ہے تیری ذات اے خدائے قادر مطلق! بے شک تو ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔۔ بعض عارفین اس موقع پر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہا کرتے تھے۔

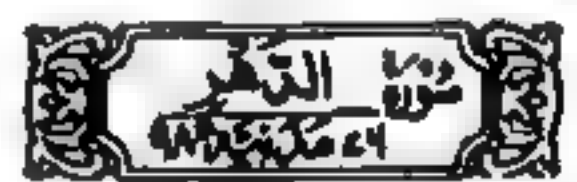
﴿ ۲۴ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز پنجشنبہ ﴾

﴿ ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز شنبہ ﴾



آیات ۳۱۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ الدَّهْرِ



سورۃ الدهر۔۔ ۷۶ مدنیہ ۹۸

اس سورہ کا نام 'سورہ الدهر' ہے، اور بعض مصاحف میں اس کا نام 'سورۃ الانسان' مذکور ہے۔ اور یہ دونوں نام اسی کی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اس سورت کو اپنی ماقبل کی 'سورہ القیامہ' سے چند مناسبتیں ہیں:

۱۔۔ اس سے پہلے 'سورہ القیامہ' میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفہ سے کی گئی ہے، پھر اُس کی دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت، اور اس سورت کی ابتداء میں بتایا کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اور اُن کو سمیع

و بصیر بنا دیا۔ پھر بشر کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں۔

- ۲۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی سورت میں جنت اور دوزخ کا حال اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں جنت اور دوزخ کے اوصاف کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔
- ۳۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ سورہ القیامہ میں کفار و فجار کو قیامت کے دن دہشتناک امور پیش آئیں گے اُن کا ذکر فرمایا، اور اس سورت میں قیامت کے دن نیک مسلمانوں کو جو نعمتیں ملیں گی اُن کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔ ایسی معلومات افزا اور بصیرت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝۱

بے شک آچکا انسان پر ایسا وقت بھی زمانہ میں، کہ نہ تھا کچھ قابل تذکرہ۔

(بے شک آچکا انسان) اوّل حضرت آدم (پر ایسا وقت بھی زمانہ میں کہ) وہ (نہ تھا) انسانیت کے عنوان سے (کچھ قابل تذکرہ)، اور کوئی انسان ہونے کے ساتھ انہیں یاد نہ کرتا تھا اور وہ رور پھونکنے کے قبل چالیس برس تک مکہ اور طائف کے درمیان پڑے رہے، کوئی انہیں انسان کے نام سے یاد نہ کرتا تھا اور نہ اُن کے عناصر کا تذکرہ ہوتا تھا۔

کسی کو خبر نہ تھی کہ اُس کا نام کیا ہے اور اُسے پیدا کرنے میں کیا حکمت اور فائدہ ہے۔ اور اس مطلب کی بھی خبر نہ تھی کہ قدرتِ کاملہ والا ایسا آئینہ بناتا ہے کہ جو اُن شعاعوں کا مظہر ہو جو مفاتیح الغیب میں ہیں اور خلافتِ کبریا کے مرتبہ کے لائق ہو۔ اور وہ عین مقصود ذات اور ملہجائے غایت ہو اور سب پوشیدہ باتیں اُس کے وجودِ باوجود سے ظاہر ہو جائیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد اولادِ آدم علیہ السلام جو شکمِ مادر میں رہنے کی مدت میں لوگوں کے درمیان ذکر و تذکرہ کے قابل نہیں ہوتا، اور نہ ہی اُس کے حالات و اوصاف کے تعلق سے کوئی چرچا ہوتا ہے۔ بعض نے پہلے لفظ 'انسان' سے آدم علیہ السلام اور دوسرے

سے آپ کی اولاد مراد لی ہے، اور یہ اُس وقت ہے کہ حَیْنُ زمانہ طویل اور دراز کے لیے ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو۔ لیکن ہر دونوں میں جنس انسان مراد لینا موزوں اور زیادہ ظاہر ہے، اس لیے کہ اس سے مقصود ہے انسان کو اُس کی تخلیق ظاہر کر کے پسند و نصیحت کرنا کہ وہ بالکل نہ تھا لیکن اب کیا ہے۔ اس لیے جب سنے گا کہ وہ کوئی شے ہی نہ تھا اور نہ کہیں اُس کا ذکر تھا پھر وہ مذکور ہوا اور پیدا ہوا ایک حقیر و خسیس پانی سے، اس طرح وہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو بعید نہ سمجھے گا اور نہ ہی اس کا انکار کر سکے گا۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۲۰

بے شک ہم نے پیدا فرمایا انسان کو ملے جلے قطرہ سے، کہ آزمائیں اُسے، تو بنادیا ہم نے اُسے سننے والا دیکھنے والا۔
(بے شک ہم نے پیدا فرمایا انسان کو ملے جلے قطرہ سے)۔

چونکہ مرد اور عورت کی منی مختلف الاجزاء ہے رقت اور قوام اور خاصیت میں، اس وجہ سے نطفہ جو مفرد ہے اُس کی صفت جمع لائی گئی۔۔ یا۔۔ اُس سے رنگ مراد ہیں اس واسطے کہ مرد کی منی سفید ہوتی ہے اور عورت کی زرد اور دونوں اکٹھا ہونے کے بعد سبز ہو جاتی ہے۔۔ یا۔۔ امشاج اطوار کے معنی میں ہے، یعنی نطفہ تھکا ہو جاتا ہے، پھر لو تھڑا ہو جاتا ہے آخر خلقت تک۔

اور بہر تقدیر انسان کو ہم نے پیدا کیا تا (کہ) امر و نہی سے (آزمائیں اُسے، تو بنادیا ہم نے سے سننے والا دیکھنے والا) تاکہ دلیلیں دیکھے اور آیتیں سنے۔۔ اور۔۔

إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝۲۱

بے شک ہم نے ہدایت کی اُسے راستہ کی، کہ یا شکر گزار اور یا ناشکرا۔ بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے

سَلْسِلًا وَأَعْلًا ۝۲۲

زنجیریں اور طوق، اور بھڑکتی آگ۔

(بے شک) دلیلیں قائم کر کے اور آیتیں نازل کر کے (ہم نے ہدایت کی اُسے) سیدھے (راستے کی، کہ) اب (یا) مؤمن سعید ہو کر (شکر گزار) ہو، (اور یا) کافر شقی ہو کر (ناشکرا)۔ سب کو معلوم رہنا چاہیے کہ (بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے زنجیریں) جن میں باندھ کر

کافروں کو دوزخ میں کھینچیں گے (اور طوق)، کہ اُن کے گلوں میں ڈالیں گے۔ (اور بھڑکتی آگ جس میں ہمیشہ جلا کریں گے۔ اُن کافروں کے برعکس۔۔۔)

إِنَّ الْإِبْرَارَ يَشْرُونَ مِنْ كَايْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا

بے شک ابرار کا طبقہ، یہ لوگ ہیں گے اُس جام سے، جس میں آمیزش کافور کی ہے۔

(بے شک ابرار کا طبقہ)، تو (یہ لوگ ہیں گے اُس جام سے جس میں آمیزش کافور کی ہے)۔

یعنی اُسے جنت کے کافور سے ملا کر بنائیں گے تاکہ ٹھنڈی، اور خوشبو دار اور شیریں ہو۔

اور بعضوں نے کہا کہ جنت میں ایک پانی کا چشمہ خوشبودار اور سفید ہے جیسے کہ کافور، تو کافور سے ہمرنگ ہونے کے سبب سے اُس کا نام کافور رکھ دیا۔ اور اسی قول کی تائید کرتا ہے یہ کہ کافور کا بدل لایا گیا ہے کہ وہ۔۔۔

عَيْنَا يَشْرِبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ

ایک چشمہ ہے، پیتے رہیں گے اُس میں اللہ کے بندے، بہا کر لے جائیں گے اپنے یہاں • وہ پوری کریں منت کو،

وَيُخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝

اور ڈرتے رہیں اُس دن کو جس کی تباہی پھیل جانے والی ہے۔

(ایک چشمہ ہے پیتے رہیں گے اُس میں اللہ) تعالیٰ (کے بندے بہا کر لے جائیں گے اپنے یہاں)، یعنی جہاں چاہیں گے اُسے بآسانی بہا لے جائیں گے۔ جہاں چلنے کو کہیں گے وہ چشمہ اُن کے ساتھ ساتھ چلے گا۔ اُن ابرار کی شان یہ ہے کہ (وہ پوری کریں منت کو)۔

یہ آیت کریمہ خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل فرمائی گئی۔۔۔

چنانچہ۔۔۔ تفسیروں میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیمار دیکھا، تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ کچھ نذر کرو تا کہ تمہارے فرزند صحت پائیں۔ انہوں نے نذر کی کہ تین روز روزہ رکھیں گے۔ حق تعالیٰ نے حسین علی جدہما علیہما السلام کو شفا بخشی اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے روزے رکھے، اور کسی قدر جو قرض لے کر۔۔۔ یا۔۔۔ مزدوری کر کے حاصل کیے اور آٹا پیس کر روٹی پکائی۔ مغرب کے وقت چاہا کہ

افطار کریں، پس ایک فقیر گھر کے دروازے پر آیا اور آواز دی کہ اے اہل بیت نبوت! میں ایک فقیر مسلمان ہوں مجھے روٹی دو کہ حق تعالیٰ بہشت کی نعمتوں سے تم کو عوض دے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا حصہ اُس فقیر کو دے دیا، سب اہل بیت نے بھی اپنے اپنے حصے دے دیئے اور فقط پانی سے روزہ کھول کر رات بسر کی۔ دوسرے دن روزہ رکھا افطار کے وقت ایک یتیم دروازے پر آیا اور سوال کیا سب کھانا اُسے دے دیا۔ تیسری شام کو ایک قیدی بڑ وقت آیا سب کھانا اُس کو عطا فرمایا۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ ابراہیم کی شان یہی ہے کہ اپنی نذر پوری کرتے رہیں۔۔۔

(اور ڈرتے رہیں اُس دن کو جس کی تباہی) یعنی شدت اور محنت (پھیل جانے والی ہے)۔
نا فاش اور ظاہر اور سب کو پہنچی ہوئی۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِمْ مُسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

اور کھانا کھلائیں اُس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

(اور کھانا کھلائیں اُس کی محبت پر) یعنی خدا کی محبت پر۔۔۔ یا۔۔۔ کھانے کی محبت پر، یعنی باوصف کے کہ وہ اُس کھانے کے محتاج ہیں اور اُسے دوست رکھتے ہیں مگر ایثار کرتے ہیں۔ اور وہ کھانا دیتے ہیں خود نہیں کھاتے، اور فانی کھانے باقی کھانے کے واسطے دیتے ہیں (مسکین) یعنی فقیر محتاج (اور یتیم) کو، یعنی اُس بچے کو جو بے باپ کا ہو گیا۔ (اور قیدی کو) جسے کفار مکہ میں سے گرفتار کیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی قیدی کو آنحضرت ﷺ کے حضور میں لاتے، تو آپ اُسے کسی مسلمان کے سپرد کرتے یہاں تک کہ آپ کی رائے اُس کے باب میں کسی امر پر قرار پائے۔ اور اُس مسلمان سے حکم فرماتے کہ اُس کے ساتھ نیکی کرنا۔ بعض علماء اس بات پر ہیں کہ فقیر قیدی جو کسی حق پر قید ہو گیا ہے اور مملوک لونڈی غلام اور عورت یہ سب قیدیوں کا حکم رکھتے ہیں، یعنی اُن کے ساتھ احسان اور نیکی کرنا چاہیے۔

اور یہ کھانا کھلانے والے لسانِ مقال۔۔۔ یا۔۔۔ زبانِ حال سے جو بات اُن کے اعتقاد میں ہے کہتے ہیں۔۔۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝ إِنَّا خَائِفُونَ

کہ ہم کھلاتے ہیں تمہیں بس اللہ ہی کے لیے، ہم نہیں چاہتے تم سے کوئی معاوضہ، اور نہ شکر گزاری کو۔ بے شک ہم ڈرتے ہیں

مِنْ لَيْلَتَيْنَا وَمَا عِبُوسًا قَطْرِيًّا ①

اپنے رب سے اُس دن کو، کہ تلخ اور نہایت سخت ہے۔

(کہ ہم کھلاتے ہیں تمہیں بس اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے، ہم نہیں چاہتے تم سے کوئی معاوضہ بدلا اور جزا) (اور نہ شکر گزاری کو) اور نہ رنج و تکلیف دفع کرنا، اس واسطے کہ احسان کر کے احسان اور بدلے کی توقع کرنا ثواب گھٹا دیتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ حکم خداوندی ہے کہ ”اے ایمان والو! احسان جتا کر اور رنج پہنچا کر اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔“ اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کرو۔ (بے شک ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اُس دن کو) جو (کہ تلخ اور نہایت سخت ہے)۔

حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ قَطْرِيًّا کیا ہے؟ فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا سخت ہے قیامت کے دن کا نام، اور وہ دن اپنے نام سے زیادہ سخت ہے۔

فَوَقَّعَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ نَصْرَةً وَسُرُورًا ②

تو بچالیا انہیں اللہ نے اُس دن کی خرابی سے، اور عطا کی انہیں تروتازگی اور خوشی • اور ثواب دیا انہیں

بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيدًا ③

جو انہوں نے صبر کیا تھا، جنت اور ریشمی لباس کا •

(تو بچالیا انہیں اللہ) تعالیٰ (نے اُس دن کی خرابی سے اور عطا کی انہیں تروتازگی) یعنی خور وئی (اور خوشی) یعنی دل کی فرحت۔ (اور ثواب دیا انہیں) بسبب اُس کے (جو انہوں نے صبر کیا تھا) طاعت پر معصیت سے۔۔۔ یا۔۔۔ خود ضرور تمند ہوتے ہوئے دوسرے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور خود صرف پانی پی کر رہ گئے، تو اُس صبر کا انہیں بدلہ دیا (جنت اور ریشمی لباس کا) تاکہ وہ جنت کے میوے کھائیں اور ریشمی کپڑے پہنیں اور رہیں اس حال میں کہ۔۔۔

فَمَكِينٍ فِيهَا عَلَى الْأَرْيَافِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَيْئًا وَلَا زَمَهُرِيًّا ④

تکیہ لگائے اُس میں تختوں پر۔ نہ دیکھیں گے اُس میں دھوپ، اور نہ کڑکڑاتی ٹھنڈ • اور جھلکے ہوئے

عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذَلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلُّلًا ⑤

اُن پر اُس کے سائے، اور نیچے کر دیے گئے اُس کے خوشے بالکل •

(تکیہ لگائے) ہوں (اُس میں تختوں پر) یعنی جنت میں آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھیں۔ اور (نہ دیکھیں گے اُس میں) یعنی جنت میں (دھوپ اور نہ کڑکڑاتی ٹھنڈ)۔ مراد یہ ہے کہ بہشت کی ہوا معتدل ہوگی اور وہاں جاڑا گرمی کچھ نہ ہوگا کہ گرمی کی شدت۔۔۔ یا۔۔۔ جاڑے کی تیزی سے ایذا پائیں۔ (اور جھکے ہوئے اُن پر اُس کے) درختوں (کے سائے اور نیچے کر دیے گئے اُس کے خوشے بالکل) مسخر کر کے، کہ اُس کے میوے توڑنا آسان ہوگا اور میوے توڑنے والے کو کوئی توڑنے سے منع نہیں کرے گا۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاُكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝۱۵

اور دور چلایا جائے گا اُن پر چاندی کے برتن کا، اور جاموں کا، کہ ہوں گے شیشے۔ شیشے بھی

مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝۱۶

چاندی کے، جس کا اندازہ کر لیا انہوں نے خوب۔

(اور دور چلایا جائے گا اُن پر چاندی کے برتن کا اور جاموں کا کہ ہوں گے شیشے) اور (شیشے بھی چاندی کے) یعنی چھوٹے بڑے جام چاندی کے ہوں گے شیشے کی طرح صاف کہ اُن کے اندر جو چیز ہو باہر سے نظر آئے (جس کا اندازہ کر لیا انہوں نے) یعنی پلانے والوں نے (خوب)۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ وہ اُس کو ٹھیک اندازے پر رکھیں گے اور ہر ایک کو اُس کے حوصلہ کے موافق جام دیں گے کہ اس میں وہ سیراب ہو جائے اور اُس دورہ میں کمی زیادتی نہ ہوگی۔

وَلَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاَسًا كَانَتْ مَزَاجًا زَنْجَبِيلًا ۝۱۷ عِيْنًَا فِيهَا تَسْنِي سَلْسَبِيلًا ۝۱۸

اور پلائے جائیں گے اُس میں جام جس میں آمیزش ہے اور ک کی۔ چشمہ ہے اُسی جنت میں جس کا نام رکھا گیا 'سلسبیل'۔ (اور پلائے جائیں گے اُس میں) انہیں ایسے (جام) بھی (جس میں آمیزش ہے اور ک کی)، یعنی اُس مشروب میں زنجبیل بہشت ملائیں گے، اس واسطے کہ زنجبیل بہت خوشی لانے والی اور بہت لذت بخشنے والی ہے۔ دراصل یہ زنجبیل (چشمہ ہے اُسی جنت میں جس کا نام رکھا گیا سلسبیل) اور وہ اختیار میں ہوگا جنتی کے، جہاں جاری کرنا چاہیں جاری کر سکیں گے۔۔۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اُس کا پانی حلق سے باسانی اتر جائے گا اور جلد ہضم ہو جائے گا۔۔۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثورًا ۝

اور دور چلائیں گے اُن پر لڑکے، جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جہاں تم نے دیکھا انہیں، سمجھے اُن کو کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔
(اور دور چلائیں گے اُن پر) یعنی دورہ کریں گے ابرار اور نیک لوگوں کے گرد (لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) اپنے بچپن کی حالت پر جو کانوں میں بندے بالے پہنے ہوئے ہوں گے۔
(جہاں تم نے دیکھا انہیں) اے دیکھنے والے! تُو (سمجھے) گا اور گمان کرے گا (اُن کو کہ) وہ (موتی ہیں بکھیرے ہوئے) سیپ سے نکلے ہوئے، تروتازہ کہ ہنوز کسی کا ہاتھ اُن تک نہیں پہنچا ہے اور ان کی رونق اور آبداری میں کچھ کمی نہیں پیدا ہوئی۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَرًا رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝

اور جہاں دیکھا تم نے وہاں، تو دیکھا آرام اور بڑے ملک کو۔

(اور جہاں دیکھا تم نے وہاں تو دیکھا آرام) اور ایسی نعمتیں کہ وصف میں نہیں آسکتیں (اور بڑے ملک کو)، یعنی ایسی بڑی بادشاہی کو کہ زوال کو اُس میں دخل نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جنتیوں میں کم سے کم رتبہ والا جو اپنے ملک اور بادشاہی پر نظر کرے گا، تو ہزار برس کی راہ تک دیکھے گا۔ اور اپنی مملکت کی منجہ اُسی طرح دیکھے گا جس طرح اس کی ابتداء کو دیکھتا ہے۔ اور ایک قول کے موافق مُلْکًا کَبِيرًا خواہش جاری کرنا ہے، کہ جو کچھ چاہے میسر آئے۔۔۔ داخل ہونے کے وقت اُن کے سامنے فرشتوں کا کھڑا ہونا۔
فصول میں ہے کہ نَعِيمًا راحت اجسام ہے اور مُلْکًا کَبِيرًا لذت ارواح ہے۔ نَعِيمًا گھر کا دیکھنا ہے اور مُلْکًا کَبِيرًا صاحب خانہ کو مشاہدہ کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ گھر بے صاحب خانہ کے کچھ کام نہیں آتا۔

عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سَبْدٌ مِنْ خَضَرٍ ذَاتِ سَعْدٍ وَحُلُوفٌ أَسَاوِرٌ مِنْ قِصَّةٍ ۝

اُن کے بدن پر ہیں سبز ریشم کے کپڑے، اور دبیز ریشم اور پہنائے گئے ہیں نگین چاندی کے۔

وَسَقَّةٌ مَوْحِيَةٌ مِنْ نَبِإٍ مُّسْتَبَرٍّ ۝

اور پلایا اُن کو اُن کے رب نے پاک صاف شراب۔

(ان) جنتیوں (کے بدن پر ہیں سبز ریشم کے کپڑے اور دبیز ریشم) مضبوط، (اور پہنائے گئے)

گئے ہیں کنگن چاندی کے)۔

یہ اُس ارشاد کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ سونے کے کنگن پہنائے گئے، اس واسطے کہ دونوں کو اکٹھا کرنا اور آگے پیچھے پہننا ممکن ہے۔

(اور پلایا اُن کو اُن کے رب نے پاک صاف شراب) جو میلوں اور نجاستوں سے پاک ہے پاک کرنے والی غل و غش اور کینہ کپٹ سے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ طہوراً ایک چشمہ ہے بہشت میں، جو کوئی اُس میں سے پیئے گا اُس کے دل میں کینہ کپٹ اور کوئی بُری صفت نہ رہے گی۔ ویسے بھی جو جنت میں پہنچ جائے گا وہ تمام صفاتِ قبیحہ سے پاک ہو کر ہی جائے گا۔ بائیں ہمہ۔ شراب طہور کی یہ خصوصیت ہے کہ جو بھی پی لے اُس کا دل مجتبیٰ اور مصفیٰ ہو جائے۔ لیکن چونکہ یہ جنت میں جنتیوں ہی کے لیے ہے تو اُس سے جنت کے باہر کسی کو بہرہ مند نہ کیا جائے گا، اور یہ صرف جنتیوں کے دل کی صفا اور جلاء میں اضافے کا باعث ہوگا۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ شَرَاباً طَهُوراً دل کو ماسویٰ اللہ کی طرف میل کرنے سے پاک کرنے والی ہے، تاکہ اُس کے لقاء اور دیدار سے لذت پائے اور اُس کی بقا کے ساتھ باقی رہے۔

وَالْبَقَاءُ فِي الْإِلْقَاءِ تَمَامُ الْعَطَا

یعنی: لقاء میں بقا ہی عطاء کا مل ہے۔

جاننا چاہیے کہ نہر کوثر جنت میں خاص آنحضرت ﷺ کے واسطے ہے اور اُس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ سورہ کوثر میں آئے گا۔

اور چار نہریں، یعنی پانی کی، دودھ کی، شراب کی، شہد کی، دوسرے متقیوں کی ہیں۔ اور دو چشمے اُن لوگوں کے واسطے ہیں جن کو خوفِ الہی غالب ہے، اور دو چشمے اصحابِ یمین کے لیے ہیں۔ اور یہ چاروں چشمے سورہ رحمن میں مذکور ہیں۔ اور شرابِ رَحِیق یعنی خالص شراب ابرار کے لیے ہے، اور چشمہ تسنیم مقربوں کا ہے۔ ان دونوں کا ذکر سورہ مطففین میں ہے۔

اور دو چشمے اہل بیت کے واسطے ہیں کافور اور زنجبیل کہ اسی کو سلسبیل کہتے ہیں اور شراب طہور بھی اُنہی کے واسطے ہے۔ اور محقق لوگ اُسے شرابِ شہود کہتے ہیں، اس واسطے کہ یہ شراب پینے والے کے آئینہ دل کو اسرارِ قدم کے لوازمِ انوار سے روشن کر کے ازل

اور ابد کے نقوش کے عکس قبول کرنے والا کر دیتی ہے، اور وقت اور حال کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ مطلق دوئی کے میل اور غیریت کے شاہی راہ وحدت میں نہیں باقی رہتے۔ اور دورنگی کے رنگ کو بدل کر جام اور شراب کو یک رنگ کر دیتی ہے۔

ایک عارف نے کہا کہ اگر کل دارالقرار کے بزم نشینوں کو نعمتوں اور سرور کے تختوں پر بٹھا کر شراب طہور چکھائیں گے تو آج خمائے افضال کے بادہ نوشوں کو اُس سے کامل حصہ نقد دیا ہے۔ پھر ابرار کو کہیں گے۔۔۔

إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا ۝

بے شک یہ ہے تمہارا ثواب، اور تمہاری محنت مقبول ہوئی۔

(بے شک یہ ہے تمہارا ثواب)، یعنی بزرگیوں کے ساتھ یہ ہے تمہارے واسطے تمہارے کاموں کی جزا۔ (اور تمہاری محنت مقبول ہوئی)، یعنی کارِ خیر میں تمہارا دوڑنا پسندیدہ اور بدلہ دینے کے قابل ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احوال دُنیا بیان فرمائے اور اطاعت کرنے والوں کے احوال کو نافرمانی کرنے والوں کے احوال پر مقدم رکھا۔ اطاعت کرنے والوں میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کی امت ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔۔۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝

بے شک ہم نے اُنار اتم پر قرآن کو بتدریج۔

(بے شک ہم نے اُنار اتم پر قرآن کو بتدریج)۔

اس آیت سے مقصود رسول اللہ ﷺ کے دل کو مضبوط کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے کیونکہ قریش مکہ آپ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ کہانت اور جادو ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے رد میں فرمایا کہ یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو تھوڑا تھوڑا کر کے جو نازل کیا اُس میں بھی حکمت بالغہ ہے کہ جس وقت کے لیے جو حکم مقرر ہے اُس وقت میں وہ حکم دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ کفار سے قتال کا حکم ہجرت کے بعد دیا گیا اور ہجرت سے پہلے کفار کی

ایہاء کے مقابلہ میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی صورت حال پیش آئے۔۔۔

فَامْصِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آيَةً أَوْ كُفُورًا ۚ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

تو انتظار رکھو اپنے رب کے حکم کا، اور نہ کہا مانو ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا • اور یاد کرو اپنے رب کے نام کو صبح

وَأَصِيلًا ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۚ

وشام • اور کچھ رات میں اُس کا سجدہ کرو، اور پاکی بولو اُس کی زیادہ رات تک •

(تو انتظار رکھو اپنے رب کے حکم کا، اور نہ کہا مانو ان میں سے کسی گنہگار۔۔۔ یا۔۔۔ ناشکرے کا)۔

نی کسی ایسے کا جو تجھ کو گناہ کی طرف بلائے، جیسے کہ عتبہ نے کہا کہ دعوتِ اسلام سے باز آؤ کہ میں اپنی ماتم کو دوں۔۔۔ یا۔۔۔ کسی ایسے ناشکرے کی جو تجھ کو کفر کی طرف بلائے، جیسے کہ ولید ابن مغیرہ، کہ اُس نے کہا کہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف رجوع کرو تا کہ تم کو مالدار کر دوں۔

(اور یاد کرو اپنے رب کے نام کو صبح وشام)، یعنی ہمیشہ اُس کی یاد میں مشغول رہو۔ (اور کچھ

ت میں اُس کا سجدہ کرو)، یعنی اُس کے واسطے نماز ادا کرو۔

بعضوں نے کہا ہے کہ بُکْرَةً فجر کی نماز کا وقت ہے، اور اَصِيلًا ظہر اور عصر کے وقت کو شامل ہے، اور کچھ رات سے مغرب وعشاء مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ پانچوں وقت کی نماز ہمیشہ پڑھا کرو۔۔۔

(اور پاکی بولو اُس کی زیادہ رات تک)، یعنی رات میں تہجد میں مشغول رہو۔ رہ گئے یہ گروہ

کفار۔۔۔ تو۔۔۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۚ

بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی والی دنیا کو، اور چھوڑ بیٹھے ہیں اپنے پیچھے گراں باروں کو •

(بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی والی دنیا کو اور چھوڑ بیٹھے ہیں اپنے پیچھے گراں بار

ن کو) کہ وہ قیامت کا دن ہے۔ نہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اُس کے واسطے کام کرتے ہیں۔ بس ہی کرتے ہیں جس کا فائدہ انہیں دنیا ہی میں مل جائے۔

یہ کفار یہ نہیں سوچتے کہ اگر انہیں دنیا میں جلد ملنے والی نعمتوں سے محبت ہے، تو اس کا بھی

تقاضہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

لَحْنُ خَلْقِهِمْ وَشَدَدُ نَا أَسْرِهِمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَلْنَا فَمَا لَهُمْ تَبَدُّلًا ۝۲۸

ہم نے پیدا فرمایا انہیں اور مضبوط کیا ان کے جوڑ بند کو۔ اور جب بھی چاہتے ہم بدل دیتے ان جیسوں کو، خوب۔
(ہم نے پیدا فرمایا انہیں اور مضبوط کیا ان کے جوڑ بند کو)۔ اس کے علاوہ ان کو دنیا میں رہنے کے تمام اسباب عطا کیے۔ سوا گروہ ان دنیاوی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں تو اس کا تقاضہ بھی ہے کہ وہ ان نعمتوں کے عطا کرنے والے سے محبت کریں، اس کا شکر ادا کریں، اور اس کی طاعت عبادت کریں۔۔۔ نیز۔۔۔ ان کو اس سے ڈرنا بھی چاہیے کہ جو ان نعمتوں کو عطا کرتا ہے وہ ان نعمتوں چھین بھی سکتا ہے، تو ان نعمتوں کے زائل ہو جانے کے خوف کا بھی یہ تقاضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کریں اور اس کی عبادت کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول تو ان لوگوں کو آخرت کی دائمی نعمتوں سے محبت کرنی چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی طاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ دنیا کی جلد ملنے والی عارضی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں تو ان نعمتوں کے زوال کے خطرہ سے بچنے کے لیے اور ان نعمتوں کی بقاء کے لیے اور ان نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنے کے لیے بھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی طاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ وہی عبادت کا مستحق، واحد حقیقی اور قادر مطلق ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اس کا ارشاد۔۔۔

(اور) فرمان ہے کہ ہماری قدرت کا حال یہ ہے کہ (جب بھی چاہتے ہم) تو (بدل دے ان جیسوں کو خوب)۔ جس کی ایک شکل یہ ہے کہ انہیں دنیا میں مار ڈالیں اور دوسرے عالم میں ان کی صورت اور ہیئت کے مانند پھیر لائیں۔۔۔ یا۔۔۔ ان کو ہم ہلاک کر دیں اور ان کے سوا فرمانبردار بند پیدا کر دیں۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝۲۹ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

بے شک یہ نصیحت ہے۔ تو جس نے چاہا اختیار کیا اپنے رب کی طرف راہ کو۔ اور تم لوگ کیا چاہو گے، مگر

مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ

یہ کہ اللہ چاہے۔ بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ • داخل کرے جسے چاہے اپنی رحمت میں۔

وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

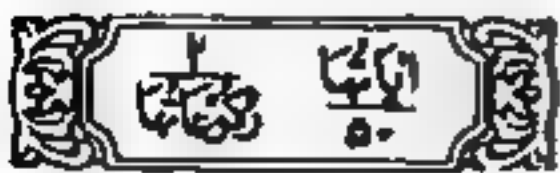
اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے دکھ والا عذاب۔

(بے شک یہ) سورت۔۔ یا۔۔ اہل بیت کا وہ ایثار جو اس میں مذکور ہے (نصیحت) و عبرت (ہے) مومنوں کے واسطے، تاکہ اُس کے مثل عمل کریں اور ایسی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں۔ (تو جس نے چاہا اختیار کیا اپنے رب کی طرف) پہنچا دینے والی (راہ کو) طاعتِ خداوندی اختیار کر کے۔ (اور) لوگ کیا چاہو گے مگر یہ کہ اللہ (تعالیٰ) (چاہے۔ بے شک اللہ) تعالیٰ (علم والا) ہے جو ہر شخص کی استعداد اور استحقاق کو جانتا ہے، اور (حکمت والا ہے) پکا کام کرنے والا، جو چیز چاہتا ہے حکمت کے ساتھ چاہتا ہے۔ اسی لیے یہ تقاضہ حکمت۔۔۔

(داخل کرے جسے چاہے اپنی رحمت میں) ہدایت اور توفیق کے ساتھ۔۔ یا۔۔ بہشت میں اپنے فضل و کرم سے۔ (اور ظالموں) یعنی مشرکین (کے لیے تیار کر رکھا ہے دکھ والا عذاب)، ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب۔

نام سورۃ الممر -- ﴿ ۲۶ ﴾ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز شنبہ ﴿ --

۔۔ ﴿ ۲۷ ﴾ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۲ء -- بروز یکشنبہ ﴿ --



آیات ۵۰۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ



سورۃ المرسلات۔۔ ۴۷ کیے ۲۳

اس سورۃ مبارکہ کا نام 'المرسلات' ہے جو اس کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم یاد فرمائی ہے، لیکن اُن کی صفات کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے موصوف کے متعلق مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ بعض نے کہا ان کا موصوف ہوا میں ہیں۔ بعض نے کہا کہ اُن کا موصوف فرشتے ہیں۔ بعض کے کہا کہ اُن کا موصوف

انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہلی تین صفات کا موصوف ہوا نہیں ہیں، اور بعد کی دو صفات کا موصوف فرشتے ہیں۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے اپنے ترجمہ میں جو کلمات رکھے ہیں اُن میں ہر قول کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، تو شروع کرتا ہوں میں اس سورہ مبارکہ کو۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالرُّسُلِ عُرُفًا ۝۱۱۱ وَالْعِصْفِ عَصْفًا ۝۱۱۲ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۝۱۱۳ وَالْفَرْقِ فَرْقًا ۝۱۱۴

قسم ہے اُن کی جو چھوڑی جاتی ہیں خوب • پھر جھونکے دینے والی سخت • اور قسم ہے خوب اٹھانے والی ہستیوں کی • پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والی شخصیتوں کی •

(قسم ہے اُن کی جو چھوڑی جاتی ہیں خوب) یعنی اُن فرشتوں کی مبارک ہستیوں کی جو اللہ کے ساتھ بھیجی جاتی ہیں، یعنی جو فرشتے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر امر و نہی۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کی آیتوں کے ساتھ بھیجے گئے۔۔۔ یا۔۔۔ اُن ہواؤں کے ساتھ جو پئے بہ پئے چلائی گئیں ہیں۔ (پھر) وہ ہستیاں (جھونکے دینے والی) ہیں (سخت)، یعنی پھر قسم اُن فرشتوں کی جو تیز سخت اور جلد جاتے ہیں احکام الہی تیزی سے بجالاتے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ احکام کلام اللہ کی قسم جو اور احکام کو محو کر دینے والے ہیں یعنی اگلی شریعتوں اور دینوں کو منسوخ کر دینے والے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ اُن ہواؤں کی قسم جو سختی کے ساتھ کسی قوم پر عذاب کے لیے چلنے والی ہیں۔

(اور قسم ہے خوب اٹھانے والی ہستیوں کی)، یعنی قسم اُن فرشتوں کی جو ظاہر کرنے والے ہیں شریعتوں اور کتابوں کے جیسا کہ ظاہر کرنے کا حق ہے۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کی جو آیتیں خواص و عوام کے واسطے ہدایت کے آثار منتشر کرتی ہیں اُن کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ جو نرم ہوائیں لوگوں کی راحت و آرام کے واسطے چلتی ہیں اُن کی قسم۔ (پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والی شخصیتوں کی) قسم۔ یعنی پھر اُن فرشتوں کی قسم جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کی آیتوں کی قسم جو خیر کو شر سے جدا کرتی ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ جو ہوائیں بدلیوں کو پراگندہ کرتی ہیں اُن کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔

فَالْمَلَقَاتِ ذِكْرًا

پھر ذکر کا اِلْقَا کرنے والی ہستیوں کی •

(پھر ذکر کا اِلْقَا کرنے والی ہستیوں کی)، یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو پیغمبروں پر اِلْقَا کرنے لے اور ڈالنے والے ہوں وحی کو۔۔۔ یا۔۔۔ کلام اللہ کی آیتیں جو اہل عالم میں حق تعالیٰ کا ذکر ڈالتی ہیں کی قسم۔۔۔ یا۔۔۔ جو ہوائیں کہ یادِ الہی کا سبب ہوتی ہیں اُن کی قسم۔ اس واسطے کہ ہواؤں کے چلنے کا مادہ خدا کی یاد کا اور اُس کی قدرت پر دلیل پکڑنے کا موجب ہے۔۔۔ اب رہا سوال کہ یہ اِلْقَا کس لیے؟ تو یہ۔۔۔

عُذْرًا أَوْ ذُرًّا

حیلہ ختم کرنے یا ڈرانے کو •

(حیلہ ختم کرنے۔۔۔ یا۔۔۔ ڈرانے کو)، یعنی اہل حق کے عذر کے واسطے۔۔۔ یا۔۔۔ اُن کے ڈرانے کے لیے جو باطل پر ہیں۔ تو جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اُس کے پیغام کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ انبیاء علیہم السلام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ اس لیے ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے تاکہ کل قیامت کے دن جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لائے؟۔۔۔ یا۔۔۔ تم نے بُرے اعمال ترک کیوں نہیں کیے؟۔۔۔ یا۔۔۔ نیک اعمال کیوں نہیں انجام دیے؟ تو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچے ہی نہیں تھے۔۔۔ یا۔۔۔ رسولوں کو اس لیے احکام دے کر لوگوں کے پاس بھیجا کہ وہ اُن کو عذاب سے ڈرا کر بُرے اعمال ترک کرنے اور نیک اعمال کرنے پر آمادہ کریں۔۔۔ المختصر۔۔۔ اوپر مذکور با عظمت ہستیوں، تبرک اشیاء اور قدرتِ خداوندی کے مظاہر کی قسم۔۔۔

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۖ فَإِذَا الْتَجُّمٌ طِبَسَتْ ۖ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۖ

کہ جو وعدہ دیے جاتے ہو یقیناً ہو کر رہنے والا ہے • تو جب تارے میٹ دیے گئے • اور جب آسمان میں رخسہ ڈال دیا گیا •

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۖ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقْتَتَتْ ۖ

اور جب پہاڑ پھونک اُڑائے گئے • اور جب رسولوں کا وقت آ گیا •

(کہ جو وعدہ دیئے جاتے ہو یقیناً ہو کر رہنے والا ہے)، یعنی قیامت اور اُس کے متعلقات ظہور یقینی طور پر ہوگا۔ (تو جب تارے میٹ دیئے گئے) یعنی اُن کا نور لے لیا جائے گا، (اور جب آسمان میں رخنہ ڈال دیا گیا) یعنی آسمان کو پھاڑ دیا گیا، (اور جب پہاڑ پھونک اڑائے گئے)، یعنی اپنی جگہوں سے پراگندہ کر دیئے گئے اور ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے گئے، (اور جب رسولوں کا وقت آ گیا) تو جمع کیے جائیں گے اُس وقت اور اُس جگہ پر جہاں اپنی امتوں کا ان کا گواہی دینا مقرر ہوگا پھر کہیں گے کہ۔۔۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ أَجَلَتْ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝

”کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے؟“ • فیصلہ کے دن کے لیے •

(کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے)۔ یعنی یہ ستاروں کا بے نور ہونا، آسمان کا پھٹ جانا اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جانا۔ الغرض۔۔ قیامت کے بڑے بڑے آثار کے ظہور کے لیے کون سا دن مقرر فرمایا گیا تھا؟ اُس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ (فیصلہ کے دن کے لیے) ٹھہرائے گئے تھے۔ یعنی جدا کرنے کے دن کے واسطے کہ وہ دن آج ہے۔ مومن اور کافر، مطیع اور عاصی کے درمیان جدا کرنا مکافات میں ہوگا۔ یا۔۔ اُس دن کے واسطے جب خلق کے درمیان حکم کرنا ہوگا۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِینَ ۝ أَلَمْ یُهْلِكِ الْاَوَّلِینَ ۝

اور کیا اٹکل ہو تمہیں کہ کیا ہے فیصلہ کا دن؟ • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی • کیا نہیں برباد کر دیا ہم نے اگلوں کو • پھر پیچھے لگا دیں گے ہم اُن کے ان پچھلوں کو • اسی طرح کرتے ہیں ہم مجرموں کے ساتھ • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(اور کیا اٹکل ہو تمہیں کہ کیا ہے فیصلہ کا دن)؟ اس لیے کہ اُس کی کنہ کو بذاتِ خود کوئی نہیں جان سکتا۔ (ہلاکی ہے اُس دن) اُس دن کے (جھٹلانے والوں کی)۔ غور کرو کہ (کیا نہیں برباد کر دیا ہم نے اگلوں کو) جیسے قوم نوح، قوم ہود اور قوم ثمود کو۔ (پھر پیچھے لگا دیں گے ہم) ہلاکت میں (اُن کے ان پچھلوں کو) یعنی کفار مکہ کو۔ (اسی طرح کرتے ہیں ہم مجرموں کے ساتھ) جو کفر و شرک کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (ہلاکی ہے اُس دن) اس وعید کے (جھٹلانے والوں کی)۔ ہم قادر مطلق

جو چاہا کیا، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اور جو چاہیں گے کریں گے۔

الْمَخْلُوقُ مَنْ قَلَاءٍ مَرِيٍّ ۖ فَجَعَلَنِي قَرَارٍ مُكِينٍ ۖ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ ۖ

کیا نہیں پیدا فرمایا ہم نے تمہیں ایک بے قدر قطرہ سے؟ • پھر کر دیا ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں • وقت معلوم تک •

فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۖ

تو اندازہ مقرر کیا ہم نے۔ تو کتنے اچھے ہم قادر ہیں •

(کیا نہیں پیدا فرمایا ہم نے تمہیں ایک بے قدر قطرہ سے)؟ یعنی ذلیل و خوار بے مقدار مرنی ہے۔ (پھر کر دیا ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں)، یعنی مضبوط قرار گاہ میں اور وہ رحم ہے (وقت معلوم) کے لیے، اور وہ پیدا ہونے کا زمانہ ہے۔ (تو اندازہ مقرر کیا ہم نے۔ تو کتنے اچھے ہم قادر ہیں) کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ بچہ کی پیدائش کے لیے جس مدت کا اندازہ فرماتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے۔ عام طور پر حمل کی مدت نو ماہ ہوتی ہے۔ اس مدت میں پیٹ میں بچہ بتدریج نشوونما کے مراحل طے کرتا ہے، اور اُس کی ماں بتدریج اُس کا بوجھ اٹھانے کی عادی ہو جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے کہ عورت کو سخت اور جان لیوا مصیبت سے بچا لیتا ہے، تو یہ بتدریج پیدائش بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ تو اس کا تقاضہ یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرتا۔۔۔ تو۔۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ أَلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۖ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۖ

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی • کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی؟ • زندوں اور مردوں کو • (ہلاکی ہے اُس دن) خدا کی توحید کو (جھٹلانے والوں کی) اور قدرتِ خداوندی کو باور نہ کرنے والوں کی۔ (کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی • زندوں اور مردوں کو)؟ یعنی زندوں کو اپنے اوپر اور مردوں کو اپنے اندر رکھتی ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ زندہ انسان زمین پر گھروں میں رہتے ہیں، اور مردہ انسان زمین میں بنائی ہوئی قبروں میں رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا ذکر فرمایا، کیونکہ ہمارے باہر کی چیزوں میں جو چیز ہم سے سب سے زیادہ قریب ہے وہ زمین ہے۔

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شِجَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُرَاتًا ۝

اور کر دیا ہم نے اس میں پہاڑ اونچے اونچے، اور پلایا ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی •

وَيْلٌ لِّكُم مِّنَ الْمَكْذِبِينَ ۝

ہلا کی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(اور کر دیا ہم نے اس میں پہاڑ اونچے اونچے، اور پلایا ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی)۔ تو جو لوگ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے اور اپنے منعم کو نہیں پہچانتے اور اُس کی تکذیب کرتے ہیں، تو (ہلا کی ہے اُس دن) اُن خدا ناشناس (جھٹلانے والوں کی)۔ اور تکذیب کرنے والوں سے اُس دن کہیں گے۔۔۔

اِنطَلِقُوا اِلَى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَكْذِبُوْنَ ۝ اِنطَلِقُوا اِلَى ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۝

چلو ادھر جسے جھٹلاتے تھے • چل پڑو ایک سایہ کی طرف تین شاخوں والا •

لَا ظِلِّيلٌ وَلَا يُعْنِي مِنَ الْهَبِّ ۝

نہ سایہ دار اور نہ بچا سکے لپٹ سے •

(چلو ادھر جسے جھٹلاتے تھے)، یعنی جہنم اور اُس کے عذاب کی طرف۔ اور (چل پڑو ایک سایہ کی طرف تین شاخوں والا)، جو (نہ) تو (سایہ دار) ہے کہ ٹھنڈا ہو اور اس میں رہنے میں راحت ہو، (اور نہ) ہی (بچا سکے) گا دوزخی کو جہنم کی (لپٹ سے)۔

اس سے دوزخ کے دھویں کا سایہ مراد ہے کہ بڑائی اور زیادتی کے سبب سے متفرق ہو جائے گا کئی شاخ ہو کر، اور ہر شاخ ایک طرف جائے گی۔ انوار میں ہے کہ جہنم کے دھوئیں کے تین شعبے ہوں گے: ایک کافر کے سر پر ٹھہرے گا اور ایک اُس کے داہنے پر اور ایک اُس کے بائیں پر۔ اور اُس عذاب میں ڈالنے والی دماغ میں 'قوتِ واہمہ' ہے، اور قلب کے داہنی طرف 'قوتِ غصبیہ' ہے، اور بائیں طرف 'قوتِ شہویہ' ہے۔ تو جو چاہتا ہے کہ فردائے قیامت اُس دھویں کی آفتوں سے بے خوف ہو جائے، اُسے چاہیے کہ 'نورِ عقل' کو مضبوط پکڑ کے 'صفتِ بھیمی' اور 'صفتِ سبھی' سے گزر جائے۔

إِنَّمَا تَرَىٰ بِشَرِّهَا كَالْقَصْرِ ۖ كَانَ جِلَّتْ صُفْرًا ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾

بے شک وہ جہنم پھیلتی ہے چنگاریاں، جیسے بلند محل • گویا وہ اونٹ ہیں زرد زرد • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •
(بے شک وہ جہنم پھیلتی ہے چنگاریاں، جیسے بلند محل • گویا وہ) شرر (اونٹ ہیں زرد زرد)
آتش دوزخ کے رنگ پر۔

بعض کہتے ہیں کہ صُفْرًا 'سود' کے معنی میں ہے۔ اور چونکہ دوزخ کی آگ سیاہ ہے، تو اس کا شرارہ بھی سیاہ ہوگا۔ اور اونچے محل کے ساتھ شرارہ کی تشبیہ بڑائی کی جہت سے ہے۔ اور زرد اور سیاہ اونٹوں کے ساتھ تشبیہ رنگ اور کثرت کے باعث ہے۔ اور ایک کے پیچھے ایک رہنے اور جلدی حرکت کرنے کی وجہ سے ہے۔

(ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو دوزخ اور اُس کے شراروں کی کیفیت اور صفت باور نہیں رکھتے۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۳۸﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۰﴾

یہ دن ہے اس کا کہ بول نہ سکیں گے • اور نہ اجازت دی جائے گی انہیں کہ بہانے تراشیں •
ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(یہ دن ہے اس کا کہ) کفار (بول نہ سکیں گے) بعضے موافق پر۔۔۔ یا۔۔۔ خدا کے سامنے دلیل اور حجت قائم کر کے بات نہ کریں گے۔ (اور نہ اجازت دی جائے گی انہیں کہ بہانے تراشیں) اور عذر خواہی کریں۔ اور عذر بھی کچھ فائدہ نہ دے گا۔ (ہلاکی) یعنی سختی اور رنج (ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو تکذیب کرتے ہیں ان چیزوں کی۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعَكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿۴۱﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا ﴿۴۲﴾

یہ ہے فیصلہ کا دن، کہ اکٹھا کر دیا ہم نے تمہیں اور اگلوں کو • تو اگر ہو تمہارا کوئی داؤں، تو چلا لو مجھ پر •

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۳﴾

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(یہ ہے فیصلہ کا دن) اس میں جو حق پر ہے اور اس میں جو باطل پر ہے۔ تو یہ دن ایسا ہے (کہ اکٹھا کر دیا ہم نے تمہیں) اے اس امت کے تکذیب کرنے والو! (اور اگلوں کو) جنہوں نے

اگلے رسولوں کی تکذیب کی۔ (تو اگر ہوتا ہمارا کوئی داؤں) اور مکر و حیلہ جیسا کہ دُنیا میں مومنوں کی نسبت کرتے تھے، (تو چلا لو مجھ پر) اور پیش لے جاؤ میرے ساتھ۔

یہ اُن کے عجز کے آثار ظاہر کرنا ہے، یعنی خدا کے ساتھ حیلہ پیش نہ جائے گا اور مکر و فریب کر کے اپنے اوپر سے عذاب نہ دفع کر سکو گے۔

(ہلا کی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو غم و غصہ کا شکار ہوں گے کہ حیلہ کر کے عذاب سے

نہ رہائی پائیں گے۔ اِن کے برخلاف۔۔۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۖ وَفَوْكَ مَا يَشْتَهُونَ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

بے شک اللہ سے ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہیں • اور میوؤں میں جو چاہیں • کہ کھاؤ اور پیو فراغت سے، ثواب اُس کا

تَعْمَلُونَ ۖ إِنَّكَ ذَلِكُنَّجْزَى الْمُحْسِنِينَ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ

جو کرتے تھے • بے شک اسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو • ہلا کی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(بے شک اللہ تعالیٰ) (سے ڈرنے والے) جنت کے درختوں کے (سایوں) میں (اور)

اُس میں بہنے والے پانی کے (چشموں میں ہیں)۔ یعنی نہروں کے کنارے ہیں جن کے مکانوں کے

ہر طرف نہریں بہہ رہی ہیں، تو گویا وہ نہروں کے درمیان ہیں۔ (اور میوؤں میں) یعنی میوؤں کے

باغ میں (جو چاہیں)، یعنی جس چیز کی انہیں آرزو ہوگی اُن کے لیے موجود ملے گی۔ اور فرشتے اُن

سے کہیں گے۔۔۔

(کہ کھاؤ) اُن میوؤں میں سے (اور پیو) اُن نہروں سے (فراغت سے)۔ ایسا کھانا پینا جو

ہضم ہونے والا ہے۔ (ثواب اُس کا جو کرتے تھے) دُنیا میں نیک عمل۔ (بے شک اسی طرح ثواب

دیتے ہیں احسان والوں کو)۔ یعنی ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم نیک کام کرنے والوں کو۔ (ہلا کی) یعنی

جہالت اور قباحت اور مذمت (ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو جنت کی نعمتوں پر ایمان نہیں لائے۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مَجْرُمُونَ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ

یہاں کھاؤ اور رہو لو کچھ دن، بے شک تم لوگ مجرم ہو • ہلا کی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(یہاں کھاؤ) اے جھٹلانے والو! دُنیا کی فانی نعمتیں، (اور رہو لو کچھ دن) اور فائدہ اٹھاؤ

تھوڑے زمانے تک، (بے شک تم لوگ مجرم ہو) اور شرک کرنے والے ہو، تمہارا انجام عذابِ دائمی ہے۔ تو (ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی)۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿۸۰﴾ وَيَلُوكَ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۸۱﴾

اور جب حکم دیا گیا انہیں کہ ”رکوع والی عبادت کرو، تو نہیں کرتے“۔ ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی۔ تو کس

فِي آيَةِ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۲﴾

بات کو اس کے بعد مانیں گے؟

(اور جب حکم دیا گیا انہیں کہ رکوع والی عبادت کرو)۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ عمل کے وجود کے لیے ایمان شرط ہے، تو اُن کے لیے اس حکم پر عمل ممکن نہیں جب تک ایمان نہ لائیں۔۔۔ (تو) وہ اُس حکم پر عمل (نہیں کرتے) یعنی مسلمان نہیں ہوتے، اس واسطے کہ کلمہ شہادتین کے بعد اسلام میں رکنِ اعظم نماز ہے۔ نماز دین کا ستون ہے اور دین اُس کے سبب سے قائم ہے۔۔۔ تو۔۔۔

(ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) اور پھٹکار ہے اُن پر جو اسلام سے مشرف نہیں ہوتے۔ (تو کس بات کو اس کے بعد) یعنی قرآن کے بعد (مانیں گے)۔ اگر قرآن پر ایمان نہیں لاتے کہ وہ ایک معجزہ ہے کھلی ہوئی دلیلوں اور روشن معنوں پر، تو پھر وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔

الحمد لله، ثم الحمد لله، بعونه تعالى وبفضله سبحانه، آج بتاریخ

۲۸ ربيع الثانی ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ،

۳۹ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ دُعا گو ہوں کہ ربِّ کریم صاحبِ فضلِ عظیم

اپنے فضل و کرم سے آخری پارہ یعنی ۳۰ ویں پارہ کی بھی تفسیر کی تکمیل کی

سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

اٰمَنَّا بِكَ يَا مُجِيبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طَهٍ وَ یَسَّ، بِحَقِّ نَ وَ صَّ، بِحَقِّ یٰ اَبْدُوْحُ

وَبِحَقِّ حَرَمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



بِعَوْنِ تَعَالٰی وَبِفَضْلِهِ سَجَانَهُ، آج بتا رہی

ہمیں الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۲ء

تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ دُعا گوہوں کہ مولیٰ تعالیٰ

سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی غلامی

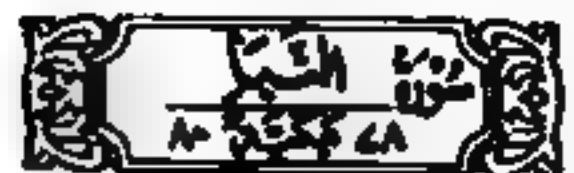
الْحَمْدُ لِلّٰہِ یَحْقِ طہ و یس، یحقی

سیدنا محمد و آلہ



آیات ۴۰۔۔ رکوع ۲

سُورَةُ النَّبَا



سورة النبأ۔۔ ۷۸ مکیہ ۸۰

اس سورت سے پہلے 'سورہ المرسلات' ہے۔ یہ دونوں سورتیں اس حیثیت سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں کہ دونوں ہی میں قیامت کا بیان ہے۔ اس سورت کو 'سورة عم یتساءلون'، 'سورة تساؤل' اور 'سورة معصرات' بھی کہتے ہیں لیکن اس کا سب سے زیادہ مشہور و معروف نام 'سورة نبا' ہے جو اسی سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں اوّل سے آخر تک قیامت اور اُس کے متعلقات کا بیان ہے۔ اس سورة مبارکہ کو۔۔ یا۔۔ تلاوت قرآن کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

عَمَّا يَكْسَأُ لَوْنًا ۖ عَنِ النَّبَا الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝

کس چیز کی پوچھ گچھ یہ لوگ کر رہے ہیں • اُس بڑی خبر کی؟ • جس میں یہ لوگ طرح طرح کی رائے رکھنے والے ہیں • روایت ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت آشکارا کی اور خلق پر قرآن پڑھا اور قیامت کے دن سے ڈرایا، تو کافروں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کے اُترنے اور بعث و حشر ہونے میں اختلاف کیا اور ایک دوسرے سے آپس میں۔۔ یا۔۔ پیغمبر ﷺ اور مومنوں سے پوچھتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

(کس چیز کی پوچھ گچھ یہ لوگ کر رہے ہیں • اُس بڑی خبر کی) یعنی قرآن کریم کو، (جس میں یہ لوگ طرح طرح کی رائے رکھنے والے ہیں) اور اُس کے تعلق سے اختلاف کرنے والے ہیں، یعنی اُسے سحر۔۔ یا۔۔ شعر۔۔ یا۔۔ کہانت سے نسبت دیتے ہیں، اور پیدا کیا ہوا اور افتراء کیا ہوا اور کہانیاں کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نَبَا الْعَظِيمِ حضرت ﷺ کی نبوت ہے کہ کہتے ہیں "آیا وہ پیغمبر ہیں

--یا۔۔ نہیں؟ اور ساحر ہیں۔۔ یا۔۔ شاعر۔۔ یا مجنون؟" اور بعض نے کہا کہ وہ نبی کی خبر ہے، اور کافر اس میں مختلف تھے، بعضے کہتے تھے کہ "قیامت ہے اور بت ہماری شفاعت کریں گے" اور بعضے اس سے بالکل منکر تھے اور اپنی دنیاوی زندگی ہی کو آخری زندگی سمجھتے تھے۔ حیاتِ اخروی کا اُن کے ذہن میں کوئی تصور نہیں تھا۔ اور بعضے شک رکھتے تھے کہ قیامت ہوگی۔۔ یا۔۔ نہ ہوگی؟ تو یہ اسی شک میں مبتلا تھے۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی جان لیں گے۔ پھر وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی معلوم کر لیں گے۔ (وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی جان لیں گے) نزع کے وقت، کہ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے حق ہے۔ (پھر وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی معلوم کر لیں گے) قیامت کے دن اپنے قول کا باطل ہونا اور اپنے عقیدے کا خبیث ہونا۔ لہذا طنزیہ سوال ہرگز ہرگز نہ کریں کیونکہ اس کا نتیجہ انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

تفہیم کے بعد بوقتِ ضرورت انداز سے کام لینا بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے، اس سے روحِ سعادت رکھنے والے جلد راہِ راست پر آ جاتے ہیں۔۔ الحاصل۔۔ قیامت کا ذکر بہت ہی فائدہ بخش ہے اور اُس کے انکار کی کوئی بھی معقول وجہ نہیں بلکہ اُس کے تعلق سے طنزیہ سوال کرنا خطرناک انجام رکھتا ہے۔ منکرینِ قیامت کو سوچنا چاہیے کہ آخر قیامت کے انکار کی معقول وجہ کیا ہے؟ خدائے حکیم و قدیر کے لیے قیامت قائم کرنا مشکل اور دشوار ہی کب ہے؟ کیا انہوں نے قادرِ مطلق کی بے پایاں قدرت کے مظاہر پر غور نہیں کیا؟۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ اپنی قدرت کو ظاہر فرماتے ہوئے فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۚ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۚ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَجَعَلْنَا

کیا نہیں کر دیا ہم نے زمین کو بچھونا • اور پہاڑوں کو میخیں؟ • اور پیدا فرمایا ہم نے تم لوگوں کے جوڑے • اور کر دیا ہم

لَكُمْ مِمَّا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۚ وَجَعَلْنَا الْيَوْمَ لِبَاسًا ۚ

نے تمہاری نیند کو راحت • اور بنا دیا ہم نے رات کو پردہ پوشی کے لیے •

(کیا نہیں کر دیا ہم نے زمین کو بچھونا) بچھا ہوا تاکہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہو، (اور پہاڑوں

کو میخیں) کہ اس پر گڑے رہیں اور زمین اُن سے تھمی رہے؟ (اور پیدا فرمایا ہم نے تم لوگوں کے جوڑے) نر اور مادہ تاکہ تمہاری نسل باقی رہے۔۔۔ یا۔۔۔ ہم نے تم کو طرح طرح پر پیدا کیا، کالا، گورا، لبا، ٹھگنا، خوبصورت اور بد شکل (اور کر دیا ہم نے تمہاری نیند کو راحت)، یعنی سونا حس و حرکت قطع کر دیتا ہے تاکہ قوائے حیوانیہ آسائش کریں اور تھکن اُس سے زائل ہو جائے۔ (اور بنا دیا ہم نے رات کو پردہ پوشی کے لیے)، کیونکہ رات اپنی تاریکی میں سب چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔

صاحب فتوحات فرماتے ہیں کہ رات شب بیداروں کا پردہ ہے، کہ اغیار کی نظر سے چھپا لیتی ہے تاکہ اپنی خلوت میں مکالمہ۔۔۔ یا۔۔۔ محاضرہ۔۔۔ یا۔۔۔ مشاہدہ کی لذت سے ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہو۔ بعض عارفین نے کہا کہ رات راہ چلنے والوں کا پردہ ہے، اور دن صبح کے جاگنے والوں کا بازار ہے۔ کاش! رات جو عاشقوں کی پردہ دار ہے ہمیشہ رہتی، یعنی دن نہ ہوتا۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ مَعَاشًا ۝ وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا ۝

اور بنا دیا ہم نے دن کو روزگار کے لیے • اور گنبد چنے تمہارے اوپر سات مضبوط •

(اور بنا دیا ہم نے دن کو روزگار کے لیے)، یعنی کر دیا ہم نے دن کو طلب معیشت کا وقت تاکہ اُس کی تحصیل میں جستجو کریں۔ (اور گنبد چنے تمہارے اوپر سات مضبوط)، یعنی تمہارے سروں پر گنبد نما سات مضبوط آسمانوں کو کھڑا کر دیا جو بہت محکم ہیں، کیونکہ دراز اور سوراخ جو خلل اور زلزل کا نشان ہوتا ہے اُس میں نہیں۔

انسان آسمان کے متعلق ہر زمانے میں اپنے مشاہدات اور قیاسات کے رو سے مختلف تصورات قائم کرتا رہا ہے جو برابر بدلتے رہے ہیں۔۔۔ لہذا۔۔۔ اُن میں سے کسی تصور کو بنیاد قرار دے کر قرآن کے کہے ہوئے سات مضبوط آسمان کا مفہوم متعین کرنا صحیح نہ ہوگا۔ بس مجملًا اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ سَبْعًا شَدَادًا سے سات آسمان مراد ہیں۔ حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهِ

اور روشن کیا ایک چمکدار چراغ • اور اتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی کو زوردار • تاکہ نکالیں اُس کے سبب سے

حَبَّاءُ وَنَبَاتٌ ۝ وَجَلَّتِ الْفَاكَا ۝

اناج اور سبزہ کو • اور باغ گھنے •

(اور روشن کیا) آسمان میں (ایک چمکدار چراغ) یعنی آفتاب۔ (اور اُتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی کو زوردار)، یعنی ہمیں نے بھرے بادلوں سے لگاتار پانی برسایا۔ (تاکہ نکالیں اُس کے سبب سے اناج اور سبزہ کو)، یعنی تاکہ نکالیں ہم اُس پانی سے دانہ جو غذا کو چاہیے۔ مثلاً: گیہوں اور جو وغیرہ اور اُگنے والی چیز جو چارے کو چاہیے جیسے گھاس بھوسا۔۔۔ اور بعضوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ نکالیں ہم دریا سے دانہ موتی کا اور زمین سے سبزہ۔۔۔ (اور باغ گھنے)، یعنی باغوں کے درخت باہم لپٹے ہوئے اور ایک دوسرے سے بہت نزدیک۔

اوپر کی آیتوں میں جو نو اقسام کے نمونہ قدرت کو بیان کیا گیا ہے انہیں بار بار دیکھنے اور اُن پر غور و فکر کرنے سے اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے کہ جس قادر مطلق نے یہ کارخانہ قدرت بنایا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یقیناً وہ تمام عالم کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ اب بتائیے کہ کیا قیامت کے انکار کی کوئی بھی گنجائش ہے؟۔۔۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُفْعَلُ فِي الصُّورِ فَنَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝

بے شک فیصلہ کا دن وقت مقرر ہے • جس دن پھونکا جائے گا صور میں، تو آؤ گے تم لوگ فوج فوج •

(بے شک فیصلہ کا دن)، اُس کے لیے ایک (وقت مقرر ہے)، یعنی قیامت اپنے وقت مقررہ پر آ کے رہے گی اس لیے کہ خلائق کے حساب لینے اور اُن کے اعمال کی جزا دینے کو خدا کے حکم میں ایک وقت مقرر ہے اور وہی قیامت کا دن ہے۔ (جس دن پھونکا جائے گا صور میں)۔ صور قیامت دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ پہلی مرتبہ پھونکا جائے گا تو موجودہ نظام عالم ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور قیامت آجائے گی۔ دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو عالم کا نیا نظام وجود میں آجائے گا اور سب زندہ ہو کر اللہ کی عدالت میں حاضر ہو جائیں گے۔ پھر زندگی بھر کے عمل کا حساب ہوگا اور اُسی حساب سے جزا و سزا ملے گی۔۔۔ جس دن پھونکا جائے گا دوسری بار صور میں (تو آؤ گے تم لوگ فوج فوج) اپنی قبروں سے میدانِ حشر میں۔

قیامت کے روز اللہ کی عدالت میں حاضر ہونے کی یہ صورت ہوگی کہ عقیدہ اور عمل کی بنا پر انسانوں کی الگ الگ جماعتیں بنیں گی۔ اہل توحید کی الگ، مشرکوں کی الگ، مؤمنوں کی الگ، کافروں کی الگ، متقیوں کی الگ، فاسقوں کی الگ۔ پھر درجہ کے لحاظ سے متقیوں اور فاسقوں کے زمرہ میں بھی متعدد جماعتیں ہوں گی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ بکثرت نماز پڑھنے والوں کی الگ جماعت ہوگی، زیادہ خیر و خیرات کرنے والوں کی الگ، صابرین کی الگ، شاکرین کی الگ، ذاکرین کی الگ، شہداء کی الگ، صدیقین کی الگ، اسی طرح فاسقین کی جماعت کو بھی سمجھ لیا جائے۔

غرضیکہ اس طرح ہر جماعت اللہ کی عدالت میں حاضر ہوگی۔ اس میں یہ انتخاب ہے کہ آج تم جس زمرہ میں رہو گے، کل قیامت میں اُسی جماعت کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔ جن ساتوں آسمانوں کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ اتنے مضبوط ہیں کہ ناقابلِ ادراک زمانہ سے قائم ہونے کے باوجود اُن کی مضبوطی کا عالم یہ ہے کہ کہیں بھی بال برابر شکاف تک نہ ہوسکا، لیکن قیامت کے دن اُن میں اس طرح جابجا شکاف ہو جائیں گے کہ گویا پورے آسمان میں دروازے ہی دروازے ہیں۔ اتنے مضبوط آسمان کو اسی طرح پارہ پارہ کر دینا کتنی بڑی قوت و قدرت کا کام ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اتنا بڑا کام بھی اُس قادرِ مطلق کے نزدیک بے حد آسان ہے۔ اتنا آسان جیسے ہمارے لیے کسی دروازے کا آسانی اور پھرتی سے کھول دینا۔ اس حقیقت کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔۔۔

وَفَتَحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝

اور کھول دیا گیا آسمان، تو ہو گئے دروازے۔ • اور چلائے گئے پہاڑ، تو ہو گئے چمکتی ریت • (اور) واضح فرماتا ہے کہ (کھول دیا گیا آسمان، تو ہو گئے دروازے)۔ یعنی آسمان کے اجزاء جو باہم خوب جڑے ہوئے ہیں اُن کو کھول دیا جائے گا۔ اب اس کثرت سے شکاف ہوگا جیسے دروازے ہی دروازے ہیں۔

آسمان میں اتنے شکاف کر دینا قدرتِ حق کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے کوئی بند چیز آسانی سے کھول دی جائے۔ قیامت میں زمین کا نظام اس طرح ٹوٹ پھوٹ جائے گا کہ مضبوط سے مضبوط چٹانوں کے پہاڑ بھی جڑ سے اکھڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور فضا میں غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ اُس کے بعد زمین پر گریں گے اور ریگستان کا ایک طویل

پھیلاؤ ہوگا جو دور سے پانی معلوم ہوگا۔۔۔ الخضر۔۔

آسمان میں شگاف ڈال دیئے گئے (اور چلائے گئے پہاڑ، تو ہو گئے چمکتی ریت)، یعنی ریزہ ریزہ ہو کر غبار بن کر اڑے اور پھر ریت بن کر زمین پر آ رہے۔ اگرچہ وہ دیکھنے میں پہاڑ ہوں گے مگر اجزاء پر اگندہ ہونے کی وجہ سے پہاڑ ہونے کی اصلیت اور حقیقت پر باقی نہ رہیں گے۔
اب آگے اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قیامت کے روز سرکشوں کا کیا حال ہوگا۔
تو سن لو کہ۔۔۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۳۱ لِّلطَّٰغِيْنَ مَآبًا ۝۳۲ لَّيْسَ فِيْهَا اَحْقَابًا ۝۳۳

بے شک جہنم تاک میں ہے • سرکشوں کا ٹھکانہ • وہ رہنے والے ہیں اُس میں بے انتہام توں تک •
(بے شک جہنم تاک میں ہے) اور خلق کی گزر گاہ ہے، سب کو اُس پر سے گزرنا پڑے گا۔۔
یا۔۔ کمین گاہ، کہ دوزخ کے فرشتے وہاں منتظر کھڑے ہوں گے کافروں پر عذاب کرنے کو اور کافران سے بھاگ نہ سکیں گے۔۔ یا۔۔ اُس مقام پر جہاں دوزخ کے فرشتے تو کافروں کے منتظر ہوں گے، وہیں جنت کے فرشتے مومنوں کی نگہبانی کرتے ہوں گے تاکہ صراط پر گزرتے وقت آگ کے تعرض سے محفوظ رہیں۔ اور یہ جہنم ہوگی (سرکشوں کا ٹھکانہ) جو سرکشی میں حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ (وہ رہنے والے ہیں اُس میں بے انتہام توں تک)۔

معالم میں مجاہد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ یہ 'احقاب' جو حق تعالیٰ نے ذکر کیے تینتالیس 'تھبے' ہیں۔ ہر 'تھبہ' ستر 'خریف' کا، ہر خریف سات سو برس کا، ہر برس تین سو ساٹھ دن کا، اور ہر دن ہزار برس کا ہوتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ کافروں کے عذاب کے واسطے مدت معین کر دی گئی ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ جو 'تھبہ' گزرتا ہے اُس کے بعد دوسرا 'تھبہ' آتا ہے۔ یہ ابدال آباد تک۔۔۔

لَا يَذُوْنُ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝۳۴ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاكًا ۝۳۵ جَزَاءُ وَّفَاكَ ۝۳۶

نہ مزہ چکھیں گے اُس میں ٹھنڈک کا، اور نہ پینے کا • مگر کھولتا پانی اور پیپ • بدلہ موافق کر توت کے •
(نہ مزہ چکھیں گے اُس میں ٹھنڈک کا) ہوا کی، کہ اُس سے راحت پائیں۔ اور وہ ٹھنڈک دوزخ کی گرمی کو اُن سے روکے۔۔ اور بعضوں نے کہا کہ برگد ا سے خواب مراد ہے۔۔ یعنی اُن کو جہنم میں نیند نہیں ہے کہ اُس سے آسائش پائیں۔ (اور) یوں ہی وہ (نہ) مزہ پائیں گے (پینے کا)،

یعنی وہ نہ پیس گے کوئی پینے کے لائق چیز (مگر کھولتا پانی)۔ ایسا کھولتا پانی کہ جب اُسے منہ کے پاس لائیں گے تو منہ کی کھال اُس میں جل کر گر پڑے گی اور جب پیس گے تو آنتیں ٹکڑے ہو جائیں گی (اور) دوسری چیز جو اُن کو پینے کو دی جائے گی وہ ہے (پیپ) جو اُن کے زخموں سے بہتی ہوگی۔۔۔ یا۔۔۔ آنسو جو حسرت کے مارے برساتے ہوں گے۔۔۔ یا۔۔۔ زمہریر کہ اُس سے عذاب کیے جائیں گے (بدلہ موافق کر توت کے)، یعنی عمل کے مناسب سزا۔

اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝

بے شک یہ لوگ نہیں مانتے تھے حساب کو • اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے حد •

وَكُلُّ شَيْءٍ اَخْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝

اور ہر چیز کو شمار کر لیا تھا ہم نے لکھ کر •

(بے شک یہ لوگ نہیں مانتے تھے) آخرت کے (حساب کو)۔۔۔ یا۔۔۔ امیدوار نہ تھے اُس کے ثواب کے۔ (اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے حد) جو انبیاء علیہم السلام نے اُن پر ظاہر کیں۔ (اور ہر چیز کو شمار کر لیا تھا ہم نے لکھ کر)، یعنی لوگو! تم جو کچھ کرتے ہو اطاعت۔۔۔ یا۔۔۔ معصیت۔ سن لو! کہ اللہ کے فرشتے اُسے قلمبند کرتے رہتے ہیں، اس طرح تمہارے اعمال کا ریکارڈ لکھا ہوا موجود ہے، یہی ہے تمہارا نامہ اعمال۔ یہیں سے سمجھ لینا چاہیے کہ محاسبہ الہی سے نڈر ہو جانے کا اور آیات الہی پر ایمان نہ رکھنے کا انجام کتنا خطرناک ہے، اور اس کے نتیجے میں ملنے والے عذاب میں ذرہ برابر تخفیف نہ ہو گی بلکہ عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔۔۔ آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ اِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝

اب چکھو! کہ ہم نہ بڑھائیں گے تمہارے لیے، مگر عذاب کو • بے شک اللہ سے ڈرنے کے لیے مقام کامیابی ہے •

حَدَائِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ اَثْرَابًا ۝ وَكَاسًا دِهَاقًا ۝

باغ اور انگور • اور دو شیرہ ہم سن • اور لبالب جام •

(اب چکھو! کہ ہم نہ بڑھائیں گے تمہارے لیے مگر عذاب کو)، یعنی عذاب پر عذاب کرتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے کہ قرآن میں دوزخیوں کے واسطے جو وعید کی آیتیں ہیں اُن سب میں یہ آیت نخت ہے۔

ان کافروں کے برعکس (بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والوں کے لیے مقام کا میاں ہے) یعنی عذاب سے چھٹکارا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ فوز و فلاح کی جگہ ہے، کہ وہ (باغ اور انگور) ہیں۔۔۔ باغ میں میوہ دار درختوں اور انگور کے درختوں کی تخصیص فضیلت کی جہت سے ہے۔۔۔ (اور) اُن کے لیے ہے (دو شیزہ ہم سن)۔۔۔ اکثر تفسیروں میں ہے کہ جنت میں عورتیں اور مرد تینتیس تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے۔۔۔ (اور) اُن کے واسطے ہیں (لبالب جام) جو پے در پے ان کو ملتے رہیں گے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدًّا ۚ بَلَّٰهُ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝

نہ سنیں گے اُس میں بے ہودہ بات، اور نہ جھٹلانے کو • ثواب تمہارے رب کی طرف سے، پوری پوری عطا •
(نہ سنیں گے اُس میں بے ہودہ بات اور نہ جھٹلانے) والی بات (کو)، یعنی جنت کی شراب کی یہ خصوصیت ہے جو اُسے پی لے وہ لغو اور عیب دار باتیں نہیں کر سکتا اور نہ جھوٹ بول سکتا ہے، اس کے برخلاف حالت ہے اُن شرابیوں کی جو دنیا کی شراب پیتے ہیں کہ اُن کی مجلسوں میں ہڈیاں اور خلاف اور جنگ و جدال بہت ہوتا ہے۔ جنتیوں پر یہ نوازش دراصل ہے (ثواب تمہارے رب کی طرف سے) اپنے وعدے کے موافق (پوری پوری عطا)، یعنی عطا کی جائے گی اُن کو رب کریم کے فضل سے عطا وافی اور کافی، یعنی بس کرنے والی۔۔۔ یا۔۔۔ اُن کے اعمال کے موافق۔ یہ عطا اُس رب کریم کے طرف سے ہوگی جو۔۔۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَا يَمُرُّكُوْنَ مِنْهُ خَطَايَا ۝

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کا رب اللہ مہربان، نہ اختیار نہیں گے اُس سے بولنے کا •

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَن اُذِنَ لَهُ ۝

جس دن کہ کھڑے ہوں گے روح الامین اور سب فرشتے صف باندھ کر۔ نہ بولیں گے مگر وہ جسے اجازت دے چکا اللہ

الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝

مہربان، اور وہ بولتا رہا ٹھیک بولی •

(آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب) ہے اور (اللہ مہربان) ہے

جو ایسا ذی اقتدار ہے کہ (نہ اختیار رکھیں گے اُس سے بولنے کا) اہل آسمان اور اہل زمین میں سے کوئی۔

اُس کے اذن کے بغیر۔۔۔ یا۔۔۔ اس بات پر کہ خدا سے بات کریں اور اُس کے ثواب اور عذاب پر اعتراض کریں، اس واسطے کہ سب مملوک ہیں اور مملوک مالک نہیں ہو سکتا۔

۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ (جس دن کہ کھڑے ہوں گے روح الامین) حضرت جبرائیل علیہ السلام (اور سب فرشتے صف باندھ کر)، تو وہ شفاعت کے باب میں (نہ بولیں گے مگر وہ جسے اجازت دے چکا اللہ مہربان)۔

یعنی شفاعت وہی کرے گا جس کو خدائے مہربان نے اجازت دے دی ہو کہ تم شفاعت کرو۔۔۔ یا۔۔۔ کسی کی شفاعت نہ کریں گے مگر اُس کی کہ خدا جس کی شفاعت کے باب میں اذن دے۔۔۔ الخضر۔۔۔ شفاعت وہی کر سکے گا جس کو خدائے مہربان شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے، اور وہ صرف اُسی کی شفاعت کر سکے گا جس کی شفاعت کرنے کا اذن حق تعالیٰ عطا فرمائے (اور وہ بولتا رہا ٹھیک بولی)، یعنی شفاعت اُسی کی کی جائے گی جو دنیا میں کلمہء توحید کو ماننا اور بولتا رہا۔ یعنی یہ شفاعت کرنے والے مومنوں کے سوا کسی اور کی شفاعت نہ کریں گے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ اِلٰى رَبِّهِ مَا بَا ۝ اِنَّا اَنْذَرَكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۝

وہ ہے روزِ حق۔ تو جس نے چاہا بنا لیا اپنے رب کی طرف ٹھکانہ • بے شک ہم نے ڈرا دیا تمہیں اُس عذاب سے جو نزدیک ہے۔۔۔

یَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ ثَرِيًّا ۝

جس دن کہ دیکھ لے گا آدمی، جو کچھ پہلے بھیجا اُس کے ہاتھوں نے، اور کہے گا کافر کہ ”اے کاش! میں ہو جاتا مٹی“ •

(وہ)، یعنی روزِ قیامت (ہے روزِ حق)، یعنی وہ دن ہونا ہے اور ضرور ہوگا۔ (تو جس نے

چاہا بنا لیا اپنے رب کی طرف ٹھکانہ)، یعنی ایمان اور طاعت کے سبب سے اپنے رب کے سایہ کرم

میں آگیا۔۔۔ آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔ (بے شک ہم نے ڈرا دیا تمہیں) اپنے پیغمبر اور اپنی

کتاب کے ذریعہ (اُس عذاب سے)، یعنی عذابِ آخرت سے (جو نزدیک ہے)۔ اُس کا قرب

تحقیق کی جہت سے ہے کہ اُس کا ہونا حق ہے (جس دن کہ دیکھ لے گا آدمی جو کچھ پہلے بھیجا اُس کے

ہاتھوں نے)، یعنی اپنے اچھے بُرے کردار کے نتائج اُس کے سامنے ہوں گے۔ (اور) اپنا نتیجہ دیکھنے

کے بعد (کہے گا کافر کہ ”اے کاش! میں ہو جاتا مٹی“)۔ یعنی ہرگز میں اس صورت میں پیدا ہی نہ ہوتا

--یا۔۔ آج خاک رہتا اور مجھ کو زندہ ہی نہ کرتے۔

اور بعضوں نے کہا کہ وحش کو حشر کر کے جب خاک کریں گے تو کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہمارا بھی یہی حال کر دیا جاتا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس کافر سے ابلیس مراد ہے اور وہ آدم علیہ السلام پر عیب رکھتا تھا کہ خاک سے پیدا کیے گئے ہیں اور اپنی تعریف اور بزرگی کرتا تھا کہ میں آگ سے پیدا ہوں۔ جب اُس روز آدم علیہ السلام اور اُن کی ایمان والی اولاد کی بزرگی اور اپنا عذاب اور سختی دیکھے گا تو آرزو کرے گا کہ کاش! میں بھی خاک سے ہوتا اور آدم علیہ السلام سے نسبت رکھتا۔ اے عقل والو! دیکھو یہ دبدبہ اور طنطنہ جو خاکیوں کو ہے مخلوقات کے طبقوں میں سے کسی طبقہ کو نہیں ہے۔

اختتام سورۃ نبا۔۔۔ ۴ رزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء

۵ رزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۲ء



سورة الزرعة



آیات ۲۶۔۔ رکوع ۲

سورة النازعات۔۔ ۹۷ مکیہ ۸۱

اس سورۃ مبارکہ کا نام اسی سورت کی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ میں بھی اس کے ماقبل والی سورۃ نباء کی طرح قیامت کے حقائق بیان کیے ہیں، اس سے دونوں کا ربط ظاہر ہے۔ ایک قول کے مطابق ترتیب نزول اور ترتیب مصحف دونوں ہی کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۱ ہے۔۔ نیز۔۔ ایک قول کے مطابق اس میں ۲۵ آیتیں ہیں۔ ایسی اہم مضامین پر مشتمل سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْزُّرْعَتِ غَرَقَا۟ وَاللَّيْطَتِ نَشْطَا۟

قسم ہے اُن ہستیوں کی جو کھینچ لینے والی ہیں کافروں کی ڈوبی جان کو • اور آسانی سے بند کھولنے والی ہیں مسلمانوں کی •

وَالشَّيْخَاتِ سَبْحًا ۝ فَالشَّيْخَاتِ سَبْقًا ۝ فَالْمَدَائِرِ أَمْرًا ۝

اور تیر کر چلنے والی ہیں چال میں • پھر آگے بڑھ بڑھ جانی والی ہیں جلد • پھر تدبیر کرنے والی ہیں کام کی۔۔۔ (قسم ہے اُن ہستیوں کی جو کھینچ لینے والی ہیں کافروں کی ڈوبی جان کو)۔ یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو کافروں کی جان سختی سے قبض کرتے ہیں۔ (اور) قسم ہے اُن ہستیوں کی بھی جو (آسانی سے بند کھولنے والی ہیں مسلمانوں کی)۔ یعنی قسم ہے اُن فرشتوں کی بھی جو مسلمانوں کے جسم و جان کا بندھن بڑی نرمی سے کھولتے ہیں۔ (اور) اُن ہستیوں کی قسم جو (تیر کر چلنے والی ہیں چال میں)۔ یعنی اُن فرشتوں کی بھی قسم جو روح کو لے کر ہوا میں تیرتے ہوئے جاتے ہیں (پھر آگے بڑھ بڑھ جانے والی ہیں جلد)۔ یعنی قسم اُن فرشتوں کی بھی جو حکم الہی کے بجالانے میں سبقت کرتے ہیں۔ (پھر تدبیر کرنے والی ہیں کام کی)۔ یعنی قسم اُن فرشتوں کی بھی جو حکم الہی عالم کی تدبیر میں لگے ہیں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں، اور اسرافیل علیہ السلام کہ امور قضا و قدر کے ساتھ نزول کرنے والے ہیں، اور میکائیل علیہ السلام کہ مینہ اور گھاس کی تقسیم اُن سے متعلق ہے، اور عزرائیل علیہ السلام کہ قابض ارواح ہیں۔۔۔ الغرض۔۔۔ اُن سب کی قسم۔

اور بعضوں نے کہا کہ قسم اُن تاروں کی جو دوڑتے ہیں مشرق سے مغرب تک، اور جانے والے ہیں ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں، اور تیرتے ہیں آسمان میں اور ایک دوسرے پر پیشی لے جاتے ہیں سیر میں، اور تدبیر کرنے والے ہیں اُس امر کی جو اُن سے متعلق ہے اللہ کے حکم کے ساتھ، جیسے ہوا کا اختلاف اور فصلوں کا بدلنا۔۔۔ یا۔۔۔ غازیوں کے گھوڑوں کی قسم جو باگ کھینچے ہوئے جاتے ہیں دارِ اسلام سے، اور تسبیح کرتے ہیں چلنے میں، اور سبقت لے جاتے ہیں صفِ جہاد میں، اور اُن کے سبب سے خدا کے دشمنوں پر فتح و ظفر پانے کا کام تدبیر پاتا ہے۔

۔۔۔ یا۔۔۔ بزرگ نفسوں کی قسم جو چھوڑائے جاتے ہیں خواہشوں سے، اور خوشی کرتے ہوئے عالمِ قدس میں جا کر بلندی کے مراتب میں پیرتے ہیں اور کمالات حاصل کرنے میں سبقت کرتے ہیں، یہاں تک کہ مکمل ہو کر ہدایت و ارشاد کے امور کے متکفل اور مدبر ہوتے ہیں۔ بہر تقدیر ہر قسم کا جواب یہ ہے کہ تم قبروں سے زندہ کر کے پھر اٹھائے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائے گا، تو یاد کرو وہ دن کہ۔۔۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاحِفَةُ ۖ تَتَّبِعُهَا الزَّادِفَةُ ۖ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝

جس دن تھر تھرا دے گی تھر تھرانے والی • اُس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی • کتنے دل اُس دن دھڑکنے والے ہیں •

أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

اُن کی آنکھیں جھکی ہیں ••

(جس دن تھر تھرا دے گی تھر تھرانے والی)، یعنی اُس دن کی ہیبت سے پہاڑ اور زمین سب تھرا اٹھیں گے اور یہ حال نفع و اولیٰ کے وقت ہوگا، یعنی جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب تھرا اٹھیں گے اور سارے زندے ہول کے مارے مرجائیں گے۔ پھر (اُس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی) یعنی نفع و ثانیہ، کہ اُس کے سبب سے خلق زندہ ہوگی۔ (کتنے دل اُس دن دھڑکنے والے ہیں) کہ (اُن) دل والوں (کی آنکھیں جھکی ہیں) یعنی نیچی بند ہوں گی۔

يَقُولُونَ عَرَأَيْنَا الْمُرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۖ عَرَأَيْنَا كُنَّا عِظَامًا مَّخْرُجَةً ۝

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ”کیا ہم واقعی واپس کیے جائیں گے پہلی حالت میں • کیا جب ہو گئے ہم ہڈیاں نکلی ہوئی“ •

قَالُوا تِلْكَ إِذْ أَكْرَمْتَ خَاسِرَةٌ ۝

بولے کہ ”یہ تو ایسا پلٹنا بڑا نقصان ہے“ ••

جو لوگ آج دُنیا میں بعث و حشر کے منکر ہیں (یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم واقعی واپس کیے جائیں گے پہلی حالت میں)، یعنی ہم کو کیا مرنے کے بعد اسی حالت میں پھیریں گے جو ہم رکھتے ہیں۔ (کیا جب ہو گئے ہم ہڈیاں نکلی ہوئی) پرانی خاک ہو جانے کے قریب، تو کیا ہم کو پھر زندہ کر کے اٹھائیں گے؟ تو بطور استہزا (بولے کہ یہ تو ایسا پلٹنا بڑا نقصان ہے) یعنی اگر ہم کو حشر کی طرف رجوع ہوئی تو ہم نقصان اٹھانے والے ہوں گے، اس واسطے کہ ہم نے تو ہمیشہ اُس کی تکذیب کی ہے۔۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دشوار پڑتے ہو امر قیامت کو۔۔۔

فَأَنبَأْنِي زَجْرَةً وَاحِدَةً ۖ فَذَاهُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

تو وہ بس ایک ڈانٹ ہے • کہ اُسی وقت وہ لوگ میدان میں ہیں •

(تو وہ بس ایک ڈانٹ ہے) یعنی پس سوا اس کے نہیں کہ وہ ایک چیخ ہے، یعنی اسرائیل علیہ السلام

کی ایک پھونک ہے کہ سب خلّاق اُس کے سبب سے زندہ ہو جائے گی۔ پھر ایسا ہوگا کہ صاف نظر آئے گا (کہ اُسی وقت وہ لوگ میدان میں ہیں)۔ الحاصل۔۔ اُس وقت روئے زمین میں ہوں گے اور وہ زمین سفید ہوگی۔

اور بعضوں نے کہا کہ سَآهَرَة ایک زمین کا نام ہے بیت المقدس کے قریب جبل اریحا کے گرد، کہ محشر اُس جگہ پر ہوگا۔ حق تعالیٰ جس قدر چاہے گا اُس کو کشادہ کر دے گا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ زمین سَآهَرَة کو خدا نے کچی چاندی سے پیدا کیا ہے اور اُس کا عرض و طول زمین دُنیا کی ایسی چالیس زمینوں کے برابر ہوگا۔۔۔ اب اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ دو مقاصد کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقصد تو انذار ہے کہ نبی کی دعوت میں ہٹ دھرمی اور بغاوت سے کام نہ لو اس کا انجام بڑا خطرناک ہے، فرعون کے انجام سے عبرت پکڑو۔ دوسرا مقصد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دینا ہے کہ کافر آج لاکھ قوت و شوکت رکھتے ہوں اور اس گھمنڈ میں دین حق کو کچل دینا چاہتے ہوں، لیکن اُن کی تمام قوت و شوکت اُن کے لیے وبالِ عظیم بن جائے گی اور حق ہمیشہ بے بس نہیں رہ سکتا۔ تو اے محبوب!۔۔۔

هَلْ اَتَيْتُكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۱۵ اِذْ نَادٰى رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶

کیا آیا تمہارے پاس موسیٰ کا واقعہ۔۔۔ جب کہ ندا دی اُن کو اُن کے رب نے وادی مقدس طوی نام میں۔

اِذْ هَبَّ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى ۱۷ نَقُلُ هَلْ لَكَ اِلٰى اَنْ تَزِلَّ ۱۸

کہ ”جاؤ فرعون کی طرف، کہ بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے“۔ پھر کہو کہ ”کیا تُو چاہتا ہے کہ پاکیزہ ہو جائے؟“

وَاَهْبِيْكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۱۹

اور میں ہدایت کروں تیری تیرے رب کی طرف کہ تُو ڈرنے لگے۔

(کیا آیا تمہارے پاس موسیٰ کا واقعہ) تاکہ اپنے دل کو قوم کی تکذیب پر تسلی دے اور

ظہورِ منوں کو وعدہ کی اور کافروں کو وعید کی خبر فرما دے۔ تو اے محبوب! یاد کرو (جبکہ ندا دی اُن کو اُن کے

رب نے وادی مقدس طوی نام میں)۔ یعنی اُس مقدس پاکیزہ مقام میں جس کا نام طوی ہے۔ (کہ

جاؤ فرعون کی طرف کہ بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے) اور تکبر میں حد سے گزر گیا ہے، (پھر کہو کہ) اے

تکبر و سرکش میں حد سے گزر جانے والے! (کیا تُو چاہتا ہے کہ پاکیزہ ہو جائے؟) یعنی کیا کفر اور

گناہ سے پاکیزہ ہونے کی تجھ کو میل اور رغبت ہے؟ (اور) کیا تو چاہتا ہے کہ (میں ہدایت کروں تیری تیرے رب کی طرف کہ ٹوڑنے لگے) اُس کے عذاب سے اور بچے سرکشی اور اُس کی نافرمانی سے؟۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے فرعون کے پاس گئے اور خدا کا پیغام پہنچایا، اُس نے معجز طلب کیا۔۔۔ تو۔۔۔

قَارِبُهُ الْاٰیَةُ الْكُبْرٰی ۞ فَكَذَّبَ وَعَصٰی ۞ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۞

پھر دکھائی اُسے بڑی نشانی • تو جھٹلا دیا اُس نے اور نافرمانی کی • پھر پیٹھ پھیر لیا، اپنی کوشش کر رہا ہے •

فَحَشَرَ فَنَادٰی ۞

• چنانچہ ہانک لایا سب کو •

(پھر دکھائی اُسے بڑی نشانی) اور عصا کو سانپ سے بدل دیا، (تو جھٹلا دیا اُس نے اور نافرمانی کی)۔ یعنی فرعون نے جب دیکھا عصا اڑ رہا ہو گیا تو فرعون بولا کہ یہ خدا کے پاس سے نہیں ہے بلکہ موسیٰ کا جادو ہے، تو اُس نے حضرت موسیٰ کو جھٹلا دیا اور خدا کے حکم میں گنہگار ہو گیا۔ (پھر پیٹھ پھیر لیا) اس حال میں کہ (اپنی کوشش کر رہا ہے)۔ یعنی حضرت موسیٰ کی طرف سے رخ موڑ لیا اور اس کوشش میں لگ گیا کہ اُن کے امر کو باطل کر دے۔۔۔ اور بعضوں نے کہا کہ اڑ دھا دیکھ کر پیٹھ موڑی اور الٹا بھاگا اور بھاگنے میں دوڑتا تھا۔۔۔ (چنانچہ ہانک لایا سب کو) یعنی اپنی ساری قوم کو اکٹھا کر لیا۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی ۞ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاَوَّلٰی ۞

پھر پکارنے لگا، تو بولا کہ ”میں ہوں تمہارا سب سے بلند و بالا رب“ • تو گرفتار کیا اُس کو اللہ نے آخرت اور دنیا کے عذاب میں

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّحْشٰی ۞

• بے شک اس میں یقیناً سبق ہے اُس کے لیے جو ڈرے •

(پھر) ندادی اُن کو خود ہی اور (پکارنے لگا، تو بولا کہ میں ہوں تمہارا سب سے بلند و بالا رب)

یعنی جو بت میری صورت پر ہیں سب خدا ہیں اور میں سب سے بڑا خدا ہوں۔

امام قشیری نے لطائف میں لکھا ہے کہ ابلیس یہ بات سنتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھ میں بھی یہ

بات کہنے کی جرأت نہیں۔ میں نے آدم پر اِنَّا خَلَقْنٰهُ كَاَدَعُوْیْ کیا تھا مجھ پر یہ بلا پہنچی، یہ

جو ایسی ڈینگ ہانکتا ہے دیکھئے اس کا کام کس خرابی کو پہنچے۔۔۔

(تو گرفتار کیا اُس کو اللہ تعالیٰ (نے آخرت اور دنیا کے عذاب میں)۔ آخرت کا عذاب جلنا ہے اور دنیا کا عذاب ڈوبنا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ دو کلموں کے وبال میں اللہ تعالیٰ نے اُسے ماخوذ کیا۔ ایک تو یہی آکارِ کُھِ الْأَعْلٰی ہے اور دوسرا کلمہ یہ ہے جو اُس نے کہا تھا کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ قَنْ إِلَّا غَيْرِي۔۔۔ یعنی میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی خدا اپنے سوا۔۔۔ اور ان دونوں کلموں میں چالیس برس کا فرق تھا۔

شیخ رکن الدین علاء الدولہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک وقت مجھ کو جوش ہوا، تو میں منصور حلاج کی زیارت کو گیا۔ مراقبہ کیا تو اُن کی روح میں نے ”علیین“ سے اعلیٰ مقام میں پائی، تو میں نے مناجات کی کہ خدایا یہ کیا حال ہے؟ فرعون نے آکارِ کُھِ الْأَعْلٰی کہا اور منصور نے اَنَا الْحَقُّ۔ دونوں نے ایک دعویٰ کیا، حسین حلاج کی روح ”علیین“ میں ہے اور فرعون کی روح ”تجین“ میں ہے، تو مجھ کو ندامت پئی کہ فرعون خود بنی میں پڑا، بالکل اپنے ہی کو دیکھا مجھ کو گم کر دیا، اور حسین حلاج نے مجھی کو دیکھا اپنے کو گم کر دیا، تو اُن دونوں دعویوں میں بہت فرق ہے۔

(بے شک اس میں) یعنی فرعون کے پکڑنے میں (یقیناً سبق ہے اُس کے لیے جو ڈرے) اور نافرمانی سے پرہیز کر کے حکم مانے۔ اے بعث وحشر کے منکر و! بتاؤ۔۔۔

أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بِنَاهَا ۚ رَفَعَهَا فُسُوفَهَا ۚ

کیا تم لوگ زیادہ مضبوط ہو پیدائش میں، یا آسمان جسے گنبد بنایا اُس نے؟۔۔۔ بلند فرمایا اُس کی چھت کو، پھر سڈول کیا اُسے۔

وَأَعْطَشَ لِبَنَاهَا ۚ أَخْرَجَ ضُحَاهَا ۚ

اور اندھیرا چھادیا اُس کی رات پر، اور برآمد کیا اُس کے روشن دن کو۔

(کیا تم لوگ زیادہ مضبوط ہو پیدائش میں یا آسمان جسے گنبد بنایا اُس نے) تمہارے سر پر اور (بلند فرمایا اُس کی چھت کو)، یعنی اُس کی بلندی کی مقدار کو زمین سے بلند کیا۔ (پھر سڈول کیا اُسے)، یعنی اُسے سیدھا اور برابر کر دیا بغیر کسی فتور اور قصور کے۔ (اور اندھیرا چھادیا اُس کی رات پر)، یعنی اُس کی رات کو تاریک کر دیا (اور برآمد کیا اُس کے روشن دن کو)۔

رات دن کی اضافت آسمان کی طرف اس جہت سے ہے کہ دن رات پیدا ہونے کا سبب آسمان کی گردش ہے۔ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں رات دن آسمان کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ آسمان پر آفتاب اور مہتاب پیدا ہیں۔

وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۚ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَهَا ۖ

اور زمین کو اُس کے بعد بچھا دیا • برآمد کیا اس سے اس کے پانی اور اس کے چارے کو •

وَالْجِبَالِ أَرْسَاهَا ۖ فَمَتَّاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۖ

اور پہاڑوں کو گاڑ دیا • پونجی تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے •

(اور زمین کو اُس کے بعد) یعنی آسمان پیدا کرنے کے بعد (بچھا دیا) اور پھیلا دیا۔

جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ زمین کی خلقت آسمان پیدا ہونے کے قبل ہے اور اس کا

بچھایا جانا آسمان پیدا ہونے کے بعد ہے۔

(برآمد کیا اُس سے) یعنی نکالا بچھائی ہوئی زمین سے (اُس کے پانی) کو چشمے اور نہریں جاری

کر کے، (اور اُس کے چارے کو) زمین میں گھاس اُگنے کی جگہیں اور چراگاہ بنا کے۔ (اور پہاڑوں

کو گاڑ دیا) زمین پر محکم اور پائدار کر دیا۔ اور یہ سب یعنی زمین کو بچھانا، پہاڑوں کا مضبوط جمانا اور

چراگاہیں ظاہر کرنا، ہے (پونجی تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے)۔۔ الغرض۔۔ یہ سب

تمہارے ہی فائدہ کے واسطے ہیں۔

ان کے معاش کے بیان کے بعد اب ان کے معاد یعنی انجام آخرت کا ذکر شروع فرما دیا

ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَةُ الْكُبْرَى ۖ يَوْمَ يَسْتَسْقِطُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ مَّسْجُورٌ ۖ

تو جہاں آگئی وہ بڑی مصیبت • جس دن یاد کرے گا انسان جس کی کوشش کرتا رہا •

وَيَرْزِقُ الْجَحِيمَ لِمَنْ يَرَى ۖ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ

اور ظاہر کردی گئی دوزخ ہر اُس کے لیے جو دیکھے • تو جس نے سرکشی کی تھی • اور اختیار کیا تھا

الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۖ

دنیاوی زندگی کو • تو بے شک جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے •

(تو جہاں آگئی وہ بڑی مصیبت) جو قیامت کی سب بلاؤں سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور وہ وہ عت ہے کہ دوزخیوں کو دوزخ کی طرف ہٹائیں گے اور جنتیوں کو جنت میں پہنچائیں گے۔ اُس ت ہوگا جو کچھ ہوگا، (جس دن یاد کرے گا انسان جس کی کوشش کرتا رہا)، یعنی نامہ اعمال اُس کے تھ میں دیں گے کہ پڑھے۔ (اور ظاہر کر دی گئی دوزخ ہر اُس کے لیے جو دیکھے)، یعنی اس طرح دوزخ ظاہر کی جائے گی کہ جو بینائی والا ہے وہ دیکھے۔ (تو جس نے سرکشی کی تھی اور اختیار کیا تھا دنیاوی مدگی کو)، یعنی جو حد سے گزر گیا اور ایمان نہیں لایا، اور دنیا ہی میں الجھ کے رہ گیا اور راہِ آخرت پر چلنا بول گیا، اور اپنی آخرت کے درست کرنے کا خیال بھی نہیں کیا، اسی لیے ایسے اعمال انجام ہی نہیں دیئے جو آخرت کی صلاح و فلاح کے باعث ہوں، (تو بے شک جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے) اور دوزخ اُس کے رہنے کی جگہ ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ

لیکن جو ڈرا کیا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کو اور روکا کیا نفس کو ہوائے نفس سے •

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ

تو بلاشبہ جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے •

(لیکن جو ڈرا کیا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کو) عتاب اور عرض کے موقف میں، (اور روکا کیا نفس کو ہوائے نفس سے)، یعنی روکتا رہا اور منع کرتا رہا اپنے نفس کو اُس کی حرام اور ناشائستہ تمنائوں اور آرزوؤں سے، (تو بلاشبہ جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے) اور اُس کے آرام کی جگہ ہے۔ فصول میں ہے کہ یہ آیت اُس کی شان میں ہے جو خلوت میں گناہ کا قصد کرے اور اُس پر قادر ہو اور نفس کے خلاف کر کے خدا سے ڈرے اور اُس کام سے باز رہے۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کے امکان پر دلائل قائم فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کی خبر دی، پھر قیامت کے دن رونما ہونے والے ہولناک اور دہشت ناک مناظر بیان فرمائے، پھر قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کے انجام کی خبر دی اور اُس کے بعد اب 'النزعت' آیت ۲۲ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اے محبوب!۔۔۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ فِيمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۝

پوچھتے ہیں تم سے قیامت کے بارے میں کہ ”کب ہے اُس کا کھڑا ہونا؟“ • کیا غرض تمہیں اُس کے بتانے سے •

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۝

تمہارے رب کی طرف اُس کا انجام کار •

(پوچھتے ہیں تم سے قیامت کے بارے میں کہ ”کب ہے اُس کا کھڑا ہونا؟“ • کیا غرض تمہیں اُس کے بتانے سے)۔ یعنی آپ کا اُس ذکر سے کیا تعلق ہے، آپ کے فریضہ نبوت میں قیامت کا وقت بتانا نہیں ہے بلکہ اُن عقائد و اعمال کو اپنانے کی دعوت دینا ہے جو قیامت کے عذاب سے بچانے والے ہیں۔ آپ کا یہ بھی منصب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی کیوں کہ ہے (تمہارے رب کی طرف اُس کا انجام کار)، یعنی قیامت کے وقوع کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو اُس کے وقوع کا علم نہیں دیا۔

واضح رہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے وقوع کی خبر نہیں دی تھی، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُس کے وقوع کا علم عطا فرمادیا۔ مگر چونکہ اُس کی حکمت بالغہ یہی تھی کہ قیامت جس پر آئے اچانک آئے، تو اُس کے بتانے کو رسول کریم کے فریضہ نبوت میں نہیں رکھا بلکہ کسی کو اُس کے وقوع کی خبر نہ دینا آپ پر لازم فرمادیا تاکہ قیامت حکم قرآنی کے مطابق جس پر آئے اچانک ہی آئے۔ نبی کریم قرآن کریم کی تصدیق فرمانے والے ہیں نہ کہ تکذیب کرنے والے۔ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے وقوع کے علم ذاتی کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے۔

تو آئے محبوب! آپ لوگوں کو قیامت کے وقوع کا وقت بتانے کے لیے نہیں مبعوث کیے گئے

ہیں۔۔۔ بلکہ۔۔۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّنْ يَخْشَاهَا ۖ كَانُهَا يَوْمَئِذٍ وَلَهَا لَمْ يَلْبَثُوا

تم ڈر سنا دینے والے ہی ہو، جو اُسے ڈرے • گویا وہ لوگ جس دن دیکھیں گے اُسے،

إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ صُحْرَاهَا ۝

تو نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام، یا اُس کے دن چڑھے تک •

(تم ڈرنا دینے والے ہی ہو جو اُسے ڈرے)، یعنی آپ کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرائیں اور آپ کا عذاب سے ڈرانا اس پر موقوف نہیں ہے کہ آپ کو قیامت کے وقوع کا علم ہو۔ رہ گئی یہ بات کہ آپ ڈرنے والوں کو ڈرانے آئے ہیں تو اس کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اے محبوب! اگرچہ آپ سارے عالم کے لیے نذیر ہیں اور بھی کو ڈرانے والے ہیں، مگر آپ کے ڈرانے سے وہی لوگ خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکیں گے جو خشیتِ الہی اور خوفِ راوندی والے ہیں۔

رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے عذاب سے انکار کیا تھا، جب اُن کو اُس عذاب میں مبتلا کیا جائے، تو اُن کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ہمیشہ اسی عذاب میں رہے ہیں اور دُنیا میں تو اُنہوں نے صرف دن کا وڑا سا وقت گزارا تھا۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ (گویا وہ) مکہ کے (لوگ) جنہوں نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تھا (جس دن دیکھیں گے اُسے تو) محسوس کریں گے کہ (نہیں ٹھہرے تھے دُنیا میں مگر ایک شام۔۔ یا۔۔ اُس کے دن چڑھے تک)، یعنی اُس روز کی ہول سے اپنی زندگی کی مدت بھول گئے اور ایسا سمجھیں گے کہ دُنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام۔۔ یا۔۔ صبح۔

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ --- ۵ رُذِيَ الْحُجَّةِ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ۱۴۔

۶ رُذِيَ الْحُجَّةِ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ۱۵۔

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

آیات ۲۲۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

سورہ عنکبوت۔۔ ۸۰ آیہ ۲۴

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے، اور آنحضرت ﷺ رو سائے قریش کو دعوتِ اسلام کرنے میں مشغول تھے۔ عبداللہ ابن مکتوم کو نابینا ہونے کے سبب سے یہ حال معلوم نہ ہوا کہ آپ کے پاس کوئی بیٹھا ہے اور آپ اُس سے باتوں میں مشغول ہیں۔ آتے ہی بات کاٹ دی، آنحضرت ﷺ بات کاٹ دینے سے رنجیدہ اور چینیں بجیں ہوئے اور عبداللہ کی طرف سے منہ پھیر لیا، تو حضرت جبرائیل آیت لے کر حاضر ہو گئے۔ یہی اس سورہ کی شانِ نزول ہے۔

اس کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی والی 'سورہ النازعات' کا مرکزی مضمون قیامت ہے، اور اس سورہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ قرآن سراپا تذکرہ ہے، جس کا ایک کام اعمال کی جزا اور سزا اور قیامت کا تذکرہ بھی ہے۔ اور اس تقریب سے قیامت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان دونوں سورتوں کا یہ ربط ایک طرف بڑا گہرا ہے، دوسری طرف بڑے حقائق و معارف کا حاصل ہے۔ ایسی سورت مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ۝

تیوری چڑھائی اور رخ پھیر لیا • کہ آگیا ان کے پاس ایک نابینا •

(تیوری چڑھائی اور رخ پھیر لیا) اس سبب سے (کہ آگیا ان کے پاس ایک نابینا)،
عبداللہ ابن ام مکتوم۔

اُن کے نابینا ہونے کا ذکر کرنا رسول اللہ ﷺ کی بات کاٹ دینے میں اُن کا عذر ظاہر فرماتا ہے۔ اس ارشاد میں بظاہر 'عتاب' محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عتابِ ظاہر کے معنی میں 'عتاب' نہیں بلکہ بڑے پیار کے ساتھ ایک نصیحت ہے، اس لیے کہ نبی کریم نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا تھا جو آپ کی 'شانِ نبوت' کے خلاف ہو۔ آپ رؤسائے قریش کو دعوت دینے میں اپنا فریضہ نبوت ہی ادا کر رہے تھے اور قریش کے ایسے سرداروں سے محو گفتگو تھے جن کی مخالفت سے اسلام کی اشاعت میں دشواری ہو رہی تھی، اس لیے آپ انہیں بار بار سمجھایا کرتے تھے۔

ایک دن انہیں سمجھا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے تعلیم دیجیے۔ یہ بات انہوں نے کئی بار کہی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ آداب گفتگو کے خلاف ہے۔ تہذیب و کلام یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی ہی کہے جائے اور مخاطب کے

احوال و ظروف کا لحاظ نہ رکھے۔ اور یہ تو نہایت نامناسب ہے کہ آدمی کسی سے بات کر رہا ہے اور کوئی دوسرا شخص اثنائے کلام میں اپنی بات چھیڑ کر سلسلہ کلام کاٹ دے۔

یہاں حضرت ابن ام مکتوم سے یہی غلطی ہو گئی ہے جس پر حضور ﷺ کی برہمی ایک قدرتی بات ہے، لیکن یہ آپ کا 'خلق عظیم' ہے کہ آپ نے اُن کو ایک حرف بھی نہیں کہا۔ پس چہرہ مبارک پر برہمی کے آثار ظاہر ہوئے جس کا تذکرہ پہلی آیت میں ہے اور اس میں آپ کے اسی 'خلق عظیم' کی طرف اشارہ ہے۔ اور جو اُن کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور ضادِ یدِ قریش ہی کی طرف ملتفت رہے، اُس میں آپ کی مجبوری کو تیسری آیت میں بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ اگر اُس صحابی کو اُس وقت تعلیم دی جائے گی تو سدھر کر نکھر جائے گا، ورنہ آپ ضرور ملتفت ہوتے۔

لیکن چونکہ مستقبل میں یہی ہوگا کہ ضادِ یدِ قریش اپنی ضد اور کفر پر جمے رہیں گے اور جاں نثار صحابہ آپ کی تعلیم و ارشاد سے نکھرتے جائیں گے، اس لیے اللہ پاک اس پورے واقعہ کو بیان فرما کر بڑے پیار سے آپ کو نصیحت فرماتا ہے کہ دیکھئے اب ایسا نہ کیجیے گا کہ ضادِ یدِ قریش ہی کو سمجھانے میں رہ جائیں بلکہ جاں نثاروں پر زیادہ توجہ کیجیے۔

جہاں تک ضادِ یدِ قریش کو سمجھانے کا کام ہے وہ تو قرآن خود کر رہا ہے کہ قرآن تو سراپا تذکرہ ہے۔ اب جس کا جی چاہے اُس کو ذہن نشین کرے اور یاد رکھے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اگر آپ کا کوئی جاں نثار تعلیم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو آپ اُس پر خاص توجہ فرمائیں۔۔۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهِ يَذْكُرُ ۖ أَوْ يَدَّكَ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرُ ۖ أَفَأَمِّنَ اسْتَعْنِ ۝

اور تمہیں کیا اٹکل کہ وہی پاکیزہ ہو جائے • یا نصیحت لے، تو فائدہ دے اُسے نصیحت • لیکن جس نے بے پرواہی برتی •

فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّقُ ۖ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَذْكُرَ ۖ وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ

تو تم اُس کے لیے متوجہ ہوئے • حالانکہ تمہارا کوئی نقصان نہیں اس میں کہ وہ پاکیزہ نہ بنے • لیکن جو آیا تمہارے پاس

يَسْعَى ۖ وَهُوَ يَخْشَى ۖ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى ۝

دوڑتا ہوا • اور وہ ڈر رہا ہے • تو تم اُس کو ٹال کر اوروں سے مصروف رہے •

(اور) یہ اس لیے کہ (تمہیں کیا اٹکل کہ وہی پاکیزہ ہو جائے) گناہوں سے (یا نصیحت لے تو

فائدہ دے اُسے) تیرا (نصیحت) کرنا، (لیکن جس نے بے پرواہی برتی) اور بار بار نصیحت کرنے کے باوجود ایمان نہیں لایا، (تو) اس کے باوجود (تم اُس کے لیے متوجہ ہوئے) اس کے ایمان کے حرص پر کہ شاید وہ ایمان لائے۔ (حالانکہ تمہارا کوئی نقصان نہیں اُس میں کہ وہ پاکیزہ نہ بنے)۔ یعنی نہیں ہے تم پر وبال اس کا کہ وہ بے پروا پاک نہ ہو اسلام قبول کر کے، اس واسطے کہ تم پر فقط حکم پہنچا دینا ہے بس۔ (لیکن جو آیا تمہارے پاس دوڑتا ہوا) تعلیم کی طلب میں، یعنی عبداللہ ابن ام مکتوم (اور وہ ڈر رہا ہے) خدا سے۔۔۔ یا۔۔۔ تیرے پاس آنے کی وجہ سے کافروں کی ایذا سے، (تو تم اُس کو ٹال کر اوروں سے مصروف رہے)۔ اب آئندہ۔۔۔

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝

ایسا ہرگز نہ ہو، بے شک یہ آیتیں نصیحت ہیں •

(ایسا ہرگز نہ ہو) ورنہ جو مستفید ہو سکتا ہے وہ رہ جائے گا۔ لہذا تعلیم و تربیت میں ائمہ و فقراء، اور اپنے پرانے کے درمیان کوئی تفریق نہ کی جائے۔

اس فرمان میں غرباء امت کے لیے بے حد تسلی اور حوصلہ افزائی ہے۔ روایت ہے کہ جب حضرت جبرائیل یہ آیتیں پڑھتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوتا تھا۔ لباب میں لکھا ہے کہ اس سرو جو باری رسالت کی نرگس ایک ساعت بے آب و تاب ہو گئی، یعنی جہان آپ کی نگاہ میں تیرہ دتار ہو گیا کہ آپ چلتے تھے اور راہ نظر نہ آتی تھی، اور قریب تھا کہ چہرہ مبارک کارنگ مکہ معظمہ کی دیواروں کو مشرف فرمائے۔

امام زاہد نے فرمایا کہ حضرت سید عالم ﷺ عبداللہ ابن ام مکتوم کے پیچھے گئے اور اُن کو پھیر کر مسجد میں پھر لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا دی اور اُن کا دل خوش کیا اور اُن کو اپنی چادر پر بٹھایا اور پھر جب کبھی آپ اُن کو دیکھتے تو اُن کا لحاظ کرتے اور فرماتے کہ ”مرحبا اُس شخص کو کہ عتاب کیا مجھے اُس کے باب میں میرے رب نے۔“ اور جہاد میں جاتے وقت دوبار آپ نے مدینہ منورہ میں اُن کو اپنا خلیفہ کیا۔

اور جاننا چاہیے کہ یہ صورت جو واقع ہوئی آنحضرت ﷺ سے خطانہ تھی، اس واسطے کہ حکم اجتہاد سے آپ نے یہ کام کیا تھا اور آپ کی کراہت ابن ام مکتوم کے سوء ادب سے تھی کہ انہوں نے آپ کی بات کاٹ دی، مگر ناپینا ہونے کے سبب سے وہ معذور تھے۔

اُسے۔ پھر) اُس کے وجود کی ہر چیز کو (اندازہ کے موافق بنایا) یعنی ہر چیز کو مناسب مقدار اور تناسب سے رکھا جو حالت اور ضرورت کے مطابق ہے۔ (پھر) بالیدگی، زندگی اور انسانیت کی (راہ کو آسان کر دیا اُسے) کہ پیدا ہوا اور نشوونما پائی یہاں تک کہ اپنی عمر کو پہنچا۔ (پھر موت دی اُس کو) اُس کی انتہائے عمر میں۔ (پھر قبر پہنچایا اُسے) اور قبر میں رکھوا دیا اور اس طرح عالم برزخ میں پہنچا دیا۔

ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۖ كَلَّا لَمَّا يُقْضَىٰ مَا أَمَرَهُ ۖ

پھر جب مشیت ہوئی، تو اٹھایا اُس کو • ہرگز نہ ہوا کہ پورا کر دے جس کا حکم ہوا اُسے •

(پھر جب مشیت ہوئی تو اٹھایا اُس کو)۔ یعنی پھر جب چاہے گا زندہ کرے گا اُسے اور یہ زندہ کرنے کا وقت اُس کی مشیت سے متعلق ہے۔ (ہرگز نہ ہوا کہ پورا کر دے جس کا حکم ہوا اُسے)۔ یعنی اُس کا فراموشی نے ہرگز سوچ سمجھ سے کام نہیں لیا، اللہ نے اُسے جو حکم دیا اب تک اس کی تعمیل نہ کی اور عہدِ میثاق و فائدہ کیا اور ایمان اور طاعت کا حکم نہ مانا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ سب آدمی مراد ہیں اس واسطے کہ کسی آدمی نے احکامِ الہی کے حقوق کما حقہ نہیں ادا کیے اور نہ ادا کر سکتا ہے۔

ذرا سوچو جو ایسا خالق و مالک ہو کہ موت و حیات سب اُس کے ہاتھ میں ہے، اشارہ کیا تو انسان پیدا ہو گیا، اور اشارہ کیا تو موت طاری ہو گئی، اب اگر انسان اُس کے احکام سے سرتابی کرے تو کیسی کور بختی اور کفر نگاہی ہے؟۔۔۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ اگر خدائی قدرت و حکمت کے جلوے دیکھنے ہیں۔۔۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۖ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۖ ثُمَّ شَقَقْنَا

تو انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف نظر کرے • کہ بے شک ہم نے ڈالا پانی کو خوب • پھر ہم نے شق کیا

الْأَرْضَ شَقًّا ۖ فَأَبْنَيْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ وَعَبْنًا وَقُضْبًا ۖ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۖ

زمین کو اچھی طرح • پھر ہم نے اُگایا اس میں دانہ • اور انگور اور بنریاں • اور زیتون اور کجور •

وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۖ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۖ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۖ

اور گنجان باغ • اور میوہ اور گھاس • فائدے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے •

(تو انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف) نگاہِ عبرت سے (نظر کرے) اور دیکھے تو، کہ کس طور پر کھانا پیدا کیا جاتا ہے۔ اُسے صاف نظر آئے گا (کہ بے شک ہم نے ڈالا پانی کو خوب)، یعنی خوب ہی پانی برسایا۔ (پھر ہم نے شق کیا زمین کو اچھی طرح) اور طرح طرح کی چیزیں اُس میں اُگائیں۔۔۔ (پھر ہم نے اُگایا اُس میں دانہ) گیہوں، جو اور اُس کے مثل، (اور انگور اور مہریاں) اور پھل سیب وغیرہ، (اور زیتون اور کھجور) کے درخت، (اور گنجان باغ) چہار دیواری کھنچے ہوئے بہت سے بڑے بڑے درختوں والے، (اور میوہ) تر اور خشک (اور گھاس) یعنی چراگاہ۔ یہ سب ہم نے کیا (فائدے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے)۔

سابقہ آیات میں معاش کا بیان تھا اور اب آگے معاد کا بیان ہے۔ قرآن کریم کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ معاش کے ساتھ معاد کا بھی ذکر کرتا ہے۔ کائناتی علوم معاش ہی تک رہ جاتے ہیں معاد کی طرف رہنمائی نہیں کرتے، جس کی وجہ سے تعلیم میں بڑا خلا رہ جاتا ہے۔ معاش کے مسائل انسان خود اپنی عقل و فکر سے حل کر سکتا ہے اور کرتا ہی رہتا ہے، اس لیے معاش کے باب میں قرآن مجید انسان کی عقل و فہم کو بیدار کر کے کام میں لگا دیتا ہے اور اُس کی فنی تفصیل خود انسانی عقل و دانش کے حوالے کر کے وہ ہدایات دیتا ہے جو انسان کو معاشی معاملات میں خدا ترس اور نیک کردار بنائے رکھیں، باقی تمام توجہ معاد کی طرف مبذول کرتا ہے کیونکہ انسان اپنی عقل و فہم سے اُس کی تفصیل کا علم حاصل کرنے کی کوئی روشنی رکھتا ہی نہیں، اس کو تو صرف وحی الہی بیان کرتی ہے۔

قرآن مجید کا نزول بالخصوص انہیں امور کے بیان کے لیے اور انسانیت کی تعمیر کے لیے ہوا ہے، اصالۃً اُن باتوں کو بیان کرنے کے لیے نہیں ہوا ہے جن کو انسان کی دانش و فکر بحسن و خوبی سمجھتی ہے اور اپنے ریسرچ اور تحقیق سے اُس کے مستقل فن بنا سکتی ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ قرآن کریم کے نزول کا اولین مقصد یہ ہے کہ جن حقائقِ الہیہ تک انسانی عقل و ادراک کی رسائی نہیں اُن کا علم عطا فرمائے، اور اس کے ذریعہ انسان کو خدا ترس اور پاکباز بنائے۔۔۔ نیز۔۔۔ خدا ترس اور پاکبازی کی مکمل تعلیم دے کر انسانیت کو اعلیٰ ترین بلندی پر پہنچا دے، یہی ہے قرآن مجید کا نصب العین۔ تو اگلی آیات میں معاد کا بیان ہے اور اسلوبِ بیان اتنا پیارا ہے کہ جو شخص معاصی اور خدا کی نافرمانی میں بالکل بے باک اور نڈر ہے، وہ بھی سوچ سمجھ کے پڑھے تو اس میں بھی اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے، زندگی کے لیل و نہار بدلنے لگیں اور

خدا ترس اور پاکباز بن کر اعلیٰ ترین انسانوں کے مقام پر پہنچ جائے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ ۖ

تو جب آپہنچی کان پھوڑ دینے والی چنگھاڑ • جس دن کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے • اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ سے •

وَصَاحِبَتِهِ ۖ وَبَنِيهِ ۖ

اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے •

(تو جب آپہنچی کان پھوڑ دینے والی چنگھاڑ) یعنی ایسی سخت آواز کہ جو سنے گا بہرا ہو جائے گا۔۔۔ اس سے دوسری بار صور پھونکنا مراد ہے۔۔۔ جب یہ آواز آئے گی تو دیکھو گے بہت ہو لیں اور شدتیں۔ وہ دن (جس دن کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے) باوجود موانست اور مہربانی کے، (اور اپنی ماں سے) باوصف اس کے کہ اُس کے حق بہت ہیں، (اور اپنے باپ سے) باوصف اس کے کہ اُس کی شفقت اور مہربانی کا جوش اپنے اوپر دیکھا ہے، (اور اپنی بیوی سے) باوجود اس بات کے کہ وہ اُس کی مونس تھی، (اور اپنے بیٹوں سے) باوجود اس خیال کے کہ یہ ہمارے معین اور مددگار ہیں۔

لِكُلِّ اَفْرٍيٍّ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۖ

ہر ایک آدمی کو اُن میں سے اُس دن ایک حال ہے، جو بس ہے اُس کے لیے • کتنے چہرے اُس دن روشن •

صَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۖ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۖ

ہنٹے ہوئے خوش خوش ہیں • اور کچھ منہ اُس دن ہیں جن پر گرد و غبار ہے • چڑھ رہی ہے اُن پر سیاہی •

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجَرَةُ ۖ

وہی ہیں کافر بدکار •

(ہر ایک آدمی کو اُن) اہل قیامت (میں سے اُس دن ایک حال ہے جو بس ہے اُس کے لیے)، جو اُسے دوسروں کے کام سے باز رکھے گا۔ اُس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر شخص اپنے حال میں ایسا مشغول ہوگا کہ اس میں دوسروں کا حال دیکھنے اور سمجھنے کی سُدھ ہی نہ رہے گی۔ میں تین باتیں ضروری ہوتی ہیں: (۱) ایمان، (۲) عبادت، (۳) عبادتِ اللہ۔

تو قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ (کتے چہرے اُس دن روشن) ہوں گے، یہ ایمان کا اثر ہے۔ اور کتے چہرے (ہنستے ہوئے) ہوں گے، یہ عبادت کا اثر ہے۔ اور صاف نظر آئے گا کہ وہ (خوش خوش ہیں)، یہ گناہوں سے اجتناب کا اثر ہے۔

کافر میں دو باتیں ضرور ہوتی ہیں: ﴿۱﴾ عقیدہ میں کفر۔ ﴿۲﴾ عمل میں فجور۔ قیامت میں ان دونوں کا اثر کفار کے چہروں پر ظاہر ہو جائے گا، (اور) اسی لیے (کچھ منہ اُس دن ہیں جن پر) ذلت و فسق و فجور کی (گرد و غبار ہے)۔ اور اُن کا حال یہ ہوگا کہ (چڑھ رہی ہے اُن پر) کفر کی (سیاہی)۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ (وہی ہیں کافر بدکار)، جھوٹے زیاں کار، تباہ کار بدکردار۔

اختتام سورہ عیس --- ﴿ ۷۷ ﴾ رُزِی الْحَجَّةُ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴿ ---

۱۴۳۳ھ رُزِی الْحَجَّةُ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴿ ---



آیات ۲۹ تا ۲۹۔ رکوع ۱

سُورَةُ التَّكْوِيْرِ



سورۃ التکویر۔ ۸۱ مکیہ

تکویر کُورَتْ کا مصدر ہے جو اسی سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے، اسی لیے اس کو ”سورہ تکویر“ کہتے ہیں۔ اس سے پہلے ”سورہ عیس“ کے آخر میں قیامت اور احوال قیامت کا بیان ہے، اور اس سورہ کی ابتداء بھی قیامت کے تذکرے سے ہو رہی ہے، اس طرح دونوں سورتیں باہم خوب مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کو خواہش ہو کہ روز قیامت کو یہیں سے دیکھ لے، یعنی اُس کے احوال و واقعات کا ایسا علم حاصل کر لے کہ گویا وہ اُس کو دیکھ رہا ہے، تو وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ اور اِذَا السَّمَاءُ انفطَرَتْ کو پڑھ لے۔

یعنی ان تین سورتوں میں قیامت کا ایسا منظر دکھایا گیا ہے کہ اُن کو بغور پڑھنے والے کی نگاہوں کے سامنے قیامت کا نقشہ آ جاتا ہے۔ ایسی چشم کشا اور بصیرت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ

جب سورج لپیٹ دیا گیا • اور جب تارے جھڑ گئے • اور جب پہاڑ

سُيِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝

چلائے گئے • اور جب دس مہینہ کی گا بھن اونٹیاں آزاد چھوڑ دی گئیں •

(جب سورج لپیٹ دیا گیا)، یعنی بساطِ آفاق سے اُس کے نور کا انبساط، یعنی پھیلنا زائل ہو گیا۔ (اور جب تارے جھڑ گئے)، یعنی نیچے گر پڑے۔ یا۔۔۔ بے نور ہو گئے۔ (اور جب پہاڑ چلائے گئے)، یعنی زمین سے اکھڑ کر فضا میں اُڑنے لگے۔ (اور جب دس مہینہ کی گا بھن اونٹیاں آزاد چھوڑ دی گئیں)، یعنی عرب کے نزدیک اُن کا جو قیمتی اور محبوب مال ہے اُن کا بھی کوئی پرسانِ حال نہیں رہ گیا اور اُن کا بھی کوئی خیال کرنے والا نہ رہا۔۔۔ الغرض۔۔۔ سب کے سب اپنے پسندیدہ، محبوب اور قیمتی مال کی طرف بھی توجہ دینے سے عاجز ہو گئے، اور کسی کو اُن کی بھی سدھ نہ رہی اور وہ بدحواسی میں ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ اور کوئی اُن کی خبر لینے والا نہ رہا۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝

اور جب کہ وحشی جانور اکٹھا کیے گئے • اور جب سمندر بھڑکایا گیا •

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝

اور جب جانیں جوڑی گئیں •

(اور جب کہ وحشی جانور اکٹھا کیے گئے)۔ آج شیر بکری اکٹھا نہیں بیٹھتے لیکن قیامت شروع ہوتے ہی وہ بدحواسی ہوگی کہ دونوں اپنی فطرت بھول جائیں گے اور اس طرح یہ جنگلی جانور اکٹھا ہو جائیں گے۔ یہ شدید بدحواسی کا ظہور ہے۔ (اور جب سمندر بھڑکایا گیا)، یعنی اُن کا پانی آگ اور بھاپ

میں تبدیل کر دیا گیا۔ (اور جب جانیں جوڑی گئیں)، یعنی جب جسم و جان کا پیوند پھر لگا دیا گیا۔
 اس کا مفہوم یہ ہے کہ مردوں کا جسم پھر بنا دیا جائے گا اور اُن میں جان ڈالی جائے گی
 -- یا -- ہر ایک کو اُس کے ثلکوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جیسے صالح کو صالح کے ساتھ --
 اور -- بدکار کو بدکار کے ساتھ -- یا -- مومنوں کو حور عین کے ساتھ اور کافروں کو شیاطین
 کے ساتھ۔

وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُئِلَتْ ۖ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ

اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی گئی • ”کہ کس گناہ میں قتل کی گئی ہے؟“
 (اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی گئی • کہ کس گناہ میں قتل کی گئی ہے؟) یعنی اُن کے قاتلوں
 سے اُن کا حال پوچھیں گے کہ کس گناہ میں مار ڈالی گئیں۔
 زمانہ جاہلیت میں اکثر عرب کی عادت یہ تھی کہ مفلسی کے خوف سے -- یا -- ننگ و عار
 کے مارے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے قاتلوں سے سوال
 کریں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لڑکی سے پوچھیں گے کہ تو کیوں قتل کی گئی، اور اس سوال
 سے فائدہ یہ ہے کہ لڑکی جواب دے کہ مجھ کو بے گناہ قتل کیا ہے تاکہ اُس کا قاتل شرمندہ اور
 لا جواب ہو جائے۔

وَإِذَا الصُّفُفُ نُشِرَتْ ۖ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۖ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۖ

اور جب اعمال نامے کھول دیے گئے • اور جب آسمان کی کھال کھینچی گئی • اور جب جہنم بھڑکائی گئی •

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۖ

اور جب جنت نزدیک کی گئی •

(اور جب اعمال نامے کھول دیے گئے)، جو بندوں کی موت کے وقت لپیٹے ہوں گے کھول
 دیئے جائیں گے کہ لو! اپنے اپنے اعمال نامے پڑھو، دیکھو دنیا میں کیا کچھ کیا تھا؟ (اور جب آسمان کی
 کھال کھینچی گئی)، یعنی آسمانوں کی اوپری سطح اتار لی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آسمانوں کے اوپر جو چیزیں
 ہیں صاف نظر آنے لگیں گی۔ (اور جب جہنم بھڑکائی گئی)۔ اگرچہ جہنم آج بھی دہک رہی ہے لیکن
 قیامت کے روز اور بھی دہکائی جائے گی، اور زیادہ سے زیادہ غضب الہی کو ظاہر فرمایا جائے گا۔ (اور

جب جنت نزدیک کی گئی (خدا کے دوستوں سے۔

یہ کل بارہ اعظیم حادثات ہیں جن میں ابتدائی چھ حادثات پہلی بار صور پھونکنے سے ظہور میں آئیں گے۔ اور باقی چھ حادثات دوسری بار صور پھونکنے سے ظہور میں آئیں گے، تو جب یہ بارہ حادثات ظہور پذیر ہو گئے۔۔۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ نَّأَاحْضَرَتْ ۱۳

تو جان لیا ہر ایک نے جو کچھ حاضر کر چکا ہے۔

(تو جان لیا ہر ایک نے جو کچھ حاضر کر چکا ہے) از قسم نیکی۔۔۔ یا۔۔۔ بدی۔۔۔ بارہ حال جو مذکور ہوئے اُن میں چھ زمین و دنیا پر چھ زمین محشر پر جب تک نہ دیکھ لے گا آدمی نہ جانے گا کہ کیا کیا ہے۔ اور جب جانے گا تو دیکھے گا کہ ہر نیکی پر ایک بزرگی اور عطا ہے اور ہر بُرائی پر ایک ملامت اور عتاب ہے، تو نیکی پر حسرت کرے گا کہ کیوں زیادہ نہ کی اور بدی پر غم کھائے گا کہ میں نے کیوں کی، اور وہ حسرت اور غم کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اب آگے حق تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم یاد فرمائی ہے اور وہ چیزیں ایسی ہیں جن کا عالم بالا کے نظام سے تعلق ہے، جس نظام میں کسی شیطانی۔۔۔ یا۔۔۔ جناتی و راندازی کا امکان نہیں۔ تاروں کی مخصوص رفتار۔۔۔ نیز۔۔۔ شام و سحر کا ہونا یہ سب عالم بالا کے نظام ہیں۔ کیا اُن میں کوئی شیطان تصرف کر سکتا ہے؟ اور کیا اُن کو شیطانی کھیل تماشہ کہا جاسکتا ہے؟ یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف تارے اور شام و سحر رہنمائی کرتے ہیں، تو قرآن مجید اُن کی قسم ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

فَلَا أَقْسِمُ بِالْخُسِ ۱۴ الْجُورِ الْكُنُسِ ۱۵ وَالْيَلِ

تو نہیں کیا مجھے قسم ہے اُلٹے پھرنے والے۔ سیدمی چال والے، رک جانے والے ستاروں کی۔ اور قسم ہے رات کی

إِذَا عَسَّعَسَ ۱۶ وَالصُّبُرِ إِذَا تَنَفَّسَ ۱۷

جب رخصت ہو۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

(تو نہیں کیا مجھے قسم ہے اُلٹے پھرنے والے۔ سیدمی چال والے رک جانے والے ستاروں کی) جو دن کو چھپ جاتے ہیں، جانے والے ہیں اپنے غروب ہونے کی جگہوں میں اور چھپ جاتے ہیں۔

والے ہیں شعاع آفتاب میں۔ (اور قسم ہے رات کی جب رخصت ہو)، یعنی جب پیچھے جائے اور
 اندھیرا جاتا رہے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ رات کی قسم جب کہ جانے لگتی ہے۔ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس
 لے)، یعنی جبکہ وہ نمودار ہو اور طلوع کرے، اور اس کا دم لینا اس کے طلوع کی ابتداء ہے۔۔۔ حق
 تعالیٰ یہ قسمیں فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔۔۔

إِنَّ لَقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝

کہ بلاشبہ یہ یقیناً لایا ہوا پیغام ہے باعزت قاصد کا • قوت والا عرش والے کے یہاں، معزز •

قُطَاعِ ثَمَرٍ آمِنٍ ۝

اُس کا کہنا مانا جائے ہے، وہاں امانت دار •

(کہ بلاشبہ یہ یقیناً لایا ہوا پیغام ہے باعزت قاصد کا) یعنی حضرت جبرائیل کا جو (قوت والا)
 ہے، ایسا کہ ایک سخت آواز سے قوم شمو کو ہلاک کر دیا اور اپنی طاقت سے موتفکات کو اکھاڑ پھینکا، اور
 (عرش والے کے یہاں معزز) ہیں۔ اُن کی جاہ و منزلت کا عالم یہ ہے کہ (اُس) ذات (کا کہنا مانا
 جائے ہے)، یعنی جو کچھ وہ حکم فرماتے ہیں سب آسمانوں کے فرشتے ان کا حکم مانتے ہیں۔ (وہاں
 امانت دار) وحی پہنچانے میں۔۔۔ الحاصل۔۔۔ یہ قرآن اُس فرشتے کی زبانی پیغام الہی ہے جو اللہ کا پیغام
 پہنچانے والا فرشتہ ہے، بڑا ہی معزز ہے، بڑی زبردست قوت والا ہے، مالک عرش کی جناب میں بڑا
 جاہ و مرتبہ رکھتا ہے، آسمان پر سردار ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور بہت بڑا امین ہے۔

یہ سب قرآن مجید لانے والے فرشتے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف ہیں۔
 پہلے تو قسم کی روشنی میں اچھی طرح وضاحت فرمادی گئی کہ جب عالم بالا کے نظام میں
 شیطانی دراندازی ممکن نہیں، تو یقینی بات ہے کہ قرآن مجید کی تنزیل میں جو عالم بالا سے
 ہوتی ہے اُس میں کسی شیطانی۔۔۔ یا۔۔۔ جناتی دراندازی کا امکان ہی نہیں۔ مزید وضاحت
 کے لیے قرآن مجید لانے والے فرشتے کے وہ اوصاف بیان کر دیئے جن میں ہر وصف
 ایک مستقل ثبوت ہے کہ وہ شخصیت جو اس وصف کی حامل ہے اُس کے کام میں جناتی اور
 شیطانی مداخلت کا شائبہ بھی ناممکن ہے۔

غور فرمائیے کہ یہی حضرت جبرائیل امین اللہ کے نبیوں کے پاس پیغام لاتے رہے، اُن
 کا حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک طویل العہد منصب پیام رسانی ثبوت

ہے کہ یہ اپنے فریضے کو کس خوبی اور ذمہ داری سے انجام دیتے رہے ہیں۔ جب اُس طویل مدت میں شیطان کبھی اُن کی پیام رسانی میں دراندازی نہ کر سکا، تو کیا اُن کے قرآن لانے میں دراندازی کر سکتا ہے؟ اور اس معزز پیام رساں کی پیام رسانی کیا درجہ اعزاز سے گر سکتی ہے؟ اور کیا اس میں شیطانی مداخلت کا کوئی بھی امکان ہو سکتا ہے؟ اور جب اُن کی قوت مخلوق کے لیے فوق الادراک ہو تو کیا اُس پر شیطان کا زور چل سکتا ہے؟

قوت کے بیان میں اس کا بھی اشارہ ہے کہ اُن کی قوت حافظہ ناقابل ادراک حد تک قوی ہے۔۔ لہذا۔۔ جو وحی وہ لاتے ہیں اُس میں نسیان کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً وہ وحی الہی کی خدمت پوری ذمہ داری سے انجام دیتے ہیں اسی لیے تو بارگاہ حق میں قدرو منزلت والے ہیں، تو ایسی شخصیت کے کام میں کیا شیطان دراندازی کی کچھ بھی جسارت کر سکتا ہے؟۔

اور پھر یہ عالم ملکوت کے افسر اور مطاع ہیں۔ اُن کے تقدس اور برتری کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ معصوم فرشتوں کے افسر ہیں، تو یہ پیغام رسانی میں ہر جرم و خطا سے پاک ہیں۔ تو جس میں جرم و خطا کا امکان ہی نہیں کیا شیطان اُس پر دسترس پاسکتا ہے؟ اور پھر جب اُن کی معصومیت ہر طرح محفوظ ہے تو اُن کی امانت داری بھی شیطان کی دراندازی سے سرتاپا محفوظ ہے۔۔ الغرض۔۔ اُن کے کاموں میں شیطان کی مداخلت بالکل ناممکن ممتنع اور محال ہے۔

ان تمام ذکر و بیان میں کفار عرب کے اس خیال کی اصلاح ہے جو کورنہی سے یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں جو غیبی حقائق ہیں وہ محمد بن عبد اللہ ﷺ خود تو جان نہیں سکتے، پس یہ کسی جن۔۔ یا۔۔ شیطان کا الہام ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ اُن کی اصلاح فکر و نظر کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مذکورہ بالا ارشاد میں ”رسول کریم“ سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں، تو وہ طاعت میں صاحب قوت ہیں، خدا کے نزدیک صاحب قدرو منزلت ہیں، مطاع یعنی ”مستجاب الدعوات“ ہیں، امین یعنی اسرارِ غیب کے امانت دار ہیں۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِبَجُونٍ ۖ وَلَقَدْ رَأٰهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۖ وَمَا هُوَ عَلَىٰ

اور نہیں ہیں تمہارے ساتھ رہنے والے مالکِ بجنون • اور یقیناً بے شک دیکھ چکے ہیں انہیں صاف کنارہ پر • اور نہیں ہیں وہ

الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيزٍ ۝ فَاَيُّنَ تَدَّ هَبُونَ ۝

غیب بتانے میں بخیل • اور نہیں ہے وہ بولی شیطان مردود کی • تو کہاں تم لوگ جارہے ہو؟ •
(اور نہیں ہیں تمہارے ساتھ رہنے والے مالک مجنون) جیسا کہ تم گمان کرتے ہو اے کافرو!
(اور یقیناً بے شک) یہ تمہارے مالک (دیکھ چکے ہیں انہیں) یعنی حضرت جبرائیل کو ان کی اصل شکل میں (صاف کنارہ پر)، یعنی آفتاب طلوع ہونے کی جگہ پر۔ (اور نہیں ہیں وہ غیب بتانے میں بخیل) کہ جو کچھ انہیں وحی پہنچے وہ تم کو تعلیم نہ دیں اور تم سے چھپائیں۔ (اور نہیں ہے وہ) یعنی قرآن (بولی شیطان مردود کی)۔

کفار مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس اس قرآن کو لے کر آتا ہے اور آپ کی زبان پر ان کلمات کا القاء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قول کا رد فرمایا ہے۔۔۔
(تو کہاں تم لوگ جارہے ہو)، یعنی اسلام کے اس سیدھے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر تم کہاں جارہے ہو؟ اور ذہن نشین کر لو کہ۔۔۔

اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لَمَنۡ شَاءَ مِنْكُمْ اَنۡ يُّسْتَقِيْمَ ۝

وہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے • جس نے چاہا تم میں سے کہ سیدھی چال چلتا رہے •

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنۡ يُّسَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور کیا چاہو گے تم، مگر یہ کہ چاہے اللہ، رب العالمین •

(وہ) یعنی قرآن (بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے • جس نے چاہا تم میں سے کہ سیدھی چال چلتا رہے)۔ یعنی اگرچہ قرآن مجید اپنی ذات میں تمام مخلوق کے لیے ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو خود بھی سیدھے راستہ پر چلنا چاہتے ہوں۔ (اور کیا چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ) تعالیٰ جو (رب العالمین) ہے۔

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ استقامت کا فعل استقامت کے ارادہ پر موقوف

ہے، اور یہ ارادہ اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ عطا فرمائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ

بندگان کے افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ بندہ

جس فعل کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا فرما دیتا ہے۔ بندہ کے اختیار کو

’کسب‘ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کو ’خلق‘ کہتے ہیں۔ بندہ ’کاسب‘ ہے اور اللہ تعالیٰ ’خالق‘ ہے۔

اسلام سورہ التکویر --- ۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ۱۰/ ۱۱

--- ۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ ۱۱/ ۱۱

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ
۱۹ آیتیں
۱۹ رکوعیں

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ
۸۲ آیتیں
۸۲ رکوعیں

آیات ۱۹۔ رکوع ۱۱

سورۃ انفطار۔ ۸۲۔ ۸۲

اس سورہ کا نام انفطار ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں انْفَطَرَتْ کا لفظ ہے اور اس کا مصدر انفطار ہے۔ یہ سورت اور اس سے سابق سورت دونوں میں احوال قیامت اور مجازات کا بیان ہے، اس طرح دونوں باہم خوب مربوط ہیں۔ کفار مکہ ہر طرح کی بُرائیاں کیا کرتے اور جب کوئی نصیحت کرتا تو بے تامل کہہ دیتے کہ اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اس فریبِ نفس نے فسق اور فجور میں اُن کو بڑا بے باک بنا دیا تھا۔ یہ سورۃ پاک اُن کے فکر و ذہن کی اصلاح، بے لگام معصیتوں کے انسداد اور اعمال کے سدھار کے واسطے نازل ہوئی۔ شروع کی پانچ آیتوں میں قیامت کا ذکر ہے جس کا تصور انسان کو انسان بناتا ہے اور گناہوں کی بے باکی کی جڑ، بنیاد سے اکھڑ جاتی ہے، اور اس بات پر تنبیہ ہو جاتی ہے کہ اللہ کا قانون مجازات اپنا کام کرے گا۔ ایسی مبارک اور حقائق افروز سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝

جب آسمان پھٹ پڑے • اور جب تارے جھڑ گئے • اور جب سارے دریا بہا دیے گئے •

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝

اور جب قبریں اکھڑ دی گئیں •

(جب آسمان پھٹ پڑے • اور جب تارے جھڑ گئے)۔

’تبیان‘ میں ہے کہ تارے قدیلوں کی طرح طاقِ فلک کے سامنے سے نور کی زنجیروں میں لٹکتے ہیں، اور وہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب اہل آسمان مر جائیں گے تو زنجیریں اُن کے ہاتھوں سے گر پڑیں گی اور تارے زمین پر آ پڑیں گے، اور اس طرح نظامِ سماوی درہم برہم ہو جائے گا۔

(اور جب سب سارے دریا بہا دیے گئے)، یعنی اُن کے حدود توڑ کر سب کو ایک کر دیا گیا۔ رد و دریاؤں کے درمیان جو برزخ ہے اُس کو ختم کر دیا گیا۔ (اور جب قبریں اکھڑ دی گئیں)، یعنی تلے اوپر کر دی گئیں۔ جس سے قبروں کا بھی یہ عالم ہو جائے گا کہ نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی مٹی نیچے جائے گی اور اس طرح نظامِ ارضی بھی ٹوٹ جائے گا۔

۔۔ المختصر۔۔ عالمِ آخرت کی بنیاد چار انقلاب پر ہے۔ اُن میں دو آسمان کے انقلاب ہیں: ﴿۱﴾۔۔ آسمان کا پھٹ جانا، ﴿۲﴾۔۔ ستاروں کا ٹوٹ کر زمین پر گر پڑنا۔۔۔ اور دو زمین کے انقلاب ہیں: ﴿۱﴾۔۔ سمندروں کا حدود توڑ کر بہنا اور ایک ہو جانا، ﴿۲﴾۔۔ زمین کا تہ و بالا ہو جانا جس سے قبروں کا بھی یہ عالم ہو جائے گا کہ نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی مٹی نیچے آ جائے گی۔ انہیں چاروں انقلاب سے جسمِ انسانی کی جدید تکوین ہوگی اور روحِ انسانی میں وہ پورا آ جائے گا جو عالمِ آخرت کی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔

۔۔ الحاصل۔۔ آسمان کے پھٹ جانے اور ستاروں کے گر پڑنے سے ایسا ہوگا کہ یہاں کی روہیں یہاں سے نکل کر انسانی روہوں سے تعلق جوڑیں گے، اس سے انسانی روہوں میں بڑی قوت آ جائے گی، حتیٰ کہ اُن کا اشراقِ اِتِّبَا بڑھ جائے گا کہ دُنیا میں جتنے کام کیے تھے اُن کا بھی علم ہو جائے گا اور جو کام چھوڑ دیئے تھے اُن کا بھی۔۔۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝

تو جان لیا ہر ایک نے جو آگے بھیجا، اور جو پیچھے کیا •

(تو جان لیا ہر ایک نے جو آگے بھیجا اور جو پیچھے کیا) یعنی جو پیچھے چھوڑا عمل۔۔۔ یا۔۔۔ توبہ کا

ترک کرنا۔

اور بعضوں نے کہا کہ جانے گا ہر شخص کہ اُس نے اوّل عمر میں کیا کیا اور آخر میں کیا کیا۔۔۔ قصہ مختصر۔۔۔ تمام سمندروں کے ایک ہو کر جوش و طغیانی سے بہنے پر ایسا ہوگا کہ اُن کا کچھ پانی آتشِ مادہ بن کر جہنم کو بھڑکائے گا، اور کچھ پانی زمین میں جذب ہو جائے گا جس سے زمین میں رطوبت اور نرمی پیدا ہو جائے گی کہ انسانی جسم بننے کی صلاحیت آجائے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اُس سے ہر شخص کا جسم بن کر تیار ہو جائے گا پھر اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے ہر روح اپنے جسم کے اندر آجائے گی، اس طرح ”نشأة ثانیة“ اور جدید تکوین ہو جائے گی، جس کا مقصد اچھے بُرے اعمال اور اُن کے نتائج کا انسان کے سامنے آجانا ہے۔ پھر اچھے لوگوں کے لیے جنت اور بُروں کے لیے جہنم ہے۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر آسمان اور زمین کے ان چاروں انقلابات کے بعد اعمالِ انسانی کے انکشاف اور اُن کے نتائج کو بیان فرمایا گیا ہے۔۔۔ تو۔۔۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝

اے انسان! کس چیز نے دھوکہ دیا تجھے؟ اپنے کرم والے رب سے •

(اے) دھوکہ میں پڑے ہوئے (انسان! کس چیز نے دھوکہ دیا تجھے اپنے کرم والے رب سے) کہ تُو کافر ہو گیا؟

آدمی گناہ میں کیوں منہمک ہے؟ اور معاصی میں بے باکی اور بے خوفی کیوں ہے؟ اُس کے اصلی اسباب دو ہی ہیں یا تو قیامت اور اس کے محاسبہ اور مواخذہ کا کوئی تصور ہی نہیں۔۔۔ یا۔۔۔ انسان نے اللہ کی شانِ کریمی کو بہت ہی غلط طور پر سمجھا ہے اور اس دھوکہ میں پڑا ہے کہ ربِّ کریم مواخذہ کے موقع پر بھی نوازش ہی فرمائے گا، حالانکہ یہ تصور عدلِ خداوندی کا انکار ہے اور روزمرہ کے مشاہدہ کی تکذیب ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ظالم اور جرم شعار قو میں کیوں تباہ ہوئیں؟ اور آج بھی اُس تباہی کے نظارے لگا ہوں کے سامنے کیوں آتے جاتے ہیں؟ بتاؤ یہ تباہیاں اللہ کی پکڑ ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ کرم فرمائی ہے؟ یہی حقیقت ہے جس کو قرآنی ارشاد میں یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ اے انسان! آخر کس چیز نے تجھے اپنے ربِّ کریم کے متعلق

دھوکہ میں رکھا ہے۔ یعنی تُو نے یہ کیسے گمان کر لیا ہے کہ وہ مواخذہ کی جگہ پر بھی نوازش ہی فرمائے گا۔

شانِ کرم کا یہ مطلب ہی نہیں کہ کچھ بھی کرو اللہ کرم ہی فرمائے گا، بلکہ شانِ کرم یہ بھی ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔ اگر اچھوں کو انعام و اکرام سے نوازا نا شانِ کرم ہے تو فاجروں کو اعمالِ بد کی سزا دینا بھی شانِ کرم ہے، تاکہ دُنیا کو عبرت ہو۔ برائی نہ پھیلے اور عالمِ تباہ و برباد نہ ہو۔ جس طرح دُنیا میں فاجروں کو سزا دینا شانِ کرم کی ایک نمود ہے اُسی طرح آخرت میں سزا دینا بھی شانِ کرم کا ایک ظہور ہے۔ اگر تمہاری معصیت کا پردہ فاش نہیں ہوتا تو دھوکہ نہ کھاؤ کہ آئندہ بھی یہی معاملہ رہے گا۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اللہ کی کریمی کا تقاضہ یہی ہے کہ اطاعت گزاروں کو نوازا جائے، نافرمانوں اور اطاعت گزاروں کو ایک درجہ میں نہ رکھا جائے، مظلوم کی دادرسی کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔ جب اللہ کی کریمی کا تقاضہ یہ ہے تو اُس کی کریمی پر کیوں بھولے ہو؟ اُس کی کریمی پر بھولے رہنا بہت بڑی بھول اور بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اُس کی کریمی ہم سے یہ چاہتی ہے کہ اُس لطف و کرم پر ہم حمد و شکر کریں اور فرمانبردار بنے رہیں اور نافرمانی سے بچیں۔ یہی ہے انسان سے اللہ کی کریمی کا تقاضہ۔

۔۔۔ الغرض۔۔۔ یہ سمجھنا کہ ہم کچھ بھی کریں وہ کرم ہی فرمائے گا سمجھ کی بات نہیں ہے، کور فہمی ہے کج عقلی ہے، بد بختی ہے، شقاوت ہے، تباہی ہے، دُنیا اور آخرت کی رُوسیا ہی ہے۔ تو لوگو! برائیوں سے بچو اور اللہ سے یہ دُعا مانگو:۔۔۔ ”یا اللہ! ہم تجھ سے اُن اعمال کی توفیق مانگتے ہیں جن کے کرنے سے تیری رحمت ضرور ہوتی ہے اور تیری مغفرت لازمی ہو جاتی ہے۔ ہم تجھ سے دُعا مانگتے ہیں کہ ہر گناہ سے بچا، ہر طرح کی نیکی کے ثمرات عطا فرما، ہمیں جنت دے کر فائز المرام بنا دے، اور جہنم سے نجات دے۔۔۔“ اب آگے ربِّ کریم کی شانِ کرم کے چار مظاہر کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ربِّ کریم وہ ہے۔۔۔

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۖ

جس نے پیدا فرمایا تجھے، تو سڈول بنایا تجھ کو، پھر اعتدال پر لایا تجھ کو۔

(جس نے پیدا فرمایا تجھے)، اور پیدا کرنے کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ آفرینش کے مادے عدم

سے وجود میں لائے جائیں اور تشکیل دی جائے، انسان کی تخلیق بھی ایسی ہی ہے۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اُس کے لیے سراپا عمل بن جائے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی ہی کے لیے پیدا کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ بندگی سے باہر قدم نہ رکھے، اور کوئی کام ایسا نہ کرے جو بندگی کے خلاف ہو۔ جب رب کریم ہمارا خالق ہے تو ہمارے وجود کی ہر چیز اُسی کی ہے۔ لہذا۔۔ سب کو اُسی کی بندگی اور اطاعت میں لگانا چاہیے۔ الغرض۔۔ خدا نے تجھے پیدا فرمایا۔۔۔

(تو سڈول بنایا تجھ کو) یعنی جیسا چاہیے ٹھیک ویسا ہی بنایا، یعنی ویسے ہی اعضاء اور ویسے ہی قوی دیئے جیسے انسانی کمالات حاصل کرنے کے لیے درکار ہیں، تو اب لازمی ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء اور قوی کو صرف انہیں کاموں میں لگائے جن سے انسانی کمالات حاصل ہوں اور انسانیت ترقی کرتی جائے اور تمام بُرے کاموں سے بچے جن سے انسانیت، ایمان اور اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔ (پھر اعتدال پر لایا تجھ کو)۔ اعتدال و تناسب کا آئین یہ ہے کہ تمام اعضاء اور قوی میں ایسا توازن و تناسب رکھا گیا ہے کہ اعتدال کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔

تو اعتدال پر لانے کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری خلقت میں 'تعدیل' رکھی ہے کہ بہترین حالت 'عدل و اعتدال' پر تیری تخلیق فرمائی ہے۔

اُسی اعتدال کی بنا پر تجھے ایسا بنایا ہے کہ تجھ میں قدرتِ عمل، عقل اور قوتِ فکر کی صلاحیت آگئی ہے اور اُس کے ذریعہ تجھے حیوانات اور نباتات پر غالب اور متصرف بنادیا، اور کمال کے اس درجے پر پہنچا دیا کہ عالمِ عنصری کی کوئی مخلوق اس درجہ پر نہ پہنچ سکی اور نہ پہنچ سکتی ہے۔ اسی کا نام ہے انسانی خلقت میں 'قانونِ تعدیل' اور 'آئینِ اعتدال و تناسب'۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان ہر کام میں اعتدال روی سے کام لے اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی معتدل فطرت کو مسخ نہ کرے۔۔ المختصر۔۔ حق تعالیٰ نے تجھے اعتدال میں لا کر پھر۔۔۔

فِي آيِ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تیری ترکیب فرمائی •

(جس صورت میں چاہا تیری ترکیب فرمائی)۔

ترکیب حسب مشیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو منظور ہوا کہ انسان کو اپنا خلیفہ بنائے۔ اُس مشیت کی رو سے انسان کے لیے ایسی شکل و صورت کی ضرورت تھی جو تمام انسانی قوی، ادراک، شعور، عقل اور ضمیر انسانی کے اندرونی تحریکات، انبعاث و جذبات اور انسانی قوتِ عمل کا محل بن سکے، تاکہ انسان خلافتِ الہی کے امور کو انجام دے سکے۔ اس کے لیے مشیتِ حق نے انسان کی موجودہ شکل و صورت تجویز فرمائی اور اُس کے اجزاء، عناصر اور قوی کی اس طرح ترکیب و تشکیل کر دی کہ بہترین پیکر میں انسان کی آفرینش ہو گئی۔ انسان کی اس ترکیب و تشکیل کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ کا خلیفہ بن کر خلافتِ الہی کے فرائض انجام دے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ اسے جو قوتیں بخشی گئی ہیں ان سے صحیح کام لے اور بار بار اس کا تصور کرتا رہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اُس کی جواب دہی اس کے ذمہ ہے۔ کیونکہ وہ مالک نہیں خلیفہ اور نائب ہے، جسے مالک کے سامنے ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔

غور کیجیے کہ قرآن مجید نے اللہ کی شانِ کریمی کے ان چار پہلوؤں یعنی تخلیق، تسویہ، تعدیل اور حسبِ مشیت ترکیب کو پیش فرما کر انسان کے سامنے کتنے بلند حقائق رکھے ہیں اور انسانیت کی کتنی بلند تعلیم دی ہے۔۔۔ اب آگے یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ان منکرینِ جزاء و سزا نے اللہ کی شانِ کریمی کا مفہوم غلط طور پر سمجھ لیا ہے، تو اے منکرو!۔۔۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ ۚ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۙ كَرَامًا كَاتِبِينَ ۝

ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا، بلکہ تم جھٹلاتے ہو انصاف ہونے کو • اور بے شک تم پر یقیناً نگراں ہیں • معزز لکھنے والے •

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

وہ جانتے ہیں جو کرتے ہو •

(ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا) کہ تم ایسا سمجھو، اور صرف یہی نہیں (بلکہ تم جھٹلاتے ہو انصاف ہونے کو)، یعنی تم لوگ ازراہِ عناد جزاء و سزا کو جھوٹ سمجھتے ہو۔ (اور) حقیقت یہ ہے کہ (بے شک تم پر یقیناً) فرشتے (نگراں ہیں) جو خدائے بزرگ کے نزدیک (معزز) ہیں اور روزِ انہ تمہارے اعمالِ نامے (لکھنے والے) ہیں۔ اور (وہ) بخوبی (جانتے ہیں) تم (جو کرتے ہو) نیک اور بد، تو وہ اپنے علم کی رو سے لکھتے ہیں۔۔۔ تو۔۔۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا

بے شک ابرار لوگ راحت میں ہیں • اور بدکار لوگ یقیناً جہنم میں ہیں • جائیں گے اُس میں

يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَكَا مُمْعِنَا يُبِينُ ۝

روز جزا • اور نہیں ہیں وہ اُس سے غائب ہو سکنے والے •

(بے شک ابرار لوگ) یعنی فرمانبردار لوگ (راحت میں) یعنی بہشت میں (ہیں • اور)

البتہ (بدکار لوگ) یعنی جھوٹے، حشر کے منکر (یقیناً جہنم میں ہیں)، یعنی (جائیں گے اُس میں روز

جزا • اور نہیں ہیں وہ اُس سے غائب ہو سکنے والے) یعنی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی نہ نکلیں

گے۔

وَمَا أَذْرِكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَذْرِكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝

اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے روز جزا؟ • پھر کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے روز جزا؟ •

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝

جس دن کہ نہ اختیار رکھے گا کوئی ناکس کسی ناکس کا کچھ۔ اور حکم اُس دن اللہ کا ہے •

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے روز جزا؟ • پھر کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے روز جزا؟)۔۔۔ یہ

مبالغہ و تکرار اُس روز کی شان کی تعظیم کی جہت سے ہے۔ یعنی اُس کی کیفیت اپنے گمان سے کوئی نہیں

دریافت کر سکتا۔۔۔ وہ دن ایسا دن ہوگا (جس دن کہ نہ اختیار رکھے گا کوئی ناکس) یعنی جسے اذن

شفاعت نہ ملے (کسی ناکس کا) یعنی اُس کا جس کے لیے اذن شفاعت نہ ملے (کچھ)، یعنی کوئی یہ

طاقت نہیں رکھے گا کہ اپنی ذاتی قوت۔۔۔ یا۔۔۔ قدرت سے کسی کو کچھ نفع۔۔۔ یا۔۔۔ ضرر پہنچا سکے۔ (اور حکم

اُس دن اللہ) تعالیٰ (کا ہے)، جسے اور جس کے حق میں چاہے گا مرتبہ شفاعت عطا کرے گا۔ جسے

چاہے گا جنت میں داخل فرمائے گا اور جسے چاہے گا دوزخ میں بھجوائے گا۔

الانقطاع۔۔۔ ۱۴ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء

الانقطاع۔۔۔ ۱۴ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ یکم نومبر ۲۰۱۲ء

آیات ۳۶۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ ۸۳

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ ۸۳۔۔ ۸۶

اس سورہ مبارکہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ کی اپنے ماقبل کی سورت سے یہ مناسبت ہے کہ دونوں میں قیامت کا بیان ہے۔ 'انفطار' میں قیامت کے اُن احوال کا بیان ہے جو قیامت کے شروع میں پیش آئیں گے۔ اُس کے بعد کیا ہوگا؟ اُس کا بیان 'سورہ المطففین' میں ہے کہ سب لوگ عدالتِ الہی میں کھڑے کیے جائیں گے اور اُن کے اعمال کے نتائج سامنے آئیں گے۔ اس طرح دونوں سورتیں باہم بہت ہی مربوط ہیں۔

دونوں کا ایک بڑا ارتباط یہ بھی ہے کہ دونوں میں تحریرِ اعمال کی دو مختلف نوعیتوں کا بیان ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔ 'سورہ انفطار' میں کراما کا تبیین کی تحریر کا ذکر ہے، اور 'سورہ تطفیف' میں ابرار و فجار کے الگ الگ دفتروں میں اندراج کا بیان ہے۔ اس سورہ کے نمایاں مضامین حسب ذیل ہیں:

- ﴿۱﴾۔۔ ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کے لیے وعید۔
- ﴿۲﴾۔۔ اُن کی تجارتی زندگی کے معائب۔
- ﴿۳﴾۔۔ ناپ تول میں بددیانتی کی اصلی بنیاد یہ ہے کہ انہیں قیامت اور اُس کے مواخذہ کا خیال ہی نہیں آتا اور اُس کا تصور ہی نہیں ہوتا کہ اللہ کو منہ دکھانا ہے۔
- ﴿۴﴾۔۔ 'فجار' یعنی حدودِ الہی توڑنے والوں کا اندراج جہنم کے دفتر میں ہے۔
- ﴿۵﴾۔۔ 'ابرار' یعنی جو لوگ مخلوق کو ایذا نہیں دیتے۔۔ مزید برآں۔۔ اُن کی نیکیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اُن کا اندراج علیین کے دفتر میں ہے جس کا مشاہدہ مقربینِ الہی کو ہوا کرتا ہے۔

- ﴿۶﴾۔۔ منکرینِ یومِ جزا کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔
- ﴿۷﴾۔۔ قیامت کی تکذیب و انکار اسی وقت ہوتا ہے جب کہ گناہ و معصیت کی کثرت سے دل و دماغ کی ایمانی فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور دل پر غلط افکار اور معاصی کا زنگ چڑھ جاتا ہے کہ ایمانی صداقتیں اُن کے سامنے رکھا کرو

لیکن اُن کے دل پر اُن کا عکس جمنا ہی نہیں۔

﴿۸﴾۔۔۔ ایسے لوگ دیدارِ الہی سے محروم رہیں گے، کیونکہ جب دل پر زنگ ہے تو آنکھوں میں نور کہاں؟

﴿۹﴾۔۔۔ اُن کے لیے جہنم ہے کیونکہ ایمانی سچائیوں کے انکار و تکذیب کا لازمی نتیجہ یہی ہے۔

﴿۱۰﴾۔۔۔ ابرار لوگ 'جنتِ نعیم' میں رہیں گے۔

﴿۱۱﴾۔۔۔ جنتِ نعیم میں ابرار کی مسرت بھری زندگی کے کچھ مناظر۔

﴿۱۲﴾۔۔۔ مقررین خاص کا کچھ تذکرہ اور اُن کے شاد کامیوں کے کچھ حالات۔

﴿۱۳﴾۔۔۔ اللہ کے باغی اور مجرم، ایمان داروں کا مضحکہ اڑاتے ہیں کہ یہ کیسے احمق ہیں

کہ آج کا عیش و آرام چھوڑ کر کل کے وعدہ پر پھولے ہوئے ہیں۔ اور اپنے

ایمان کے پیچھے بہت سی منفعتوں کو ناجائز کہہ کر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ یہ مضحکہ

آج بھی اڑایا جاتا ہے کہ سود و غیرہ سے بچنے والوں کو تاریک خیال کہا جاتا

ہے، لیکن کل قیامت کے دن نقشہ اس کے برعکس ہوگا۔

ایسی اصلاحِ معاشرہ کرنے والی اور خوفِ الہی کا درس دینے والی سورہ مبارکہ کو شروع

کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

روایت ہے کہ اہل مدینہ ناپ تول میں بڑی خیانت رکھتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ

مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اٹھائے راہ یہ سورت نازل

ہوئی کہ۔۔۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝

تباہی ہے کم تولنے والوں کی • کہ جب ناپ کر لیا اور لوں سے، تو پورا لیں •

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوَّزَلُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝

اور جب ناپاؤن کے لیے یا تولائون کے لیے، تو کمی کریں •

(تباہی ہے کم تولنے والوں کی) بروز قیامت۔

روایت ہے کہ مدینہ میں ابو جہینہ نام کا ایک مرد تھا وہ دو صاع رکھتا تھا: ایک بہت بڑا کہ اُس سے مول لیتا تھا، ایک بہت چھوٹا کہ اُس سے بیچتا تھا۔ علاوہ ازیں۔۔ وہاں کے تجارت میں خیانت کرنے والے تولتے وقت ڈنڈی مارنے کے خوگر تھے، تو اس طرح کے لوگ جو دو طرح کا پیمانہ رکھتے تھے اُن کا حال یہ تھا۔۔۔

(کہ جب ناپ کر لیا اوروں سے) اپنے واسطے (تو پورا لیں) اور اس میں کچھ کمی نہ ہونے دیں، (اور) اس کے برعکس (جب ناپاؤن کے لیے یا تولائون کے لیے تو کمی کریں)، یعنی ان لینے والوں کا حق گھٹا دیں اور اُن کو نقصان پہنچائیں۔

الَّذِينَ أُوتُوا كِتَابَكَ أَتَىٰ يَوْمَ الْمَعَادِ ۝

کیا نہیں مانتے یہ لوگ، کہ بے شک وہ اُٹھائے جانے والے ہیں • ایک بڑے دن کے لیے •

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

جس دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے لیے •

(کیا نہیں مانتے) یعنی نہیں جانتے اور یقین نہیں رکھتے (یہ لوگ) جو بہت لیتے اور کم دیتے ہیں، (کہ بے شک وہ اُٹھائے جانے والے ہیں • ایک بڑے دن کے لیے • جس دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے لیے)، یعنی جب تک حکم نہ پہنچے گا وہ کھڑے ہی رہیں گے۔ اور وہ ہیبت کا مقام ہوگا کہ اہل عرصات اُس میں سوا برس کھڑے رہیں گے اور کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی، یہاں تک کہ حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ شفاعت کریں گے اور خلق کو مقام ہیبت سے محاسبہ کے موقف میں لائیں گے، اور یہ شفاعت کبریٰ ہوگی۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُتُورِ لَفِي سَمْعِنَا ۝

کیوں نہیں! بے شک بدکاروں کا نامہ اعمال یقیناً سمجھ میں ہے •

(کیوں نہیں) یہ بالکل حق اور صحیح بات ہے کہ (بے شک بدکاروں کا نامہ اعمال یقیناً سمجھ میں ہے)

میں ہے)۔ وہ ایک پتھر ہے اندر سے خالی دوزخ کے نیچے چھپا ہوا جو کافروں کی جگہ ہے اور کافروں کے نامہ اعمال وہاں ہوں گے۔

کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فاجروں کے اعمال نامے فرشتے آسمان پر لے جائیں گے، آسمان اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا، تو وہاں سے اُسے زمین پر لائیں گے، زمین بھی اُس کو قبول نہ کرے گی، تو پھر اُس کو ساتویں زمین کے نیچے لے جائیں گے اور وہیں رکھ دیں گے اور یہی جہنم ہے جو ابلیس اور اُس کے لشکر کی جگہ ہے۔

وَمَا أَذْرٰكَ مَا سَجِّينٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝۹ وَّيْلٌ لِّوَمِيزٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۱۰

اور کیا اٹکل تمہیں کہ سجین کیسی ہے؟ • وہ ایک نوشتہ درج کیا ہوا • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •
الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيمٌ ۝۱۲
جو جھٹلائیں روز جزا کو • اور نہیں جھٹلاتا اُسے، مگر ہر سرکش گنہگار •

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ سجین کیسی ہے) جو ہول اور ہیبت اور کفار و فجار کے نامہ اعمال کی جگہ ہے۔ (وہ ایک نوشتہ درج کیا ہوا) مہر لگا ہوا اور نشان کیا ہوا ہے۔ ایسی نشانی کہ جو کوئی دیکھے گا جان لے گا کہ اس میں نیکی نہیں ہے۔ (ہلاکی ہے) یعنی عذاب، سختی، شدت اور محنت و مشقت ہے (اُس دن جھٹلانے والوں کی)۔ یعنی تکذیب کرنے والوں کے واسطے (جو جھٹلائیں روز جزا کو) اور اُسے باور نہ رکھیں (اور نہیں جھٹلاتا اُسے مگر ہر سرکش گنہگار)، حد سے گزرا ہوا ظالم و بے باک۔ اُس کی سرکشی، بے باکی اور گستاخی کا عالم یہ ہے کہ۔۔۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ۝۱۳ کَلَّا بَلْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں، بولا کہ ”اگلوں کی کہانیاں ہیں“ • ہر گز نہیں بلکہ • زنگ چڑھا دیا اُن کے دلوں پر،
فَاكَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمِیْنِ لَّحٰجِبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ

اُس نے جو کچھ کہتے تھے • ہر گز نہیں! بلاشبہ وہ لوگ اپنے رب سے اُس دن محبوب رہنے والے ہیں • پھر بلاشبہ وہ یقیناً
لَصَالُوْا الْجَحِیْمِ ۝۱۶ ثُمَّ یَقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷
جہنم میں جانے والے ہیں • پھر کہا جائے گا کہ ”یہ ہے وہ، جسے تم جھٹلاتے تھے“ •

(جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں) تو (بولا کہ) یہ (اگلوں کی کہانیاں ہیں) اور

اس طرح اُس نے اپنے جہل اور حق سے انکار کی شدت کا مظاہرہ کیا۔ (ہرگز نہیں) ایسا جو وہ کہتے ہیں (بلکہ وہ زنگ چڑھا دیا اُن کے دلوں پر اُس نے جو کثرت کماتے تھے)، یعنی اُن کی بد اعمالیوں نے اُن کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اُس کے دل پر پڑتا ہے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اُس کا تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔
تو اب اُس کے سوا کوئی حق (ہرگز نہیں) بلکہ حق و صحیح یہی ہے کہ (بلاشبہ وہ لوگ اپنے رب کے دیدار سے اُس دن محبوب رہنے والے ہیں)۔۔۔ نیز۔۔۔ کرامت و رحمت سے دُور رہنے والے ہیں۔
(پھر بلاشبہ وہ یقیناً جہنم میں جانے والے ہیں) • پھر کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے (یہ بات دوزخ کے فرشتے اُن سے کہیں گے۔

حضرت امام مالک سے لَمَحَجُّوْیُوْنَ کا معنی پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے دشمنوں کو آڑ میں رکھے گا تا کہ اُس کا دیدار نہ کر سکیں اور اپنے دوستوں پر تجلی فرمائے گا تا کہ وہ دولت دیدار سے مالا مال ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ لَمَحَجُّوْیُوْنَ کفار کی شان میں وارد ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مومنوں کو دولت دیدار حاصل ہوگی اور دوست محبوب نہ ہوں گے۔ اُس وقت دوست اور دشمن کے درمیان فرق ظاہر ہوگا۔

كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاٰزْرِ اَرٰی عَلَیْیْنَ ۝ وَمَا اٰذْرٰیكَ مَا عَلَیْیُوْنَ ۝

کیوں نہیں! بے شک، نیکوں کے نامہ اعمال یقیناً علیین میں ہیں • اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے علیین؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ یَشْهَدُ الْمَقْرٰوْنُ ۝

ایک نوشتہ درج کیا ہوا • جس کو دیکھا کرتے ہیں اللہ کے نزدیک کی لوگ •

(کیوں نہیں) ایسا تو ہے ہی کہ (بے شک نیکوں کے نامہ اعمال یقیناً علیین میں ہیں) ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے۔۔۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ عرش کا داہنا پایہ ہے، اور بعضوں نے کہا کہ سدرۃ المنتہی۔۔۔ (اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے علیین)۔ یعنی ایک بلند مقام۔۔۔ یا۔۔۔ مکان ہے۔۔۔ یا۔۔۔ نیکوں کی کتاب (ایک نوشتہ درج کیا ہوا) اور نشانی کی ہوئی، ایسی نشانی کہ جو کوئی دیکھے وہ جان لے کہ اس میں بالکل نیکیاں ہیں (جس کو دیکھا کرتے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے نزدیک کی لوگ)، یعنی ملائکہ

مقربین جو علیین میں رہتے ہیں، یعنی اس کے استقبال کو جاتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں اور قیامت کے روز اُس پر گواہی دیں گے۔ اور پر کتاب الابرار میں جن نیکو کاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔۔۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۖ عَلَى الْأَرْوَاحِ يَنْظُرُونَ ۖ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ

بے شک نیکو کار یقیناً راحت میں ہیں • تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں • پہچان لو گے اُن کے چہروں میں،

نَصْرَةَ النَّعِيمِ ۖ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيٍّ خَمِيرٍ ۖ خَتَمُهُمْ سِكِّ ط وَفِي

راحت کی شادابی • پلائے جائیں گے خالص شراب، مہر کی ہوئی • اُس کی مہر اُس کی مشک ہے۔ اور اُسی کے

ذَلِكَ فَلْيَتَنَّا فَمِ الْمتَنِّ فَسُورٍ ۖ وَهَزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۖ

بارے میں للچائیں، للچانے والے • اور اُس کی آمیزش تسنیم سے ہے •

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۖ

ایک چشمہ جس سے پیتے ہیں اللہ کے نزدیک والے •

(بے شک) وہ (نیکو کار یقیناً راحت میں ہیں) یعنی بہشت میں ہیں۔ آراستہ (تختوں پر بیٹھے

دیکھ رہے ہیں) ایسی چیز کو کہ اُس سے خوش ہوتے ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ کافروں کو دوزخ میں دیکھتے ہیں اور ان کا

عذاب مشاہدہ کرتے ہیں۔ (پہچان لو گے) اے دیکھنے والو! (اُن کے چہروں میں راحت کی شادابی) یعنی

بہشت کی نعمتوں کی تازگی اور اُس کی لذتوں کی طراوت۔ (پلائے جائیں گے خالص شراب) سفید

خوشبودار (مہر کی ہوئی) • اُس کی مہر اُس کی مشک ہے (یعنی مہر اُس کی لاکھ کی جگہ پر مشک ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ اُس کے پینے کا ختم مشک کی خوشبو پر ہے اور مہر اس جہت سے

کریں گے تاکہ کسی کا ہاتھ اُس پر نہ پہنچے اور ابرار لوگ خود اُس کی مہر توڑیں۔

(اور اُسی کے بارے میں للچائیں للچانے والے)، یعنی چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے

والے، یعنی ایسا عمل کریں کہ اُس کے سبب سے اُس کے پینے کے مستحق ہو جائیں۔ (اور اُس کی آمیزش) چشمہ (تسنیم) کے پانی (سے ہے) جو (ایک) ایسا (چشمہ) ہے (جس سے پیتے ہیں اللہ) تعالیٰ

(کے نزدیک والے)، یعنی خالص اُس چشمہ کا پانی بارگاہِ عنایت الہی کے مقرب لوگ ہی پئیں گے

اور ملا ہوا ابرار لوگوں کو دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تسنیم اُس پانی کا نام ہے جو عرش کے نیچے سے

بہشت میں بہتا ہے اور جنت میں جتنی پینے کی چیزیں ہیں یہ پانی اُن سب میں اشرف اور بہتر ہے۔ یہ پانی بغیر کسی چیز کی ملاوٹ کے صرف مقربین کے لیے مخصوص ہوگا۔ اس میں راز یہ ہے کہ چونکہ مقرب لوگ ماسوا کی طرف مشغول نہیں ہوئے، یعنی غیر کی محبت کو خدا کی محبت کے ساتھ نہیں ملایا ہے اس لیے اُن کے پینے کی چیز خالص بے ملاوٹ ہے۔ اور وہ جن کی محبت ملی ہوئی ہے اُن کے پینے کی شراب میں بھی دوسری چیز ملی ہوگی۔

کافرو فاجر لوگ اُن مقربین و ابرار کی شانِ عالی کو کیا سمجھیں جو اُن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ روایت ہے کہ رؤسائے قریش جب حضرت عمار، حضرت صہیب، اور حضرت بلال اور اُن کے مثل کو دیکھتے تو اُن سے ہنسی اور مسخر اپن کرتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٦٦﴾

بے شک جنہوں نے جرم کیا، وہ مسلمانوں سے ہنسا کرتے تھے •

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٦٧﴾

اور جب وہ مسلمان گزرتے ان کے پاس، تو آنکھ مارتے تھے •

(بے شک جنہوں نے جرم کیا وہ مسلمانوں سے ہنسا کرتے تھے • اور جب وہ مسلمان گزرتے اُن کے پاس تو آنکھ مارتے تھے)، یعنی ہنسی کے واسطے اشارے کرتے تھے۔

کشاف میں ہے کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک مسلمان کے ساتھ جاتے تھے، منافقوں کا ایک گروہ ہنسا اور چشم و ابرو سے اشارہ کر کے ہنسی اور مسخر اپن کیا، اور اپنے یاروں کے پاس جا کر بولے کہ ہمارا سردار ہماریس آج اُصلع، تھا۔ اُصلع، کہتے ہیں اُس کو جس کے سر پر سامنے بال نہ ہوں۔ اُس سے اُن کی مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات تھی، اور اس بات پر وہ منافقین خوب ہنسے۔ ہنوز حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نہ پہنچے تھے کہ آیتیں نازل ہو گئیں کہ یہ منافقین لوگ جب مسلمانوں کے آگے سے گزرتے ہیں تو چشم و ابرو سے اشارے کرتے ہیں۔

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٦٨﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ

اور جب لوٹے اپنوں کی طرف، تو لوٹے کھلکھلاتے • اور جب دیکھتے ان مسلمانوں کو، تو کہتے کہ ”یہ لوگ یقیناً

هَؤُلَاءِ لَضَالُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ۝

گمراہ ہیں • حالانکہ وہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگراں •

(اور جب لوٹتے) ہیں (اپنوں کی طرف، تو لوٹتے) ہیں (مکمل لاتے) ہوئے خوش و خرم اُس بات پر جو کی ہے۔ (اور) صرف یہی نہیں بلکہ (جب دیکھتے اُن مسلمانوں کو) یہ کافر اور منافق لوگ (تو کہتے) ہیں آپس میں ایک دوسرے سے (کہ یہ لوگ) جو محمد ﷺ کی متابعت کرتے ہیں (یقیناً گمراہ ہیں • حالانکہ وہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگراں) کہ مومنوں پر نگہبانی کریں اور ان کی ضلالت اور ہدایت پر گواہی دیں۔ دُنیا میں تو منافق اور کافر ہنستے رہے۔۔۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضَعُكَونَ ۝ عَلَى الْأَرْآئِكِ يَنْظُرُونَ ۝

تو آج کے دن مسلمان کافروں سے ہنس رہے ہیں • اپنے تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں •

هَلْ تُؤْتِي الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

کیوں کچھ بدلہ دیا گیا کافروں کو، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے •

(تو آج) قیامت (کے دن مسلمان کافروں سے ہنس رہے ہیں) اور جواہر کے جڑاؤ (اپنے تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں) کہ دوزخ میں کس طرح اُن پر عذاب ہو رہا ہے اور زنجیروں طوقوں میں کیونکر جکڑے ہوئے ہیں۔

صحابہ کا قول ہے کہ بہشت کا ایک دروازہ کھول کر دوزخیوں سے کہیں گے کہ جنت میں چلے آؤ۔ وہ جلدی جنت کی طرف دوڑیں گے جب اُس کے دروازے پر پہنچیں گے تو جنت کے دربان دروازہ بند کر دیں گے اور وہ کافر رنجیدہ اور غمگین دوزخ کی طرف پھریں گے۔ مومن لوگ اس حال سے ہنسیں گے۔۔۔

(کیوں کچھ بدلہ دیا گیا کافروں کو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے)، یعنی مومنوں کے دلوں کی تسلی کے واسطے ہم نے اُن کے دشمنوں کو جزادی کہ دُنیا میں کافر جو مومنوں پر ہنستے تھے، آج قیامت کے دن مومن کافروں کے حال پر ہنستے ہیں۔

اختتام سورہ المطففین --- ﴿ ۱۵ / رُذِيَ الْحُجَّةُ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- یکم نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ۱۴ ---

داروئی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ

آیات ۲۵۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْاِنْشِقَاقِ

سورة الانشقاق ۸۴

سورة الانشقاق۔۔ ۸۴ مکہ ۸۳

’سورہ الانشقاق‘ اپنے ماقبل کی ’سورہ المطففین‘ سے بخوبی مربوط ہے اس لیے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ’سورہ المطففین‘ میں فجار اور ابرار کے انجام کا زیادہ تذکرہ ہے، اور ’سورہ الانشقاق‘ میں قیامت کے ہولناک امور کا ذکر ہے، اور نیکوکاروں کے حساب میں آسانی اور بدکاروں کے حساب میں سختی کا ذکر ہے۔۔ نیز۔۔ ’سورہ المطففین‘ میں صحیفہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا ذکر ہے۔ اور ’سورہ الانشقاق‘ میں صحیفہ اعمال کے پیش کرنے کا ذکر ہے۔ ایسی حقائق پر مشتمل اور بصیرت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۙ وَاذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ

جب آسمان پھٹ گیا • اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی، اور اُسے یہی زیبا ہے • اور جب زمین بڑھائی گئی •

وَالْقَتَّ مَا فِيهَا وَنَخَلَتْ ۙ وَاذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ يَأْتِيهَا الْاِنْسَانُ

اور ڈال دیا جو کچھ اس میں ہے، اور خالی ہو گئی • اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی ہے، اور اُسے یہی چاہیے • اے انسان!

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلَىٰ رَبِّكَ كَدًا فَمَلْقِيهِ ۙ

بے شک تُو بھی جانے والا ہے اپنے رب کی طرف دوڑ کر، پھر ملنے والا ہے اُس سے •

اُس وقت کا تصور کرو (جب آسمان پھٹ گیا • اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی، اور اُسے

یہی زیبا ہے) کہ حکم الہی کی اطاعت کرے۔ (اور) اُس وقت کا بھی تصور کرو (جب زمین بڑھائی

گئی)، یعنی اُس کے دریاؤں اور پہاڑوں کو بیچ سے اٹھالیا گیا (اور ڈال دیا) یعنی باہر نکال دیا زمین نے (جو کچھ اس میں ہے) خزانے اور مُردے وغیرہ (اور) سب سے (خالی ہو گئی) • اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اُس سے یہی چاہیے کہ حکم ربانی سنے۔ تو جب ایسا ہوگا تو اپنا ثواب اور عذاب دیکھنے کے لیے۔۔۔ (اے انسان! بے شک تُو بھی جانے والا ہے اپنے رب کی) جزا کی (طرف دوڑ کر، پھر ملنے والا ہے) اپنے عمل کی (اس) جزاء (سے)۔

فَاَقَامَنَّ اُوتٰی كِتٰبَهُ بِمِیْنِهِ ۝ فَسُوْفَ یُحَاسِبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝ وَیَنْقَلِبُ

تو جسے دیا گیا اُس کا نامہ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں • تو جلد حساب کیا جائے گا، برائے نام حساب • اور لوٹے گا

اِلٰی اَهْلِهِ مُسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوتٰی كِتٰبَهُ وَّرَآءَ ظَهْرِهِ ۝

اپنے یگانوں کی طرف خوش • اور رہا وہ، جسے دیا گیا اُس کا نامہ اعمال اُس کے پیٹھ کے پیچھے سے •

فَسُوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَیَصْلٰی سَعِیْرًا ۝

تو جلد مانگے گا موت کو • اور جائے گا دہکتی آگ میں •

(تو جسے دیا گیا اُس کا نامہ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں)، یہ وہ لوگ ہوں گے جو ایمان

کے سچے اور راست باز ہوں گے، (تو) اُن کا (جلد حساب کیا جائے گا، برائے نام حساب) نہ اُس

میں تنگی رہے گی اور نہ ہی کسی طرح کی سختی۔ (اور لوٹے گا اپنے یگانوں) یعنی اپنے جنتی شریک زندگی

(کی طرف خوش) خوش۔ (اور رہا وہ، جسے دیا گیا اُس کا نامہ اعمال اُس کے پیٹھ کے پیچھے سے) کیونکہ

وہ ہمیشہ ایمان و توحید اور اطاعت پیغمبر کو پس پشت ڈالتا رہا۔ (تو جلد مانگے گا موت کو) یعنی تمنا کرے

گا ہلاکت کی۔۔۔ یا۔۔۔ یا ثُبُوْرًا! یا ثُبُوْرًا! کے نعرہ لگائے گا۔ یہ کلمہ بھی طلبِ ہلاکت کا ہے (اور) نتیجہ یہ

ہوگا کہ وہ (جائے گا دہکتی آگ میں)۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیْ اَهْلِهِ مُسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یُّخَوِّرَ ۝ بَلٰی ۝

بے شک یہ تھا اپنے والوں میں خوش • بے شک اُس نے سمجھا تھا کہ ہرگز واپس نہ ہوگا • کیوں نہیں!

اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝

بے شک اُس کا رب اُس کا نگران رہتا تھا •

(بے شک یہ) شخص (تھا اپنے والوں میں) اپنے مالِ فانی اور جاہِ ناپائیدار پر (خوش) اور زان۔ (بے شک اُس نے سمجھا تھا کہ ہرگز واپس نہ ہوگا) یعنی اُس کا بعث و حشر نہ ہوگا۔ (کیوں نہیں!) ہاں اُس کا بعث و حشر ہوگا کیونکہ (بے شک اُس کا رب اس کا نگران رہتا تھا) جو اس کے احوال اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ پس اُسے نہ چھوڑے گا بلکہ محشر میں لائے گا اور اس کے اعمال کی جزا اور سزا سے پہنچائے گا۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝

نہیں کیا مجھے قسم ہے شام کی روشنی کی • اور قسم ہے رات کی، اور جو وہ اکٹھا کرے • اور قسم ہے چاند کی، جب وہ پورا ہو چکا •

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝

کہ ضرور چڑھو گے ایک مقام سے دوسرے مقام کو •

(تو نہیں کیا مجھے قسم ہے شام کی روشنی کی) یعنی شفق کی اور وہ ایک سرخی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد مغرب کے کنارے میں دیکھی جاتی ہے۔۔۔

اور اُس کا غائب ہونا امام مالک، امام شافعی، اور صاحبین رحمہم اللہ کے مذہب میں وقتِ عشاء کی علامت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اُس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی دکھائی دیتی ہے وہ شفق ہے۔ پہلی کو شفقِ احمر اور دوسری کو شفقِ ابیض بھی کہتے ہیں۔

(اور قسم ہے رات کی، اور) اُس کی (جو وہ اکٹھا کرے)، یعنی جسے رات اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ (اور قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو چکا) یعنی بدرِ کامل کی قسم (کہ ضرور چڑھو گے ایک مقام سے دوسرے مقام کو)، یعنی البتہ پہنچو گے اور ملو گے تم ایک حال کو بعد ایک حال کے اُس کے مطابق شدت میں بہت سخت۔

اس سے موت اور روزِ قیامت کی شدتیں اور اُس کے ہولوں کے مقامات مراد ہیں کہ ایک کے بعد ایک دیکھے جائیں گے۔ تفسیرِ زاہدی میں ہے کہ بنی آدم کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنا مراد ہے، یعنی نطفہ سے تھکے کی طرف پھر لوٹنا اور ہڈی اور دوسری خلقت اور پیٹ کے اندر کا بچہ اور پیدا ہوا بچہ اور دودھ پیتا بچہ اور پیروں چلتا بچہ اور جوانی کے قریب پہنچا ہوا لڑکا اور جوان، ادھیڑ اور بوڑھا ہو جاتا ہے، آخر احوال تک۔۔۔ المختصر۔۔۔ یہ سب شاہدِ عدل ہیں کہ تم کو ایک منزل کے بعد دوسری منزل پر پہنچنا ہے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۶﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۲۷﴾

تو کیا ہوا انہیں کہ نہیں مانتے؟ • اور جب پڑھا جائے اُن پر قرآن، تو سجدہ نہیں کرتے •

يَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ﴿۲۸﴾

بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے رہتے ہیں •

(تو کیا ہوا انہیں کہ) باوجود اس حال کے (نہیں مانتے) اور خدا اور رسول اور روز جزا پر ایمان نہیں لاتے، (اور جب پڑھا جائے اُن پر قرآن تو سجدہ نہیں کرتے) اور اللہ کے سامنے سر نہیں جھکاتے قرآنی سجدوں میں یہ تیرھواں سجدہ ہے۔ صاحب فتوحات نے اس سجدہ کو 'سجدہ جمع' کہا ہے کہ قرآن سننے کے بعد ہے اور قرآن جامع ہے تزیہہ اور تقدیر کی صفتوں کو۔ اتنا ہی نہیں کہ کفار سجدہ نہیں کرتے (بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے رہتے ہیں) قرآن کریم کے بتائے ہوئے عقائد کو۔ یہ جھٹلانا دلیل کی کمی اور انقطاع حجت کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ قرآنی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۹﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۰﴾ إِلَّا الَّذِينَ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو دل میں رکھتے ہیں • تو خبر دے دو انہیں دکھ والے عذاب کی • مگر جو مان گئے

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۳۱﴾

اور لیاقت مندی کی، انہیں کے لیے بے حد ثواب ہے •

(اور اللہ) تعالیٰ (خوب جانتا ہے جو دل میں رکھتے ہیں) یعنی کفر اور مومنوں کے ساتھ کینہ۔ اسی کفر و حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے ہیں، (تو) اب یہی بات رہ گئی ہے کہ آپ (خبر دے دو انہیں دکھ والے عذاب کی)۔ (مگر) وہ لوگ اس عذاب سے مستثنیٰ ہیں (جو مان گئے اور لیاقت مندی کی)، یعنی ایمان لائے اور اعمال صالحہ انجام دیتے رہے۔ (انہیں کے لیے بے حد ثواب ہے) نہ گناہ ہوا، نہ کٹا ہوا اور نہ احسان رکھا ہوا۔

پیش روئی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۳ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ۔۔

آیات ۲۲۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْبُرُوجِ

سورة البروج۔۔ ۸۵ مکیہ ۲۷

آیات ۲۲۔۔ رکوع ۱

اس سورہ مبارکہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور اپنے ماقبل کی 'سورہ انشقاق' سے اس کا ربط یہ ہے کہ دونوں میں افتتاحی کلمات کے بعد جنتیوں اور روزخیوں کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں اور دونوں کے آخر میں اس کا ذکر ہے کہ کفار تکذیب میں مبتلا ہیں۔۔ علاوہ ازیں۔۔ اس سے پہلے سورت میں یہ بتایا تھا کہ مشرکین کے اپنے سینوں میں نبی ﷺ اور مؤمنین کے خلاف جو بغض اور عناد چھپا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اس سورت میں یہ بتایا کہ اس سے پہلی امتوں کے کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اس میں مشرکین کے لیے نصیحت ہے اور مؤمنوں کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط رکھنا ہے، تو ایسی ہدایت سے وابستہ اور حقائق سے ہم رشتہ سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۱ وَالْيَوْمِ الْوَعْدِ ۲ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۳

قسم ہے مے جوں والے آسمان کی • اور وعدہ دیے ہوئے دن کی • اور اس دن کی، جو گواہی دینے والا اور عام حاضری کا ہے •
(قسم ہے مے جوں والے آسمان کی)۔ اس سے بارہ مروج مراد ہیں۔۔ یا۔۔ قمر کی منزلیں۔۔
یا۔۔ آسمانوں کے دروازے مراد ہیں۔ (اور) قسم ہے (وعدہ دیئے ہوئے دن کی) یعنی روز قیامت کی (اور اس دن کی جو گواہی دینے والا اور عام حاضری کا ہے)۔

شَاهِدٌ وَمَشْهُودٌ ان دونوں الفاظ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

﴿۱﴾۔۔ شَاهِدٌ سے مراد جمعہ ہے اور مَشْهُودٌ سے مراد یوم عرقہ ہے۔ یہ قول متعدد اکابر کا ہے۔

﴿۲﴾۔۔ شَاهِدٌ سے مراد یوم جمعہ ہے اور مَشْهُودٌ سے مراد روز قیامت ہے۔

- (۳)۔۔ شاہد سے مراد اللہ ہے اور مشہود سے مراد توحید۔۔ یا۔۔ نبوت۔۔ یا۔۔ خلاق۔
 (۴)۔۔ شاہد سے مراد آنحضرت ﷺ اور مشہود سے مراد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام۔
 (۵)۔۔ شاہد سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور مشہود سے مراد ان کی امتیں۔
 (۶)۔۔ شاہد سے مراد امت محمدیہ ہے اور مشہود سے مراد دیگر امتیں۔
 (۷)۔۔ شاہد سے مراد یوم عرفہ۔۔ یا۔۔ یوم نحر ہے اور مشہود سے مراد حجاج۔
 (۸)۔۔ شاہد سے مراد ہر ایک دن ہے اور مشہود سے مراد ہر ایک دن میں جو مخلوق ہے۔
 حقیقت میں یہ اقوال تخصیص نہیں بلکہ تمثیل ہیں، یعنی شاہد اور مشہود دو الگ الگ مستقل حقائق ہیں جن کے امثال و نظائر بیان ہو رہے ہیں۔۔۔ یہ حقائق ہیں کیا؟ وہی جو ان دو الفاظ سے عصر نبوی کے مخاطبین کلام بے تکلف سمجھتے تھے، یعنی شاہد سے مراد ہے حاضر و ناظر اور مشہود سے مراد ہے وہ چیز جو نگاہوں کے سامنے ہے۔۔ یا۔۔ سامنے آئے گی۔ بس یہی معنی ہے جو ان الفاظ کو سنتے ہی اہل زبان سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے متبادر معانی یہی ہیں۔

یوں تو شاہد کے متبادر معنی گواہ اور مشہود کے متبادر معنی وہ چیز بھی ہے جس کے متعلق گواہی دی جائے، لیکن اس صورت میں مشہود کی بجائے مشہود علیہ بولتے ہیں۔ اسی لیے یہ لکھا گیا ہے کہ شاہد کے متبادر معنی ہیں حاضر و ناظر اور مشہود کے متبادر معنی ہیں وہ چیز جو نگاہوں کے سامنے ہے۔۔ یا۔۔ سامنے آئے گی۔

اس سورہ میں قسم تو ہے مگر جواب قسم اکثر مفسرین کے نزدیک محذوف ہے۔ ان بزرگوں نے اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے اس کو متعین کیا ہے۔ زیادہ تر رجحان اس طرف ہے کہ جواب قسم اس قسم کا محذوف جملہ ہے ”اِنَّهُمْ مَلْعُوْنَ“، یعنی کُفَّار مَكَّةَ كَمَا لَعِنَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد“، یعنی ظالم قریشیوں پر اللہ کی مار جو بے بس مسلمانوں کو طرح طرح سے ستاتے ہیں، جیسا کہ آگ کی خندق والوں پر اللہ کی مار پڑی ہے۔ قَتَلَ اَصْحَابِ الْاُخْدُوْد کا فقرہ جواب قسم کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ الخقر۔۔ ان تمام چیزوں کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا۔۔۔

قَتَلَ اَصْحَابِ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوُجُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدُ ۝

کہ غارت کر دیے گئے کھائیوں والے • ایندھنوں والی آگ والے • جب کہ وہ لوگ اس پر بیٹھے ہوئے تھے •

وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۖ

اور وہ، جو اس کام پر جو کرتے مسلمانوں کے ساتھ، گواہ تھے •

(کہ غارت کر دیئے گئے کھائیوں والے)۔

کھائیوں والوں کے تعلق سے مختصر تفصیل یہ ہے کہ یہ بت پرست تھے جو ذونواس یمنی کے لوگ تھے۔ ذونواس بادشاہ تھا، اُس کے زمانے میں ایک ساحر تھا کاہن، شعبدہ باز۔ بادشاہ کی سلطنت کا مدار اُسی ساحر پر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو بادشاہ سے عرض کی کہ اب میں بوڑھا ہوا، میرے قویٰ میں بالکل ضعف آگیا، صلاح اسی میں ہے کہ ایک جوان اصیل عاقل، تیز فہم میرے سپرد کیجیے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اُسے سکھا دوں اور میرے بعد وہ میرا خلیفہ ہو کہ سلطنت کے امور اُس کے سبب سے منتظم رہ سکیں۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی، اُس کے مقصود کے مطابق ایک لڑکا اُس کے سپرد کیا۔ ساحر بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کی تعلیم میں مشغول ہوا۔

ایک دن وہ لڑکا ایک راہب کے عبادت خانے میں گیا، اُس کے احوال سے مطلع ہو کر رہبانیت کا طریقہ پسند کیا اور راہب کے دین پر متدین ہو گیا اور خدا پرستی اختیار کی۔ ہر روز بہانہ کرتا کہ میں ساحر کے پاس تعلیم لینے جاتا ہوں اور راہب کے پاس آکر اُس سے صحبت رکھتا، یہاں تک کہ مرد عاقل، کامل عامل، مستجاب الدعوات ہو گیا۔ قضائے کار ایک دن راہب کے پاس سے باہر نکلا، اپنے گھر جاتا تھا کہ اژدہ نے سر راہ آکر لوگوں پر راستہ بند کر دیا تھا، خلق ہر طرف سے حیران تھی۔ جب وہ جوان آگے آیا تو 'اسم اعظم' پڑھ کر اژدہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور بولا کہ اے اژدہ! راہ چھوڑ دے اپنے ٹھکانے پھر جا۔ پس اژدہ ہاجلا گیا۔

اُس جوان کی خبر شہر میں مشہور ہوئی۔ پھر ایک اور وقت ایک شیر راہ پر آیا، جوان نے ایک بات اُس کے کان میں کہہ دی، وہ بھی راستے سے دُور چلا گیا۔ اب حاجت مند لوگ اُس جوان کے پاس آنے لگے اور اُس کی دُعا سے سب اپنی مراد پانے لگے، یہاں تک کہ بادشاہ کا دربان جواندہا ہو گیا تھا وہ بھی اُس جوان کے پاس آیا اور دُعا کی استدعا کی۔ جوان نے کہا اگر تُو میری متابعت کر اور میرا بھید چھپا، تو تیری آنکھیں روشن کر دوں۔

دربان نے بسر و چشم قبول کر لیا اور عہد کیا، جوان نے اُسے کلمہ شہادت تلقین کیا اور اُس

کے حق میں دُعا کی اُس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دربان روشن چشم پادشاہ کے پاس آیا،
ذو نواس پادشاہ نے ازراہ تعجب اُس سے پوچھا کہ تیری آنکھ کیوں کراچی ہو گئی؟ وہ بولا کہ
خدا نے مجھے صحت بخشی۔ پادشاہ نے کہا کہ تیرا خدا کون ہے؟ دربان نے جواب دیا اَللّٰهُ الَّذِی
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی میرا خدا اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

پادشاہ نے حیلے کی راہ سے کہا کہ تُو نے یہ تعلیم و تلقین کس سے پائی کہ میں بھی اُس کا
گرویدہ ہوں۔ دربان کو پادشاہ کے اسلام قبول کرنے پر جو خوشی ہوئی، تو خوشی کے مارے
جوان کا سارا قصہ کہہ دیا۔ پادشاہ نے جوان کو بلایا اور اُس کے عقیدے پر مطلع ہوا۔ ہر چند
لوگوں نے کوشش کی مگر وہ جوان اپنے عقیدے سے نہ پھرا۔ حکم ہوا کہ اُسے دریا میں ڈبو دو۔
لوگوں کی ایک جماعت اُسے دریا کے کنارے لے گئی اُس نے جو دُعا کی تو یہ سب لوگ
ڈوب گئے اور وہ صحیح سلامت دریا کے کنارے سے پھرا۔

پادشاہ کو یہ خبر پہنچی، ایک گروہ کو خاص کیا کہ اُسے پہاڑ پر لے جائے اور نیچے ڈھکیل دیں۔
جب پہاڑ پر پہنچے تو جوان نے دُعا کی ایک ہوا ٹھی اور اُس نے اُن لوگوں کو پہاڑ سے نیچے
گرا دیا اور وہ جوان صحیح سالم رہا۔ پھر پادشاہ نے حکم دیا اُسے آگ میں ڈال دو۔ غرضیکہ۔۔
پادشاہ کے لوگ جلے اور اُس جوان پر آج نہ آئی۔ پھر اُسے سولی پر لٹکایا اور تیر مارے، کوئی
تیر اُس پر کارگر نہ ہوا۔ جوان بولا کہ اے پادشاہ! خدا پر ایمان لا کہ یہ سب قدرت کے آثار
تُو دیکھ چکا۔

پادشاہ نے عداوت اور عناد اختیار کر کے کہا کہ میں تجھ کو قتل ہی کرنا چاہتا ہوں۔ جوان
بولا کہ اگر تیری یہی مراد ہے تو ایک تیر کمان پر رکھ اور کہہ کہ اس غلام کے خدا کے نام کے
ساتھ میں یہ تیر مارتا ہوں، یہ کہہ کر مجھ کو تیر مار۔ پادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر اُس کے مقتل پر
پہنچا، جوان نے شربت شہادت پیا۔ جتنے آدمی وہاں حاضر تھے سب کے سب ایک ساتھ
بولے کہ ہم اس غلام کے رب پر ایمان لائے۔

پس پادشاہ غصہ میں آیا اور حکم دیا کہ اُس کے حکم سے زمین میں کئی جگہ گڑھے کھودے
اور اُس میں آگ جلائی، اور پہاڑوں کے کناروں پر لوگ بیٹھے اور لوگوں کو گرفتار کرنا شروع
کیا۔ جسے لاتے وہ لوگ اُس سے پوچھتے، اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا تو اُسے گڑھوں میں ڈال
کر جلا دیتے۔ تو خدائے تعالیٰ نے اُن ظالموں کو گڑھوں والا اور پہاڑوں والا فرمایا ہے اور
انہیں کو۔۔۔

(ایندھنوں والی آگ والے) فرمایا گیا (جبکہ وہ لوگ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے)، یعنی آگ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے (اور وہ جو اس کام پر جو کرتے مسلمانوں کے ساتھ، گواہ تھے)، یعنی وہ سب اپنی وہ حرکتیں دیکھ رہے تھے جو مؤمنوں کے ساتھ کیے جا رہے تھے۔ تو وہ اپنے اُس ظلم و ستم پر خود ہی گواہ تھے۔

وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ

اور نہیں اُنہیں ناگواری تھی اُن سے، مگر یہ کہ مان گئے تھے عزت والے حمد والے اللہ کو • وہ جس کی

مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

شاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور اللہ ہر ایک کا گواہ ہے •

(اور نہیں اُنہیں ناگواری تھی اُن) ایمان والوں (سے مگر یہ کہ) یہ ایمان والے (مان گئے تھے

عزت والے حمد والے اللہ) تعالیٰ (کو)، یعنی اُس اللہ کو جو غالب ہے، تو اُس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ اور وہ تعریف کیا ہوا ہے، تو اُس کی رحمت سے امیدوار ہونا چاہیے۔ اور (وہ) خدا (جس کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا گواہ ہے) خواہ مؤمن ہو۔۔۔ یا۔۔ کافر، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے افعال و اقوال کا مشاہدہ فرمانے والا ہے اور اُن پر گواہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمَّا تَوَبَّوْا فَلَهُمْ

بے شک جنہوں نے دکھ دیا مسلمان مردوں اور عورتوں کو، پھر توبہ نہ کی، تو اُن کے لیے

عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

جہنم کا عذاب ہے، اور اُن کے لیے آگ کا دکھ ہے •

(بے شک جنہوں نے دکھ دیا مسلمان مردوں اور عورتوں کو) یعنی اُن پر آگ کا عذاب کیا،

(پھر توبہ نہ کی)، اور خدا کی طرف نہ پھرے، (تو اُن کے لیے) آخرت میں (جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے) حسبِ مشیت دُنیا میں (آگ کا) بھی (دکھ ہے)۔

۔۔ چنانچہ۔۔ ایک روایت ہے کہ وہی آگ جو انہوں نے موحدوں کے واسطے گڑھوں

میں جلائی تھی وہی بھڑکی اور چالیں گزاونچی ہو گئی اور اُسی نے سب کو گھیر کر جلا دیا۔ اُن

کے برعکس۔۔۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اُن کے لیے باغ ہیں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔۔

ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ يَطُشُّ رَبُّكَ لَشَبِيدٌ ۝

یہی بڑی کامیابی ہے • بے شک تمہارے رب کی پکڑ یقیناً سخت ہے •

(بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اُن کے لیے باغ ہیں، بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں۔۔ یہی بڑی کامیابی ہے) کہ دنیا و مافیہا اُس کے مقابلے میں کم اور حقیر ہے۔ (بے شک تمہارے رب کی پکڑ یقیناً سخت ہے) اس واسطے کہ کفر کے سبب سے اُس نے جس کو عذاب میں پکڑا اُسے ہرگز نجات نہیں۔

إِنَّهُ هُوَ يَبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝

بے شک وہ پہلے پیدا کرے اور وہی دوبارہ کرے • اور وہی مغفرت فرمانے والا بڑا پیار والا • عرش مجید والا ہے •

فَقَالَ لِمَ يُرِيدُ ۝

کر گزرنے والا جو چاہے •

(بے شک وہ پہلے پیدا کرے اور وہی دوبارہ کرے)، یعنی یقیناً وہی پہلی بار بھی یعنی دنیا میں بھی پکڑتا ہے اور وہی دوسری بار بھی یعنی آخرت میں بھی پکڑے گا اور یہ عدل کی نشانی ہے۔ (اور وہی مغفرت فرمانے والا) ہے اُس کی جو توبہ کرے، اور (بڑا پیار والا) ہے۔ اور دوست رکھنے والا ہے اُسے جو حکم مانے اور یہ فضل کی علامت ہے۔ عدل کے سبب سے چھوڑتا ہے اور نابود کر دیتا ہے اور فضل کے سبب سے نوازتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ (عرش مجید والا ہے)، یعنی عرش کا خداوند۔۔ یا۔۔ ملک کا مالک اور اپنی ذات و صفات میں بزرگ، (کر گزرنے والا جو چاہے)۔

یعنی اُس کے کام میں کوئی بھی دخل نہیں دے سکتا۔ وہ اطاعت گزاروں کو پیار کرتا ہے اور پوری طرح پیار کرتا ہے، کون ہے جو اُس میں دخل دے سکے؟ اسی طرح نافرمانوں کو سزا دیتا ہے اور پوری طرح دیتا ہے، کون ہے جو زبان ہلا سکے؟ اس کے علاوہ اور بھی کچھ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی بھی دم نہیں مار سکتا۔۔۔

یہ تصور کہ اللہ جو چاہتا ہے پورا کرتا ہے، اُس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، قرآن

کریم کی بہت اہم تعلیم ہے۔ شرکانہ تصورات کی جڑیں جو شرک پسند دلوں میں جم گئی ہیں، ان کو یہ تعلیم اس طرح اکھاڑ پھینکتی ہے کہ اب نہ کوئی دیوی ہے نہ دیوتا، اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی اور معبود برحق۔۔۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔ پہلے یہ بتایا جا چکا ہے کہ ”اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے“ اب آگے اُس کے نظائر میں فرعون و ثمود کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد ہے کہ۔۔۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنٌ وَثَمُودُ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۚ

کیا آئی تمہارے پاس لشکروں کی بات؟ • فرعون و ثمود کی • بلکہ کافر لوگ جھٹلانے میں ہیں •
(کیا آئی تمہارے پاس لشکروں کی بات) یعنی (فرعون و ثمود کی) باتیں اور اُن کے واقعات۔
اس سے بتانا یہ ہے کہ اے محبوب! آپ کے پاس گزشتہ جماعتوں کے واقعات کا بیان آچکا اور فرعون و ثمود کے واقعات بھی بیان کیے جا چکے، جن کو سن کر کفار بھی اچھی طرح واقف ہو چکے، لیکن اُس پر بھی یہ ظالم عبرت نہیں پکڑتے۔۔۔
(بلکہ) یہ کفر کا شیوہ اختیار کرنے والے (کافر لوگ جھٹلانے میں) ہی (ہیں)۔

وَاللَّهُ مِنْ ذُرَائِهِمْ مُخِيطٌ ۖ بَلْ هُوَ قَرِيبٌ ۚ لِمِ مَقْصُودٍ ۚ

اور اللہ انہیں اُن کے ادھر ادھر سے گھیرے میں رکھنے والا ہے • بلکہ وہ قرآن مجید ہے • لوح محفوظ میں •
(اور) حال یہ ہے کہ (اللہ) تعالیٰ (انہیں اُن کے ادھر ادھر سے گھیرے میں رکھنے والا ہے)، یعنی اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے تو انکار و تکذیب کرنے والو! غور سے سنو کہ اللہ کے رسول ﷺ جو وحی الہی پیش فرماتے ہیں وہ شعر و شاعری نہیں، (بلکہ وہ قرآن مجید ہے) یعنی بڑی ہی عظمت والا قرآن ہے، جو (لوح محفوظ میں) لکھا ہوا ہے، اور ہر طرح کی تغیر اور تحریف سے محفوظ ہے۔ کفر کا مزاج کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ لاکھ سمجھاؤ مگر ایمان کی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں، بس وہی انکار و تکذیب ہے۔ قرآن جیسی کتاب کا بھی انکار ہے، حالانکہ یہ بہت بڑی عظمت والی کتاب ہے جس کا اعتراف ہر منصف مزاج آدمی ہمیشہ کرتا رہا ہے۔ اور یہ لوح محفوظ کی خاص کتاب ہے۔

اختتام سورہ البروج --- ﴿ ۱۷۱ ﴾ اِذْ يُلْهَىٰ الْمُجْرِمُ فِي الْحُجْرَةِ ۚ ۱۷۲ --- مطابق --- ۳ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴿ ۱۷۱ ﴾ ---

۱۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ



آیات ۱۷-۱۸۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الطَّارِقِ



سورة الطارق -- ۸۶ مکیہ ۳۶

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے والی سورت اور اس میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں میں آسمان اور تاروں کا ذکر ہے اور دونوں میں 'مبدء و معاد' کا بیان ہے۔ 'سورہ بروج' میں اللہ کی صفت 'محیط' کا تذکرہ ہے اور اس سورت میں اللہ کی صفت 'حفیظ' کا۔ اور اس میں بھی ایک گونہ 'احاطہ' کا مفہوم ہے۔ قدرت الہی اور حکمت خداوندی کو ظاہر کرنے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النُّجُومُ الثَّاقِبُ ۝

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی • اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے، رات کو آنے والا؟ • ستارہ ہے چمکدار •

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝

کوئی جان نہیں، مگر اُس پر ایک نگہبان ہے •

(قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی)، یعنی رات کو ظاہر ہونے والے تارے کی • (اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے رات کو آنے والا)، یعنی ہم تمہیں بتا رہے ہیں ہمارے سوا تمہیں کون بتا سکتا ہے کہ رات کو نمودار ہونے والے تارے کی حقیقت کیا ہے؟ تو یہ رات کا آنے والا (ستارہ ہے چمکدار) جو اپنی شعاعوں سے ظلمتوں کو چاک کرتا ہے۔ تو یہ آسمان اور یہ ستارہ اپنی زبانِ حال سے شاہد ہے کہ جس طرح ان کا کوئی محافظ ہے اسی طرح (کوئی جان نہیں مگر اُس پر ایک نگہبان ہے)، جو اُس کے قول و عمل پر نگاہ رکھتا ہے اور شمار کرتا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۖ خُلِقَ مِنْ تَلَاءٍ دَافِقٍ ۖ يُخْرِجُ مِنْ بَيْنِ

تو چاہیے کہ انسان نظر کرے، کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ • پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے • جو نکلتا ہے

الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۗ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۚ

پیٹھ سے اور سینوں سے • بے شک وہ اُس کے واپس لانے پر یقیناً قادر ہے •

(تو) اب انجام کار کو سمجھنے کے لیے (چاہیے کہ انسان نظر کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے)۔ خاص کر کے جو کوئی بعث و نشر کا منکر ہوا سے چاہیے کہ اصل ایجاد کو دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ (پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے) جو گرایا گیا ہے رحم میں، اور (جو نکلتا ہے) مردوں کی (پیٹھ) کے درمیان (سے اور) عورتوں کے (سینوں) کی ہڈی (سے)۔ اور حق تعالیٰ کی شانِ قدرت یہ ہے کہ (بے شک وہ اُس کے واپس لانے پر یقیناً قادر ہے)۔ یعنی جس نے انسان کو ایک قطرہ آب سے پیدا کیا یقیناً وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اُس دن کا تصور کرو۔۔۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۚ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۚ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۚ

جس دن کہ جانچے جائیں گے سارے چھپے ڈھکے • تو نہیں اُسے کوئی زور اور نہ مددگار • قسم ہے بارش والے آسمان کی •

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدَاجِ ۚ إِنَّهُ لَكَقُولٍ فَصْلٌ ۚ وَمَا هُوَ بِالْمُزِلِ ۚ

اور پھٹنے والی زمین کی • بے شک یقیناً یہ قول فیصل ہے • اور نہیں ہے ہنسی کی بات •

(جس دن کہ جانچے جائیں گے سارے چھپے ڈھکے)، یعنی سب چھپی ہوئی حقیقتیں کھل جائیں گی، (تو) اُس وقت (نہیں اُسے کوئی زور) اپنی ذات پر کہ اپنے سے عذاب کو روک سکے۔ (اور نہ) ہی کوئی (مددگار) کہ اُس کی مددگاری سے تیار دفع دفع ہو جائے۔ (قسم ہے بارش والے آسمان کی • اور پھٹنے والی) یعنی نباتات والی (زمین کی) کہ (بے شک) انسان کا دوبارہ زندہ ہونا (یقیناً یہ قول فیصل) اور قولِ برحق (ہے • اور نہیں ہے ہنسی کی بات) اور کوئی باطل بات۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمِثْلُ الْكَافِرِينَ

بے شک وہ دغاؤں کرتے ہیں خوب • اور میں جواب دیتا ہوں دغاؤں کا • تو ڈھیل دے دو ابھی کافروں کو،

أَمْ هُمْ مُرَوِّدُونَ ۚ

اور مہلت دے دو تھوڑی سی •

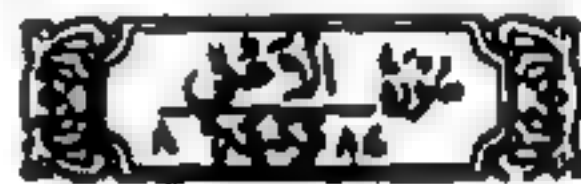
(بے شک وہ) یعنی کفار مکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے (داؤں کرتے ہیں خوب) اور بڑی بڑی تدبیریں کر رہے ہیں، (اور میں جواب دیتا ہوں داؤں کا) یعنی اسلام کے تحفظ کا بڑا انتظام کر رہا ہوں، (تو) اے محبوب! (ڈھیل دے دو ابھی کافروں کو اور مہلت دے دو تھوڑی سی)۔ یعنی انہیں کچھ دنوں یوں ہی رہنے دیجیے اور ان کے لیے دُعا ئے ہلاکت کرنے میں جلدی نہ کیجیے، وہ خود ہی عنقریب ہلاک ہو جائیں گے۔

اختتام سورہ الطارق --- ۱۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ

--- ۱۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ



سُورَةُ الْأَعْلَى



آیات ۱۹۔ رکوع ۱۱

سورۃ الاعلیٰ۔ ۸۷ کیہ ۸

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ سابق سورہ سے اُس کی مناسبت یہ ہے کہ سورہ طارق میں اس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ انسان اپنے مادہ تخلیق پر نظر ڈالے، اور اُس راہ سے سبق دیا گیا تھا کہ دیکھو اللہ بڑا قدر ہے کہ ایک قطرہ آب سے تم کو پیدا کیا اور اُس ایک معمولی قطرہ میں تمہارے تمام اعضاء اور خصائص ظاہری و باطنی اس طرح رکھ دیئے کہ اپنے اپنے زمانہ میں سب ظہور میں آتے گئے۔ کیا ایسا قادر مطلق اس پر قادر نہیں کہ تم کو دوبارہ پیدا کر دے؟

اور اب سورہ اعلیٰ میں اللہ کے قدر مطلق ہونے کے اور حقائق پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ حقائق خلق، تسویہ، تقدیر، اور ہدایت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ سورت بہت محبوب تھی، اسی لیے آپ وتر نماز میں اکثر سورہ اعلیٰ، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے، اور عیدین و جمعہ میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ کی تلاوت فرماتے۔

اگر اتفاق سے ایک ہی دن عید اور جمعہ دونوں پڑ گئے، تو اُن دونوں میں ان سورتوں کو پڑھتے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْأَعْلَى پڑھتے، تو اُس کے بعد سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّي الْأَعْلَى ضرور پڑھ لیتے۔ اور حضرت علی نے بھی ایسا کیا ہے اور دیگر صحابہ سے بھی ایسا ثابت ہے۔ ایسی محبوب اور عزیز و جمیل سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں

میں ---

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسْوَی ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝

پاکی بولوا اپنے بلند و بالا رب کے نام کی • جس نے پیدا فرمایا تو درست فرمایا • اور جس نے اندازہ پر رکھا، پھر راہ دی •

(پاکی بولوا اپنے بلند و بالا رب کے نام کی)، یعنی اپنے رب کے نام کی تسبیح و تقدیس کرو جو

نہایت بلند و برتر ہے، تو انہیں صفات سے اُس کی تعریف کرو جو اُس کی شایانِ شان ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے سجدوں میں یہی کہا کرو۔

وہ رب اعلیٰ (جس نے پیدا فرمایا) سب کو (تو درست فرمایا)، یعنی جیسا چاہیے ٹھیک ویسا ہی

بنایا۔ (اور) وہی ہے (جس نے اندازہ پر رکھا)، یعنی ہر شے کی ساخت میں اُس کی تمام چیزوں کو مقدار

و تناسب سے رکھا۔ (پھر) سب کے لیے مقصدِ تخلیق پورا کرنے کی (راہ) بھی کھول (دی) اور رہنمائی

فرمائی۔ ---

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝

اور جس نے نکالا چارا • پھر کر دیا اُسے خشک کالا •

(اور) وہی ہے (جس نے) سبزے اُگائے اور (نکالا چارا) کہ چار پائے چریں، (پھر کر

دیا) اُس کے سبز ہونے کے بعد (اُسے خشک کالا) پڑ مردہ میلا۔

بعض محققین نے اس آیت کے مضمون سے یہ سمجھا ہے کہ فائدہ لینے والوں کی چراگاہ

دُنیا ہے، اگرچہ پہلے تو تازہ اور ہری اور اچھی معلوم ہوتی ہے مگر تھوڑی مدت میں حادثوں کی

بادِ خزاں چلنے سے اندھیرا اور بے طراوت ہو جاتی ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں اولاً اللہ کی تسبیح

و تقدیس کا حکم دیا گیا تھا اور اللہ کے کچھ صفات بیان فرمائے گئے تھے، اب یہ ارشاد ہوتا ہے

کہ اے محبوب! مصائب کے ہجوم میں اور کثرتِ مشاغل میں حفظِ قرآن کی فکر نہ کیجیے،

کیونکہ۔۔۔

سَعْرُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝

اب پڑھایا کریں گے ہم، تو نہ بھولو گے • "إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ" بے شک وہ جانتا ہے ہر ظاہر کو، اور جو چھپے اُس کو •

(اب پڑھایا کریں گے ہم) خود ہی، (تو) تم کچھ بھی (نہ بھولو گے • "إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ")، یعنی بس اتنی ہی دیر جتنی اللہ کو منظور ہو۔ تو حضرت جبرائیل حکم الہی سے قرآن کریم کا دور کراتے رہیں گے۔۔۔ آپ کا کام ہے تسبیح کرنا، اور قرآن مجید اور تمام علوم پڑھادینا ہمارا کام ہے ہم پڑھا دیں گے، تو آپ کچھ بھی نہ بھولیں گے "إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ"۔۔۔ لہذا آپ تبلیغ رسالت کیجیے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہئے۔ (بے شک وہ) یعنی اللہ تعالیٰ (جانتا ہے ہر ظاہر کو)، یعنی آپ کے ظاہری احوال کو (اور جو چھپے اُس کو)، یعنی جو آپ کے پوشیدہ اطوار ہیں اُن کو بھی جانتا ہے۔

ظاہر سے مراد ہے نبی کریم ﷺ حضرت جبرائیل کے ساتھ جو قرآن مجید پڑھتے تھے، اور پوشیدہ سے مراد نبی ﷺ تنہائی میں جو اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، جس حکم پر عمل کرنا اُس کے لیے دشوار ہوگا وہ اُس حکم کو منسوخ کر دے گا، اور اُس آیت کی قرأت آپ سے بھلا دے گا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔

وَنُيِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝

اور آسان کر دیں گے ہم تم پر اس آسانی کو •

(اور آسان کر دیں گے ہم تم پر اس آسانی کو)، یعنی ہم آپ کو قرآن مجید کے حفظ کرنے کے آسان اور سہل طریقے کی توفیق دیں گے۔

۔۔۔ یا۔۔۔

ہم آپ کو ایسے اعمال کی توفیق دیں گے جس سے آپ کے لیے جنت کا راستہ آسان اور سہل ہو جائے۔

۔۔۔ یا۔۔۔

ہم آپ پر نزول وحی کو آسان کر دیں گے تاکہ آپ سہولت سے وحی کو حفظ کر سکیں، جان سکیں، اور اُس پر عمل کر سکیں۔

یا۔۔۔

ہم آپ پر ایسے شرعی احکام نازل کریں گے جن پر عمل کرنا آسان ہوگا، اور لوگوں کے لیے شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل اور دشوار نہیں ہوگا۔

اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ ہم نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے دین آسان کر دیا ہے۔ اب اُس پر یہ مقرر کیا ہے کہ جب دین آسان ہے۔۔۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۙ سَيَذَكِّرْ مَنْ يَخْشٰى ۙ وَيَجْزِيْهَا الْاَشْقٰى ۙ

تو نصیحت کرتے رہو اگر نفع دے نصیحت • عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے • اور بھاگے گا اس سے بڑا بد بخت •

الَّذِى يَصْلٰى النَّارَ الْكُبْرٰى ۙ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۙ

جو جائے گا بڑی آگ میں • پھر نہ مرے گا اُس میں اور نہ جیے گا •

(تو نصیحت کرتے رہو اگر نفع دے نصیحت) یعنی اگر نصیحت مفید ہو رہی ہو تو اُس کا سلسلہ جاری رکھو کیونکہ (عنقریب نصیحت حاصل کرے گا) وہ (جو ڈرتا ہے) اللہ تعالیٰ سے۔ اور جو اُس سے کترائے گا (اور بھاگے گا اُس سے بڑا بد بخت) وہ شخص (جو جائے گا بڑی) خطرناک (آگ میں) پھر نہ مرے گا اُس میں اور نہ (جیے گا)۔

بڑی آگ سے مراد اُس درکہ جہنم کی آگ ہے جو بہت تیز اور بڑی جلانے والی ہے۔ یہ دُنیا میں تمہاری جو آگ ہے وہ اُس کے ستر حصوں کا ایک حصہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نارِ کبریٰ جہنم کے نیچے والے طبقہ میں ہے، جو جگہ ہے آلِ فرعون اور منافقین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو مائدہ اُترا تھا اُس کے منکروں کی۔ اور نارِ صغریٰ اوپر والے طبقہ میں ہے جو امتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گنہگاروں کی جگہ ہے۔ المختصر۔۔۔ وہ بد بخت نہ مرے گا اُس بڑی آگ میں کہ آسائش پا جائے، اور نہ زندہ رہے گا ایسی زندگی جس سے راحت پائے۔

قَدْ اَقْلَعَمَنْ تَزَكٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلٰى ۙ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ

بے شک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوا • اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو، پھر نماز پڑھی • بلکہ اختیار کرتے ہو تم

الدُّنْیَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقٰی ۝ ط

دُنیاوی زندگی کو • حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے •

(بے شک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوا) اور کفر و معصیت سے بچا رہا۔ (اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو) دل اور زبان سے، (پھر نماز پڑھی) جو اسلام کی علامت ہے۔۔۔ یا۔۔۔ کامیاب ہوا وہ شخص جس نے طہارت کی اور احرام کی تکبیر کہی اور پانچوں وقت کی نماز ادا کی۔۔۔ یا۔۔۔ صدقہ، فطر دیا اور تکبیر عید کہی اور نماز عید پڑھی۔ مگر اے منکرو! اور بد بختو! تمہارا تو یہ حال ہے کہ آخرت کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے (بلکہ اختیار کرتے ہو تم دُنیاوی زندگی) کی راحت (کو • حالانکہ) دُنیاوی زندگی اور اُس کی راحتوں سے (آخرت) کی بھلائی (بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے) جس کو زوال نہیں۔

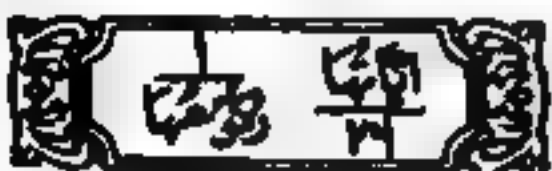
إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرٰهٖمَ وَمُوسٰی ۝

بے شک یہ یقیناً اگلے صحیفوں میں ہے • ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں •

(بے شک یہ) بات (یقیناً اگلے صحیفوں میں ہے)، یعنی حضرت (ابراہیم و موسیٰ) علیہما السلام (کے صحیفوں میں)۔۔۔ الحاصل۔۔۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں میں ہے۔

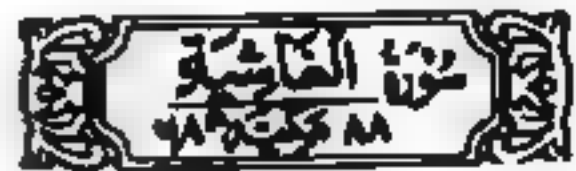
سورہ غاشیہ، اعلیٰ --- ۱۹/۱۹ ربی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۵ نومبر ۲۰۱۲ء

سورہ غاشیہ، اعلیٰ --- ۲۰/۲۰ ربی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۶ نومبر ۲۰۱۲ء



آیات ۲۶ --- رکوع ۱

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ



سورہ الغاشیہ --- ۸۸ مکیہ ۶۸

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ کا اپنی سابق سورہ سے

رابطہ یہ ہے کہ 'سورہ اعلیٰ' کا اختتام اس مضمون پر ہوا کہ دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا بُرا ہے اور آخرت بہر صورت بہتر ہے۔ اور 'سورہ غاشیہ' میں اُن لوگوں کے حالات کی تفصیل ہے جو دنیا کی لذتوں میں منہمک ہیں اور آخرت کو بھول بیٹھے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے حالات کی بھی تفصیل ہے جو آخرت کی زندگی بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس طرح دونوں سورتیں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

اس کے سوا اور وجوہ ربط بھی ہیں۔ مثلاً: دونوں سورتوں میں 'تذکیر' کا حکم ہے۔ 'سورہ اعلیٰ' میں ہے **فَذَكِّرْ اِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰی**۔ اس سورہ میں ہے **فَذَكِّرْ لَمَّا اَنْتَ مُذَكَّرٌ**۔ دونوں میں بد نصیبوں کا انجام بتایا گیا ہے اور اسلوب ایک ہے 'سورہ اعلیٰ' میں ہے **يَصْلٰی النَّارَ الْكُبْرٰی**، یعنی یہ شخص بہت بڑی سوزش والی آگ میں جلے گا۔ اور اس سورہ میں ہے **تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً**، یہ لوگ نہایت شدید حرارت والی آگ میں جلیں گے۔

اس سورہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ 'منکرین قیامت' اور 'منکرین جنت و جہنم' اُن حقائق کا بیان سن کر کہا کرتے تھے یہ سب عجیب و غریب باتیں ہیں، بھلا ایسا ہوگا؟ آنحضرت ﷺ انہیں سمجھاتے اور غیر متعصب روحوں میں اثر لیتیں۔ قرآن مجید شروع ہی سے ان باتوں کو سمجھاتا ہے، یہ سورہ پاک بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کا نزول اس لیے ہوا ہے کہ قیامت اور جنت و جہنم کے حالات بیان کیے جائیں۔۔۔ نیز۔۔۔ جو لوگ اُن حقائق کے متعلق کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ عجیب و غریب باتیں ہیں، بھلا ایسا ہوگا؟ اُن کے سامنے یہ حقیقت کھول دی جائے کہ خود اپنے گرد و پیش کی چیزوں پر نظر ڈالو جنہیں تم رات دن دیکھا کرتے ہو، انہیں کو اپنی نگاہوں میں رکھ لو۔ یہ تمہارے اونٹ، یہ آسمان، یہ پہاڑ، یہ زمین، بتاؤ کہ ان میں سے کون سی چیز عجیب و غریب نہیں؟ کیا ان کے وجود کا انکار کر سکتے ہو؟ پھر قیامت اور جنت و جہنم عجیب و غریب ہیں، تو انکار کی کیا وجہ ہے؟

ایسی چشم کشا اور بصیرت افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۖ وَجُوهٌ كُومٍ خَاشِعَةٌ ۖ عَامِلَةٌ

کیا آئی تمہارے پاس چھا جانے والی آفت کی بات؟ • کتنے چہرے اُس دن سرنگوں ہیں • جھیلنے والے

تَاصِبَةٌ ۖ تَصَلَّى نَارًا حَامِيَةً ۖ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ اَنِيبَةٍ ۖ

مشقت میں پڑے • جائیں گے وہ جلتی آگ میں • پلائے جائیں گے کھولتے چشمہ سے •

(کیا آئی تمہارے پاس چھا جانے والی آفت)، یعنی قیامت (کی بات) جس کی ہیبت

سب کو گھیرے گی؟ (کتنے چہرے اُس دن سرنگوں ہیں)، ذلت و رسوائی کے سبب بے وقار و بے مقدار

ہوں گے (جھیلنے والے مشقت میں پڑے)، یعنی دوزخی وہ کام کریں گے جن سے اُن کو رنج اور محنت

پہنچے گی، جیسے آگ کی زنجیریں کھینچنا، عذاب دوزخ میں اوپر آنا نیچے جانا، یعنی غوطے کھانا۔۔۔ الغرض۔۔۔

(جائیں گے وہ جلتی آگ میں) جو گرمی کے نہایت درجہ پر پہنچی ہے۔ جب اُن پر پیاس غالب ہوگی تو

وہ (پلائے جائیں گے کھولتے چشمہ سے) جس کا پانی نہایت گرم ہے۔۔۔ جس کی گرمی کا عالم بعض

لوگوں کے قول کے مطابق یہ ہے کہ جس دن سے آگ پیدا کی ہے اُس پانی کو جوش دے رہے ہیں۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۖ لَا يُؤْنَسُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۖ

نہیں ہے اُن کی کوئی غذا، مگر ضریع نام کا کاٹا • جونہ فریبی دے، اور نہ کام آئے بھوک کے •

(نہیں ہے اُن کی کوئی غذا مگر ضریع نام کا کاٹا) جو ایک خاردار گھاس ہے۔ جب تک خُر رہتی

ہے، عرب اُس کو شَبْرَقُ کہتے ہیں اور چار پائے اُسے چرتے ہیں۔ اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس

’ضریع‘ کہتے ہیں اور چرنے والا جانور بھی اُس کے سامنے نہیں پھٹکتا۔ آخرت میں اُس کی صورت

آگ کا درخت ہوگا۔

ابو جہل نے جب یہ آیت سنی تو بولا کہ کیا ضَرِيع ہم کو فریبہ کر دے گی جس طرح ہمارے

اونٹوں کو فریبہ کر دیتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

(جونہ فریبی دے اور نہ کام آئے بھوک کے)، یعنی دوزخ کی ضریع کسی کو فریبہ نہیں کرتی اور

نہ ہی کسی کی بھوک دفع کرتی ہے۔ کھانے کے یہی دو مقاصد ہوتے ہیں کہ کھانے والا فریبہ ہو۔۔۔ یا۔۔۔

اُس کی بھوک مٹ جائے، مگر دوزخ کی ضریع سے ان دونوں میں سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔

مذکورہ بالا چہروں کے برعکس۔۔۔

وَجُودُهُ يُومِنُ تَاعِمَهُ ۝۸ لَسَعِيهَا رَاضِيَةً ۝۹ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰

کتنے چہرے اُس دن راحت والے • اپنی کوشش سے خوش • اونچے باغ میں ہیں •

لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝۱۱

کہ نہ سنیں گے اُس میں کوئی بے ہودہ بات •

(کتنے چہرے ہیں اُس دن راحت والے)، وہ تروتازہ ہوں گے اور نعمت کا اثر ان سے ظاہر ہوگا۔ وہ (اپنی کوشش سے خوش) ہوں گے، یعنی جو کام انہوں نے کیا ہے اُسے پسند کریں گے اور چونکہ اُس کا ثواب دیکھیں گے تو اُس سے راضی ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ وہ (اونچے باغ میں ہیں) جو بہت بلند قدر ہیں، (کہ نہ سنیں گے) وہ بلند مرتبہ چہرے والے (اُس میں کوئی بے ہودہ بات)۔۔۔ یا۔۔۔ اے مخاطب تُو نہ سنے گا اُس بہشتِ عالی میں بیہودہ بات، اس لیے کہ جنتیوں کا کلام سب ذکر اور حکمت ہوگا۔ جنت کا کیا کہنا۔۔۔

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝۱۳ وَآكَوَابٌ مُّضَوَّعَةٌ ۝۱۴

اُس میں بہتی نہر ہے۔۔۔ • اُس میں اونچے اونچے تخت ہیں • اور باقاعدہ رکھے ہوئے کوزے •

وَنُجُومٌ مَّصْفُوفَةٌ ۝۱۵ وَزُرَّاقِي مَبْتُوثَةٌ ۝۱۶

اور لگے ہوئے گدے • اور بچھائی ہوئی چاندنیاں •

(اُس میں بہتی نہر ہے) کہ اُس کا پانی منقطع نہ ہوگا، اور (اُس میں اونچے اونچے تخت ہیں)، اُن کی اصل سونے کی زمر دیا قوت موتی سے جڑاؤ۔

معالم میں ہے کہ وہ تخت ہوا میں بلند ہوں گے۔ جب صاحبِ تخت چاہے گا کہ اُس پر بیٹھے تو وہ تخت زمین پر اتر آئیں گے۔ اور جب اُس پر بیٹھے گا تو وہ تخت پھر بلند ہو کر اپنی جگہ چلے جائیں گے۔

(اور) اُس جنت میں ہوں گے (باقاعدہ رکھے ہوئے کوزے) جنتیوں کے سامنے۔ (اور) لگے ہوئے گدے) تکیے برابر رکھے ہوئے، (اور بچھائی ہوئی چاندنیاں)۔ یہ سب قدرتِ خداوندی

اور مشیت الہی کی نشانیاں ہیں، یہ تعجب و حیرت کا محل نہیں۔ اور یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ صرف چیز کے حیرتناک اور تعجب خیز ہونے کی وجہ سے اُس کے وجود کا انکار کر دینا دانشمندی نہیں۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٤﴾

تو کیا نہیں دیکھتے یہ لوگ اونٹ کی طرف، کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔۔۔

(تو کیا نہیں دیکھتے یہ لوگ اونٹ کی طرف کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے)، یعنی باوصفِ اہل

اونچے اور اتنے بڑے ہونے کے، ایک ڈورے سے لڑکے کا مسخر اور تابع ہو جاتا ہے کہ لڑکا اُس پر چڑھتا ہے اور اُترتا ہے، پھر جنت میں تخت اگر جنتی کا مسخر اور مطیع ہو تو اُس سے یہ کافر کیوں تعجب کرتے ہیں۔

اہلِ نظر کے نزدیک اونٹ کی خلقت خالق کائنات کے کمالِ قدرت اور حسن تدبیر اور علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے، اس واسطے کہ بڑا ہے، بھاری بوجھ اٹھاتا ہے، مطیع ہے، سب کا حکم بجالاتا ہے، قانع ہے سب گھاس پات چرتا ہے، متحمل ہے پیاس کی حالت میں بے صبری نہیں کرتا، اسی جہت سے بے پانی کا میدان طے کر جاتا ہے۔ اور جو کچھ حیوان سے چاہیے۔۔۔ مثلاً: نسل، بوجھ اٹھانا، دودھ، گوشت، سواری یہ سب اُس سے حاصل ہے۔ تبیان میں ہے کہ مخاطب عرب ہیں، اُن میں اکثر بدو جنگلی ہوتے ہیں اور اُن کا مال اونٹ ہے، اور جدھر دیکھتے ہیں آسمان زمین پہاڑ کے سوا کچھ نہیں دیکھتے، تو اونٹ کے ذکر بعد فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَالِی السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٥﴾ وَالِی الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٦﴾

اور آسمان کی طرف، کہ کیسا بلند کیا گیا۔۔۔ اور پہاڑوں کی طرف، کہ کیسے گاڑ دیے گئے۔۔۔

وَالِی الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿١٧﴾

اور زمین کی طرف، کہ کیسی بچھادی گئی ہے۔۔۔

(اور) کیا نہیں دیکھتے (آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا) ہے بے ستون۔ (اور پہاڑوں

کی طرف کہ کیسے گاڑ دیے گئے) زمین پر مستحکم۔ (اور زمین کی طرف کہ کیسی بچھادی گئی ہے) چوڑ

تا کہ خلق کے آرام کی جگہ ہو۔ تو کیا یہ سب تعجب خیز باتیں نہیں ہیں؟

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۖ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى

صحیح سنایا کرو کہ تم بس نصیحت سنانے کے ذمہ دار ہو • ابھی نہیں ہو تم ان پر جواب دہ، داروغہ • مگر جس نے بے رخی کی

وَكُفَّرَ ۚ فَيَعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۚ

اور کفر کیا • تو دے گا اُسے اللہ بڑا عذاب • بے شک ہمارے طرف اُن کی واپسی ہے •

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۚ

پھر بے شک ہمیں پر اُن کا حساب لینا ہے •

(تو) اے محبوب! تم انہیں (نصیحت سنایا کرو) اور سمجھاتے رہو کیوں (کہ تم بس نصیحت
انے کے ذمہ دار ہو)۔ تمہارا کام یہی سمجھانا ہے۔ (ابھی نہیں ہو تم ان پر جواب دہ داروغہ)، یعنی تم
میں مجبور کرنے کے لیے نہیں ہو (مگر) یہ ضرور ہے کہ (جس نے بے رخی کی اور کفر کیا) • تو دے گا اُسے
اللہ (بڑا عذاب) جس سے وہ بچ نہیں سکتا۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بالآخر۔۔
بے شک ہمارے طرف اُن کی واپسی ہے • پھر بے شک ہمیں پر اُن کا حساب لینا ہے (محشر میں)۔

۲۰ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۶ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ شنبہ ۱۰۔۔

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ ۱۱۔۔

الْبَيِّنَاتُ

آیات ۳۰۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْفَجْرِ

سُورَةُ الْفَجْرِ

سورۃ الفجر۔۔ ۸۹ مکیہ ۱۰

اس کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اپنے سے سابق سورہ سے اس کا ربط یہ
ہے کہ دونوں میں جنت اور دوزخ کا بیان ہے مگر ہر ایک کا اسلوب اپنی اپنی جگہ الگ ہے
اور بے حد دلکش اور موثر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ربط ہیں۔۔ مثلاً: 'سورۃ غاشیہ' میں
'ارباب مجاہدہ' کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ لوگ آخرت میں اپنی کوشش عمل کی وجہ سے خوش
و خرم رہیں گے۔ اور اس سورہ میں اُن کے متعلق نَفْسُ الْمُظْمِرَةِ فرما کر رَاضِيَةً مَرْفُوعَةً
فرمایا، یعنی یہ لوگ اللہ کے پاس اس طرح لوٹ کر آئیں گے کہ یہ اللہ سے راضی، اللہ اُن

سے راضی 'سورہ عاشیہ' میں کافروں کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ اُن کو سب سے بڑا عذاب دے گا اور اس سورہ میں اُس کی کچھ اور تفصیل فرمادی ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے روز اللہ اتنی سخت سزا دے گا کہ نہ کسی نے ایسی سزا دی ہے نہ کوئی دے سکتا ہے، اور اس طرح جہنم میں مقید کر دے گا کہ نہ کسی نے اس طور پر مقید کیا ہے نہ کر سکتا ہے۔ اس سورہ کے مرکزی مضامین میں یہ پانچ حقائق ہیں۔

﴿۱﴾۔۔۔ زندگی کے لیل و نہار شاہد ہیں کہ ظالمو! تم پر اللہ کا عذاب آ کے رہے گا، اب اُس کے وقت کا انتظار کرو۔ یہ حقیقت خاص خاص لیل و نہار کی قسم و شہادت سے پیش فرمائی گئی ہے۔ آیت ۱، آیت ۲۔

﴿۲﴾۔۔۔ علم الہی کی نگاہ ہر انسان کی ایک ایک حرکت و سکون کو دیکھ رہی ہے اور اُس کی پکڑ اور مفسدوں کی تاک میں ہے۔ یہ حقیقت آیت ۱۲ میں بیان ہوئی ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ اللہ کی پکڑ دُنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی۔ بعض گناہ، مثلاً: ظلم و تعدی اور فتنہ و فساد کی سزا دُنیا میں بھی دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی۔ دُنیا میں سزا کے نمونے عاد، ثمود اور فرعون وغیرہ کے واقعات ہیں۔ یہ حقیقت سلسلہ وارسات آیتوں میں مذکور ہے۔ آیات ۶ تا ۱۳۔

﴿۴﴾۔۔۔ پوری سزا کی جگہ آخرت ہے۔ وہاں کی سزا کا اجمالی بیان آیت ۲۵ اور آیت ۲۶ میں ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔ جن نفوس کو یادِ الہی سے سکون ملا کرتا ہے وہ بندگانِ خاص میں ہیں اور مقامِ رضوان پر فائز ہیں۔ اُن کا خاص مقام قربِ الہی اور فردوسِ اعلیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی جنت فرمایا ہے۔ آیات ۲۷ تا ۳۰۔

مذکورہ بالا ایسے عظیم حقائق پر مشتمل اس سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝

قسم ہے وقت فجر کی • اور دسوں رات کی • اور جفت و طاق کی • اور رات کی جب وہ چلے •

(قسم ہے وقت فجر کی) جو دوستوں کی مناجات کا وقت اور ساعت ہے۔

یہاں **الفجر** سے مراد کے تعلق سے دوسرے بھی اقوال ہیں، مثلاً: قسم ہے نماز فجر کی جس کے سبب سے سعادت مندوں کی جان کو آرام اور راحت ہے۔ اور ایک قول کے موافق فجر سے محرم کا روز مراد ہے کہ سال اُس سے شروع ہوتا ہے۔ یا۔۔ ذی الحجہ کا پہلا روز مراد ہے کہ لیلیٰ عشر اُس سے ملی ہوئی ہیں۔ یا۔۔ جمعہ کی فجر مراد ہے۔ یا۔۔ روزِ عرفہ کی صبح مراد ہے کہ اُس میں حاجیوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یا۔۔ عیدِ اضحیٰ کی فجر جو کہ قربانی کا روز ہے مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

(اور) قسم ہے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی (دسوں رات کی) کہ عرفہ اُسی میں ہے۔ یا۔۔ محرم کے پہلے عشرہ کی کہ اُس میں عاشورہ ہے۔ یا۔۔ رمضان کے اخیر عشرہ کی کہ اُس میں شبِ قدر ہے۔ یا۔۔ شعبان کے درمیانی عشرہ کہ اُس میں شبِ قدر ہے۔ (اور) قسم ہے (جفت و طاق کی)، یعنی یومِ نحر اور یومِ عرفہ کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جفت سے وہ تضاد اور مخالفت مراد ہے جو مخلوق کے اوصاف میں ہوتی ہے، جیسے عزت و ذلت، قدرت و عاجزی، علم و جہل، قوت و ضعف، اور موت و زندگی۔ اور **وَتْرٌ** سے صفاتِ الہی کا انفراد مقصود ہے، عزت بے ذلت، قدرت بے عجز، علم بے جہل، قوت بے ضعف، اور حیات بے موت۔ یا۔۔ **شَفْعٌ** خالق ہے کہ **مَنْ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ** اور **فَرْدٌ** سے خالق مراد ہے کہ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ**۔ یا۔۔ **شَفْعٌ** نمازِ فجر ہے اور **وَتْرٌ** نمازِ مغرب۔ یا۔۔ **شَفْعٌ** مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی دو مسجدیں ہیں اور **وَتْرٌ** مسجدِ اقصیٰ ہے۔ یا۔۔ **شَفْعٌ** صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں اور **وَتْرٌ** بیت الحرام ہے۔

(اور) قسم ہے (رات کی جب وہ چلے)، یعنی قسم ہے پچھلی رات کی جب مسافر راستہ چلتا ہے، یعنی یہ لیل و نہار شاہد حق ہیں کہ جیسے اُن کا تمہیں انتظار رہا کرتا ہے اور اپنے وقت پر یہ ضرور آتے ہیں اسی طرح تمہارے ظلم و ستم کا نتیجہ بھی اپنے وقت پر ضرور ظہور میں آئے گا، اس کا بھی انتظار کرو تمہیں اس کی سزا مل کے رہے گی۔

هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ ۚ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۚ

کیا اس میں مناسب قسم ہوگئی عقل والوں کے لیے؟ • کیا تم دیکھ نہیں چکے، کہ کیسا کیا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ؟

إِرمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۚ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۚ

ارم نام والے ستون جیسے لمبے قد کے • کہ نہیں پیدا کیا گیا اس طرح کوئی شہروں میں •

وَشُعُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۚ

اور شعود کے ساتھ جنہوں نے کاٹا چٹانوں کو وادی میں •

(کیا اس میں مناسب قسم ہوگئی عقل والوں کے لیے) جن کی سمجھ بُرائی سے روکتی اور بچاتی ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور جانیں کہ قسم ہے تحقیق اور تاکید کی ہوئی۔ اور قسم کا جواب یہ ہے کہ ہم تکذیب کرنے والوں کو عذاب کریں گے۔ اے نبی! (کیا تم دیکھ نہیں چکے) اور جان نہیں چکے (کہ کیسا کیا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ) جو (ارم نام والے ستون جیسے لمبے قد کے) تھے۔ (کہ نہیں پیدا کیا گیا اس طرح کوئی) عرب کے (شہروں میں • اور شعود کے ساتھ) کیا معاملہ کیا؟ (جنہوں نے کاٹا چٹانوں کو) پہاڑوں کی (وادی میں) اور اُسے کاٹ کر پہاڑوں کے دامن میں سنگین مکانات بنائے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۚ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۚ فَاكْثُرُوا فِيهَا

اور فرعون کے ساتھ، چومینا کرنے والا • جنہوں نے سرکشی کی تھی شہروں میں • تو بہت زیادہ فساد مچایا

الْفَسَادَ ۚ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ

اُن میں • تو نازل کیا اُن پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا •

(اور) یوں ہی (فرعون کے ساتھ) کیا معاملہ کیا؟ جو قوی بادشاہی اور بہت لاؤ لشکر والا اور (چومینا کرنے والا) تھا، یعنی لوگوں کو چومینا کر کے سزا دیتا تھا۔ (جنہوں نے سرکشی کی تھی) اُن (شہروں میں) جہاں کے وہ حاکم تھے۔ یہ لوگ جہالت اور شرارت میں بندگی کی حد سے گزر گئے تھے، (تو بہت فساد مچایا اُن میں) اور حق کی مخالفت اور خلق پر ظلم کرتے رہے، (تو نازل کیا اُن پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا)، یعنی سخت عذاب۔

چونکہ عرب کوڑے کی مار کو سب عذابوں میں سخت جانتے تھے، تو ہر طرح کے عذاب کو **سَوَّط** یعنی کوڑا کہتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کے اسلوبِ کلام کی رعایت فرماتے ہوئے اپنے عذاب کو **سَوَّط** فرمایا۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس کلمہ میں اُس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو دُنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے بہ نسبت کوڑے کی ضرب کی طرح ہے۔ تلواری کی ضرب کے بہ نسبت، اس واسطے کہ آخرت کا عذاب بہت سخت اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ

بے شک تمہارا رب یقیناً اُن کی نگرانی کرتا رہتا ہے • لیکن انسان، تو جب آزمائش کی اُس کی اُس کے رب نے

فَاكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا

کہ عزت دی اُسے اور نعمت سے نوازا اُسے۔۔ تو کہتا ہے کہ ”میرے رب نے مجھے باعزت کیا“ • لیکن جب

إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝

آزمائش میں ڈالا کہ تنگ کر دی اُس پر اُس کی روزی کو۔۔ تو کہتا ہے کہ ”میرے رب نے مجھے ذلت دی“ •

(بے شک تمہارا رب یقیناً اُن کی نگرانی کرتا رہتا ہے)، یعنی جو شخص گزرگاہ میں گھات لگا کر

بیٹھتا ہے اور راہ چلتوں کی گھات میں رہتا ہے۔ جس طرح اُس سے راہ چلنے والے نہیں بچتے وہ سب کو دیکھتا ہے، بلا تمثیل صرف تقریب فہم کے لیے اُسی طرح حق تعالیٰ بھی سب بندوں کو دیکھتا ہے اور سب کے کلام سنتا ہے، اور اس پر کچھ پوشیدہ نہیں۔

فریب خوردہ اور کم ظرف انسان دولت اور جاہ و عزت پا کر اترانے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ قدرت نے ہمیں معزز ہی بنایا ہے۔ اور اگر تنگ دستی آگئی تو قسمت کا رونا روتا ہے، حالانکہ دولت اور جاہ و منزلت میں اترانا کم ظرفی ہے اور تنگ دستی میں قسمت کا رونا کم ہمتی اور کج روی ہے۔

یہ ہو۔۔ یا۔۔ وہ، دونوں حالتوں میں انسان کے ظرف کا امتحان ہے کہ آدمی دولت اور جاہ و منزلت میں اتراتا ہے۔۔ یا۔۔ اللہ کا شکر اور مخلوق کی مدد کرتا ہے، اور تنگ دستی میں قسمت کا شکوہ کرتا ہے یا صبر سے کام لے کر تسلیم و رضا کے اوپر چلتا ہے۔

(لیکن) ابی ابن خلف جیسا (انسان) عجیب خصلت کا مظاہرہ کرتا ہے، (تو جب آزمائش کی

اُس کی اُس کے رب نے کہ عزت دی اُسے اور نعمت سے نوازا اُسے) اور معیشت اُس پر کشادہ کر دیا اور اُس کا کام آسانی سے بنادیا، (تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے باعزت کیا) اور مجھ پر عنایتیں اور کرامتیں فرمائیں، (لیکن جب آزمائش میں ڈالا کہ تنگ کر دی اُس پر اُس کی روزی کو) اور اُس کو مفلسی میں مبتلا کر دیا، (تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلت دی)۔۔۔ ایسا۔۔

كَذٰلِكَ لَا تُكَدِّرُ مُوْنُ الْيَتِيْمِ ۝

ہر گز نہیں! بلکہ تم لوگ خود ہی نہیں عزت کرتے یتیم کی۔

(ہر گز نہیں) ہے جیسا کہ کافروں نے گمان کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ عزت و جلال کی طاعت ہے اور ذلت و خواری معصیت سے ہے۔ اور تم جان لو کہ حق تعالیٰ تم کو فاقیری اور تنگدستی کے سبب سے ذلیل و خوار نہیں کرتا، (بلکہ) تمہاری ذلت اور اہانت اس سبب سے ہے کہ (تم لوگ خود ہی نہیں عزت کرتے یتیم کی) اور اُس کی حرمت کا خیال نہیں کرتے اور اُسے خرچ نہیں دیتے۔

وَلَا تَحْضُونَّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ الثَّرَاثَ اَكْلًا لَّمَّا ۝

اور نہ شوق دلاؤ مسکین کو کھلانے کا • اور نکل جاتے ہو ترکوں کو ہڑپ کر •

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور محبت کرتے ہو مال کی، بے حد محبت •

(اور نہ) ہی (شوق دلاؤ) اور نہ جذبہ پیدا کرو ایک دوسرے کو (مسکین کو کھلانے کا) • اور نکل جاتے ہو ترکوں کو ہڑپ کر، یعنی عورتوں اور لڑکوں کو میراث نہیں دیتے اور اُن کے حصے خود کھا جاتے ہو۔ (اور محبت کرتے ہو مال کی بے حد محبت)۔ کمزوروں اور غریبوں کی خبر نہ لینا، لوگوں کا حق مارنا، اور مال سے بہت زیادہ محبت کرنا، بس یہی باتیں ہیں جو انسانی معاشرہ کی تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ان مفاسد کا علاج یہ ہے کہ قیامت کا موثر تصور کیا جائے اور اللہ کے محاسبہ اور مواخذہ کے موثر تصور میں رہا جائے۔

كَذٰلِكَ اَدْخَلْتَ الْاَرْضَ دَكَاۤءًا ۝ وَجَاۤءَ رَبُّكَ وَالْمَلِكُ صَفَاۤءًا ۝

کیوں نہیں! جب کر دی جائے گی زمین ریزہ ریزہ • اور آگیا تمہارے رب کا حکم، اور فرشتے صف بہ صف •

وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۝

اور لائی گئی اُس دن جہنم۔۔ اُس دن سمجھے گا انسان، اور اب کہاں کا سمجھنا •

(کیوں نہیں) بے شک (جب) پاش پاش کر کے (کر دی جائے گی زمین ریزہ ریزہ • اور آگیا تمہارے رب کا حکم اور فرشتے صف بہ صف)، یعنی تمہارے رب کی قدرت اور ہیبت کی نشانیاں ظاہر ہو گئیں، اور آئیں گے فرشتے میدانِ حشر میں صف صف اپنی منزلت اور مرتبے کے موافق ایک کے پیچھے ایک۔۔۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر آسمان کے فرشتوں کی صف علیحدہ ہوگی۔۔۔ (اور لائی گئی اُس دن جہنم) کہ ستر ہزار لگا میں جہنم پر چڑھی ہوں گی اور ستر ستر ہزار فرشتے ہر لگام کو پکڑے ہوئے کھینچتے ہوں گے۔

اور دوزخ کافروں پر غصہ میں جوش خروش کرتی ہوگی، یہاں تک کہ میدانِ حشر میں لائیں گے اور عرش کے بائیں پر رکھیں گے۔ اور اُس وقت سب کہیں گے 'یارب! نفسی نفسی'، اور ہمارے رسول ﷺ عرض کرتے ہوں گے 'یارب! امتی امتی'۔ اور جہنم کہے گی 'مَالِي وَمَالِكَ يَا مُحَمَّد' یعنی آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے کیا کام، اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے مجھے آپ پر حرام کر دیا ہے۔ (اُس دن) یاد کرے گا اور (سمجھے گا انسان) اپنے گناہ۔۔۔ یا۔۔۔ نصیحت پکڑے گا اور اپنے اعمال کی قباحت اور خرابی سے آگاہ ہو جائے گا۔ (اور اب کہاں کا سمجھنا)، یعنی اب یاد کرنے اور نصیحت پکڑنے کا فائدہ اُسے کہاں ملنے والا ہے۔ اس لیے کہ یاد کرنے کا محل دُنیا ہے، نہ کہ عقبی۔ جب بندہ دیکھے گا کہ اب نصیحت ماننا کچھ فائدہ نہیں دیتا تو حسرت کی رؤ سے۔۔۔

يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝

کہے گا کہ 'اے کاش! میں نے بھیج دیا ہوتا کچھ اپنی اس زندگی کے لیے • تو اس دن نہ عذاب دے سکتا اس کی طرح سے کوئی •

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝

اور نہ جکڑ سکتا اس کی طرح کوئی •

(کہے گا کہ اے کاش! میں نے بھیج دیا ہوتا کچھ اپنی اس زندگی کے لیے)، یعنی آگے بھیجتا میں نیک کام اپنی زندگی کے واسطے اس عالم میں، (تو اس دن نہ عذاب دے سکتا اس کی طرح سے کوئی) لوگوں میں سے۔ (اور نہ جکڑ سکتا اس کی طرح کوئی)۔۔۔ الغرض۔۔۔ نہ اس کی طرح کوئی عذاب

دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی طرح کوئی قید میں جکڑ سکتا ہے۔۔ ہاں۔۔ حق تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ وقت بھی مومنین کے سروں پر سایہ گستر رہے گی۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ موت کے قریب مومن فرمائے گا۔۔۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ

اے اطمینان والی جان! • واپس جا اپنے رب کی طرف، خوش پسندیدہ •

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّاتٍ ۖ

تو داخل ہو جا میرے بندوں میں • اور چلی جا جنت میں •

(اے اطمینان والی جان) جو میرے ذکر سے سکون حاصل کرتی تھی اور میری نعمت میں شاکر تھی اور محنت میں صابر تھی، (واپس جا اپنے رب) کی وعدہ گاہ (کی طرف) اس حال میں کہ تو (خوش) ہو اپنے رب کی عطا سے اور ان نعمتوں سے جسے تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے (پسندیدہ) قرار دیا گیا ہے۔۔ تو جب قیامت کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ۔۔ اے نفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ تیرے سر پر میری خاص نوازشات کا سایہ ہے، (تو داخل ہو جا میرے) نیک (بندوں میں • اور چلی جا) میری (جنت میں)، یعنی جنتوں میں میرے مقرب اور خاص لوگوں کے ساتھ داخل ہو۔ اس مقام پر یہ بات فائدہ سے خالی نہیں کہ نفسِ انسانی کی تین حالتیں ہیں: ﴿۱﴾۔۔ یا تو بُرائی کی تحریک کرتا ہے، ایسی حالت میں اس کا نام 'نفسِ لتارہ' ہے۔ ﴿۲﴾۔۔ اتنا برا تو نہیں بلکہ بُرائی ہو جانے پر نادم ہوتا ہے، ایسی صورت میں اُس کو 'نفسِ لوامہ' کہتے ہیں۔ ﴿۳﴾۔۔ یا اتنا پاکیزہ ہے کہ اللہ ہی سے لگن ہے اور اللہ ہی کی یاد سے اُس کو سکون ملتا ہے۔ ایسی صورت میں اُسے 'نفسِ مطمئنہ' کہا جاتا ہے۔

سورہ الفجر --- ﴿۲۱﴾ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ

﴿۲۱﴾ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ

سُورَةُ الْبَكْرَةِ

آیات ۲۰۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْبَكْرَةِ

سُورَةُ الْبَكْرَةِ

سورۃ البکرہ۔۔ ۹۰ کیہ ۳۵

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اپنی سابقہ سورہ سے اس کا ربط یہ ہے کہ سورہ الفجر میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو خوش حالی اور زبوں حالی پیش آتی ہے۔ اگر دولت ملی تو غافل انسان مگن ہے کہ بڑی عزت ملی، اور اگر ناداری سے دوچار ہوا تو سمجھا کہ کیسی ذلت کی زندگی ہے؟ غرض خدا فراموش انسان کی نگاہ میں جو کچھ ہے دولت ہے، انسانیت کے مکارم و فضائل کی اہمیت نگاہ میں نہیں۔ اس کی بنا پر اُس میں اتنی بے رحمی اور سنگ دلی آ جاتی ہے کہ یتیم اور مسکین کے فقر و فاقہ پر بھی ترس نہیں آتا بلکہ مال و دولت کی اتنی محبت ہے کہ وارثوں کا حق بھی ہتھیا لیتا ہے۔

اور اس سورہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ انسانیت کے کوہِ رفعت و عظمت کی چڑھائی کے راستے کو وہی مردِ مؤمن طے کرے گا اور اوپر پہنچے گا جو مال و دولت کو اچھے راستہ میں خرچ کرے، اور اُس سے اللہ کے بندوں کو وہ فائدہ پہنچائے جس سے اُن کی پریشانی، زبوں حالی اور مصیبت دور ہو جائے، گردنیں آزاد ہو جائیں، یتیموں اور مسکینوں کو فاقہ کی نوبت نہ آئے۔ اس میں اپنے عزیز و قریب کا بھی لحاظ رکھا جائے اور دوسروں کا بھی۔ ان خوبیوں کے ساتھ یہ مردِ مؤمن ایمان کے اور تقاضوں پر بھی عمل کرتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اہل ایمان کے زمرہ میں رہتا ہے جو صبر اور ضبطِ نفس اور رحمِ دلی کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ یہ سورہ پاک حسبِ ذیل مقاصد پر مشتمل ہے۔

﴿۱﴾۔۔۔ مشقت جھیلنا انسان کی فطرت ہے۔۔۔ لہذا۔۔۔ مشقت تو جھیلنی ہی پڑے گی۔ اگر راہِ حق میں صعوبتیں پیش آئیں، تو اُن کو خندہ پیشانی سے جھیلو۔

﴿۲﴾۔۔۔ فریب خوردہ انسان اپنی قوت اور دولت پر ناز کرتا ہے۔ یہ عرفانِ الہی سے محرومی کا ہی نتیجہ ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں دیں، ایک زبان اور دُلبِ عطا کیے، حق و باطل کی تمیز بخشی، انسان سوچے کہ ان نعمتوں کا تقاضہ کیا ہے؟

﴿۴﴾۔۔۔ اعلیٰ انسانیت کا راستہ محتاجوں کی خبر گیری ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ ایمان ضروری ہے۔ اور ایمان میں ثابت قدمی اور نفس پر کنٹرول کی تاکید کرنا اور رحم و شفقت کی تاکید کرنا بھی ضروری ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔ انہیں کاموں کے کرنے کا نام فلاح و سعادت ہے، جو ان کو عمل میں لائے وہی خوش نصیب ہے۔

﴿۶﴾۔ تعلیمات الہی اور آیات ربانی کو نہ ماننا کفر اور بد نصیبی ہے، اور ایسا ہی شخص کافر اور بد نصیب ہے۔ یہ آج کفر کے گھرے میں بند ہے کل جہنم کی آگ میں بند رہے گا۔

ایسے عظیم مقاصد پر مشتمل ہونے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ

نہیں کیا مجھے قسم ہے اس شہر کی • کہ تم چلنے پھرنے والے ہو اس شہر میں •

(نہیں کیا مجھے قسم ہے اس شہر) مکہ (کی) کیوں (کہ تم چلنے پھرنے والے ہو اس شہر میں) باوصف اس کے کہ مکہ معظمہ امن کی جگہ، خلق کے ثواب حاصل کرنے کا مقام، حج کا محل اور بیت الحرام کا مکان ہے، لیکن میں جو اس کی قسم یاد فرماتا ہوں اس کی وجہ ہے کہ تم اس میں چلتے پھرتے ہو۔۔۔ قسم کو آپ ﷺ کے نزول کے ساتھ مقید کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں کا یہ شہر حلال ہے۔۔۔

قسم ہے اس شہر مکہ کی جبکہ اس شہر میں آپ جیسے شخص کو مار ڈالنا حلال ٹھہرایا گیا ہے اور اس بلد حرام کی حرمت کو پامال کرنے کی اسکیم بنالی گئی ہے۔

قسم ہے اس شہر مکہ کی کہ مستقبل میں بعض لوگوں کا اس میں قتل کر دینا آپ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا ہے، اور مکہ معظمہ کے فتح ہونے اور اس میں بعض کے قتل کر دینے کا آپ سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔۔۔ اور یہ فعل کے پہلے حکم کا نازل ہونا ہے۔۔۔

وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۚ

اور قسم ہے باپ کی اور اس کی اولاد کی • یقیناً بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے کو •

(اور قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی)۔۔۔ باپ سے مراد حضرت آدم۔۔۔ یا۔۔۔ حضرت
براہیم علیہ السلام ہیں، اور اولاد سے اُن کی ذریت مراد ہے۔۔۔ یا۔۔۔ باپ سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں،
اولاد سے آپ کی امت مراد ہے۔۔۔ تو حق تعالیٰ اپنے حبیب اور اُن کی امت کی قسم ارشاد فرما کر
فرماتا ہے کہ۔۔۔ (یقیناً بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے کو)، تو کوئی انسان ایسا نہ ہوا
ورنہ ہوگا جس نے کسی نہ کسی نوع کی مشقت نہ جھیلی ہو۔۔۔ الغرض۔۔۔ مشقت جھیلنا انسان کی فطرت ہے۔

أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۝

کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہ قدرت رکھے گا اس پر کوئی۔۔۔ کہتا ہے کہ میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیر کا ڈھیر •

أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝

کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اُسے کسی نے •

(کیا وہ) یعنی ظالم انسان یہ (سمجھتا ہے کہ نہ قدرت رکھے گا اُس پر کوئی)، یعنی اُسے کوئی
زیر نہ کر سکے گا، اور اُس سے ہمارے پیغمبر کا بدلہ نہ لے سکے گا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ (کہتا ہے کہ میں نے خرچ
کر ڈالا مال ڈھیر کا ڈھیر) پیغمبر کی عداوت میں، اس واسطے کہ لوگوں کو رشوت دیتا کہ پیغمبر ﷺ کو ایذا
دیں۔ (کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اُسے کسی نے) خرچ کرتے وقت، تا کہ اُس سے سوال کرے
کہ کیوں ایسا کرتا ہے؟ اُسے بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ خدا نے اُسے دیکھا اور اُس بے جا خرچ کرنے پر
اُسے بدلہ دے گا۔

مذکورہ بالا آیات میں بہت سخت انداز ہے اور اُس کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق
ہے اور ظالموں کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے اور اُن کو ضرور سزا دے گا۔ آگے حق تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے کہ ان ناشکروں اور ظالموں نے غور نہیں کیا کہ ہم نے کیسی کیسی نعمتوں سے اپنے
فضل و کرم سے انہیں نوازا ہے۔۔۔

أَلَمْ تَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝

کیا نہیں بنایا ہم نے اُس کی دو آنکھیں • اور زبان، اور دو ہونٹ • اور بتادی ہم نے اُسے دو ابھری راہیں •

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝

تو نہ کوڈ پڑا اُس گھاٹی میں •

(کیا نہیں بنایا ہم نے اُس کی دوا نکھیں) کہ اُن سے دیکھتا ہے، (اور زبان) کہ اُس سے بات کہتا ہے، (اور دو ہونٹ) کہ اُس کے دہن کو چھپاتے ہیں اور کھانے پینے پر اُس کی معاونت اور مدد کرتے ہیں۔ (اور بتادی ہم نے اُسے دوا بھری اُبھری راہیں) حق و باطل اور خیر و شر کی کتابیں نازل کر کے اور پیغمبروں کو مبعوث فرما کے۔ (تو نہ کو دپڑا اُس گھاٹی میں) یعنی اُس نے جو مال پیغمبر ﷺ کی عداوت میں صرف کیا، وہ یہ گھاٹی طے کرنے میں کیوں نہ صرف کیا؟ اور نفس اور خواہش کی مخالفت میں اُس نے رنج کیوں نہ کھینچا؟

عقبہ یعنی گھاٹی ایک مثال ہے جو شخص نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اُسے اس شخص کے چلنے سے مثال دیتے ہیں جو رنج و تکلیف کے ساتھ گھاٹی کے اوپر چڑھتا ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعُقْبَةُ ۚ ۱۱ فَكَ رَقَبَةٌ ۚ ۱۲ أَوْ اطْعَمْتُ يَوْمَ ذِي مَسْعَةِ ۚ ۱۳

اور تمہیں کیا اٹکل کہ گھاٹی کیا ہے؟ • گردن کو آزاد کرانا • اور کھانا کھانا فاقہ والے دن میں •

يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۚ ۱۵ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۚ ۱۶

کسی یتیم رشتہ دار کو • یا مسکین خاک نشین کو •

(اور تمہیں کیا اٹکل کہ گھاٹی کیا ہے)، یعنی اُس پر گزر جانے کا سبب کیا ہے۔ تو اُس کے اسباب یہ ہیں (گردن کو آزاد کرانا) بندگی کی قید سے، یعنی مکاتب کے ثمن میں مدد کرنا، (اور کھانا کھانا فاقہ والے دن میں)، اُس دن میں جو کہ بھوک کا ہو، یعنی جن دنوں میں خدا کے بندے دشواری کے ساتھ کھانا پاتے ہوں، تو وہ کھلائے (کسی یتیم رشتہ دار کو) جو اُس سے قرابت رکھتا ہو (یا مسکین خاک نشین کو)، یعنی فقیری اور مفلسی کے سبب سے خاک پر لیٹا ہو۔

اور یہ محتاجی اور تنگدستی اور عاجزی سے کنایہ ہے۔ اور ایسا آدمی صاحب عیال ہے۔۔۔ یا۔۔۔ قرضدار۔۔۔ یا۔۔۔ بیمار۔۔۔ یا۔۔۔ مفلس۔۔۔ یا۔۔۔ مسافر ہے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ”مسکین خاک نشین“ سے اُن تمام کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَحْسَنَةِ ۚ ۱۷

پھر وہ ہوا اُن میں سے، جو ایمان لائے اور وصیت کرتے رہے مبرکی، اور وصیت کرتے رہے رحم کھانے کی •

(پھر وہ) یعنی یہ آزاد کرنے والا۔۔ یا۔۔ کھانا کھلانے والا (ہو اُن میں سے جو ایمان لائے)،
 اس لیے کہ سب خیرات اور نیکیاں قبول ہونے میں ایمان شرط ہے۔ (اور وصیت کرتے رہے صبر کی)
 یعنی نصیحت کی انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی طاعت پر۔۔ یا۔۔ معصیت سے۔۔ یا۔۔ دین الہی کی
 نصرت میں انواع و اقسام کی مشقت پر۔ (اور وصیت کرتے رہے رحم کھانے کی)، یعنی نصیحت کی
 انہوں نے باہم مرحمت اور مہربانی کرنے کی خدا کے بندوں پر۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ

وہی ہیں داہنے والے • اور جنہوں نے انکار کر دیا ہماری آیتوں کا، وہ بائیں والے ہیں •

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّوَصَّدَةٌ ۖ

اُن پر آگ ہے بند کی ہوئی •

(وہی ہیں داہنے والے) جو عرش کی داہنی طرف سے جنت میں جائیں گے۔۔ یا۔۔ برکت
 والے لوگ ہیں۔ (اور جنہوں نے انکار کر دیا ہماری آیتوں کا)، یعنی حق پر جو نشانیاں ہم نے قائم کی ہیں
 کتاب اور دلیلیں، اُس پر جو لوگ ایمان نہ لائے (وہ بائیں والے ہیں) کہ اُن کو عرش کی بائیں جانب
 سے دوزخ میں لے جائیں گے۔۔ یا۔۔ وہ لوگ شامت والے ہیں۔ (اُن پر آگ ہے بند کی ہوئی)،
 یعنی جس در کہ میں اُن پر عذاب ہوگا اُس کا سر سرپوش سے بند کر کے مضبوط کر دیں گے۔ حاصل کلام
 یہ ہے اُن پر جہنم کی آگ ہر طرف سے محیط ہوگی اور یہ اُس میں موند دیئے جائیں گے۔

تمام سورہ البلد --- ﴿ ۲۱ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ---

﴿ ۲۲ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ---

الْأَنبَا ۙ وَالْزُّهَرَا ۙ

آیات ۱۵۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ ۙ

سورۃ الشعراء۔۔ ۹۱ مکیہ ۲۶

اس سورۃ مبارکہ کو اپنے ماقبل کی سورہ سے یہ مناسبت ہے کہ اُس کے ماقبل کی سورہ
 البلد میں اصحاب یمن اور اصحاب شمال کا ذکر ہے، اور اس سورہ میں اُس کے مصداق کی

طرف واضح رہنمائی ہے، کہ اصحابِ یمن وہ فلاح یافتہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا ہے، اور اصحابِ شمال وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو گناہوں میں دبا دیا ہے۔ اس سورہ کے نمایاں مضامین حسبِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔ شروع میں نفس کی سعادت و شقاوت کے حقائق جن کا بیان قسم کے اسلوب میں ہوا ہے۔

﴿۲﴾۔ تکذیبِ نبوت اور طغیان و عصیان کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے۔ مثال کے لیے قومِ ثمود اور اُس کی تکذیب و طغیان کی مختصر سرگزشت اور اُس کا انجام بیان فرما دیا۔ اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی تطہیر و تکمیل میں لگ جاؤ کہ فلاح و سعادت کا راستہ یہی ہے، اور اُن کاموں سے بچو جن سے نفس میں دنائت اور خدا فراموشی پیدا ہوتی ہے، اور کمال کی بالیدگی مر جاتی ہے۔ ایسے بُرے کاموں سے شقاوت اور حرماں نصیبی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ حقائق سمجھو اچھے کام کرو، دُنیا سنوارو آخرت بناؤ، یہی ہے سورہ والشمس کی قسموں کا حاصل۔

ایسی حکیمانہ طرزِ اسلوب پر مشتمل سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَاللَّهُمَّ إِذَا جَلَّهَا ۝

قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی • اور چاند کی جب پیچھے لکھے اُس کے • اور دن کی جب نمایاں کر دے اُس کو

وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا ۝ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝ وَالْأَرْضُ وَمَا طَرَفُهَا ۝

اور رات کی جب ڈھانپ لے اُس کو • اور آسمان کی، اور اُس کی جس نے بنایا اُسے • اور زمین کی، اور اُس کی جس نے اُسے پھیلا دیا

(قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی) جب وہ بلند ہوتا ہے اور چاشت کے مقام پر پہنچتا ہے۔

ہے۔ (اور چاند کی جب پیچھے لکھے اُس کے)، یعنی چاند رات کو جب آفتاب کے پیچھے ماہتاب غروب

کرتا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ جس رات کو چاند پورا ہوتا ہے، تو اُس کا طلوع سورج کے غروب سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

(اور دن کی، جب نمایاں کر دے اُس کو) اور روشن کر دے اُسے۔ (اور رات کی، جب ڈھانپ لے اُس کو)، یعنی آفتاب کی روشنی کو۔ (اور آسمان کی اور اُس کی جس نے بنایا اُسے) • اور زمین کی، اور اُس کی جس نے اُسے پھیلا دیا، یعنی بچھا دیا۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ قَدْ أَفْلَحَ

اور جان ۱۰، اور جس نے اُسے درست فرمایا • توحی میں ڈال دی اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو • کہ بے شک کامیابی

مَنْ رَزَقْنَاهَا ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۖ

حاصل کر لی جس نے اس کو پاک کر لیا • اور بے شک ناکام رہا جس نے گناہوں میں دبا دیا اُسے •

(اور جان کی، اور جس نے اُسے درست فرمایا)، یعنی اس کے اعضاء درست کیے۔ (توحی

میں ڈال دی اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو)، یعنی جھوٹ، ناپاکی اور بے باکی اور۔۔۔ یوں ہی۔۔۔

پرہیزگاری، نیکوکاری اور فرمانبرداری، ان تمام باتوں کو اُس پر واضح کر دیا اور اُسے تعلیم کر دی۔۔۔ حق

تعالیٰ یہ قسمیں ارشاد فرما کر فرماتا ہے۔۔۔ (کہ بے شک کامیابی حاصل کر لی جس نے اس کو پاک

کر لیا) بُرائیوں کے میلوں سے۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کو نشوونمادی بزرگیوں کے انواع و اقسام کے ساتھ۔

(اور بے شک ناکام رہا) اور بے بہرہ رہا (جس نے گناہوں میں دبا دیا اُسے) فسق و جہالت کے

سبب سے۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کی قدر و منزلت گم کی معصیت اور ضلالت کے سبب سے۔

محققین کا کہنا ہے کہ نفس کو پاک کرنا دل صاف ہونے کا سبب ہے۔ جس وقت نفس

خواہش کے شائبوں سے پاک ہو جاتا ہے، تو دل بھی تعلق ماسویٰ کے لوٹ سے صاف

ہو جاتا ہے، اور اس طرح کی سرکشی سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے جس کا مظاہرہ قوم ثمود

جیسوں نے کیا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۖ إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا ۖ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ

جھٹلایا تھا ثمود نے اپنی سرکشی سے • جب کہ اُٹھ پڑا تھا اُن کا نہایت بد بخت • تو بتایا انہیں اللہ کے رسول نے

نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۖ

کہ ”خیال رکھو اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کو“ •

(جھٹلایا تھا) قوم (ثمود نے اپنی سرکشی سے) اپنے نبی حضرت صالحؑ کو (جبکہ اُٹھ

پڑا تھا اُن کے قبیلے (کا) ایک (نہایت بد بخت) قد ار بن سالف ایک گروہ کے ساتھ اوٹنی کی کوچیں کاٹنے اور اُسے ہلاک کرنے کو، (تو بتایا انہیں اللہ تعالیٰ (کے رسول) حضرت صالحؑ نے، کہ خیال رکھو اللہ تعالیٰ کی اوٹنی اور اُس کے پینے کی باری کو، یعنی اپنی باری کے دن جو وہ پانی پیتی ہے اُس کے پاس نہ جاؤ تا کہ تم پر عذاب نازل نہ ہو۔ تو۔۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهُمَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمُ رَبُّهُمُ

جھٹلایا تھا اُن سب نے انہیں، چنانچہ کوچیں کاٹ ڈالیں اُس کی۔۔ تو بربادی ڈال دی اُن پر اُن کے رب نے

يَذَلِّيهِمْ فُسُوهُمَهَا ۚ وَلَا يَخَافُ عِقَابَهَا ۝

۱۵

اُن کے گناہوں کے سبب، تو زمین برابر کر دیا اُسے • اور نہیں خوف اُسے اُس کے پیچھا کرنے کا •

(جھٹلایا تھا اُن سب نے انہیں) عذاب نازل ہونے کے باب میں۔ (چنانچہ کوچیں کاٹ ڈالیں اُس کی۔۔ تو بربادی ڈال دی اُن پر اُن کے رب نے) یعنی یکبارگی ہلاکت بھیج دی اُن پر اُن کے رب نے (اُن کے گناہوں کے سبب تو زمین برابر کر دیا اُسے)، یعنی پھر یکساں کر دیا اُس عذاب کو سب پر کہ اُن کے چھوٹے بڑے سب مر گئے۔ (اور نہیں خوف اُسے اُس کے پیچھا کرنے کا)، یعنی حق تعالیٰ نے سب کو غارت کر کے برباد کر دیا اور اُسے اُن کے انجام کی کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ کسی کو اُس پر قابو نہیں اور بد انجاموں کی اُس تک رسائی نہیں۔

اختتام سورہ الشمس --- ﴿ ۲۲ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ---

--- ﴿ ۲۲ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ---



آیات ۲۱۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الْاٰلِ



سورہ الیل۔۔ ۹۲ مکیہ

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کو اپنی سابق 'سورہ والشمس' سے بڑی گہری مناسبت ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔ دونوں کی ابتداء قسم سے ہوئی ہے۔ 'سورہ والشمس' میں متقابل چیزوں کی قسم ہے اور اس سورہ میں متضاد اشیاء کی۔ 'سورہ والشمس' میں بتایا گیا

ہے کہ فلاح و سعادت کی دولت کیسے ملتی ہے؟ اور ناکامی و شقاوت کیسے ہاتھ آتی ہے۔ اور اس سورہ میں فلاح و سعادت کی بنیاد کار کو بتایا گیا ہے کہ یہ نیکی کی توفیق ہے۔ اور بد بختی اور شقاوت کی بنیاد کو بھی بتایا گیا ہے کہ یہ بُرائی کی سہل کاری ہے۔ پھر اُس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ توفیق اور یہ سہل کاری کن افعال سے نصیب ہوتی ہے؟

دونوں سورتوں میں ایک بڑی مناسبت یہ بھی ہے کہ سورہ والشمس میں شمود کے سب سے بڑے بد نصیب کا ذکر، اُس کی بد نصیبی کی روداد، اور دُنیا میں اُس کے بدترین انجام کا بیان تھا، اور اس سورت میں وضاحت کی گئی ہے کہ سب سے بڑے بد نصیب کی علامت کیا ہے؟ اور آخرت میں اُس کا کیا انجام ہوگا؟ اس سورہ کے نمایاں مضامین حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔ اس حقیقت کا بیان کہ کوششیں مختلف اور متضاد ہیں۔ اور اُن کے نتائج بھی باہم مختلف اور متضاد ہیں۔ اس کی وضاحت کے لئے چار متضاد چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی ہے، یعنی یہ چاروں متضاد چیزیں شاہد حق ہیں کہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں۔

﴿۲﴾۔۔۔ اُن میں کچھ کوششیں ایسی ہیں جن کا نفس و ضمیر پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ نیکی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، پھر اچھے کام بآسانی ہونے لگتے ہیں۔ اُن کے متوازی وہ کوششیں ہیں جو ضمیر و نفس پر ایسا اثر ڈالتی ہیں کہ بدی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ جن بُرے کاموں کا کرنا آسان نہیں انسان انہیں بھی آسان سمجھ لیتا ہے اور کر بیٹھتا ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ فلاح و سعادت کی راہ کھولنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

﴿۴﴾۔۔۔ دُنیا اور آخرت دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔ اللہ تعالیٰ اُس آگ سے متنبہ کر چکا ہے جو بہت پاور سے بھڑک رہی ہے۔

﴿۶﴾۔۔۔ اُس میں وہی بد بخت جائے گا جس نے دعوتِ حق کو صحیح نہیں مانا اور سرتابی کی۔

﴿۷﴾۔۔۔ وہ شخص اُس سے دُور ہی رکھا جائے گا جو تزکیہ نفس کے لیے اپنا مال راہِ حق میں

صرف کرتا ہے، اور مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔

ایسے اعلیٰ و ارفع مضامین پر مشتمل اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝

قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے • اور دن کی جب روشن ہو • اور اُس کی جس نے پیدا فرمایا نر و مادہ کو •

إِنْ سَعَيْكُمْ لَشَيْءٌ ۝

کہ بلاشبہ تم لوگوں کی کوشش مختلف ہے •

(قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے)، یعنی اُس کی تاریکی زمین کی چیزوں کو چھپالے، (اور دن کی، جب روشن ہو) سورج کی درخشانی سے، (اور اُس کی جس نے پیدا فرمایا نر و مادہ کو)، یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو۔۔۔ یا۔۔۔ سب حیوانوں میں سے نر اور مادہ کو، (کہ بلاشبہ تم لوگوں کی کوشش مختلف ہے) آثار میں بھی اور نتائج میں بھی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ کام کے مناسب بعض کو ثواب اور کرامت ہے اور بعض کو عذاب اور ملامت ہے۔۔۔ پھر مختلف کاموں اور اُس کی مختلف جزاؤں کو بیان فرماتا ہے۔۔۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيَرُكَ لِلْيُسْرَى ۝

تو جس نے بخشش کی اور اللہ سے ڈرتا رہا • اور تصدیق کردی بڑی اچھی تعلیم کی • تو جلد ہم سامان کر دیں گے اُس کی آسانی کا • (تو جس نے بخشش کی)، اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا (اور اللہ) تعالیٰ (سے ڈرتا رہا)،

یعنی شرک اور کبیرہ گناہوں سے اپنے کو بچاتا رہا اور اُن سے پرہیز کرتا رہا، (اور تصدیق کردی بڑی اچھی تعلیم کی)، یعنی کلمہ حق لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کو دل سے سچ مانتا رہا (تو جلد ہم

سامان کر دیں گے اُس کی آسانی کا)، یعنی اُس کے لیے اچھا طریقہ ضرور آسان کر دیں گے۔

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سورہ مبارکہ کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

خصلت کی شان میں ہے اور کچھ حصہ امیہ بن خلف۔۔۔ یا۔۔۔ ابو جہل کی کیفیت میں۔ کشف

الاسرار میں ہے کہ دو آدمیوں کے باب میں یہ سورت نازل فرمائی گئی: ایک النبی یعنی بڑا

متقی کہ صدیقوں کا امام ہے اس امت میں، یعنی صدیق اکبر ؓ کی شان میں اور ایک
اشقی یعنی بڑا شقی کہ زندیقوں کا پیشوا ہے اہل ضلالت میں، یعنی ابو جہل۔

اور سورت کے شروع میں جو رات دن کی قسم ارشاد فرمائی، یہ ایک کی ظلمت اور دوسرے
کی نورانیت کی طرف اشارہ ہے، یعنی شبِ ضلالت میں کسی کو وہ گمراہی نہ تھی جو ابو جہل
کذاب شقی کو تھی، اور روزِ دعوت میں کسی کو وہ نورِ ہدایت ظاہر نہ ہوا جو ابو بکر صدیق ؓ کو
ہوا۔

روایت ہے کہ حضرت بلال ؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ کافران کو طرح طرح
کی تکلیفیں دیتا تا کہ دینِ اسلام سے پھر جائیں۔ اور اُن کے دل میں ہر وقت محبتِ الہی کی
آگ اور زیادہ بھڑکتی تھی۔ ایک دن حضرت صدیق اکبر ؓ نے دیکھا کہ امیہ نے حضرت
بلال ؓ کو جلتی ہوئی ریگ پر ڈال دیا ہے اور پتے ہوئے پھر اُن کے سینے پر رکھے ہیں،
اور وہ اس حال میں اُحَد اُحَد کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر ؓ کا دل اُن پر جلا، فرمایا
اے امیہ! وائے تجھ پر، اس خدا کے دوست پر تو کتنا عذاب کرتا ہے۔ امیہ بولا کہ اے
ابو بکر! اگر تیرا دل اس پر جلتا ہے تو اسے مجھ سے مول لے لے۔ پوچھا کہ کتنے کو بیچتا ہے؟
بولا کہ اُسے نسطاس رومی سے بدلتا ہوں۔

اور نسطاس رومی حضرت صدیق ؓ کا غلام تھا اُس سے ہزار دینار قیمت مل سکتی تھی،
اور حضرت صدیق اکبر ؓ نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو ایمان لائے تو جو مال تیرے
پاس ہے اور جو تجارت کرتا ہے سب تجھ کو بخش دوں۔ نسطاس ایمان نہ لایا اور حضرت صدیق
اکبر کا دل اُس سے رنجیدہ تھا۔ جب امیہ سے یہ بات سنی تو غنیمت جان کر نسطاس کو تمام
استعداد اور مقدرت سمیت امیہ کے حوالے کیا۔ اور حضرت بلال کو لے لیا، اور اُسی وقت
ثوابِ آخرت حاصل کرنے کی امید پر حضرت بلال کو آزاد کر دیا۔

حق تعالیٰ نے یہ سورت بھیجی اور حضرت صدیق کی سیرت سے خبر دی اور فرمایا کہ جس
نے اپنا مال خرچ کیا اور اُس کا بدلا اور ثواب ملنے کی تصدیق کی، تو قریب ہے کہ آسانی دیں
ہم اُس کو نیک طریقے کے واسطے کہ آسانی اور راحت کا سبب ہو، یعنی اُس کام میں جو اُسے
جنت میں پہنچادے کہ آسانی اور راحت وہیں ہے۔

وَأَمَّا مَنْ يَخْلُ وَاسْتَعْنَى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحَسَنَى ۝ فَسَيُسَرُّهُ الْعُسْرَى ۝

اور رہے وہ جنہوں نے کنجوسی کی، اور بے پرواہی برتی، اور جھٹلایا نہایت اچھی تعلیم کو، تو ہم سامان کر دیں گے اُس کی دشواری کا۔

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ۝

اور نہ کام آئے گا اُس کے اُس کا مال جب ہلاکت میں پڑ چکا۔

(اور رہے وہ، جنہوں نے کنجوسی کی اور بے پرواہی برتی) اپنے مال میں۔۔۔ یا۔۔۔ کلمہ، تو حید کہنے میں اور اپنے کو ثواب الہی سے بے نیاز دیکھا، اور اس سبب سے جو کام ثواب حاصل کرنے کے موجب ہیں اُن کی طرف رغبت نہ کی، (اور جھٹلایا نہایت اچھی تعلیم کو) اور دین اسلام کے ساتھ متدین نہ ہوا۔۔۔ یا۔۔۔ حق تعالیٰ کے وعدہ کو باور نہ رکھا، (تو ہم سامان کر دیں گے اُس کی دشواری کا)۔ یعنی ہم مہیا کر دیں گے اُس کو اس صفت کے واسطے جو اُسے دشواری اور محنت میں ڈال دے، یعنی وہ کام جو اُسے دوزخ میں لے جائے۔

(اور نہ کام آئے گا اُس کے اُس کا مال جب ہلاکت میں پڑ چکا)، یعنی دفع نہ کرے گا اُس عذاب کو اُس کا مال جس میں اُس نے بخل کیا ہے جب کہ وہ مرجائے گا۔۔۔ یا۔۔۔ جب سر کے بل آئے گا یعنی قبر میں گرے گا۔۔۔ یا۔۔۔ دوزخ کے گڑھے میں۔۔۔ المختصر۔۔۔ جب یہ شخص برباد ہوگا اور تباہی کے غار میں گر جائے گا تو اُس کا مال کچھ کام نہ آئے گا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى ۝

بے شک ہم پر یقینا ہے ہدایت فرمانا، اور بے شک ہماری ہی یقینا ہے آخرت اور دنیا، تو میں ڈراچکا تمہیں اُس آگ سے

لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْاَشَقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝

جو بھڑک چکی، نہ رہے گا اُس میں مگر نہایت بد بخت، جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔

(بے شک ہم پر یقینا ہے ہدایت فرمانا)، یعنی حق و باطل اور وعدہ اور وعید کو بیان فرما دینا، (اور بے شک ہماری ہی یقینا ہے آخرت اور دنیا)، یعنی دونوں جہان کے مالک ہم ہی ہیں تو ہم جو کچھ چاہیں جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا کریں۔ (تو میں) اے اہل مکہ (ڈراچکا تمہیں اُس آگ سے جو بھڑک چکی) اور شعلے مارتی ہے۔ (نہ رہے گا اُس میں مگر نہایت بد بخت) اُمیہ اور ابو جہل جیسا، (جس نے جھٹلایا) پیغمبر کو (اور پیٹھ پھیری) ایمان اور طاعت سے۔

وَسَيَجْزِيهَا الْآتِقَىٰ ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ

اور جلد ہی دور رکھا جائے گا اُس سے سب سے بڑا تقویٰ والا • جو دیتا ہے اپنا مال کہ خود پاکیزہ ہو جائے • اور نہیں ہے کسی کا

مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

اس کے پاس کوئی احسان، کہ بدلہ دیا جائے • مگر اپنے بلند وبالا رب کی مرضی کو چاہنا • اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا •

(اور جلد ہی دور رکھا جائے گا اُس سے سب سے بڑا تقویٰ والا)، یعنی حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ (جو دیتا ہے اپنا مال) اس نیت سے (کہ خود پاکیزہ ہو جائے • اور نہیں ہے کسی کا اُس کے پاس

کوئی احسان کہ بدلہ دیا جائے)۔ یعنی وہ جو کسی کے ساتھ کوئی کارِ خیر کرتا ہے وہ اُس پر اُس کے کسی

احسان کا بدلہ نہیں ہے، بلکہ اُس کا عمل خیر خالصاً لوجه اللہ ہے۔

۔۔ الختصر۔۔ وہ جس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اُس سے کچھ نہیں چاہتا۔ ہاں (مگر اپنے بلند

وبالا رب کی مرضی کو چاہنا) ہے، اور خدا کی رضا سے بڑھ کر اور اُس سے برتر وبالا کوئی چیز نہیں۔ (اور

یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا)۔ اس لیے کہ اُس سے جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اُسے حاصل

ہو جائے گا۔

انعام سورہ الیل --- ﴿ ۲۲ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ---

﴿ ۲۷ رذی الحجۃ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۱۳ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ---

آیاتہا ۱۱۔۔ رکوعہا ۱

سُورَةُ الصُّحُفِ

سُورَةُ الصُّحُفِ

سورۃ الصُّحُفِ۔۔ ۹۳ مکہ ۱۱

اس سورۃ مبارکہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت اور اس سے پہلی والی سورت میں بڑی گہری مناسبت ہے۔ چنانچہ دونوں کی ابتداء قسم سے ہوئی، سورۃ والیل میں بھی دن رات کی قسم و شہادت ارشاد فرمائی گئی ہے، اور سورۃ الصُّحُفِ میں بھی دن رات کی قسم و شہادت ہے، بس ذرا سی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ سورۃ والیل میں وَإِنَّا لَنَآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ کا بیان ہے اور سورۃ الصُّحُفِ میں وَلَآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کا۔

دونوں بیان باہم عجیب مناسبت رکھتے ہیں، پہلے میں اللہ کی شان یکتائی ہے اور دوسرے

میں حضور ﷺ کی شانِ مصطفائی ہے۔ دونوں سورتوں میں رضوانِ الہی کا ذکر ہے۔ سورہ
والیل میں اُس مقام رضوان کا بیان ہے جو امت کو ملتا ہے اور بتایا گیا کہ اُس کا حصول تین
باتوں کی بدولت ہوتا ہے۔

﴿۱﴾۔ اللہ سے ڈرنا۔

﴿۲﴾۔ گناہوں سے بچنا۔

﴿۳﴾۔ اللہ کی راہ میں مال صرف کرنا اور صرف اللہ کی طلب ہونا۔

اور سورہ الضحیٰ میں آنحضرت ﷺ کے مقام رضوان کا بیان ہے جس کا حصول کسی فعل
پر موقوف نہیں، محض فضلِ الہی ہے۔

ایسی سورہ مبارکہ کو جو اول سے لے کر آخر تک نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک گلدستہ ہے،
شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ تعالیٰ) (کے) (جو) (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین
کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالصُّحُفِ ۝ وَالْيَلِ ۝ إِذَا سَجَى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى ۝

قسم ہے اُس چمکیلے کی • اور اُس سیاہی والی کی جب ڈھانپ لے • کہ نہ چھوڑا تمہیں تمہارے رب نے، اور نہ ناپسند فرمایا •

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى ۝

اور یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے •

روایت ہے کہ جب حضرت جبرائیل کئی روز حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس نہیں
آئے اور وحی نازل نہ ہوئی تو کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ محمد ﷺ کے خدا نے
انہیں چھوڑ دیا اور دشمن کر لیا، تو حق تعالیٰ نے اُن کا قول رد کرنے کو یہ سورت بھیجی اور ارشاد
فرمایا کہ۔۔۔

(قسم ہے اُس چمکیلے کی • اور اُس سیاہی والی کی جب ڈھانپ لے)۔۔۔

یہاں چمکیلے سے محبوبِ خدا ﷺ کے چہرہ انور کی طرف اشارہ ہے، اور سیاہی والی سے

آپ کے موئے مبارک کی سیاہی سے کنا یہ ہے جب وہ بکھر جائے، یعنی زلفیں سنور جائیں تو چہرہ محبوب کی قسم اور بکھر جائیں تو زلفوں کی قسم۔ اس قسم میں دشمنوں کو یہ جواب بھی ملتا ہے کہ ایسے چہرے والے اور ایسی زلفوں والے کو اس لیے نہیں بنایا گیا ہے کہ اُن کو چھوڑ دیا جائے اور اُن سے دشمنی کی جائے۔

والضحیٰ کی تفسیر کے تعلق سے دوسرے اقوال بھی ہیں: ﴿۱﴾۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی کہ آفتاب اُس وقت بلند ہوتا ہے اور روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں **ضُحٰی** وہ وقت تھا جس وقت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور فرعون کے ساحروں نے اُسی وقت خدا کا سجدہ کیا۔ اور بعض کے قول پر **ضُحٰی** سے 'رب ضحیٰ' یعنی وقت چاشت کے رب۔۔۔ یا۔۔۔ نماز چاشت مراد ہے۔

ایسے ہی **وَ الْبَلَدِ اِذَا سَجَىٰ** کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ قسم ہے رات کی جس وقت وہ تاریک ہو اور تاریکی چیزوں کو چھپالے۔ امام قشیری فرماتے ہیں کہ شب معراج کی قسم ہے۔ صاحب کشف الاسرار نے فرمایا کہ دن رات سے کشف اور حجاب مراد ہے، کہ لطف اور قہر کی نشانی ہے۔۔۔ یا۔۔۔ انوار جمال اور آثار جلال کی علامت ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ حق اُن کی قسمیں یاد فرما کر فرماتا ہے۔۔۔

(کہ نہ چھوڑا تمہیں تمہارے رب نے اور نہ ناپسند فرمایا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کو خوشخبری دی اُس فتح کی جو آپ کی امت کو دُنیا میں ہوگی اور اکثر شہر اُن کی حکومت میں آئیں گے اور مسخر ہو جائیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

(اور یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے)، یعنی تمہاری ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے اس لیے کہ آپ دہمدم بلندی کے درجے پر بلند ہونے والے ہیں اور رتبہء کمال پر ترقی کرنے والے ہیں۔

۔۔۔ یا۔۔۔

آپ کی آخرت جہاں آپ کو مقام محمود عطا ہوگا اور آپ شفاعت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوں گے، اُس وقت ساری مخلوق، اپنے پرانے، دوست دشمن، سب کے سب آپ کی تعریف و توصیف کریں گے۔ کوئی آپ کے مقام محبوبیت کا منکر نہ ہوگا اور سبھی آپ کا وسیلہ چاہیں گے۔۔۔ الغرض۔۔۔ وہ

بہتر ہے آپ کے لیے دُنیا سے۔ کچھ لوگ آپ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں آپ سے
 حرب و ضرب کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ رہ گیا آخرت کا معاملہ تو وہاں تو صرف آپ کی محبوبیت کی
 شان دکھائی جائے گی۔۔۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور یقیناً عنقریب دے گا تمہیں تمہارا رب، کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(اور یقیناً عنقریب دے گا تمہیں تمہارا رب، کہ تم راضی ہو جاؤ گے)، یعنی قریب ہے کہ عطا
 فرمائے تم کو تمہارا رب گناہ گاروں کے باب میں شفاعت کا مرتبہ، اور اس قدر عطا فرمائے گا کہ تم کہو
 کہ بس میں راضی ہو گیا۔۔۔ اور یہ اُس وقت فرمائیں گے جب ہر اُس امتی کو بخشوالیں گے جس کے
 دل میں ایمان کا کچھ بھی حصہ ہے۔۔۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے اہل عراق تم کہتے ہو کہ قرآن کی سب آیتوں میں
 بڑی امید کی آیت یہ ہے کہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ اور ہم اہل بیت اس بات پر
 ہیں کہ آیہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ میں اس کی بہ نسبت امید بہت زیادہ ہے اس
 واسطے کہ جب تک آپ کی امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں رہے گا ہرگز آپ راضی
 نہ ہوں گے۔

حق تعالیٰ یہ واضح کرنے کے بعد کہ آپ پر آخرت میں یہ انعامات خداوندی ہوں گے،
 دراصل ان انعامات کا سلسلہ انہیں نعمتوں سے جڑا ہوا ہے جو آپ پر ابتداء ہی سے ہوتی
 رہیں ہیں۔ اے محبوب! سوچو کہ۔۔۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۖ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ

کیا نہیں پایا تمہیں یتیم، تو خود ٹھکانہ دیا؟ • اور پایا تمہیں متوالا، تو اپنی راہ دے دی۔

(کیا نہیں پایا تمہیں یتیم تو خود ٹھکانہ دیا)، یعنی ختم نبوت کی صدف میں تم کو جگہ دی۔
 یہاں ”ذَرِ يَتِيمَ“ کا ترجمہ بحر الحقائق سے منقول ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا
 ہے کہ کیا یہ بات نہیں؟ کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا تو اپنے فضل و کرم سے حفظ و پناہ کی جگہ
 میں رکھا اور تاحیات دشمنوں کے قاتلانہ حملوں سے محفوظ رکھا۔

(اور) اے محبوب! اپنے رب کا یہ بھی کرم دیکھو کہ (پایا تمہیں) اپنی محبت اور تلاش میں (متوالا، تو اپنی راہ دے دی) 'ضال' کے مفہوم میں مفسرین نے جو لکھا ہے اُن میں اہم معانی یہ ہے:

﴿۱﴾۔۔ تلاش کرنے والا: اس بنا پر ترجمہ یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کو حق کا متلاشی پایا، تو اُس کا راستہ کھول دیا۔

﴿۲﴾۔۔ محبت۔۔ یا۔۔ محبت میں وارفتہ: اب ترجمہ ہوگا آپ کو محبت خدا پایا۔۔ یا۔۔ محبت الہی میں خود رفته پایا، تو خصوصی راہ کھول دی۔

﴿۳﴾۔۔ متحیر: اس بنا پر آیت کا ترجمہ ہوگا کہ آپ کو اُس باب میں متحیر پایا کہ لوگوں کو کیسے راہِ راست پر لایا جائے؟ تو اس کا راستہ بتا دیا۔۔ یا۔۔ بقول سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ آپ کو متحیر پایا کہ مفہوم قرآنی کی تشریح کیسے کی جائے؟ تو اللہ نے اُس کی رہنمائی کر دی۔

﴿۴﴾۔۔ ناواقف: یعنی اللہ کو ازل سے آپ کی جو محبت ہے آپ اُس سے ناواقف تھے، اللہ نے اُس کی اطلاع اور واقفیت بخشی۔۔ یا۔۔ آپ کو اپنی شان و منزلت کی واقفیت نہ تھی، تو اللہ نے اُس کی واقفیت کا راستہ کھول دیا۔

﴿۵﴾۔۔ عربی میں 'ضال' اور 'ضالۃ' اُس درخت کو بھی کہتے ہیں جو دشت و بیابان میں محض ایک ہی ہے اور راہِ روا اُس کو نشانِ راہ بنا کر بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے: اس بنا پر ترجمہ یہ ہوگا کہ "اللہ نے آپ کو ہدایت میں یکتا اور نشانِ ہدایت پایا، تو آپ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بخشی۔

﴿۶﴾۔۔ ضال کھوئی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بچپن میں آنحضرت ﷺ کھو گئے تھے، ابو جہل کہیں سے لوٹ کا مال لیے آرہا تھا اُس نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے ساتھ لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا "ہم نے آپ کو کھویا ہوا پایا کہ بچپن میں کھو گئے تھے، تو گھر پہنچانے کا انتظام کر دیا"۔۔۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آرہی تھیں اُس وقت آپ بہت کم سن تھے، راہ میں ایک جگہ بیٹھا کر اپنی ضرورت سے گئیں، واپس آئیں تو آپ کو نہیں

پایا۔ بہت پریشان ہوئیں بڑی تلاش کے بعد ملے۔ کہا گیا ہے کہ آیت میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا ”ہم نے آپ کو کھویا ہوا پایا کہ بچپن میں کھو گئے تھے، تو لوگوں کو راہ دکھادی کہ فلاں جگہ ہیں۔۔۔“

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى ۝

اور پایا تمہیں عیال والا، پھر غنی کر دیا۔

(اور پایا تمہیں عیال والا) یعنی حاجت مند، (پھر غنی کر دیا) تم کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کی وجہ سے کہ تم نے تجارت کی۔۔۔ یا۔۔۔ غنیمتوں کے سبب سے جو کافروں سے تم نے حاصل کیں۔ بعض عارفین نے یہ فرمایا ہے کہ۔۔۔

”اے ہمارے حبیب! تو فقیر تھا خلق کے مشاہدہ کی وجہ سے، تو تم کو غنی کر دیا اپنے انوارِ جمال کے مکاشفہ سے۔

۔۔۔ یا یہ کہ۔۔۔

اے محبوب! آپ فقر و فاقہ اور حاجت مندی کی حالت میں تھے، تو آپ کو مستغنی بنا دیا۔ اسی لیے آپ فقر و فاقہ میں بھی سب سے بے نیاز رہے ہیں، اور غنا کی اصل حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ غنا دُنیا کے بکثرت ساز و سامان سے نہیں ہوتا۔ البتہ غنا دل کا غنا ہے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ یَتِمًّا، ضَالًّا اور عَائِلًا کو اپنے بعد والے افعال کا مفعول مقدم قرار دے دیا جائے، اور اُن کی تقدیم کو رعایۂ جمع پر محمول کیا جائے، تو پھر ان تینوں آیتوں کے معنی یہ ہوں گے کہ۔۔۔

اے محبوب! کیا نہیں پایا ہم نے تمہیں، تو تمہارے ذریعہ یتیموں کو ٹھکانہ دے دیا۔ اور پایا ہم نے تمہیں، تو تمہارے ذریعہ گمراہوں کو ہدایت دے دی۔ اور پایا ہم نے تم کو، تو تمہارے ذریعہ محتاجوں کو غنی کر دیا۔

اس مقام پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ عموماً صحابہ اور تابعین۔۔۔ یا۔۔۔ دیگر مفسرین سے جو تفسیریں مروی و منقول ہوتی ہیں اُن کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بس یہی مراد ہے، وہ تو ایک کلی حقیقت کی کوئی تمثیل ہوتی ہے تخصیص نہیں۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ مفسرین کہیں کہیں تصریح کر دیتے ہیں کہ ”یہ تمثیل ہے تخصیص نہیں“ یہ نکتہ علم تفسیر کا بہت قیمتی نکتہ ہے۔ اس کو ملحوظ رکھنے

سے بہت سی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔ اور جہاں ایک آیت کی مختلف تفسیریں ملتی ہیں وہاں اُس کی روشنی میں بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ یہ سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کہ سب ایک حقیقتِ کلیہ کے مختلف جزئیات ہیں۔

اس زیر تفسیر سورہ مبارکہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں کل گیارہ آیتیں ہیں دو تو قسم ہیں، باقی نو آیات میں، تین دعویٰ ہے اور تین دلیل ہے اور تین اُس کے مناسب نصیحت۔

پہلا دعویٰ یہ تھا کہ تمہارے رب نے تم کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی تمہیں ناپسند فرمایا، اس کی دلیل ہے کہ اُس نے تمہاری ہر حال میں حفاظت فرمائی، اور آپ جیسے دُرِ یتیم کو خود ٹھکانہ دیا۔ دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ یقیناً کچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے، اُس کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں متوالا پایا تو اپنے قرب کی راہ دے دی۔ اور ظاہر ہے کہ قرب سے پہلے والی گھڑی سے قرب کی گھڑی بہتر ہی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ تیسرا دعویٰ یہ تھا کہ عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، اُس کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے پایا تمہیں عیال والا حاجت مند، تو غنی کر دیا۔

مذکورہ بالا تینوں دعوؤں کو تین دلیلوں سے ثابت فرما کر اُس کی مناسبت سے رب تین نصیحتیں ارشاد فرما رہا ہے۔۔۔

اے محبوب اوپر کے ارشاد میں تم پر حق تعالیٰ کی تین نوازشوں کا ذکر ہے۔۔۔

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹۱ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۝۹۲

تو یتیم پر تو دباؤ نہ ڈالو • اور رہے بھکاری، تو انہیں جھڑکو نہیں •

(تو) پہلی نوازش کا تقاضہ یہ ہے کہ (یتیم پر تو دباؤ نہ ڈالو) اور کسی حال میں بھی اُن پر سختی نہ کرو۔ کیا یہ بات نہیں کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا تو اپنے فضل و کرم سے حفظ و پناہ کی جگہ میں رکھا۔۔۔ حضور ﷺ نے اس تقاضے کو جس طرح پورا کیا تاریخ انسانیت میں اُس کی نظیر نہیں۔۔۔ (اور) دوسری نوازش کا تقاضہ یہ ہے کہ جو (رہے بھکاری، تو انہیں جھڑکو نہیں) اور اپنے اوپر حق تعالیٰ کی اُس نوازش کو یاد رکھو کہ اُس نے تمہیں عیال والا پایا تو مستغنی کر دیا۔

حضور ﷺ نے اس تقاضے کو بھی جس طرح ادا کیا اُس کی بھی نظیر نہیں، یہاں تک کہ

آپ نے تمام عمر کسی کے سوال پر نہیں، کالفظ فرمایا ہی نہیں۔ دُنیا کا سائل ہو۔۔۔ یا۔۔۔ آخرت کا سائل ہو۔ ہدایت کا سائل ہو۔۔۔ یا۔۔۔ مغفرت کا سائل ہو۔ دُنیا کی نعمتوں کا سائل ہو۔۔۔ یا۔۔۔ آخرت کی نجات کا سائل ہو۔۔۔ الخقر۔۔۔ آپ نے کسی سائل کو اپنے در سے محروم نہیں پلٹایا۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

اور رہی اپنے رب کی نعمت، تو اُس کا خوب چرچا کرو۔

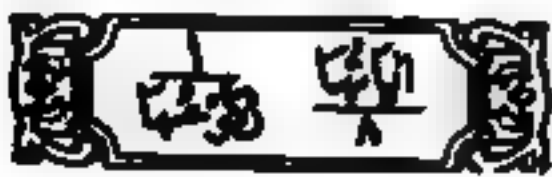
(اور) اے محبوب! اب (رہی اپنے رب کی نعمت) والی نوازش، (تو اُس کا خوب چرچا کرو)۔ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کی جو دولت بخشی ہے اُس کا خوب چرچا کرو اور اُس کی دعوت دیتے رہو۔ یہ تحدیثِ نعمت شکرِ الہی کا ایک نمونہ ہے۔ مگر اس میں نام و نمود اور نخوت و خود پسندی نہ ہو۔

اور ظاہر ہے کہ نبی سے ان ناپسندیدہ اُمور کا امکان نہیں، لیکن غیر تنبی کو چوکنا اور محتاط رہنا چاہیے اور نعمتِ الہی کے ذکر و اظہار میں فخر و نمود اور ریا کاری سے اپنے کو بچا کے رکھنا چاہیے اور اگر اس کا اندیشہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ خاموش رہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ نعمت کے ذکر و بیان کے ساتھ نعمت دینے والے کا استحضار رکھا جائے، اس لیے کہ یہ یاد رکھنا ذکر بھی ہے اور شکر بھی۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو نعمت پا کر فخر و عنوت کے بجائے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہیں کہ کیسا بندہ نواز اور چارہ ساز ہے ہمارا رب جس نے ہم پر کرم فرمایا اور یہ نعمتیں بخشیں۔ کتنے بلند پایہ ہیں وہ حضرات جو نعمت کے پردہ میں نعمت دینے والے کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اُس کی نعمت پر اُس کی نوازش کے ذکر و بیان میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

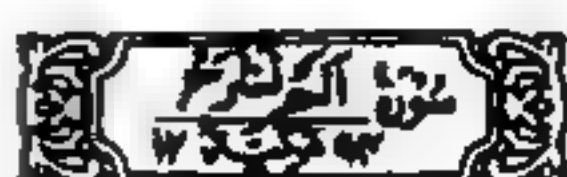
اختتام سورہ الضُّحَىٰ -- ۲۷ رزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۳ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ۱۳

-- ۲۸ رزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ۱۴



آیات ۸ -- رکوع ۱

سورة الضحیٰ



سورة الم نشرح -- ۹۳ مکیہ ۱۲

اس سورہ مبارکہ کے تین نام ہیں: ﴿۱﴾۔۔ سورہ الم نشرح۔ ﴿۲﴾۔۔ سورہ الشرح۔ ﴿۳﴾۔۔ سورہ شرح۔ اور یہ تینوں نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اس کی اس کے ماقبل 'سورہ الضحیٰ' سے مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ کی اُن نعمتوں کا بیان ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئیں۔ 'سورہ الضحیٰ' میں اُن نعمتوں کا تذکرہ ہے جو سب کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور 'سورہ الم نشرح' میں اُن نعمتوں کا بیان ہے جو عام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، کیوں کہ وہ آپ کی خصوصیات باطنی ہیں۔ مثلاً: 'شرح صدر' اور اُس کے بعد کی مذکور نعمتیں۔ 'شرح صدر' کے لیے 'شق صدر' کا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔

محدثین کا بیان ہے کہ ایک تو 'عہد طفلی' کا واقعہ ہے جب آپ چار سال کے تھے۔ دوسرا واقعہ جب عمر شریف دس سال کی تھی، تیسرا واقعہ جب آپ بیس سال کے ہوئے۔ چوتھا واقعہ جب کہ آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ پانچواں واقعہ جبکہ معراج ہوتی ہے۔ لیکن محققین کے نزدیک ۲۰ سال کا واقعہ قطعاً غیر ثابت ہے۔

امام سہیلی صرف دو مواقع کی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں: ایک صغریٰ میں، دوسرے معراج کے موقع پر۔ صغریٰ میں اس لیے شق صدر ہوا ہے کہ بچپن ہی سے قبولِ وسوسہ کا مادہ جو عموماً چار برس میں کسی قابل ہوتا ہے قلبِ اقدس سے نکال دیا جائے۔۔ چنانچہ۔۔ چار سال کی عمر شریف میں جو شق صدر ہوا ہے اُس میں حضرت جبرائیل نے قلبِ اطہر سے جے ہوئے خون کی ایک پھٹکی نکال کر الگ کر دی اور کہا "هَذَا حِطُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ" اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ رہ جاتا تو شیطان کو آپ کے اندر دراندازی کی ہمت ہوتی۔

اور معراج کے موقع پر اس لیے شق صدر ہوا ہے کہ اب 'مشاہدہ حق' کے ساتھ 'مکالمہ ربانی' بھی ہے، اور 'مکالمہ ربانی' کے ساتھ 'مشاہدہ حق' بھی۔ یہاں انوار و تجلیات کی وہ فراوانی اور صدائے سرمدی کی وہ ہوش ربانی ہے کہ عالم ملکوت کی بڑی سی بڑی روحانیت بھی اُس کی ابتدائی نمود کا تحمل نہیں کر سکتی۔ اُس کے برداشت کرنے کی قوت صرف ایک قلبِ منور میں رکھی گئی ہے، وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ انور۔ یہ مقدس قوت ابتداء ہی سے قلبِ اطہر میں ودیعت تھی، شب معراج میں اُس کے اندر اضافہ کیا گیا۔ اُس نورانی رات میں حضور کا جو شق صدر ہوا ہے وہ خاص اسی مقصد کے لیے ہوا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرح صدر کی حقیقت

کا عرفان و ادراک تو یقیناً دائرہ امکان سے باہر ہے، لیکن خاصانِ امت کو فیضانِ محمدی کے توسل سے جو شرح صدر ہوتا ہے اُس کی حقیقت یہ ہے کہ اُن کے ایمان میں بے حد توانائی آ جاتی ہے۔ دینی معاملہ میں اُن کی عزیمت و استقامت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ خطروں اور ہولناکیوں کے بڑے سے بڑے طوفان بھی اُن کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتے۔ اُن کی بصیرتوں کا یہ عالم ہے کہ فریبِ کدہ ہستی کی پوری حقیقت اُن پر آئینہ ہے، اسی لیے وہ اسے فریبِ کدہ ہی سمجھتے ہیں اور اس پر مفتوں نہیں ہوتے، اور اپنے قلب و روح کو عالمِ فانی سے ہٹا کر عالمِ جاودانی کی طرف پھیر لیتے ہیں۔ الغرض۔۔ اُن کی سیرت میں بڑی بلندی آ جاتی ہے۔

اوپر جو مذکور ہوا یہ تو شرح صدر کی علامات ہیں اور اُس کے اسباب بکثرت، جن میں چند بنیادی اور عمودی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔ شرح صدر کا سب سے بڑا سبب تو حید اور ایمان ہے۔ اُن میں جس قدر کمال، قوت اور فراوانی ہوتی ہے اُسی قدر شرح صدر میں کمال، زیادتی اور توانائی ہوا کرتی ہے، حتیٰ کہ سینہ نور سے لبریز ہو جاتا ہے۔

﴿۲﴾۔ شرح صدر کا اہم ترین سبب نورِ حق ہے۔ چنانچہ۔۔ سینہ جب اُس سے منور ہو جاتا ہے تو سینہ میں انشراح اور قبولِ حق کے لیے بڑی وسعت پیدا ہو جاتی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ دل فریبِ کدہ دُنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور حیاتِ ابدی کے گھر کی طرف توجہ رہا کرتی ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کی جاتی ہے۔

﴿۳﴾۔ شرح صدر کا ایک سبب علمِ نبوت کا حصول بھی ہے۔ اس سے دل میں بڑا انشراح اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ۔۔ اُس علم کے حاملین کے اندر اتنی فراخ دلی اور وسعتِ اخلاقی ہوتی ہے جتنی کسی اور میں ہوتی ہی نہیں۔ یہی ہے وہ علم جس سے انابت اور محبتِ حق پیدا ہوتی ہے۔ اور محبتِ حق جتنی پُر زور ہوتی ہے اُسی قدر شرح صدر میں قوت اور کمال ہوتا ہے۔ یہی ہے وہ محبتِ الہی جو دُنیا کی تمام الجھنوں اور پریشانیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی میں ہے نشاطِ روح، سرورِ قلب اور ابدی شادمانی، کہ اس عالم میں جو غم و اندوہ ہوتا ہے اُس میں بھی حلاوت آ جاتی ہے، اور دُنیا کا تلخ آبِ شیریں بن جاتا ہے۔

﴿۴۴﴾۔ شرح صدر کا ایک سبب دوام ذکر ہے کہ دل ہمہ وقت اللہ کی یاد میں رہے، اُس کے اثر سے فضول افکار کا ہجوم رہتا ہی نہیں۔ یہ ایک عام حقیقت ہے کہ دل میں جب فکر دُنیا چھائی رہتی ہے تو دل میں ایمان و انسانیت کی جگہ رہتی ہی نہیں، یہی دل کی تنگی ہے جو صرف ذکر الہی سے دُور ہوتی ہے اور اُس کے دُور ہوتے ہی دل میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر ایمان و انسانیت کی ایک ایک بات کے لیے سینہ کشادہ ہوتا جاتا ہے۔ اتنا کشادہ کہ ایک ایک ایمانی و اخلاقی جوہر کے لیے خود بخود جگہ نکلتی آتی ہے۔

﴿۴۵﴾۔ شرح صدر کا ایک سبب مخلوقات کے ساتھ حتی الامکان اچھا سلوک کرنا ہے کہ اپنے مال و دولت سے بھی اور اپنی جاہ و منزلت سے بھی لوگوں کی امداد کرتے رہو۔

﴿۴۶﴾۔ شرح صدر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دینی امور میں اس عزم و عزیمت اور ہمت و شجاعت سے کام لو کہ کسی معاملہ میں سستی، کاہلی، عافیت پسندی اور بزدلی راہ نہ پائے۔

﴿۴۷﴾۔ اُس کا ایک سبب دل کی تطہیر اور اخلاق کا تزکیہ بھی ہے کہ قلب و ضمیر کو بُرے جذبات و خیالات سے، نفس کو بُری خواہشات سے، اور سیرت و کردار کو بُرے افعال سے پاک و مطہر بنایا جائے۔ انسان میں جب یہ خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اُس کی زندگی معیاری اور انسانیت کا شہکار بن جاتی ہے۔

یہ سب ہیں شرح صدر کے اسباب، ان سے اندازہ لگائیے کہ شرح صدر کا حامل کیسی اعلیٰ سیرت و کردار اور کیسی پاکیزہ زندگی کا انسان ہوتا ہے۔ تو ایسی سورتِ مبارکہ کو جس کا آغاز سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرما کر آپ کے شرح صدر کے بیان سے فرمایا گیا ہے، شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب!۔۔۔

الْمَشْرِحُ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ ذِمَّتَكَ ② الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③

کیا نہیں کھول دیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ؟ • اور اُتار رکھا تم سے تمہارا بوجھ • جس نے توڑ رکھی تھی تمہاری پشت کو •

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④

اور بلند فرما دیا ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو •

(کیا نہیں کھول دیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ) تاکہ حق کی مناجات اور خلق کی دعوت

اور امت کا غم اُس میں سمائے۔

--یا-- یہ معنی ہیں کہ-- کیا تیرے دل کو ہم نے گنجائش نہیں دی کہ وحی کے اسرار جو

تجھ پر وارد ہوں انہیں قبول کر سکے۔

اور بعض نے کہا کہ سینہ کا کشادہ کر دینا اُس طرف اشارہ ہے جو حدیثوں میں آپ کا سینہ

چاک ہونا آیا ہے جس کا ذکر مختصراً کیا جا چکا ہے۔ اس مقام پر معراج کی رات والے شق صدر کے

تعلق سے ایک مختصری وضاحت مطلوب ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو تکیہ لگا دیا اور

میرے سینے کے اوپر سے ناف تک چاک کر دیا۔ اور میکائیل علیہ السلام ایک طشت میں آب

زمزم لائے میرے سینے کا اندر اور میری رگیں اور میرا خلق اُس پانی سے دھویا۔ اور جبرائیل

علیہ السلام نے میرا دل نکال کر چاک کیا، آخر کو ایک سونے کا طشت حکمت اور ایمان سے بھرا

ہوا لائے، اور میرے دل کو اُس سے بھرا، پھر اپنی جگہ پر اُسے رکھ دیا۔ منقول ہے کہ آپ

نے فرمایا کہ میرے دل پر نور کی ایک انگوٹھی سے مہر کر دی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ اُس کی راحت اور

لذت کا اثر اب تک اپنی رگوں اور جوڑوں میں میں پاتا ہوں۔۔۔ قصہ مختصر۔۔۔ حق تعالیٰ نے

فرمایا کہ اے محبوب! میں نے تمہارا شرح صدر کیا۔۔۔

(اور اُتار رکھا تم سے تمہارا بوجھ)۔ وہ بارگراں (جس نے توڑ رکھی تھی تمہاری پشت کو)۔ وہ

کافروں کا غم تھا اور کفر پر اُن کا اصرار اور آنحضرت ﷺ کا تعرض۔

اور بعضوں نے کہا کہ امت کے گناہ کا غم ہے کہ۔۔۔

اے ہمارے حبیب! تو اُس سے گرا نبار تھا، وہ بوجھ تجھ پر سے ہم نے اٹھالیا اور تیری شفاعت

اُن کے باب میں ہم نے قبول فرمائی۔ (اور بلند فرما دیا ہم نے تمہارے لیے)، تمہاری قدر و منزلت

کو ظاہر کرنے کے لیے (تمہارے ذکر کو) نبوت، رسالت اور خاتم ہونے کے ساتھ۔
 --یا۔۔ اس طور پر کہ۔۔۔

اذان، اقامت، تشہد، خطبہ میں تیرا نام اپنے نام سے ہم نے ملا رکھا تا کہ بندے جب مجھ کو یاد کریں تو تجھ کو بھی یاد کریں۔

--یا۔۔

خود میں نے تجھ پر سلام بھیجا اور اوروں کو بھی تجھ پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔
 حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا کہ رفعت ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام عرش کے گرد پھرتے تھے اور آپ کی ہمت عالی عرش کے اوپر تھی۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ فَإِذَا فَرَغْتَ

تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے • بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے • تو جب نماز سے فراغت پالی تم نے،

فَإِنْصَبْ ۖ وَلَا يَلِيكَ فَرَقَبٌ ۖ

تو دُعا کے لیے محنت کرو • اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھو •

(تو) اے محبوب! صبر کر۔ (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے)، یعنی اگر دُنیا میں دشواری ہے تو آخرت میں آسانی ہے۔ (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے)، یعنی اُس دشواری کے ساتھ جو مکہ میں تجھ پر ہے مدینہ میں تیرے واسطے آسانی ہے۔ اور جو سختی اور کلفت مدینہ میں تجھ پر ہوتی ہے، اُس کے بعد آسانی اور راحت جنت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہ ”مشکل کے ساتھ آسانی ہے“ اس لیے مکرر فرمائی ہے تاکہ وعدہ کو موکد اور امید کو قوی تر بنادیا جائے۔ اُس ارشاد میں الْعُسْرُ جو معروف ہے اور يُسْرًا جو نکرہ ہے، دونوں مکرر آئے ہیں۔ تو یہاں مفسرین کرام یہ بھی لکھتے ہیں کہ مشکل تو ایک ہے کہ کفار دعوتِ اسلامی کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں، لیکن آسانی دو طرح کی ملے گی: ایک تو دُنیا میں فتح و کامرانی ہے اور دوسری عاقبت میں فلاح و شادمانی ہے۔۔۔

(تو جب نماز سے فراغت پالی تم نے تو دُعا کے لیے محنت کرو)، یعنی دُعا میں کوشش کرو۔

--یا۔۔

جب تم فارغ ہو چکے تبلیغ احکام سے تو مشقت اٹھا عبادت میں۔

--یا۔۔

جب پہنچا چکا تو احکام، توامت کے گناہوں کی مغفرت چاہنے میں مشغول ہو۔
--یا--

بقول حضرت شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ:

جب تو فارغ ہو مشاہدہ اکوان سے تو اپنا دل جما مشاہدہ جمالِ رحمن کے واسطے۔ (اور) اے محبوب! (اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھو) اور اپنے رب کو ہر وقت پکارنے میں رغبت رکھو، اور جو کچھ تو چاہتا ہے اسی سے چاہ، اس واسطے کہ حقیقی حاجت روا اور مراد پوری فرمانے والا وہی ہے۔ اور اے محبوب! تیری بات درگاہِ قرب میں مقبول ہے اور تیری پاکیزہ دعائیں محلِ قبول میں ہیں۔

اختتام سورہ الم نشرح -- ۲۸/۲۸ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ

۲۸/۲۸ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ



سورة التين



آیات ۸۔۔ رکوع ۱

سورة التين۔۔ ۹۵ مکہ ۲۸

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ سابق 'سورہ الم نشرح' سے اس کا ربط یہ ہے کہ 'سورہ الم نشرح' میں کارِ خیر کی مسلسل جدوجہد کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اپنے رب ہی سے رغبت کی لو لگاؤ۔ انسان سے یہ مطالبہ کیوں ہے؟ اس کے لیے 'سورہ التین' پڑھو، جس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق **أَحْسَنَ تَقْوِيْمٍ** پر ہوئی ہے، یعنی بہترین حالتِ عدل و اعتدال پر، کہ اُس میں جسمانی ساخت یعنی مخصوص شکل و صورت اور نقشہ، اور معنوی ساخت یعنی قلب و ذہن کی قوتوں اور بہترین صفات کی تعدیل آگئی ہے جس سے انسان میں وہ تمام باتیں اکٹھا ہو گئی ہیں جو خلافتِ الہی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس طرح اس منصبِ عظیم کے لائق یہی ہے۔ انسان کی ایسی تخلیق کا نام ہے احسن تقویم جو 'سورہ التین' کا موضوع ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ 'سورہ الم نشرح' میں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے 'سورہ التین' بتا رہی ہے کہ انسان کی ساخت ایسی ہوئی ہے کہ وہی ان کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔ اس مقام سے دیکھو تو ان دونوں سورتوں میں کتنا حکیمانہ ارتباط ہے۔ سنن ترمذی میں حضرت

ابو ہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ جب کوئی شخص سُوْرَةُ التَّائِبِينَ وَالزَّيْتُونِ پڑھے اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمَ الْحَكَمِيْنَ پڑھے، تو یہ کہے بلی، یعنی یہ کہے کہ اے رب! بے شک تُوْ أَحْكَمَ الْحَكَمِيْنَ ہے۔۔۔ ایسی حقائق افروز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالزَّيْتُونُ ۝ وَطُورِ سَيْنِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينُ ۝

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی • اور مقام سینا کے طور کی • اور اُس امان والے شہر کی •

(قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی)۔

ان دونوں میوؤں کی تخصیص اس جہت سے ہے کہ انجیر پاک میوہ ہے اور بے فضلہ، لطیف غذا، جلد ہضم ہو جانے والی ہے، اور شریف دوا بہت فائدہ والی، طبیعت کو نرم کرتی ہے بلغم کو تحلیل، گردوں کو پاک، ریگِ مثانہ کو دور کر دیتی ہے۔ جگر اور تلی کے مدوں کو کھول دیتی ہے۔ گردہ کو اور تمام بدن کو فرہ کرتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ انجیر بوا سیر کو قطع کرتا ہے اور نفوس کو فائدہ دیتا ہے۔ اور زیتون میوہ بھی ہے اور روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز بھی اور دوا بھی۔ اس میں روغن ہوتا ہے بہت فائدہ والا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ انجیر اور زیتون سے اُن کے اُگنے کی جگہ مراد ہے، اور زمین مقدس میں وہ دو پہاڑ ہیں: ایک 'طورِ زیتا' دوسرا 'طورِ سینا' کہ ہر ایک اُن میں سے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک ایک کی عبادت گاہ تھی۔۔۔ یا۔۔۔ دو مسجدیں مراد ہیں: ایک دمشق کی، ایک بیت المقدس کی۔ معاملہ میں فرمایا ہے کہ 'تین' اصحاب کہف کی مسجد ہے، اور زیتون مسجد ایلیا ہے۔ بیان میں ہے کہ جبل جودی اور جبل بیت المقدس ہے۔

(اور) قسم ہے (مقام سینا کے طور کی)، یعنی اُس زمین کی جو حضرت کلیم اللہ کی مناجات کا

مقام ہے۔ (اور) قسم ہے (اُس امان والے شہر کی)، یعنی مکہ معظمہ کی کہ حضرت سید عالم ﷺ کا مولد مبارک ہے، یعنی آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں۔ اور قسم کا جواب یہ ہے۔۔۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝

کہ یقیناً بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں • پھر پھیر دیا ہم نے اُسے نیچے سے زیادہ نیچے حال میں

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

مگر جو ایمان لائے، اور نیکیاں کیں، تو اُن کے لیے بے حد ثواب ہے •

(کہ یقیناً بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں)، یعنی اچھی تصویر

اور ترکیب میں، یعنی حیوانات میں سے قد مناسب، صورت اچھی، مزاج معتدل، خواص مخلوقات کو جمع

کر لینے کے ساتھ اُسے ہم نے مخصوص کیا۔ یا۔۔ پیدا کیا ہم نے اُسے مظہر اتم و اکمل، تجلی گاہِ اعم و اشمل، تاکہ

حائلِ امانتِ الہی اور منبعِ فیضِ نامتناہی ہو سکے۔ (پھر پھیر دیا ہم نے اُسے نیچے سے زیادہ نیچے حال میں)۔

بعضوں نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہیں کہ ہم نے آدمی کو بہت اچھی صورت پر پیدا کیا،

پھر لے گئے ہم اس کو بڑھاپے کی وجہ سے 'فاسد العقل' ہو جانے والی سن پر کہ ارذلِ عمر

ہے۔ اسفل سفلین سے اُسی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اُس وقت کچھ کام نہیں

کر سکتے اور کسی کو اُس میں کچھ اجر نہیں ہوتا۔

(مگر) وہ لوگ (جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، تو اُن کے لیے بے حد ثواب ہے) جو غیر

منقطع ہوگا اور کبھی نہ کم کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح جوانی اور تندرستی میں اُن کی عبادت کا اجر لکھتے تھے،

بڑھاپے اور ضعیفی میں بھی باوصفِ اس کے کہ وہ عمل نہیں کرتے ہیں اُسی طرح اُن کا اجر ثابت ہے۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۝

تو اب کیا چیز ابھارتی ہے تجھے جھٹلانے پر دین کو • کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم؟ •

(تو) اے بعث و حشر کے منکر! (اب کیا چیز ابھارتی ہے تجھے جھٹلانے پر دین کو)، یعنی جب

دلیلیں ظاہر ہو گئیں تو تو روزِ جزا اور روزِ حساب کا مقرر کیوں نہیں ہوتا؟ تو (کیا نہیں ہے اللہ) تعالیٰ

(سب حاکموں سے بڑا حاکم؟) اس کا جواب یہی ہے کہ کہا جائے کہ "بلیٰ! وَاَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ

الشَّاهِدِينَ"۔ کیوں نہیں! ہم اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ہے۔

۲۹ رزی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ --

سُورَةُ الْعَلَقِ
۱۹ آیتوں پر مشتمل ہے

سُورَةُ الْعَلَقِ

سُورَةُ الْعَلَقِ
۹۶ مکیہ

آیات ۱۹ -- رکوع ۱

سورة العلق -- ۹۶ مکیہ

اس سورہ کا نام 'العلق' ہے، کیونکہ اس سورت کی دوسری آیت میں 'العلق' کا لفظ ہے۔ اس کو **سُورَةُ اِقْرَأْ** بھی کہتے ہیں جو اسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سب سے پہلی سورت ہے جو سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو مکہ میں نازل ہوئی **اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ** ہے۔ اس سے پہلی صورت میں انسان کی تخلیق کی صورت بیان کی گئی تھی کہ اُس کو سب سے عمدہ ساخت میں پیدا فرمایا۔ اور اس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بتایا ہے کہ اُس کو جے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ قرآن میں پہلے جو خبر نازل ہوئی وہ اس سورت کے ابتداء کی پانچ آیتیں ہیں۔ تو قرآن کریم کی سب سے ابتدائی آیات سے جس سورہ مبارکہ کا آغاز ہوا اُس کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اقْرَأْ

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔ اُس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے • پڑھو،

وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

اور تمہارا رب بڑا کریم ہے • جس نے تعلیم دی قلم سے • سکھایا اُس انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا •

مذکورہ بالا آیات کے نزول کے حال کا بیان مجملایہ ہے کہ آنحضرت ﷺ غار حرا میں

ٹیک لگائے ہوئے تھے۔۔۔ یا۔۔۔ پہاڑ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت جبرائیل امین

آپ پر ظاہر ہوئے اور کہا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس حضرت جبرائیل نے آپ سے لپٹ کر زور سے معانقہ کیا اور پوری طاقت سے دبایا پھر آپ کو چھوڑ دیا، اور کہا کہ پڑھئے۔ آپ نے وہی جواب دیا پھر حضرت جبرائیل آپ سے ملے اور زور کیا اور چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔۔۔ کہ اگر آپ پڑھئے ہوئے نہیں ہیں تو کیا ہوا؟ وحی الہی کا پڑھنا آپ کے لیے آسان ہو جائے گا، ذرا اپنے رب کا نام تو ساتھ لے کر پڑھئے۔ جب حضور نے رب کا نام ساتھ لے کر پڑھا تو اسم 'رب' کی محبت و استحضار سے یہ عالم ہو گیا کہ وحی الہی پڑھنے کی تمام سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ حتیٰ کہ یہ بات بھی میسر ہو گئی کہ آپ وحی الہی کے یاد کرنے کا بھی اہتمام نہ کیجیے اللہ سب کچھ کر دے گا۔ ارشاد الہی ہے کہ "قرآن کو جلدی لینے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کر دینا اور اُس کو مُدَوِّن کرنا سب ہمارے ذمہء کرم میں ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کے نیچے سے ایک نامہء حریر بہشت میں لکھا ہوا کہ اُس میں یا قوت اور موتی لگے ہوئے تھے نکالا، اور حضرت سرورِ عالم ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ پڑھئے، آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اپنے سے ملایا اور زور کیا۔ یہاں تک کہ دبائے میں اپنے پوری طاقت صرف کر دی پھر آپ کو چھوڑ دیا، اور یہ قرآن کی آیتیں پڑھیں کہ۔۔۔

(پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا) سب چیزیں کو۔۔۔ یا۔۔۔ اَدْمُ السَّيِّئَاتِ کو خاک سے پیدا کیا۔ اور (اُس نے پیدا کیا انسان کو تو تھڑے سے)، یعنی جسے ہوئے خون سے۔۔۔ (پڑھو)۔۔۔ تکرارِ مبالغہ کے واسطے ہے۔۔۔ (اور تمہارا رب بڑا کریم ہے)، یعنی سب بزرگوں سے بزرگ ہے اور اُس کا کرم سب کریموں کے کرم سے بڑھ کر ہے (جس نے تعلیم دی قلم سے) بھی۔ یعنی جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا تا کہ علم کو خط میں مقید کر لیں اور دُور رہنے والوں کو خط کے ذریعہ آگاہی دیں۔ تبیان میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو لکھنا تعلیم فرمایا اور بہت مشہور یہ بات ہے کہ پہلے جس نے لکھا وہ ادریس علیہ السلام تھے۔

اور حق تعالیٰ نے (سکھایا اُس انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا)۔ یعنی خدا نے علم دیا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔۔۔ یا۔۔۔ محمد ﷺ کو احکام شریعت تعلیم فرمائے جو آپ نہ جانتے تھے۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَيِّطٍ ۖ ۝۱۰۰ إِنَّ رَأَاهُ اسْتَغْنَى ۖ ۝۱۰۱ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۖ ۝۱۰۲

کیوں نہیں بے شک، انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے • اس پر کہ سمجھ لیا اپنے کو کہ سرمایہ دار ہو گیا ہے •
بے شک تمہارے رب ہی کی طرف واپسی ہے •

(کیوں نہیں بے شک) ابو جہل اور اُس خصلت کا (انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے) • اس پر کہ سمجھ لیا اپنے کو کہ سرمایہ دار ہو گیا ہے) اور دوسروں سے بے نیاز ہو گیا ہے۔۔۔ مال اور تو نگری کے سبب سے کیوں کوئی حد سے بڑھے اور حق تعالیٰ کی عبادت میں سرکشی کرے، اس لیے کہ۔۔۔ (بے شک تمہارے رب ہی کی طرف واپسی ہے) سب کی آخرت میں۔ اور وہاں اعمال کام آئیں گے اموال نہیں۔

روایت ہے کہ ابو جہل نے یہ بات کہی کہ اگر میں محمد ﷺ کو سجدہ میں دیکھوں گا تو اُن کی گردن پر لات ماروں گا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے، اُس کو خبر کی۔ جلدی سے حضرت ﷺ کی طرف چلا۔ آپ تک نہ گیا، بیچ سے پھرا، چہرے کا رنگ اڑا ہوا، اعضاء پر لرزہ چڑھا ہوا، لوگوں نے پوچھا تجھ کو کیا ہوا؟ بولا کہ میں نے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی ایک خندق دیکھی اور ایک اثر دہانہ پھیلانے ہوئے اور پرند جانور پر سے پر ملانے ہوئے۔ یہ خبر حضرت ﷺ کو پہنچی، فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آتا تو فرشتے اُس کا ایک ایک عضو اڑالے جاتے اور یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۖ ۝۱۰۳ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهُدَىٰ ۖ ۝۱۰۴

ذرا بتانا تو، کہ جو روکتا ہے • بندہ کو جب اُس نے نماز ادا کی • ذرا بتانا، کہ اگر وہ ہوتا ہدایت پر •

أَوْ أَهْمَ بِالتَّقْوَىٰ ۖ ۝۱۰۵

یا حکم دیتا پرہیزگاری کا •

(ذرا بتانا تو کہ جو روکتا ہے • بندہ کو) یعنی بندہ کامل محمد ﷺ کو باز رکھنا چاہتا ہے نماز سے۔ (جب اُس نے نماز ادا کی) تو وہ سرکش انسان اُس بندہ کامل کے ساتھ جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو خفیف الحركات کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔ (ذرا بتانا کہ اگر وہ) سرکش انسان (ہوتا ہدایت پر) اور خدا ترسی کی تاکید کرتا، (یا حکم دیتا پرہیزگاری کا) تو کیا اچھی بات ہوتی۔

أَرَعَيْتَ إِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّى ۖ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ۖ

ذرا بتانا، کہ اگر جھٹلایا اور روگردانی کی • تو کیا نہیں جانتا اُس نے کہ بلاشبہ اللہ دیکھ رہا ہے •
(ذرا بتانا کہ اگر جھٹلایا) مطلقاً حق بات کو (اور روگردانی کی) ایمان اور اطاعت پیغمبر سے،
تو وہ کس قسم کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ (تو کیا نہیں جانتا اُس نے)، یعنی کیا ابو جہل کو خبر نہیں (کہ بلاشبہ
اللہ تعالیٰ (دیکھ رہا ہے) تو وہ نبی کی شان کے خلاف جو کچھ سوچ رہا ہے ہرگز ہرگز اُس کی جرأت نہ
کرے۔

كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۖ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۖ

کیوں نہیں! یقیناً، اگر وہ نہ رکا، یقیناً کھنچیں گے ہم پیشانی کا بال پکڑ کر • جھوٹی خطا کار پیشانی •

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۖ سَدَّ الزَّيْبَانِيَّةَ ۖ

تو مچائے دُہائی اپنی جمعیت کی • ہم بھی جلد طلب کرتے ہیں اپنے پیاروں کو •
(کیوں نہیں یقیناً، اگر وہ نہ رکا) اور اس سے باز نہ رہا۔ تو۔۔ (یقیناً کھنچیں گے ہم پیشانی
کا بال پکڑ کر • جھوٹی خطا کار پیشانی) والے ابو جہل کو اور اُسے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔
(تو مچائے دُہائی اپنی جمعیت کی)، یعنی ابو جہل اپنے ہم نشینوں کو بلائے کہ وہ اگر آ کر بچا سکیں تو بچائیں۔
(ہم بھی جلد طلب کرتے ہیں اپنے پیاروں کو)، یعنی دوزخ کے سخت گیر فرشتوں کو کہ آ کے اُس کو دوزخ
میں لے جائیں۔ اے محبوب! وہ سرکش لوگ آپ سے جو یہ کہتے ہیں۔۔۔

كَلَّا لَا تَطْعَهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۖ

کہ ہرگز ہرگز نہ کھا سنو اُن کا، اور سجدہ کرو اور نزدیکی ہو جاؤ •

(کہ) نماز نہ پڑھو، تو (ہرگز ہرگز نہ کھا سنو اُن کا، اور سجدہ کرو) ہمیشہ خدا کو (اور) حضرت
احدیت کے (نزدیکی ہو جاؤ)، کیونکہ بندہ جس وقت سجدہ میں ہوتا ہے اُس وقت خدا سے بہت قریب
ہوتا ہے۔ یہ قرآنی سجدوں میں چودھواں سجدہ ہے جس کو فتوحات میں 'طلب قربت' کا سجدہ کہا ہے۔

اختتام سورۃ العلق -- ۲۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ --

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ ﴿۔۔۔﴾

آیتہا ۵۔۔ رکوعہا ۱

سُورَةُ الْقَدْرِ

سُورَةُ الْقَدْرِ ۹۷ مِکَہ ۲۵

سورة القدر۔۔ ۹۷ مکیہ ۲۵

اس کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ سورہ اِقرأ اور سورہ قدر کا ربط بہت نمایاں ہے کہ اِقرأ آغاز نزول ہے اور سورہ قدر میں اس کا بیان ہے کہ نزول قرآن شب قدر میں ہوا۔ اور یہ سورت مکی ہی ہے۔ کسی خاص حکمت اور مصلحت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور اس سورہ کو تلاوت کیا۔ اسی دوبارہ تلاوت جبرائیل کو کہیں کہیں دوبارہ نزول کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا ہے، اس سے یہ سورت مدنی نہیں ہو جاتی بلکہ مکی ہی رہتی ہے۔ بعض محققین اسی کے قائل ہیں کہ کسی سورہ کے مکرر نازل ہونے کا مطلب ہے کہ پہلی بار تو نزول ہوا اور اس کے بعد صرف تلاوت جبرائیل کا کسی مصلحت کے پیش نظر ظہور ہوا۔ اس سورہ کی ایک شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص ہزار مہینے تک ہتھیار باندھے رہا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اصحاب متعجب ہو کر بولے کہ ہم ایسی چھوٹی عمر میں اتنی بڑی دولت کیونکر حاصل کر سکتے ہیں، تو یہ سورت نازل فرمائی گئی اور اس میں بتایا گیا کہ امت محمدی کے لیے سال میں ایک شب ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

۔۔۔ ایسی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱

بے شک نازل فرمایا ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں •

(بے شک نازل فرمایا ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں)، یعنی اُس کے اُترنے کی ابتداء

اُس شب میں تھی۔۔ یا۔۔ تمام قرآن لوح محفوظ سے آسمان دُنیا پر اُسی شب میں اُترا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام تیس برس میں آیت اور سورت سورت وقت کی مصلحت کے موافق دُنیا میں لائے۔ آیت کریمہ میں صراحۃً قرآن کا ذکر نہیں ہے، اس سے قرآن کریم کی عظمت، قدر اور شہرت پر دلالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی بزرگی اور شرف کے سبب سے اپنی تصریح سے مستغنی ہے۔ اور مزید برآں اس کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے اُسے اُتارنے کی نسبت اپنی طرف کی اور فرمایا کہ اُسے ہم نے اُتارا متبرک وقت میں۔۔۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ

اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے شب قدر؟ • شب قدر۔۔ بہتر ہے، ہزار مہینہ سے۔۔۔

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے شب قدر؟)۔ یہ بات تو تمہیں ہم ہی بتا سکتے ہیں۔ تو سنو! (شب قدر۔۔۔ بہتر ہے ہزار مہینے سے)، یعنی یہ ایسی عزت اور شرافت والی رات ہے کہ اس میں جو عبادت کرتا ہے، وہ معزز و مشرف ہو جاتا ہے۔۔ یا۔۔ اس رات کو جو نیک کام و قوع میں آتا ہے وہ خدا کے نزدیک قدر والا ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ قَدَرِ حکم کے معنی میں ہے، یعنی اس رات میں ہر ایک کام کو تقسیم کرتے ہیں حکمت کے ساتھ کہ اس میں نقص راہ نہیں پاتا۔۔ یا۔۔ قَدَرِ تنگی کے معنی میں ہے، اس واسطے کہ اُس رات فرشتے اس کثرت سے اُترتے ہیں کہ اُن پر زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ یہ اُن کی کثرت کی طرف اشارہ ہے، تو یہ شب اس شخص کے لیے بہتر ہے جو اس شب کو پائے اور عبادت میں فجر کر دے۔۔ حضرت امام اعظم کے قول پر شب قدر تمام سال میں دورہ کرتی رہتی ہے۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ نے فتوحات میں فرمایا کہ میں نے اس رات کو شعبان اور ربیع الاول میں دیکھا ہے، اور اکثر رمضان میں پایا ہے۔

اور اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ شب قدر ماہ رمضان میں ہے، اخیر عشرہ میں غالباً طاق شبوں میں۔ اصحاب شافعی اکیسویں اور تیمسویں شب کو اختیار کرتے ہیں، اور حنفی ستائیسویں شب کو۔ شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ سب شبوں کی تعظیم کی جائے اور اُن میں بندے عبادت کرتے رہیں۔

آنحضرت ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ شب قدر فلاں رات ہے، آپ نے خوشخبری

کے طور پر اصحاب کو سنانا بھی چاہا، مگر اسی وقت مسجد کے دروازے پر دو آدمی آپس میں سخت کلامی کر رہے تھے، آپ اُن کو سمجھانے میں لگ گئے تو شبِ قدر آپ کے ذہن سے نکل گئی۔ تو آپ نے صرف یہ ہدایت فرمادی کہ شبِ قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ کو اس کا علم عطا فرمادیا گیا لیکن امت سے پوشیدہ رکھنے ہی میں آپ کو امت کے حق میں بہتری نظر آئی، اور یہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جس کا بتانا فریضہ نبوت میں داخل ہو۔ شبِ قدر کی پہلی خوبی تو یہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اور دوسری عظیم القدری یہ ہے کہ۔۔۔

تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحُ فِيْهَا يٰۤاٰذُنَ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرِ

اُترا کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اس میں، اپنے رب کے حکم سے۔ ہر کام کے لیے۔

(اُترا کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین) سیدنا جبرائیل (اس میں)۔

اس آیت کو یہ کہ کو ایک سوالِ مقدّر کا جواب قرار دے کر اس کو مستقل ایک کلام قرار دیا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہوگا کہ شبِ قدر ہزار راتوں سے بہتر کیوں ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ بصائر میں فرمایا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اُن فرشتوں کے ساتھ زمین پر آتے ہیں جن کو اہل زمین کے ساتھ علاقہ اور آشنائی ہے اور مومنوں کے گھر میں جاتے ہیں، اور جبرائیل امین مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور اُن کے مصافحہ کی علامت یہ ہے کہ جھجک اٹھنا، بدن پر روئیں کھڑے ہو جانا، قلب کی رقت آنکھوں سے آنسو۔

اور اس رات کے شرف کے واسطے ہے کہ ملائکہ روح الامین سمیت زمین پر آتے ہیں (اپنے رب کے حکم سے) ایسے (ہر) بڑے (کام کے لیے) جس کا خدا نے حکم فرمایا تھا۔۔۔ یا۔۔۔ ہر کام کے لیے جو خیر و برکت والے ہیں۔

سَلَامٌ هِيَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

سلامتی ہے۔۔۔ صبح نکلنے تک۔

(سلامتی ہے) سب آفتوں سے شبِ قدر کو۔ (صبح نکلنے تک) یعنی سپیدہ صبح نمودار ہونے

تک۔۔ الخضر۔۔ یہ رات سلامتی و رحمت کی رات ہے طلوع فجر تک۔ انوار و تجلیات کی بارش، ملائکہ کا نزول، اُن کا مومنین کو سلام کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور رحمتوں اور برکتوں کا نزول، ان تمام باتوں کا سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔

اختتام سورہ القدر۔۔ ۲۹ رزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۵ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ۱۵

یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۶ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ۱۶

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

آیات ۸۔۔ رکوع ۱۱

سورۃ البینہ۔۔ ۹۸ مدنیہ ۱۰۰

اس سورہ کو سورہ البینہ کے ساتھ ساتھ سورہ لم یکن اور سورہ منفلکین بھی کہتے ہیں۔ تینوں نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اس میں اور اس سے سابق سورہ القدر میں علت و معلول کا رابطہ ہے۔۔ چنانچہ۔۔ سورہ القدر میں نزول قرآن کا ذکر ہے اور سورت البینہ میں ضرورت نزول کا، کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بینہ اور سراپا معجزہ بن کر آنے اور لوگوں کو قرآن مجید سنانے کی ضرورت یہ ہوئی کہ منکرین حق، خواہ اہل کتاب ہوں۔۔ یا۔۔ دیگر مشرک اقوام، سب کے سب اپنی باطل روش میں اتنے اٹل ہو چکے تھے کہ راہ ہدایت پر آ ہی نہیں سکتے تھے۔۔

لہذا۔۔ اُن کی ہدایت کے لیے آپ سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے اور قرآنی ہدایتیں عطا فرمائیں جس کی بدولت انہیں لوگوں میں سے ایک جماعت بہترین جماعت بن گئی جن کو دیکھ کر ہمیشہ یہی کہا گیا جو قرآن مجید نے فرمایا کہ ”یہ لوگ بہترین خلایق ہیں۔“ ورنہ منکرین حق تو اپنی ذہنیت اور کردار کے لحاظ سے بدترین انسان ہیں، انہیں کو قرآن نے کہا کہ ”یہ لوگ بدترین خلایق ہیں۔“

دنیا میں بہتر مخلوق کون ہے؟ اور بدتر مخلوق کون ہے؟ اُن کا تعارف کرانے والی اور آخرت میں اُن دونوں کے انجام کو واضح فرمادینے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّىٰ

نہ تھے اہل کتاب کافر لوگ اور بت پرست باز آنے والے اپنے دین سے، یہاں تک کہ

تَلَايَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝

آجائے اُن کے پاس روشن دلیل • اللہ کا رسول، تلاوت کرے پاکیزہ صحیفے •

فِيهَا كُتِبَ قِسْمَةٌ ۝

جس میں لکھی ہیں سیدھی باتیں •

(نہ تھے اہل کتاب کافر لوگ اور بت پرست باز آنے والے اپنے دین سے)، یعنی اپنی

باطل روش سے ہٹنے والے نہ تھے، (یہاں تک کہ آجائے اُن کے پاس روشن دلیل) یعنی (اللہ) تعالیٰ

(کا) عظیم (رسول) محمد ﷺ جو (تلاوت کرے) اپنی امت پر (پاکیزہ صحیفے) جو جھوٹ اور بہتان

سے پاک ہوں۔۔۔ صحیفے سے مراد قرآن ہے اور اُسے تعظیم کے واسطے صحیفے جمع کے صیغہ کے ساتھ

فرمایا اس لیے کہ سب صحیفوں کے اسرار اس میں جمع ہیں۔۔۔ (جس میں لکھی ہیں سیدھی باتیں) یعنی

صحیح اور درست احکام اور نصیحتیں۔ جو ہر طرح کی کجی سے پاک ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝

اور نہ پھوٹے یہ اہل کتاب مگر بعد اس کے آگئی ان کے پاس وہ روشن دلیل •

(اور نہ پھوٹے یہ اہل کتاب مگر بعد اس کے) کہ (آگئی اُن کے پاس وہ روشن دلیل)، یعنی

اہل کتاب نے اس سچائی کو نہ مان کر جو تفرقہ پیدا کیا ہے، وہ البَيِّنَةُ کے آنے کے بعد ہی کیا ہے۔ یعنی

آپ کے مبعوث ہونے کے قبل سب آپ کی تصدیق میں متفق تھے، جب آپ مبعوث ہو گئے تو مختلف

ہو گئے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ بعضے ایمان لائے اور بعضے اپنے کفر ہی پر رہے حالانکہ وہ نہیں ہدایت دیئے گئے۔۔۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ

اور نہیں حکم دیئے گئے مگر اس کا، کہ ”پوچھیں اللہ کو مخلصانہ عقیدہ کے ساتھ۔۔۔ یکسو ہو کر،

وَيَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُوْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقِيَمَةِ ۝

اور پابندی کریں نماز کی، اور دیتے رہیں زکوٰۃ کو، اور یہ ہے سیدھا دستور •

(اور نہیں حکم دیئے گئے مگر اس کا کہ پوجیں اللہ) تعالیٰ (کو مخلصانہ عقیدہ کے ساتھ) جو شک سے پاک ہو اور اُن کی اپنی خود ساختہ ایجاد نہ ہو، یعنی دین کو ملاوٹ سے خالص رکھتے ہوئے (یکسو ہو کر)، یعنی باطل سے کنارہ کش ہو کر۔ (اور پابندی کریں نماز کی) یعنی فرض نمازیں اُن کے اوقات میں کما حقہ ادا کرتے رہیں۔ (اور دیتے رہیں) واجب (زکوٰۃ کو) اُس کے محل پر۔ (اور یہ ہے سیدھا دستور) جس پر وہ مامور ہیں۔ یہی دین و ملت صحیح اور درست ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

بے شک کفار، اہل کتاب، و بت پرست لوگ، جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ رہنے والے

فِيْهَا ظُلُمٌ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اُس میں۔ وہی بدتر مخلوق ہیں • بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

وہی بہتر مخلوق ہیں •

(بے شک کفار، اہل کتاب، و بت پرست لوگ) قیامت کے دن (جہنم کی آگ میں) جانے والے (ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں، وہی بدتر مخلوق ہیں)۔ اُن کے برعکس (بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں)، یعنی اچھے اور پاک کام کیے (وہی بہتر مخلوق ہیں) سب مخلوقات میں۔

جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ يَّجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ

ان کا ثواب اُن کے رب کے پاس، بے رہنے والے باغ ہیں، کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَا اَبْدًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

رہنے والے اُس میں۔ راضی ہوا اللہ اُن سے، اور وہ راضی اُس سے۔ یہ اُس کے لیے جو ڈرا اپنے رب کو •

(اُن کا ثواب اُن کے رب کے پاس بے رہنے والے باغ ہیں، کہ بہتی ہیں اُن کے مکانوں اور درختوں (کے نیچے نہریں) جن سے باغ کی شان و شوکت اور دلکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں)۔ اور سب سے بڑی دولت تو یہ ہے کہ (راضی ہو اللہ) تعالیٰ (اُن سے) اور اُن کے نیک اعمال سے، (اور وہ راضی) ہوئے (اُس سے) یعنی خدا سے بے حساب ثواب پانے کے سبب سے، اور منتهائے مرادات اور غایت غایات، یعنی دولت دیدار کہ مطلب اعلیٰ اور مقصد اقصیٰ ہے، وہ اُن کو عطا فرمائیں گے۔

(یہ) جو ابھی مذکور ہوا، یعنی بہشت اور خدا کی رضا مندی، (اُس کے لیے) ہے (جو ڈرا اپنے رب کو)۔ احیٰ خدا کے غضب اور عذاب سے ڈرا اور جو کام ثواب کے موجب ہیں اُس میں مشغول رہا۔

سورہ البینہ -- ﴿ یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ -- مطابق -- ۱۶ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ مبارکہ ﴾ --

یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ -- مطابق -- ۱۶ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ --

سُورَةُ الزَّلْزَالِ

آیات ۸ -- رکوع ۱

سُورَةُ الزَّلْزَالِ

سُورَةُ الزَّلْزَالِ

سورہ الزلزال -- ۹۹ مدنیہ ۹۳

’سورہ البینہ‘ میں منکرین حق کی سزا اور اہل ایمان کی جزا بیان کی گئی تھی، اور اس سورہ میں قانون مجازات یعنی جزا اور سزا کے قانون کا جامع اصول بیان فرمایا گیا ہے، کہ نیکی اور بدی ذرہ برابر بھی ہو جب بھی نظر انداز نہ کی جائے گی اور انسان کی آنکھوں کے سامنے لائی جائے گی۔ لہذا۔۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ کھجور کی خیرات ایسی چیز نہیں جس پر ثواب ملے، اور معمولی خطا کوئی ایسی بات نہیں جس پر باز پرس ہو۔ چونکہ اس خیال کے بُرے نتائج بہت دُور رس ہیں لہذا اصلاح ضروری تھی۔ بعض مسلمانوں کو مذکورہ بالا خیال ہوا تھا، اُسی کی اصلاح کے لیے اس سورہ پاک کا نزول ہوا۔

تو اس دہلا دینے والی اور چوکنا کر دینے والی سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ

جب زلزلہ ڈال دیا گیازمین میں، سخت زلزلہ • اور نکال دیا زمین نے اپنے گراں خزانوں کو •

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۖ

اور کہنے لگا انسان کہ ”کیا ہوا اُسے“

(جب زلزلہ ڈال دیا گیازمین میں، سخت زلزلہ) اور یہ نفع، اولیٰ۔۔ یا۔۔ نفع، ثانیہ کے قریب ہونے والا ہے کہ اُس کے سبب سے زمین ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور زبردست ہچکولے کھائے گی۔ تو جب زلزلہ آگیا (اور نکال دیا زمین نے اپنے گراں خزانوں کو)، یعنی زمین نے دینوں اور خزانوں کو اپنے اندر سے نکال کر باہر ڈال دیا۔ (اور) یہ منظر دیکھ کر (کہنے لگا انسان، کہ کیا ہوا اُسے؟) کہ اس میں جو کچھ پوشیدہ ہے اُسے باہر کیے دیتی ہے۔ اس منظر کو دیکھنے والا ہر انسان یہی کہے گا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْخِي لَهَا ۖ يَوْمَئِذٍ يَعْرِضُ النَّاسُ

اُس دن بتادے گی وہ اپنی خبریں • کیونکہ تمہارے رب نے حکم بھیجا اُسے • اُس دن واپس ہوں گے لوگ

أَشْتَاتًا مُّزَيَّرًا ۖ وَعَمَّا لَهُمْ ۖ

الگ الگ طرح سے۔۔ تاکہ دکھا دیے جائیں اپنے اپنے کیے کو •

(اُس دن بتادے گی وہ اپنی خبریں • کیونکہ تمہارے رب نے حکم بھیجا اُسے)۔۔ المختصر۔۔ اللہ تعالیٰ زمین کو گویائی عطا فرمائے گا اور وہ خبریں بیان کرے گی، اپنا ہلنا اور مدفون چیزوں کا باہر پھینک دینا۔۔ یا۔۔ جو عمل اُس پر بندگانِ خدا نے کیے ہیں وہ بیان کر دے گی۔ (اُس دن واپس ہوں گے لوگ الگ الگ طرح سے)، یعنی اُس دن انسانی افراد حسبِ اعمال مختلف حالتوں میں محشر میں آئیں گے، اور حساب کے بعد وہاں سے واپس ہوں گے۔ یہ اس لیے ہوگا (تاکہ دکھا دیے جائیں اپنے اپنے کیے کو)۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

تو جو کرے ذرہ بھلائی، تو دیکھے گا اُسے • اور جو کرے ذرہ بُھرائی،

شَرًّا يَرَهُ ۖ

تو دیکھے گا اُس کو •

(تو) اب خوب سمجھ لو کہ (جو کرے ذرہ بھربھلائی، تو) قیامت میں (دیکھے گا اُسے) • اور جو کرے ذرہ بھربھلائی تو دیکھے گا اُس کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی مؤمن اور کافر نہیں جو دنیا میں کچھ نیکی۔۔ یا بدی کرتا ہے مگر حق تعالیٰ اُس کا عمل قیامت کے دن اُسے دکھائے گا، مگر مؤمن کے بُرے کام بخش دے گا اور اُس کے نیک کاموں کی جزا عطا فرمائے گا۔ اور کافر کی صورتِ نیکیاں رد کر دے گا اور بدیوں پر اُس کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ارباب بصیرت اور صاحبانِ فراست جب اس ارشاد کو بہ نظر غائر دیکھیں گے، تو پکار اٹھیں گے کہ بس سب کی ہدایت کے لیے یہی کافی ہے، کیونکہ جب کسی نے یہ بات جان لی کہ اُس میدانِ عظیم الشان میں ذرہ ذرہ پوچھیں گے، اور پوچھنے کو کسی طرح کچھ نہ چھوڑیں گے، تو وہ ضرور آج ہی سے اپنے حساب میں مشغول ہو جائے گا۔ اور ”اپنا حساب خود ہی کر لو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے“ کا نکتہ ہر وقت پیش نظر رکھے گا۔

﴿کیم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۶ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ مبارکہ﴾۔۔

﴿محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ﴾۔۔



آیات ۱۱۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الْعَدِيدِ



سورة العاديات۔۔ ۱۰۰ مکیہ ۱۲

اس سورہ کا نام اسی سورت کی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی سورت یعنی سورہ زلزہ میں نیکی و بدی کی جزا سے متنبہ فرمایا گیا تھا، اور اس سورہ میں یہ شعور بیدار کیا جا رہا ہے کہ ایک ایسا دن بھی آئے گا جب ہر مردہ زندہ کیا جائے گا اور سینے کی چھپی بات بھی کھل جائے گی۔ اس سورہ مبارکہ کی شانِ نزول کے تعلق سے مروی ہے کہ بنو کنانہ کے لوگوں کی طرف لشکر بھیجا، اُس پر امیر لشکر منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اور یہ نقباء میں سے تھے۔ اُن کی ایک ماہ تک کوئی خبر نہ آئی۔

منافقین نے خبر اڑادی کہ وہ سب کے سب مارے گئے۔ اُن کے رد میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ بہ سلامت زندہ ہیں اور بشارت ہے کہ انہوں نے کفار سے کافی مال غنیمت پایا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والے منافقین پر

تعریف ہے کہ یہ ناشکرے ہیں۔۔۔ فتح و نصرت کی خوشخبری دینے والی اس سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْعَبْدِيتِ صَبَحًا ۝ فَالْمُورِيتِ قَدَحًا ۝ فَالْمُعِيزِيتِ صُبْحًا ۝

قسم ہے دوڑنے والوں کی ہانپتے • پھر پتھر سے آگ نکالنے والے ٹاپ مار کر • پھر تاراج کرنے والے صبح کو •

فَأَثَرُنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوْسَطُنَ بِهِ جَمْعًا ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝

پھر اڑایا وہاں غبار کو • پھر گھس پڑے وسط لشکر میں • کہ بلاشبہ انسان اپنے رب کا ناشکر ہے •

(قسم ہے دوڑنے والوں کی ہانپتے)، یعنی قسم ہے مجاہدین کے اُن گھوڑوں کی جو اپنے مالک کی اطاعت میں دوڑ رہے ہیں اور دوڑتے دوڑتے ہانپ جاتے ہیں۔ (پھر پتھر سے آگ نکالنے والے ٹاپ مار کر)، یعنی پھر ایسا بھی ہے کہ ٹاپ مار کر چنگاریاں بھی نکال رہے ہیں۔ (پھر تاراج کرنے والے صبح کو)، یعنی پھر یہ بات بھی ہے کہ صبح کو دشمنوں پر دھاوا بھی کر رہے ہیں۔ (پھر اڑایا وہاں غبار کو) یعنی پھر اُس وقت گرد و غبار بھی اُڑا رہے ہیں۔ (پھر گھس پڑے وسط لشکر میں)، یعنی پھر اس گرد و غبار کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے غول کے اندر گھس بھی جاتے ہیں۔ ایسے فرمانبردار اور اطاعت شعار گھوڑوں کی قسم ہے، یعنی مجاہدین کے گھوڑوں کی اطاعت شعاری اور خدمت گزاری کی صورت حال اشارہ کرتی ہے کہ انسان اپنے مالک کا ناشکر ہے۔ یعنی اُن کی دلالت حال شہادت دیتی ہے (کہ بلاشبہ انسان اپنے رب کا ناشکر ہے) اور بڑا ہی احسان فراموش ہے کہ اُس کی بات نہیں مانتا۔

وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ

اور بے شک وہ اُس پر یقیناً خود ہی گواہ ہے • اور بے شک وہ مال کی محبت میں اکڑ ہے • تو کیا نہیں جانتا،

إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝

کہ جب اُٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں •

(اور بے شک وہ اُس پر یقیناً خود ہی گواہ ہے)، یعنی اُس پر تو خود اُس کی ذات بھی گواہ ہے اس لیے کہ ناشکرے ہونے کا اثر اُس سے ظاہر ہے۔ (اور) یہ بھی حقیقت ہے کہ (بے شک وہ مال کی محبت میں اکڑ ہے)، یعنی انتہائی درجہ کا بخیل ہے۔ (تو کیا نہیں جانتا) اُس وقت کو (کہ جب اٹھائے جائیں گے) وہ (جو قبروں میں ہیں) یعنی جو مدفون ہیں اُن کو اٹھا کر قبروں سے باہر کر دیا جائے گا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۖ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ خَبِيرٌ ۝

اور ظاہر کر دی جائے گی سینوں کی چیز • تو بے شک اُن کا رب انہیں اُس دن یقیناً بتا دینے والا ہے۔
(اور ظاہر کر دی جائے گی سینوں کی) مخفی (چیز)، یعنی سینوں کی مخفی چیزوں کو بھی برآمد کیا جائے گا۔ ظاہری اعمال کے پیچھے جو نیتیں اور اغراض و مقاصد چھپے ہیں وہ سب کھول دیے جائیں گے، اور اچھے اور بُرے کو الگ الگ کر کے جانچا جائے گا۔ الغرض۔۔ اُس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ ہوگی کہ یہ کیسے ہیں؟ اور کیسے اعمال کے محرک ہیں؟ (تو بے شک اُن کا رب انہیں اُس دن یقیناً بتا دینے والا ہے) اور اُن کے اقوال و افعال کی جزا دینے والا ہے۔

سورۃ القارِعۃ --- ﴿ ۲ / محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۷ / نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ---

﴿ ۲ / محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۷ / نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ---

الْأَنبَا ۖ وَكُوفًى ۖ

آیات ۱۱۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الْقَارِعَةِ

سُورَةُ الْقَارِعَةِ ۱۰۱ مَكِّيَّةٌ ۳۰

سورۃ القارِعہ۔۔ ۱۰۱ مکیہ ۳۰

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ اور اس سے پہلی سورہ دونوں میں بہت گہرا ارتباط ہے کہ دونوں آخرت کا ڈر پیدا کرتی ہیں۔ دونوں کی ترتیب مضامین کی ترتیب کے عین موافق ہے، کہ سورہ عادیات میں قیامت کا ایک عالم یہ بتایا گیا ہے کہ سینوں میں جو جو باتیں چھپائی گئی ہیں، وہ سب اُس روز الگ الگ کر کے آشکارا کر دی جائیں گی۔ اب اُس کے بعد کیا ہوگا؟ اعمال وزن کیے جائیں گے۔ اس حقیقت کو اُس کے بعد والی سورہ یعنی قارِعہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس میں قیامت کے دل دہلانے والے بیان کے ضمن میں یہ تصور بھی ہے کہ یہ حادثہ
 'اجرام سماوی' اور 'اجرام ارضی' کے عظیم ترین ٹکراؤ کا حادثہ ہے جس سے آسمان کے
 تارے ٹکرا کے زمین پر گر پڑیں گے اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ ہو کر دھن جائیں گے کہ
 فضا میں دھنی ہوئی اون کی طرح اڑیں گے۔ اُس ٹکراؤ کی وہ ہولناک آواز ہوگی جس کے
 سنتے ہی تمام مخلوق چیخ مار کر مرجائے گی۔ دہشت اور ہولناکی کا وہ عالم ہوگا کہ الامان الحفیظ۔
 جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے اُسی کو آخر میں دل پسند عیش و راحت نصیب ہوگی، اور
 جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہے اُس کے لیے جہنم کا 'غارِ عمیق' ہے جو نیچے سے اوپر تک آگ ہی
 آگ ہے، حد درجہ گرم آگ۔۔۔ خوفِ آخرت پیدا کرنے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع
 کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین
 کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

القَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَذْرِكُ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ

دہلا دینے والی • کیا ہے دہلا دینے والی؟ • اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے دہلا دینے والی؟ • جس دن ہوں گے لوگ،

كَالْفَرَّاشِ الْمُبْتَوِّثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝

جیسے پریشان پتنگے • اور ہوں گے پہاڑ، جیسے دھنی ہوئی اون •

(دہلا دینے والی • کیا ہے دہلا دینے والی؟ • اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے دہلا دینے والی؟)،

یعنی ہمارے سوا کون بتائے گا کہ یہ حادثہ کیا ہے؟ یہ حادثہ اُس روز ہوگا (جس دن ہوں گے لوگ)

سراسیمہ (جیسے پریشان پتنگے)۔۔۔ یا۔۔۔ ٹڈیوں کی طرح جو اکٹھا نکلتی ہیں اور پامال اور پریشاں حال ہو

جاتی ہیں۔ (اور ہوں گے پہاڑ، جیسے دھنی ہوئی اون)، یعنی اُس دن کے ہول سے پہاڑ اجزا سے

متفرق ہو کر ہوا پر اڑ جانے میں رنگین دھنی ہوئی اون کے مثل ہوں گے، اس واسطے کہ رنگنے سے اون

نرم اور ست ہو جاتی ہے اور پھر دھنکنے سے جلد متفرق اور منتشر ہو جاتی ہے۔

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ

تو اب جس کی بھاری ہوئیں تو لیں • تو وہ اپنے پسند کے عیش میں ہے • اور رہے وہ، جن کی ہلکی

مَوَازِينُهُ ۖ فَأَمَّهُ هَٰوِيَةٌ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۖ نَارُ حَامِيَةٍ ۖ

ہوئیں تو لیں • تو اُس کی گود ہاویہ ہے • اور کیا اٹکل تمہیں، کہ وہ کیا ہے • آگ ہے، نہایت تیز گرم •

(تو اب جس کی بھاری ہوئیں تو لیں) یعنی اُس کی نیکیوں کا پلہ جھک گیا، (تو وہ اپنے پسند کے عیش میں) رہنے والا (ہے • اور) اُن کے برعکس (رہے وہ، جن کی ہلکی ہوئی تو لیں)، خواہ اس وجہ سے کہ وہ نیکیاں رکھتا ہی نہ ہو۔۔۔ یا۔۔۔ اُس کی برائیاں اُس کی نیکیوں پر غالب ہوں، (تو اُس کی گود) یعنی رہنے کی جگہ (ہاویہ ہے) جو دوزخ کے سب درکوں کے نیچے والا درک ہے۔ (اور کیا اٹکل تمہیں کہ وہ کیا ہے؟) اُس کو میرے سوا تم کو کون بتائے گا؟ تو وہ (آگ ہے نہایت تیز گرم) یعنی سوزش میں انتہا ہے۔

سُورَةُ النَّازِعَاتِ --- ۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ

سُورَةُ النَّازِعَاتِ --- ۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۱۴ آیتیں

سُورَةُ النَّازِعَاتِ

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۱۴ آیتیں

آیات ۸۔۔ رکوع ۱

سورة النازعات۔۔ ۱۰۲ مکیہ ۱۶

اس سورت کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ بھی اپنے ماقبل کی 'سورة قارعة' سے مربوط ہے اس حیثیت سے کہ دونوں میں امور آخرت یاد دلانے گئے ہیں۔۔۔ نیز۔۔۔ 'سورة قارعة' میں جو فرمایا گیا ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہے وہ 'هَٰوِيَةٌ' میں جائے گا، جو نیچے سے اوپر تک آگ ہی آگ ہے اور انتہا درجہ کی حرارت والی ہے۔ اُس کو پڑھ کر ایمان پکارتا ہے کہ اُس سے بچنے کی سبیل کیا ہے؟ اس کا جواب ہے 'سورة تکاثر' کہ اللہ سے غافل نہ بنو اور ضرورت سے زیادہ کی طلب اور ہوس میں نہ پڑو کہ ایسی طلب حجاب ہے اور حجاب کے پیچھے عذاب ہے۔

یہی حرص و ہوس ہے جس سے آدمی برائیوں میں سن جاتا ہے اور اُس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی مبارک سورت ہے کہ جو اس کو توجہ سے پڑھے اُسے ہزار آیتوں کی

تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ
'سورہ تکاثر ہزار آیتوں کے برابر ہے۔۔۔ ایسی با عظمت سورہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔'

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین
کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

الْهَكْمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

غافل کر دیا تم کو مال بڑھانے کے حرص و فخر نے • یہاں تک کہ تم نے اپنی اپنی قبر دیکھی •

(غافل کر دیا تم کو مال بڑھانے کے حرص و فخر نے) اور بہتات کی طلب نے اللہ اور اُس کی
اطاعت سے (یہاں تک کہ تم نے اپنی اپنی قبر دیکھی)، یعنی تم مال اور اولاد کی زیادتی میں غافل اور
مشغول ہوئے اور اُمورِ معیشت میں مستغرق ہوئے یہاں تک کہ مر کر قبرستان میں آئے۔ اور قبروں
میں آنا بھی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ کچھ وقت کے لیے جیسے کوئی زیارت کے لیے کہیں جاتا پھر اُس جگہ
کو چھوڑ کر واپس ہو جاتا ہے، تو تمہیں بھی آخرت کے لیے قبر سے نکلنا ہوگا۔۔۔ اس سے مر کر اُٹھنے
کے عقیدے کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ایسا نہ چاہیے کہ عاقل کی ہمت دُنیا میں مصروف ہو
اور آخرت کو بھول جائے، کہ ناگاہ اجل آپہنچے اور پھر ندامت سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ اس میں۔۔۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝

شک ہرگز نہیں، جلد ہی جان لو گے • پھر نہیں کیا، جلد ہی جان لو گے • نہیں کیا، کاش جانتے تم لوگ، یقین کا جاننا •

لَكُرُونِ الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ لَكُرُونَهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝

یقیناً تم لوگ دیکھو گے جہنم کو • پھر یقیناً تم لوگ دیکھو گے اُسے، یقین کا دیکھنا •

(شک ہرگز نہیں) کہ یقیناً (جلد ہی جان لو گے) کہ اس تفاخر و تکاثر کا انجام کیسا ہے۔ (پھر)
سن لو! (نہیں کیا) یقیناً (جلد ہی جان لو گے)، یعنی تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ اُس کا انجام کیسا
ہے۔ پہلے تو مرتے وقت ہی انجام کا پتا چل جائے گا، اور دوسری بار قبروں سے اُٹھ کر منتشر ہوتے
وقت اپنے اپنے انجام سے باخبری ہو جائے گی۔ (نہیں کیا) حقیقت تو یہ ہے کہ (کاش جانتے تم

لوگ یقین کا جاننا، یعنی مرنے کے بعد کے حالات کو علم الیقین کے درجے پر جانتے تو تم سے غفلت نہ ہوتی۔

عِلْمُ الْيَقِينِ وہ علم ہے جو صحیح دلیل سے حاصل ہو اور یقین ہو جائے۔۔۔ نیز۔۔۔ کسی چیز کے علم الیقین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے اس طرح جان لیا جائے جیسے اپنی یقینی باتوں کو جاننا جاتا ہے۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ علم الیقین جاننا یقین کا کہ کچھ شک و شبہ نہ رہے تو البتہ مفاخرت اور مکارثت سے تم کو باز رکھے، تو (یقیناً تم لوگ دیکھو گے جہنم کو) اوّل دُور سے جس وقت اُسے میدانِ حشر میں لائیں گے، (پھر یقیناً تم لوگ دیکھو گے اُسے یقین کا دیکھنا) یعنی یقین کی آنکھ سے دیکھنا جب کہ اُس میں دوزخیوں کو داخل کیا جائے گا۔

ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٥﴾

پھر یقیناً پوچھے جاوے گا اُس دن نعمتوں کے بارے میں •

(پھر یقیناً پوچھے جاوے گا اُس دن نعمتوں کے بارے میں) جن میں مشغول ہو کر عبادتوں سے باز رہے۔

اس صورت میں یہ خطاب خاص اُس دُنیا دار کی طرف ہے جس کو دُنیا نے دین سے باز رکھا۔ بعضوں نے کہا کہ کافر مخاطب ہیں۔ اور بہت صحیح بات یہ ہے کہ عام رکھیں، اس واسطے کہ جسے جو نعمت حاصل ہے اُس سے اُس کے شکر کا سوال ہوگا۔ اور بعض نے نعمت کو ٹھنڈے پانی کے ساتھ خاص کیا ہے اور تر خرے۔۔۔ یا۔۔۔ ٹھنڈے سایے۔۔۔ یا۔۔۔ نیند کے مزے۔۔۔ یا۔۔۔ اعتدالِ خلق۔۔۔ یا۔۔۔ اسلام۔۔۔ یا۔۔۔ تخفیفِ شرائع۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن کے ساتھ۔ اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ وہ نعمت، صحت اور فراغت ہے۔ 'عین المعانی' میں ہے کہ نعمت محمد ﷺ ہیں، اور سب سے اُن کی ملت اور اتباعِ سنت کا سوال کیا جائے گا۔

التکاثیر --- ۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۱۷ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ---

محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۱۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ---



آیات ۳۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْعَصْرِ



سورة العصر۔۔ ۱۰۳ آیت

اس سورت کا نام اسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی 'سورہ التکاثر' میں یہ بیان فرمایا تھا کہ دنیاوی امور میں زیادہ مشغول ہونا مذموم ہے، اور اس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مومنین کو اعمالِ صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر سوائے اس 'سورہ العصر' کے اور قرآن نازل نہ ہوتا، تب بھی یہ سورت کافی تھی۔

ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا 'سورہ العصر' قرآن کے جمیع علوم پر مشتمل ہے۔ اس قول کا مقصد بھی یہی ہے جو امام شافعی نے فرمایا۔ اس سورت کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا عالم یہ ہے کہ صحابہ میں دو شخص ایسے بھی تھے کہ جب ان کی ملاقات ہوتی تو ایک صاحب دوسرے کو 'سورہ العصر' ضرور سناتے، اُس کے بغیر یہ جدا ہی نہ ہوتے، کبھی یہ سناتے کبھی وہ۔۔۔ ایسی جامع پیغام الہی والی سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْعَصْرِ

قسم ہے اس عصرِ زمانہ کی

(قسم ہے اس عصرِ زمانہ کی) اے محبوب! جو تمہارا عصرِ زمانہ ہے، یعنی تمہاری نبوت، تمہارے ظہور، اور تمہارے فیض کا زمانہ ہے۔

۔۔ یا۔۔ ایسا زمانہ ہے جو بہت عجیب و غریب چیزوں پر مشتمل ہے اس میں خوشی اور غم، صحت اور بیماری، خوشحالی اور تنگدستی کا ظہور ہوتا ہے۔ زمانہ سال، مہینہ، ہفتہ، دن، اور گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔۔ نیز۔۔ کم اور زیادہ ہوتا ہے تو اُسے معدوم بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور زمانہ۔۔ یا۔۔ ماضی ہے۔۔ یا۔۔ مستقبل۔ ماضی گزر چکا ہے وہ موجود نہیں، اور مستقبل

ابھی آیا نہیں تو وہ بھی موجود نہیں۔

اور رہا حال، تو وہ ناقابل تقسیم ہے تو اُس کو موجود کہنے کی کوئی صاف اور واضح صورت نظر نہیں آتی۔ زمانہ گزر گیا، ظاہر ہے کہ جو گزرا وہ ضرور آیا، لیکن یہ آنا اور گزرنا ایسا لمعاتی ہے کہ اس کو کم زیادہ۔۔۔ یا۔۔۔ چھوٹا بڑا کہنے میں مفروضات کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ زمانہ عجائب قدرت کا ایک عجوبہ ہے۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے وَالْعَصْرِ کی جس توجیہ کو رائج قرار دیا ہے وہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ وَالْعَصْرِ کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں: ﴿۱﴾۔۔۔ اس سے مراد رب عصر کی قسم۔ ﴿۲﴾۔۔۔ اس سے مراد دن اور رات ہے۔ ﴿۳﴾۔۔۔ اس سے مراد زوالِ شمس سے لے کر غروبِ شمس تک کا وقت ہے۔ ﴿۴﴾۔۔۔ اس سے مراد دن کی ساعات میں سے آخری ساعت ہے۔ ﴿۵﴾۔۔۔ اس سے مراد عصر کی نماز ہے جو 'صلوۃ وسطی' ہے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔۔۔
قسم ہے عصر زمانہ کی، گردشِ لیل و نہار شاہد ہے کہ۔۔۔۔۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِفِيْ حُسْبٍ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

بے شک انسان یقیناً گھائے میں ہیں • مگر جو ایمان لائے، اور نیکیاں کیں،

وَكُتُوا صَوَابًا بِالْحَقِّ ۖ وَكُتُوا صَوَابًا بِالصَّبْرِ ۖ

اور باہم وصیت کی حق کی۔۔۔ اور باہم وصیت کی صبر کی •

(بے شک انسان یقیناً گھائے میں ہیں • مگر جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور باہم وصیت کی حق کی) یعنی حق پر قائم رہنے کی۔۔۔ یا۔۔۔ قرآن پر ثابت قدم رہنے کی۔ (اور باہم وصیت کی صبر کی) یعنی طاعت پر صبر کرنے کی۔۔۔ یا۔۔۔ معصیت سے اجتناب پر ثابت رہنے کی۔

بعض کافروں نے جو یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں نے جو اپنے اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور بتوں کی عبادت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یہ انہوں نے اپنے لیے بہت نقصان کیا ہے۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ایک کافر نے صدیق اکبر سے یہی بات کہی تو آپ نے اُس کو جواب دیا کہ وہ زیاں کار نہیں جو خدا اور رسول کی بات سنے اور نیک کام کرے بلکہ بڑا زیاں کار وہ ہے جو بت پوجے اور شیطان کی متابعت کرے، تو حق تعالیٰ نے حضرت صدیق ؑ کے جوابِ باصواب کے موافق یہ سورت بھیجی۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسی بکواس کرنے والے شرک و کفر میں ملوث لوگ سب کے سب عمر ضائع کرنے والے زیاں کار ہیں، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل انجام دیے اور حق و صبر کی وصیت کرتے رہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ لَقِیْ حُسْبٰی ابو جہل کے حال سے کنایہ ہے، اور اَمَلُوْا حضرت صدیق اکبر ؓ کی صفت کی طرف ایماء ہے، اور عَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ حضرت فاروق اعظم ؓ کے فعل کی طرف اشارہ، اور تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کی بات سے خبر دینا ہے، اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ حضرت علی مرتضیٰ ؓ کی عادت سے حکایت کرنا ہے۔

اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ آج ہم جو انسانوں کو ترقی یافتہ اور کامیاب سمجھ رہے ہیں یہ ایک بہت بڑا دھوکا اور فریب ہے، اس لیے کہ یہ جو ترقی ہے انسانیت کی ترقی نہیں بلکہ حیوانیت کی ترقی ہے۔ اس کو یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ نے انسانوں کو دو صفتیں عطا فرمائی ہیں: ایک ہے حیوانیت اور دوسری ہے انسانیت۔ کچھ حیوانیت کے تقاضے ہیں اور کچھ انسانیت کے۔

حیوانیت کے تقاضے وہی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں بھی ہیں؛ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، تیرنا، اڑنا، سونا، جاگنا، رہنا، سہنا، لڑنا، بھڑنا، وغیرہ وغیرہ۔ تو جہاں تک حیوان اور اُس کے حیوانی تقاضوں کی بات ہے اُس میں حیوانوں نے بڑی ترقی کی۔ حیوان فضاؤں میں اڑ رہا ہے، دریاؤں کا کلیجہ چیر رہا ہے، اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے نت نئی ایجادات کر رہا ہے، کھانے پینے، رہنے سہنے کا معیار بہت بلند کر لیا ہے، چاند پر دستک دے رہا ہے، مریخ پر کمندیں ڈال رہا ہے، سورج کی شعاعوں کی تسخیر کر رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حیوانی تقاضے ہیں جس میں انسان کے اندر کا حیوان دوسرے حیوانوں سے آگے بڑھ گیا ہے۔ لیکن انسانیت کڑا رہی ہے۔ ظلم و ستم کا دور دورہ ہے لوٹ کھسوٹ کا عالم ہے، عدل و انصاف، شرم و حیا، غفور و درگزر، شرافت و مروت، یہ سب عنقاء ہیں۔

انسانیت و حیوانیت کا فرق ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی کی منہ کی بوٹی اور ہاتھ کی روٹی کو جبراً چھین کر کھانا یہ حیوانیت ہے، اور کسی بھوکے کو اپنے آگے کی روٹی کھلا دینا اور بھوکا رہ جانا یہ انسانیت ہے۔ حیوانیت کے نمونے تو بہت مل رہے ہیں، کہیں ایسی انسانیت کی مثال بھی نظر آرہی ہے؟ اسی لیے قرآن یہ نہیں کہتا کہ 'حیوان' کھائے میں ہے، بلکہ وہ یہ فرماتا ہے کہ انسان کھائے میں ہے۔ حیوان تو ترقی کر رہا ہے مگر انسانیت سسک رہی ہے۔

آج لوگوں نے انسانوں کی ترقی کے لیے جو مفروضہ راستے نکال رکھے ہیں وہ حیوانیت کی ترقی کی راہیں ہیں۔ انسان کی کامیابی تو صرف ایمان و عمل صالح ہی سے ہو سکتی ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے اور یہی قرآن کریم کی ہدایت ہے۔ اور مومنین پر باہم اسی حق کی وصیت کرنے کی ذمہ داری ہے۔

﴿ ۳ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ -- مطابق -- ۱۸ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ --

﴿ ۴ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ -- مطابق -- ۱۹ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ --



آیات ۹ -- رکوع ۱

سُورَةُ الْهُمَزَةِ



سورة الهمزة -- ۱۰۳ آیت

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ 'سورہ القیامہ' کے بعد نازل ہوئی۔ 'سورہ عصر' میں فرمایا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں گھرا ہوا ہے، اب اس سورہ مبارک میں شدید خسارہ والوں کے چار اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں: ۱۔ غیبت کرنا، ۲۔ نیک لوگوں پر طعن و تعریف کرنا، ۳۔ مال کی شدید محبت جس سے بخل و حرص پیدا ہو گئی کہ بس مال جمع کرنے کی دھن ہے اور ذخیرہ اندوزی سے کام ہے، ۴۔ طولِ اَمَل کا جنجال، کہ حصولِ دُنیا کے لیے خوب خوب منصوبے بن رہے ہیں اور سمجھا جا رہا ہے کہ مال ہی ہر آفت سے بچائے گا۔ اس لیے ایمانی اور اخلاقی خوبیوں کے حاصل کرنے کی بجائے تمام تر کوشش حصولِ زر کی ہے۔۔۔ یہ بڑی بد بختی اور بہت بڑا خسارہ ہے۔

اس سورہ پاک میں ایسے ہی خسارہ کا اور اس خسارہ میں مبتلا لوگوں کا حال اور انجام بتایا گیا ہے کہ ایسا شخص جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا جو حد درجہ مہلک ہے کہ جوڑ جوڑ اور ہڈی ہڈی کو توڑ دے گی مگر پھر بھی موت نہ آئے گی، کہ جہنم میں موت نہیں۔ پھر اُس کو آگ کے لمبے لمبے شعلوں کے بیچ میں رکھ کر جکڑ دیا جائے گا۔۔۔ ایسی کردار ساز، چشم کشا اور درس عبرت دینے والی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝

ہلا کی ہے ہر غیبت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی • جس نے جمع کیا مال، اور گنتا رہا اُسے • (ہلا کی ہے) اُخس بن شریق اور ولید بن مغیرہ جیسے (ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کی) جو بطور طعن ہاتھ اور آنکھ سے اشارہ کرنے والا ہے۔ اور کسی کے جسم کی قدرتی ساخت کی نقل اُتارتا ہے، اور آواز کی ایسی محاکات کرتا ہے کہ لوگ ہنس پڑیں۔۔ الغرض۔۔ پیٹھ پیچھے بد گوئی اور غیبت کرتا ہے اور منہ پر طعنہ زنی اور تذلیل کرتا ہے۔ (جس نے) نیکیوں کو جمع کرنے کی بجائے (جمع کیا مال) جسے سینت کر رکھا ہے (اور گنتا رہا اُسے)، اور ہمیشہ اُس کے شمار کو نگاہ میں رکھا اور گاہے بگاہے شمار کرتا رہا۔۔۔

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ رکھ لے گا اُسے • ہرگز نہیں! یقیناً وہ جھوٹا جائے گا حطمہ میں • (سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ رکھ لے گا اُسے) یعنی ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا دُنیا میں۔ یہ (ہرگز نہیں) ہوگا بلکہ یہ بھی مرے گا اور یہ اتنا بُرا ہے کہ (یقیناً وہ جھوٹا جائے گا حطمہ میں) جو جوڑ جوڑ اور ہڈی ہڈی کو توڑ دینے والی آگ ہے۔ اُس میں جو کچھ پڑتا ہے فوراً شکست اور سوخت ہو جاتا ہے۔

وَمَا أَذْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۝

اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے حطمہ؟ • اللہ کی بھڑکائی آگ ہے • جو چڑھ جائے گی دلوں پر • (اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے حطمہ؟) اِس کا علم تو میرے ہی بتانے سے تم کو ہوگا۔ تو سنو! حُطَمَةُ (اللہ) تعالیٰ (کی بھڑکائی آگ ہے) اور خدا جس کو اپنی قدرت سے جلائے اُسے کوئی بجھانے والا نہیں۔ یہ آگ وہ ہے (جو چڑھ جائے گی دلوں پر) یعنی جسم کو جلاتے ہوئے دلوں پر غالب ہو جائے گی اور دلوں کے اندر سما جائے گی۔ اور کافروں کے دل کے ساتھ اُس آگ کا خاص ہونا اِس جہت سے ہے کہ کافروں کے دل عقائدِ ناباستہ اور اخلاقِ ناشائستہ کی جگہ ہیں۔

إِنَّمَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۖ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

بلاشبہ وہ اُن پر بند کر دی گئی ہے • لے لے کھبوں میں •

(بلاشبہ وہ اُن پر بند کر دی گئی ہے • لے لے کھبوں میں)۔ یعنی اُس آگ کا مکان کافروں پر بند کیا گیا ہے لے ستونوں سے، یعنی اُس در کہ کا دروازہ بند کیا ہے اور ستون اڑا کر مضبوط کر دیا ہے کہ ہر ایک نہ کھول سکے۔ اور یہ اشارہ ہے آگ میں اُن کے ہمیشہ رہنے کا۔ المختصر۔۔ یہ لوگ آگ کے لے لے ستونوں میں رکھ کر جکڑ دیئے جائیں گے۔

۔۔ الحاصل۔۔ اس سورہ مبارکہ نے واضح فرما دیا کہ غیبت، طعن و تعریض، حرص اور بخل،

اجتماعی زندگی کے چار مہلک امراض ہیں اور اجتماعی زندگی کی حلاوت دُوباتوں میں ہے:

﴿۱﴾۔۔ آپس میں خلوص و محبت ہو، بغض و عداوت نہ ہو۔

﴿۲﴾۔۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے۔

اگر خلوص و محبت کے بجائے غیبت اور طعن و تعریض ہونے لگتی ہے تو بغض و عداوت کا بیج پڑ جاتا ہے۔ اگر باہمی تعاون کے بجائے مطلب پرستی اور خود غرضی آ جاتی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ حرص اور بخل ہے، تو آدمی سماج کی نظر سے گر جاتا ہے، لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں اور معاشرہ میں بدنام ہو جاتا ہے۔ اچھے بُرے سب اُس کو بُرا سمجھنے لگتے ہیں کہ بڑا خود غرض اور مطلبی ہے۔ اس طرح غیبت اور طعن و تعریض کرنے والوں کی اجتماعی زندگی کانٹوں سے بھری ہے اور نفرتوں اور عداوتوں سے گھری ہے اور یہ لوگ اجتماعی زندگی کی حلاوتوں سے محروم ہیں۔

انعام سورہ المزمرة:۔۔ ﴿۴۲﴾ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۹ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴿۔۔

محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۹ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴿۔۔

إِنَّمَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۖ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

آیات ۵۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الْفِيلِ

سُورَةُ الْفِيلِ ۱۰۵ آيَاتُهَا ۱۹

سورہ الفیل۔۔ ۱۰۵ آیت

جو لوگ غیبت اور طعنہ زنی کی راہ سے آنحضرت ﷺ کے خلاف سازش کرتے تھے 'سورہ ہمزہ' میں بتایا کہ اُن کا انجام بہت ہی بڑی خرابی اور جہنم ہے۔ اور سورہ فیل میں ہاتھی

والوں کی سازش کا انجام بتایا جا رہا ہے۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ جب آپ کی نبوت کے شرف و عظمت کے اہتمام میں ہاتھی والوں کی سازش اتنی ناکام ہوئی، تو آپ کے خلاف کرنے والوں کی سازش کتنی ناکام ہوگی؟ ان کا کیا حشر ہوگا؟ فکر و نظر کے اس مقام سے دیکھو تو اُن دونوں سورتوں میں عجیب عرفان آفریں ربط ہے جس سے بڑی بصیرت ملتی ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں **مَرَاتِلُکَ** آپ کا رب بڑا اہم پرزہ ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ نے ہاتھی والوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ آپ کی ربوبیت کے سلسلے میں کیا ہے۔ یہ عظیم حادثہ آپ کی نبوت کا ارہاس ہے یعنی ایک علامت ہے کہ یہ سب آپ کی نبوت کے شرف و عظمت کے اہتمام کے لیے ہے کیونکہ اسی سال آپ عالم قدس سے عالم شہود میں جلوہ افروز ہوئے ہیں گویا یہ سب آپ کی ولادت پاک کی برکت ہی سے ہوا ہے۔ حادثہ فیل حضور انور ﷺ کا ارہاس بھی ہے اور اس میں بیت اللہ شریف کی حرمت و شرف کا بھی اظہار ہے۔

اصحاب فیل کا مختصر اقصہ یہ ہے کہ ابرہہ جو نجاشی کی طرف سے یمن کا والی تھا اُس نے حج کے موسم میں دیکھا کہ لوگ اطراف و جوانب سے مکہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور معلوم کیا کہ اُن کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہے۔ نخوت اور تکبر کی ہوا اُس کے دماغ میں سمائی، داعیہ کیا کہ خانہ خدا کے مقابلہ میں ایک گھر بنائے اور حاجیوں کو اُس کی طرف متوجہ کرے۔ صنعا میں سنگ مرمر سے ایک کلیسا منقش بنایا اور 'قلیس' نام رکھا، اور اُس کے در و دیوار زرد و جاہر سے مرصع اور مزین کیے اور ملک یمن میں لوگوں کے گردہ کو اُس کے طواف کی تکلیف دی۔ یہ صورت اگرچہ قریش کو شاق تھی مگر صبر کے سوا اُن کو چارہ نہ تھا۔ بنی کنانہ میں سے ایک شخص اُس گھر کی خدمت میں مشغول ہو کر وہاں کا مجاور بنا اور ایک شب موقع پا کر اُس نئے بنائے ہوئے گھر کو غلاظت سے آلودہ کر کے بھاگا۔ یہ خبر شہرہ آفاق ہوئی اور لوگوں کی طبیعت اُس گھر کے طواف سے متنفر ہوئی۔

ابرہہ یہ حال سن کر بہت غصے میں آیا اور لشکر بڑے بڑے قوی اور مہیب ہاتھیوں سمیت جمع کیا اور حرم محترم کو خراب کرنے کے قصد سے مکہ معظمہ کی طرف چلا۔ اُس کے لشکر میں ایک ہاتھی اتنا بڑا تھا جیسے پہاڑ کی چٹان جس کو محمود کہتے تھے۔ اُس ہاتھی کو ابرہہ نے اپنے ساتھ لیا اور اپنا رعب جمانے اور اپنی دہشت پھیلانے کی غرض سے مکہ معظمہ کے گردا گرد قریش کے مواشی لوٹ لیے۔

مکہ معظمہ کے بڑے آدمی اور بزرگ لوگوں نے پہاڑوں پر آڑ پکڑی۔ ابرہہ نے صبح

سورے سے لشکر مہیا کیا اور ہاتھیوں کو ابھارا اور سب کو لے کر مکہ معظمہ کی طرف چلا۔ پس محمود ہاتھی نے شہر مکہ کے دیوار کی طرف سے منہ پھیرا اور لشکر گاہ کی طرف منہ کیا۔ یہ ہاتھی بڑا خوش نصیب تھا کہ جب اصحاب فیل کعبہ ڈھانے کے لیے حدود حرم میں داخل ہوئے، تو یہ ہاتھی اڑ گیا اور کسی طرح قدم نہ اٹھایا۔ کسی اور طرف لے جاتے تو چلنے لگتا، حدود حرم میں لے جانا چاہتے تو زمین تھام لیتا۔ فیلبان نے مار مار کر زخمی بھی کیا مگر اس نے قدم تک نہ اٹھایا۔ اس میں اللہ کی طرف سے بصیرت دی جا رہی تھی کہ جانور بھی کعبہ کا ادب و احترام کر رہا ہے، پھر انسان ہو کر کعبہ ڈھانے کو چلے تو کتنی بڑی بدبختی ہے؟ لیکن اُن بدبختوں نے کوئی سبق نہیں لیا اور اُس ہاتھی کو چھوڑ کر اپنے ملعون ارادے سے حدود حرم میں داخل ہوئے اور فوراً عذاب الہی برسنے لگا۔

اُس کی تفصیل یہ ہے کہ اُن بد نصیبوں نے مکہ معظمہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابرہہ نے قریش کے پاس خطاطہ نامی ایک شخص کو بھیجا کہ قریش کے سردار کو لیتے آؤ اور سنا دو کہ ہمارے بادشاہ کا مقصد کعبہ ڈھانا ہے، اہل مکہ سے لڑنا نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے مداخلت نہ کی تو تمہاری جان و مال کو امان ہے۔ اگر مداخلت کی تو نتیجہ دیکھو گے۔

خطاطہ قریش کے پاس گیا، معلوم ہوا کہ سردار قریش عبدالمطلب ہیں، اُس نے حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کا پیغام سنایا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ حضرت عبدالمطلب بے کھٹک ساتھ ہو لیے۔ ابرہہ کے پاس پہنچے تو آپ کے بلند و بالا قد و قامت اور چہرہ کی وجاہت کا اُس پر بڑا اثر پڑا۔ چنانچہ۔۔ آپ کو اپنے برابر بیٹھایا، عزت کی اور کہا آپ کو کچھ کہنا ہو تو کہئے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ ”بادشاہ کی فوج نے میرے سوا اونٹ پکڑ لیے ہیں وہ مجھے واپس دیئے جائیں۔“ ابرہہ نے کہا کہ تعجب ہے آپ کو اپنے اونٹوں کی فکر ہے لیکن اپنے کعبہ کی فکر نہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اُس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے اونٹ آپ کے حوالے کر دیے۔

آپ نے واپس آ کر قریش سے فرمایا کہ تم لوگوں کو اُس فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں، بہتر ہے کہ بال بچوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ کعبہ کا مالک کعبہ کی خود حفاظت کرے گا۔ یہ فرما کر کعبہ شریف کے دروازے پر آئے اور اُس کا حلقہ تھام کر کچھ دُعائیں کیں۔ ایک دُعا یہ ہے کہ ”الہی تیرے بندے اپنے اہل و عیال کو اغیار سے بچاتے ہیں تو اپنے حرم کے مکیوں کی حفاظت فرما۔ صلیب والوں کی صلیب اور اُن کی چال بازی جو ظلم و عدوان ہے

تیری تدبیر پر غالب ہو ہی نہیں سکتی۔“ قریش بال بچوں کو لے کر حرا پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں سے دیکھنے لگے کہ ابرہہ کی فوج کیا کرتی ہے؟ اور کیا ہوتا ہے؟

ہوا یہ کہ جوں ہی فوج آگے بڑھنے لگی آناٹا فضا میں چڑیوں کے غول جھنڈ کے جھنڈ نظر آنے لگے۔ چڑیاں کبوتر سے کچھ چھوٹی تھیں۔ سب کے دونوں پنجوں میں اور چونچ میں چنے کے برابر ایک ایک پتھری تھی۔ یہ غول ابرہہ کی فوج پر اُمد پڑا اور پنجوں اور چونچ سے فوجیوں پر کنکریاں گرانی شروع کر دیں، جس پر ایک کنکری پڑی بدن توڑ کر باہر ہو گئی۔ بھکڑ رچ گئی، بظاہر تو یہ چھوٹی چھوٹی پتھریاں تھیں لیکن حقیقت میں عذاب الہی کی مشین گن کی گولیاں تھیں جو فضا سے برس رہی تھیں، اور قدرتِ خداوندی چڑیوں کے پنجوں سے اور چونچ سے برسا رہی تھی، پوری فوج آناٹا غارت ہو گئی اور سب تہس نہس ہو گئے۔ صرف وہی لوگ بچے جو محمود ہاتھی کے اڑ جانے سے سہم گئے اور فوج سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ اپنے ساتھیوں کو سمجھایا نہیں اس لیے اُن کی زندگی مجسمِ عبرت بن گئی تھی۔ اندھے لنگڑے، لو لے ہو گئے تھے۔

اور ابرہہ کا ایک روایت کے مطابق یہ حشر ہوا کہ کنکریوں کے عذاب سے جو بھکڑ ہوئی اور کعبہ الہی کے دشمن بھکڑ کی بدحواسی میں پہاڑوں کی چٹانوں سے ٹکرائٹھا کر گرنے لگے اور غاروں میں بھی گر گر پڑے، تو ابرہہ جان بچانے کے لیے بھاگ نکلا اور یمن کی راہ لی۔ یمن پہنچتے پہنچتے سارا بدن مسموم ہو چکا تھا، سڑ کر مر گیا اور تمام یمن والوں کے لیے عبرتِ عظیم بن گیا۔

اور دوسری روایت کے مطابق ابرہہ شکست کھا کے تنہا بھاگا اور نجاشی کے سامنے جا کر گر پڑا۔ چونکہ چڑیوں کی کنکریوں پر ایک ایک کا نام تھا جنہوں نے کعبہ شریف کو خراب کرنے کا ارادہ کیا تھا، تو ابرہہ کو ہلاک کرنے والی اُس کے نام کی کنکری جس چڑیا کے پاس تھی وہ اُسے مارنے کو مکہ سے حبشہ تک اُس کے ساتھ تھی اور نجاشی کے دربار میں ابرہہ کے سر پر وہ چڑیا اڑتی تھی۔

جب ابرہہ نے کیفیتِ بیان کی اور نجاشی نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیسی چڑیاں تھیں جنہوں نے اتنے لڑنے والوں کو ہلاک کر ڈالا؟ اُس حال میں ابرہہ کی نظر اُس چڑیا پر پڑی بولا کہ اے بادشاہ! اُن میں سے ایک چڑیا یہ ہے پس اُسی دم اُس چڑیا نے اُس کے نام کی کنکری اُس کے سر پر چھوڑ دی جو اُس کے بدن کے آر پار ہو گئی۔ اور نجاشی کے دیکھتے

ہی دیکھتے ابرہہ ہلاک ہو گیا اور یہ حال دیکھ کر نجاشی کے دل میں عبرت جم گئی۔ اسی واقعہ کی طرف اس سورہ مبارکہ میں اشارہ ہے۔

ایسی حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے شرف و عظمت کے اہتمام میں ہاتھی والوں کی سازش کی ناکامی کو بیان کرنے والی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیسا کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ • کیا نہیں کر دیا ان کے

فِي تَضَلُّلٍ ۚ وَامْرُؤٌ سَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ ۚ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ

داؤں کو بے اثر • اور چھوڑ دیا ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں • جو پھینکتی تھیں ان پر

مِّنْ سِجِّيلٍ ۚ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۚ

کنکر کی کنکریاں • تو کر دیا انہیں جیسے کھایا ہوا بھوسہ •

اے محبوب! (کیا تم نے) اپنی نگاہِ علم و خبر سے (نہیں دیکھا کہ کیسا کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ)، یعنی ابرہہ اور اس کے لشکر کے ساتھ۔ (کیا نہیں کر دیا ان کے داؤں کو بے اثر)، تو ان کی سوچ باطل اور کوشش برباد ہو گئی (اور چھوڑ دیا ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں • جو پھینکتی تھیں ان پر کنکر کی کنکریاں • تو کر دیا انہیں جیسے کھایا ہوا بھوسہ)۔

تمام سورہ الفیل --- ۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ --- مطابق --- ۱۹ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ---

۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ---

آیات ۴ --- رکوع ۱

سُورَةُ قُرَيْشٍ

سُورَةُ قُرَيْشٍ

سورہ قریش --- ۱۰۶ کیہ ۲۹

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ 'سورہ قریش' اور 'سورہ فیل' دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں۔ سورہ فیل میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اُس دشمن کو ہلاک کر دیا جو بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا جس کی وجہ سے پوری عرب دُنیا میں اُن کی عزت اور اُن کا وقار تھا۔ اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ایک اور نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں تجارت کرنے کی رغبت پیدا کی اور موسم سرما اور موسم گرما دونوں میں اُن کو دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے سفر کرنے پر تیار کیا جس کی وجہ سے وہ خوشحال ہو گئے۔ گرمیوں میں وہ شام کی طرف سفر کرتے تھے اور سردیوں میں وہ یمن کی طرف سفر کرتے تھے۔

اس سورت کا 'سورہ الفیل' کے ساتھ شدید اتصال ہے۔ **لَا يَلِفُ قُرَيْشٌ** سے پہلے ایک جملہ ہے، جس سے یہ متعلق ہے۔ پوری عبارت کی یہ شکل بنتی ہے کہ: "أَهْلَكَ اللَّهُ أَصْحَابَ الْفِيلِ لَا يَلِفُ قُرَيْشٌ" اللہ تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلانے کے لیے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا۔

یہ مکمل سورت اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں کے بیان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قریش پر نعمت عظمیٰ یہ تھی کہ قریش جو پہلے بکھرے ہوئے تھے اور منتشر تھے اُن کو مجتمع اور متحد کر دیا اور اُن میں باہم محبت پیدا کر دی، اور ان کو گرمیوں میں شام کی طرف تجارتی سفر پر تیار کیا اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر پر آمادہ کیا، جس کی وجہ سے اُن کی ضرورتیں پوری ہو گئیں اور وہ خوش حال ہو گئے۔ اور اُن کے شہر کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گہوارہ بنا دیا۔ تو خدا کی نعمتوں کو یاد دلا کر خدا کی عبادت کی طرف مائل کرنے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ تعالیٰ) (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَا يَلِفُ قُرَيْشٌ ۝ الْفِجْرَ رَحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ

قریش کے دل کے جھکاؤ کے لیے • اُن میں خواہش ہو جانے کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کا • انہیں چاہیے کہ پوچھیں

هَذَا الْبَيْتُ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعِهِ وَأَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفِهِ

اس بیت کعبہ کے رب کو • جس نے کھانا دیا انہیں بھوک میں۔۔ اور امن دیا انہیں خوف سے •

(قریش کے دل کے جھکاؤ کے لیے • اُن میں خواہش ہو جانے کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کا)، یعنی حق تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلائی انہیں تجارت کے لیے اور جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کیا، تو (انہیں چاہیے کہ) وہ شکر ادا کریں اور (پوچھیں اُس بیت کعبہ کے رب کو • جس نے کھانا دیا انہیں بھوک میں) تجارت کے لیے دوسفروں کی بدولت اور بھوک سے بچایا۔ (اور امن دیا انہیں خوف سے)، یعنی اُس حرم محترم کی بدولت اُن کے خوف سے جو مکہ معظمہ کے گرد ہیں اور ایک دوسرے کو ٹوٹے مارتے ہیں۔

سورہ قریش --- ۵/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ---

سورہ الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ---



سُورَةُ الْمَاعُونِ



آیات تہا۔۔ رکوعہا

سورۃ الماعون۔۔ ۱۰۷ آئیکہ

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی آیت کے سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی سورت 'قریش' میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مذمت کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے تھے اور اس میں اُن لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سورہ القریش میں اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اُس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں، اور اس سورت میں اُن لوگوں کی مذمت ہے جو سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو دی ہوئی نعمتیں بتائیں اور وہ اُس کے باوجود مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے سے انکار کرتے تھے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انکار کرتے تھے، اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔ اس سورت میں نصف اول کافروں سے متعلق ہے اور نصف اخیر منافقوں کے باب میں ہے۔

تو اس سبق آموز اور نفاق سوز سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

أَرَعَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۖ

ذرا بتاؤ تو، کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو • پھر وہ ایسا ہے، کہ دھکے دے یتیم کو •

وَلَا يَحْصُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۖ

اور نہ ابھارے مسکین کے کھانا کھلانے پر •

(ذرا بتاؤ تو کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو) یعنی روز جزا کو۔

یہ ابو جہل تھا جو اپنے قول و فعل سے آخرت کو بڑی شد و مد کے ساتھ جھٹلاتا تھا اور جب کسی یتیم کا وصی ہوتا اور یتیم اپنے مال میں سے کھانا کپڑا مانگتا، تو یہ ظالم اُس یتیم کو مار کر نکال دیتا اور ہمیشہ لوگوں کو خرچ کرنے سے باز رکھتا۔

(پھر وہ) جھٹلانے والا یعنی ابو جہل (ایسا ہے کہ دھکے دے یتیم کو)، یعنی ظلم و جبر کے ساتھ دفع کرے یتیم کو، اور اُس کو ڈانٹ کر بھگا دے (اور نہ ابھارے) یعنی اپنے لوگوں میں سے کسی کو رغبت نہ دے (مسکین کے کھانا کھلانے پر)۔ یعنی نہ تو خود دیتا ہے اور نہ ہی کسی کو دینے کے لیے کہتا ہے۔ بلکہ نیک کام کرنے کو منع کرتا ہے۔۔۔ یہاں تک تو کھلے کافروں کا ذکر تھا اور اب منافقوں کے تعلق سے ارشاد فرما رہا ہے۔۔۔

قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۖ

تو ہلاکی ہے اُن نمازیوں کی • جو اپنی نمازوں کو بھول جانے والے ہیں •

(تو) ارشاد ہے کہ (ہلاکی ہے اُن نمازیوں کی) یعنی ابن ابی اور اُس کے یاروں کی (جو اپنی نمازوں کو بھول جانے والے ہیں)، یعنی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور غفلت کرنے والے ہیں، یعنی نماز کو شمار میں نہیں لاتے، اور فقط لوگوں کے سامنے ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ منافق لوگ تنہائی میں نماز کی پرواہ نہیں کرتے، اور جب مسلمانوں کی صحبت میں پہنچتے ہیں تو تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۖ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

• جو دکھاوا کرتے رہتے ہیں • اور مانگنے پر نہیں دیتے، برتنے کی چیز •

(جو دکھاوا کرتے رہتے ہیں) یعنی وہ لوگ ریا کرتے ہیں اپنے کام میں لوگوں کی تعریف کی امید پر (اور مانگنے پر نہیں دیتے برتنے کی چیز) یعنی زکوٰۃ مستحقین کو نہیں دیتے۔

بعض نے کہا مَاعُونَ گھر کا اسباب ہے کہ لوگ باہم اُس سے ایک دوسرے کا کام نکالتے ہیں جیسے دیگ، کاسہ، کلہاڑی، پیلچہ اور ڈول، وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ مَاعُونَ تین چیزیں ہیں کہ انہیں روک رکھنا نہ چاہیے: آگ، پانی اور نمک۔

اختتام سورہ الماعون --- ۵ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ---

ب۔ ۵ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ---



آیات ۳۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْكَوْثَرِ



سورة الكوثر۔ ۱۰۸ آئینہ ۱۵

جو کفار حضور کے شدید دشمن تھے وہ اس کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا نام و نشان مٹے۔ مکہ معظمہ میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم علی ابیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ علی ابیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا، تو اُن دشمنوں کو بڑی خوشی ہوئی۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ عاص بن وائل خوشیاں منا منا کر کہنے لگا محمد ﷺ آہٹ ہو گئے، جہاں آنکھیں بند ہوئیں کوئی نام لینے والا بھی نہ ہوگا۔ یہ حالات تھے کہ سورہ کوثر کا نزول ہوا اور فرمایا گیا کہ اے محبوب! جو آپ کا دشمن ہے وہی آہٹ ہے، اُس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس سورہ پاک کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے۔ بعض ارباب تحقیق کا بیان ہے کہ اس کا نزول مکہ میں بھی ہوا ہے اور مدینہ میں بھی۔ مکہ کی شان نزول اوپر مذکور ہوئی۔ مدینہ کی شان نزول یہ ہے آپ کے فرزند اصغر حضرت ابراہیم علی ابیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو آپ کے کسی دشمن نے کہا کہ اب تو ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ رہی بس یہ آہٹ ہو گئے، جہاں آنکھ بند ہوئی نام و نشان مٹا۔ اُس کی تردید میں سورہ کوثر

نازل ہوئی۔ اس کے نزول کی تفصیل یہ ہے: حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے درمیان تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہو گئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی، پھر آپ نے 'سورہ کوثر' تلاوت فرمائی۔ اُس کے بعد فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے کہا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ایک 'نہر' ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ مجھے عطا فرمائے گا، اُس میں خیر کثیر ہے۔

یہ ایک حوض بھی ہے، یہاں قیامت کے روز میری امت میرے پاس وارد ہوگی، اُس کے ظروف آسمان کے تاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ یہاں آنے والوں میں وہ بندے بھی ہوں گے جن کو گھسیٹ کر دُور کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا "میرے رب یہ میرے امتی ہیں،" اللہ فرمائے گا "آپ کو پتا نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا حرکت کی ہے؟" یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ خدا تو اُن کا حال پہلے ہی سے جانتا تھا، تو اُس کو حوض کے قریب آنے ہی کیوں دیا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اُن کو حوض کے پاس پہنچا کر حاضرین لوگوں میں رسوا اور ذلیل کرنا ہے۔ پہلے آنے دینا پھر گھسیٹ کر کے باہر کر دینے میں رسوائی زیادہ ہے، تو یہ لوگ اپنے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے ایسے ہی ہوں گے جو اس سلوک کے مستحق ہوں گے۔ اور نبی کریم کا اُن کو امتی کہنا خود اُن پر اُن کی حقیقت کھول کر انہیں دکھ پہنچانے کے لیے ہوگا کہ اچھا یہی تھے جن کو دعویٰ تھا کہ وہ میرے امتی ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو نبی کریم کے سچے امتی ہیں! اُن کے اعضاء وضو تو ویسے ہی چمک رہے ہوں گے اور اللہ کے رسول اپنوں کو اُسی چمک دمک سے بخوبی پہچان لیں گے، تو پھر کسی سیاہ رو کو اپنا امتی سمجھنے کا سوال ہی کہاں رہ جاتا ہے؟

مذکورہ بالا شان نزول کے پیش نظر اس سورہ کو مدنی بھی کہا گیا ہے مگر جمہور اُس کو مکی ہی قرار دیتے ہیں۔ اب اس کے تعلق سے صاف بات یہی کہی جاسکتی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے، اور مدینہ منورہ میں اس کا نزول جو روایت بالا میں مذکور ہے، وہ عالم رویا کا نزول ہے، جس کی تصریح خود اُس روایت کے ابتدائی جملوں میں ہے۔ اس سورہ میں حضور اکرم ﷺ کی محبوبیتِ عظمیٰ کا بیان ہے کہ اللہ نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ کوثر جو 'خیر کثیر' ہے، جس میں نہر کوثر، حوض کوثر، بکثرت ذریت طاہرہ، نبوتِ عظمیٰ، وحی قرآن و حکمت اور تمام فضائل ہیں۔

’سورۃ ماعون‘ اور ’سورۃ کوثر‘ میں یہ ربط ہے کہ ’سورۃ ماعون‘ میں ابو جہل اور عاص بن وائل جیسے لوگوں کی اخلاقی گراوٹوں پر تنبیہ اور سرزنش کی گئی ہے، اور ’سورۃ کوثر‘ میں عاص بن وائل جیسے لوگوں کی دریدہ دہنی پر خداوندی سزا کا اعلان کیا گیا ہے کہ دشمن رسول جو رسول پاک کو آہٹ کہتا ہے وہ خود آہٹ ہو جائے گا۔ اُس کا کوئی نام لیا اور ذکرِ خیر کرنے والا نہ رہ جائے گا۔ اور۔۔۔ نہ ہی کوئی اچھی یادگار رہے گی۔ غرض ’سورۃ ماعون‘ میں اُن گستاخوں اور شریروں کے کردار پر سرزنش ہے، اور ’سورۃ کوثر‘ میں اُن کی گفتار پر سزا ہے۔

ان دونوں سورتوں میں ایک بڑا علمی ربط یہ بھی ہے کہ ’سورۃ ماعون‘ میں چار اخلاقی ذمائم کی خرابی بیان کی گئی ہے جو اپنی جگہ بنیادی ہیں اور یہ منکرینِ جزا اور منافقین کے اوصاف ہیں، اور ’سورۃ کوثر‘ میں اُن کے مقابل چار اخلاقی محاسن اور فضائلِ اعلیٰ کا ذکر ہے جو اپنی جگہ بنیادی ہیں، اور اُن کے سرچشمہ سیدنا محمد ﷺ ہیں۔۔۔ تو اُن محاسن و فضائل پر مشتمل سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

۱۰۸

إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۚ

بے شک دے چکا میں تم کو کوثر • تو نماز پڑھو اپنے رب کی، اور قربانی کرو • بے شک تمہارا گستاخ ہی اتر ہے •

اے محبوب! (بے شک دے چکا) اور عطا فرما چکا (میں تم کو کوثر) ہر ہر کمال کا، خواہ وہ کوثرِ علم و عمل ہو۔۔۔ یا۔۔۔ کوثرِ حسن و جمال ہو۔۔۔ یا۔۔۔ کوثرِ فضل و کمال ہو۔۔۔ یا۔۔۔ کوثرِ جاہ و جلال ہو۔۔۔ یا۔۔۔ کوثرِ جود و نوال ہو، وغیرہ وغیرہ۔ اور جو نعمت آپ کو بعد میں ملنے والی ہے اُس کا ملنا اتنا ہی قطعی اور یقینی ہے گویا کہ وہ مل چکی اور میں اُسے عطا فرما چکا، جیسے نہر کوثر اور حوض کوثر اور جنت کی نعمتیں وغیرہ۔۔۔

(تو) اے محبوب! ان نعمتوں کے پانے پر تم خدا کا شکر ادا کرو اور شکرانے کی (نماز پڑھو اپنے رب کی)، خاص اُس کی رضا مندی کے واسطے (اور) خطہء عرب کے بہترین مال یعنی اونٹ کی (قربانی کرو) خدا ہی کی رضا کے لیے۔۔۔ الخضر۔۔۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے رہو اور جان لو کہ۔۔۔

(بے شک تمہارا گستاخ ہی ابتر ہے) یعنی خیر سے منقطع اور بے نسلی اور بے ذریت ہے۔
 فی الحال یہ اپنے جن بیٹوں پر ناز کرتا ہے یعنی عمرو بن عاص اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہما یہ دونوں بیٹے
 اے محبوب! تیری غلامی اختیار کر لیں گے، اور تیرے ہی دین کی سر بلندی کے لیے جدوجہد کرتے
 رہیں گے۔ اُس کے برعکس تمہاری ذریت کثیر ہوگی اور شہرت و بزرگی کے اعلیٰ مقام پر ہوگی۔ اُس کی
 بزرگی کے آثار بے شمار، قیامت تک باقی رہیں گے۔

اختتام سورہ الکواثر --- ۵ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۲۰ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ شنبہ

--- ۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --- مطابق --- ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ



آیات ۶۔۔ رکوع ۱۱

سُورَةُ الْكَافِرُونَ



سورۃ الکافرون۔۔ ۱۰۹ آئیکہ ۱۸

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ قریش
 کے ایک گروہ جیسے ابو جہل، عاص، ولید، امیہ، اسود بن عبد یغوث، اور اسد بن عبد المطلب،
 نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ایک
 سال ہمارے خداؤں کی پرستش کیجیے، تو ہم بھی ایک برس آپ کے خدا کی عبادت کریں۔
 جیسے ہی آنحضرت ﷺ کے پاس یہ پیغام پہنچا اُس کے ساتھ ہی حضرت جبرائیل نازل
 ہوئے اور یہ سورت لائے۔ تو ایسی قول فیصل پیش کرنے والی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا
 ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین
 کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا اَنْتُمْ

کہہ دو کہ اے کافرو! • نہ پوجوں میں جس کو تم پوجو • اور نہ تم

عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ

پوجنے والے اُس کے، جس کو میں پوجوں • اور نہ میں پوجنے والا اُس کا، جس کو تم نے پوجا • اور نہ تم

عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

پوجنے والے اُس کے، جس کو میں پوجوں • تمہارے لیے تمہارا اپنا بنایا دستور ہے، اور میرے لیے الہی دستور •

تو اے محبوب! (کہہ دو کہ اے کافرو!)، یعنی اُن منکرینِ حق کو کافر کہہ کر خطاب کرو۔

اور یہ خطاب بطور سب و شتم نہیں ہے بلکہ اظہارِ امرِ واقعی کے طور پر ہے۔ اور اس خاص

خطاب کے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عباس کو اپنا قاصد بنایا تھا اور

جن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔۔۔

تو اے کافرو جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ (نہ پوجوں میں جس کو تم پوجو • اور نہ تم پوجنے والے

اُس کے جس کو میں پوجوں • اور) مستقبل میں بھی یہی ہوگا کہ (نہ میں پوجنے والا اُس کا جس کو تم

نے پوجا • اور نہ تم پوجنے والے اُس کے جس کو میں پوجوں)۔۔۔ المختصر۔۔۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے

معبود کو پوجنے والے نہیں اس لیے کہ میں معبودِ برحق کا پرستار ہوں، اور تم باطلِ معبودوں کے پجاری

ہو۔ یہ اس لیے ہے کہ ہمارا تمہارا راستہ الگ الگ ہے کیونکہ۔۔۔

(تمہارے لیے تمہارا اپنا بنایا دستور ہے، اور میرے لیے الہی دستور)۔ جب تم کفر و شرک کا

خود ساختہ دستور جو ہلاکت آفریں بھی ہے کو چھوڑنے کو تیار نہیں، تو میں خدائی دستور سے کیسے روگردانی کر

سکتا ہوں، اور وہ بھی ایسا پاکیزہ دستور دین و دنیا کی صلاح و فلاح اور نجات و فیروز بخشتی جس سے وابستہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قرآن میں اس سورت سے زیادہ

سخت شیطان پر کوئی سورت نہیں، اس واسطے کہ یہ سورت توحیدِ محض ہے اور اس سورت کے

پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن پڑھنے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کی سورہ

یعنی 'الکوثر' نے یہ واضح کر دیا تھا کہ آپ کا دشمن آپ کا نام و نشان مٹ جائے گا اور

اُس کی طاقت پاش پاش ہو جائے گی، تو اس کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ آپ ایسوں کی پرواہ نہ

کریں اور اگر کوئی غلط مصالحت پیش کرے تو اُس کو ٹھکرا دیں۔

سورة الكافرون --- ۶ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ --- مطابق --- ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ---

۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ

سُورَةُ النَّصْرِ
۱۱۰ مَكِّيَّةٌ
۳ آيَاتُهَا

سُورَةُ النَّصْرِ

سُورَةُ النَّصْرِ
۱۱۰ مَكِّيَّةٌ
۳ آيَاتُهَا

سورۃ النصر۔۔ ۱۱۰ مدنیہ ۱۱۴

آیات ۳۔۔ رکوع ۱۱

اس سورہ کا نام اسی کی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی سورت میں یہ بتایا گیا تھا کہ دین اسلام کفار کے دین کے خلاف ہے، اور اس سورت میں یہ بشارت دی ہے کہ کفار کا دین عنقریب مٹ جائے گا اور نبی کریم ﷺ کو عنقریب بہت بڑی فتح اور بہت بڑی نصرت حاصل ہوگی۔ مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور ارد گرد کے قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں گے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کا مشن پورا ہو رہا ہے اور عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی۔

چونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی اس لیے اس سورت کو مدنی سورتوں میں شمار کیا جاتا ہے، تو یہ سورت بالا جماع مدنی ہے اور اس میں فتح مکہ اور مشرکین کے خلاف نبی ﷺ کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ تو فتح و نصرت کا مژدہ سنانے والی اس سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ

جب آگئی اللہ کی مدد اور فتح • اور دیکھا تم نے لوگوں کو کہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں

اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

فوج فوج • تو پا کی بولوا اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اور بخشش چاہو اس کی۔۔۔ بے شک، وہ توبہ کا بہت قبول فرمانے والا ہے •

(جب آگئی اللہ) تعالیٰ (کی مدد اور فتح) اور قبائل عرب کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کے

تابع ہونے کا جوش عالم شباب کو پہنچ گیا۔۔۔ چنانچہ۔۔۔ ہر قبیلے کے لوگ اطراف و اکناف سے آ کر اور

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہونے لگے۔۔۔ (اور) اے محبوب! (دیکھا تم نے لوگوں کو کہ داخل ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ) (کے دین میں فوج فوج) یعنی گروہ گروہ، (تو) خدائے کریم کا شکر ادا کرو اور (پاکی بولوا اپنے رب کی حمد کے ساتھ)، یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سورت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تو آپ یہ بھی کہتے تھے ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“

(اور) ساتھ ہی ساتھ کس نفسی کا مظاہرہ کرو، اور کما حقہ، تزیہہ و تسبیح اور تحمید و تہلیل نہ کر سکنے پر (بخشش) اور مغفرت (چاہو اُس کی)۔۔۔ یا۔۔۔ مغفرت طلب کرو امت کے گناہوں کی۔ (بے شک وہ توبہ کا بہت قبول فرمانے والا ہے) صدقِ دل سے مغفرت چاہنے والوں کی۔

دورہ النصر۔۔۔ ۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴿۔۔۔

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ۔۔۔ مطابق۔۔۔ ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴿۔۔۔



آیات ۵۔۔۔ رکوع ۱

سُورَةُ الْاٰهَبِ



سورة الہب۔۔۔ ۱۱۱ مکیہ ۶

اس سورہ کا نام اسی سورہ کی آیت سے ماخوذ ہے۔ 'سورہ نصر' میں اسلام کے عہدِ فتح و کامرانی کا ذکر ہے اور 'سورہ لہب' میں بے بسی کے زمانہ کا بیان ہے، اس طرح 'سورہ نصر' کے بعد 'سورہ لہب' کی ترتیب عہدِ فتح و کامرانی میں عہدِ بے بسی کی یاد دلاتی ہے، اور یہ چیز شکرِ الہی اور یادِ الہی کی بڑی زبردست محرک ہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ عہدِ عروج میں اپنی بے بسی کا زمانہ یاد کرے۔

یہ تصور بہت سے انسانی اور اخلاقی محاسن کا سرچشمہ ہے اور انسان کو فتح و کامرانی کے گھمنڈ سے بچاتا ہے۔ یہ فوائد امت کے لیے ہیں۔ رسول کی شانِ اقدس ان باتوں سے بالاتر ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں، تمام ایمانی و اخلاقی محاسن کا مجموعہ ہیں، اور ہر کبر و غرور سے اُن کی ذات منزہ ہے، یہاں کسی انسانی کمزوری کا امکان ہی نہیں۔

اس سورہ مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب حکم خداوندی ہوا کہ اے محبوب! اپنے

قریبی رشتہ داروں کو شرک و کفر کے انجام سے متنبہ کرو، تو آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اُن قبائل قریش کو پکارا جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ لوگ آگے تو فرمایا، اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے دامن میں سواروں کا ایک دستہ ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اسے مان لو گے؟ لوگوں نے کہا ہاں! کیونکہ ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپ ہمیشہ سچ بولے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ سامنے بڑا ہی سخت عذاب ہے۔ اتنا سننا تھا کہ ابولہب بگڑ گیا اور دونوں ہاتھ جھٹکار کر بولا ”تیرا ستیاناس ہو کیا اسی لیے ہمیں جمع کیا۔“ اُس کی اس دریدہ دہنی اور گستاخی پر یہ سورہ پاک نازل ہوئی جس میں اُس کے بُرے انجام کی خبر دی گئی اور اس کی بیوی کی ایذا دہی کا انجام بھی بیان فرمایا گیا۔

تو نبی کریم کے گستاخوں کے انجام سے باخبر کرنے والی اس سورہ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝

برباد ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ، اور وہ برباد ہو چکا • نہ کام آیا اُس کے اُس کا مال، اور جو کچھ کمایا •

سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝

جلد ہی جائے گا شعلہ والی آگ میں • اور اُس کی عورت۔ لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے •

فِي حَبْلٍ مَّا حَبْلٌ قَن مَّسِيٍّ ۝

اُس کی گردن میں رستی ہے، کجور کے چھال کی •

(برباد ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ برباد ہو چکا)، یعنی اُس کی دنیا و آخرت دونوں

ناچیز ہو گئی۔ اس دُعائے ہلاکت کی تاثیر کو زائل کرنے میں (نہ کام آیا اُس کے اُس کا مال اور جو کچھ

کمایا)۔۔۔ اس سے تجارت اور معاملات کے منافع مراد ہیں۔۔۔ یعنی جو کچھ اُس کے پاس ہے اور

جو دیگر تجارتی منافع اُسے حاصل ہونے والے ہیں اور اُس کی اولاد اور اُس کا جاہ و منصب کوئی بھی

اُس کو ہلاکت سے بچانہ سکا۔ یہ تو دُنیا کا معاملہ رہا، عنقریب آخرت میں (جلد ہی جائے گا شعلہ والی آگ میں) وہ بھی (اور اُس کی عورت) بھی، جس کا حال یہ ہے کہ وہ (لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے) ہے، اور (اُس کی گردن میں رستی ہے کھجور کے چھال کی)۔

ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا جو حرب کی بیٹی تھی۔ اُس کے تعلق سے مختصر قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس کا گھر رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں تھا۔ وہ دن پھر کانٹے دار لکڑیوں کے بوجھ جمع کرتی اور رات کو لاتی اور رسول کریم ﷺ کی راہ میں ڈال دیتی تا کہ دامن مبارک میں کانٹا لٹکے۔۔۔ یا۔۔۔ آپ کے پائے نازک میں گڑے۔ اور حضرت نماز کے لیے باہر تشریف لاتے، تو اُن کانٹوں اور تنکوں کو اٹھاتے اور نرمی کے ساتھ فرماتے کہ یہ کس قسم کی ہمسائیگی ہے، جس کا حق تم میرے ساتھ یہ ادا کرتے ہو۔

اور بعضوں نے کہا کہ لکڑیاں چٹناخن چینی سے عبارت ہے کہ دو آدمیوں میں خصومت اور عداوت کی آگ لگا دیتی ہے، اور ام جمیل خن چینی کی عادت رکھتی تھی۔۔۔ یا۔۔۔ جہنم کا ایندھن اٹھانے والی تھی، اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت کے سبب سے بارگناہ اٹھاتی تھی۔۔۔ اور۔۔۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقت میں اپنے واسطے لکڑیاں ڈھوتی تھی جیسا کہ عرب کی عورتوں کا معمول ہے۔ ایک دن لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر رکھے تھی تھک گئی، لکڑیوں کی رسی اُس کی گردن میں پڑی تھی، گٹھا کو ایک پتھر پر رکھ دیا کہ ستائے۔ ایک فرشتے کو حکم ہوا اور اُس نے آکر اُس گٹھے کو پیٹھ کے پیچھے سے پتھر کے نیچے گرا دیا۔ رسی اُس کے گلے میں رہی اور پھانسی ہو گئی اور وہ کم بخت جہنم کو چل دی۔ اور حق تعالیٰ نے خبر دی کہ اُس کی گردن میں رستی ہے کھجور کے پوست کی کہ اُس میں لکڑیاں باندھے تھی۔۔۔ بعضوں نے کہا کہ دوزخ میں زنجیر مراد ہے کہ قیامت کے دن اُس کی گردن میں باندھ کر کھینچیں گے۔

انعام سورہ اللہب --- ﴿ ۶ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چار شنبہ ﴾ ---

﴿ ۷ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ---



آیات ۴۔۔۔ رکوع ۱

سورة الاخلاص



سورة الاخلاص۔۔۔ ۱۱۲ مکیہ ۲۲

اس سورہ کے متعدد نام ہیں۔ تفسیر کبیر میں ۲۰ نام مذکور ہیں۔ اُن میں یہ چار نام بہت مشہور ہیں: ﴿۱﴾۔ سورۃ الاخلاص۔ ﴿۲﴾۔ سورۃ قل هو اللہ احد۔ ﴿۳﴾۔ سورۃ الصمد۔ ﴿۴﴾۔ سورۃ التوحید۔ ان میں سے پہلا اور دوسرا نسبتاً زیادہ مشہور ہے۔ 'سورہ لہب' سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابولہب کا وہ روگ جس کی وجہ سے اس نے نبی کریم کی توہین کی تھی وہ اُس کا شرک ہی تھا، تو 'سورۃ لہب' میں شرک کی مہلک بیماری کا انجام دکھایا گیا ہے، اور 'سورۃ اخلاص' میں شرک کا مکمل علاج ہے اور اسی لیے اس کا نام سورۃ اخلاص ہے۔

اخلاص کے معنی ہیں توحید کو خالص بنانا اور ہر طرح کی آمیزش سے بچانا۔ حقیقت میں اس سورہ پاک سے شرک کی بیماری یک لخت فنا ہو جاتی ہے۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ قریش کے ایک گروہ نے کہا کہ اے محمد! "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" اُس خدا کی صفت بیان کرو جس کی عبادت کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو۔ اور معاملہ میں ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے کہا کہ اے ابوالقاسم! خدا کا وصف بیان کرو تا کہ تم پر ایمان لائیں، اس واسطے کہ ہم نے توریت میں اُس کی صفت لکھی دیکھی ہے اور ہم جانتے ہیں۔ تو ہمیں دیکھنا ہے کہ تمہارا بیان توریت کے مطابق ہے کہ نہیں، تو کہو کہ خدا کیا کھاتا ہے؟ کیا پیتا ہے؟ کس کی میراث اُس نے لی ہے؟ اُس کی میراث کون لے گا؟ تو یہ سورت نازل ہوئی۔

ایسی صفات الہی اور اوصاف خداوندی کو واضح انداز میں پیش کرنے والی سورۃ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝

تم کہتے رہو کہ "وہی اللہ ہی یکتا ہے • اللہ ہی بے نیاز ہے • نہ بچہ جنتا۔ اور نہ خود جنتا گیا • اور

لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

نہ اُس کا کوئی کفو ہے •

تو اے محبوب! (تم کہتے رہو کہ وہی اللہ) تعالیٰ (ہی یکتا ہے) اپنی ذات میں اور منفرد ہے

پنی صفات میں۔ اور (اللہ) تعالیٰ (ہی بے نیاز ہے) سب سے اور وہ نیاز مندوں کی پناہ ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ باقی ہے، کہ ہر گز فنا اور نیست نہ ہوگا۔

ماوردی نے کہا کہ **مَعْدُ** وہ ہے کہ جو کچھ چاہے کرے۔ عین المعانی میں حضرت امام علی بن موسیٰؑ سے نقل ہے کہ **مَعْدُ** وہ ہے جس کی کیفیت پر اطلاع پانے سے عقلیں ناامید ہوں۔

(نہ بچہ جتنا) یعنی نہ پیدا کیا اُس نے کسی کو۔۔۔ یہ یہود کا رد ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عزیرؑ اُس کے بیٹے ہیں۔۔۔ نیز۔۔۔ یہ نصاریٰ کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کے بیٹے ہیں۔۔۔ (اور نہ خود جتنا گیا)۔۔۔ المختصر۔۔۔ وہ نہ والد ہے نہ مولود اور ممکنات کی صفات سے مجرد اور منزہ ہے۔ (اور نہ) ہی (اُس کا کوئی کفو ہے) جو اُس کا ہمسر ہو، کیونکہ کوئی شخص اُسی کو بیوی بناتا ہے جو اُس کی کفو ہو اور اُس کی ہم پلہ ہو۔ اس کائنات میں کوئی بھی خدا کا ہم پلہ نہیں تو وہ کسی کو بیوی کیسے بنائے گا۔۔۔ اس سے اُن مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر مانتے ہیں۔

۔۔۔ الحاصل۔۔۔ 'سورۃ اخلاص' انسان کو ہر طرح کے شرک، بت پرستی، تثلیث، نظریہ اہرمن، اور فلاسفہ کے شرکانہ خرافات، سے نکال کر توحید کو کس بلندی پر پہنچاتی ہے اور کیسا خالص موحد اور حقیقی خدا پرست بناتی ہے، اسی لیے اس کا نام 'سورۃ اخلاص' اور 'سورۃ توحید' بھی ہے۔ اس کی تعلیم و ہدایت نے تمام دُنیا پر بہت ہی بڑا احسان کیا کہ شرکانہ خرافات اور توہم پرستیاں جو خدا شناسی اور خود شناسی کی راہ میں خلیج اعظم ہیں، اُن کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب کا استیصال فرما کر انسان کو خدا شناس اور خود شناس بنا دیا۔

سورۃ الاخلاص --- ﴿ ۷۷ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ---

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴿ ---



سُورَةُ الْفَلَقِ



آیات ۵۔۔ رکوع ۱

سورۃ الفلق۔۔ ۱۱۳ مدنیہ ۲۰

اس سورہ کا نام اسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا لبید ابن اعصم، اُس نے اور اُس کی لڑکیوں نے مل کر حضور ﷺ پر جادو کیا تھا۔

جادو خطرناک تھا مگر حضور کا بال بیکانہ ہوسکا، صرف اتنی بات ہوئی کہ آپ بیمار سے ہو گئے، جس پر 'سورہ الفلق' اور 'سورہ الناس' کا ایک ساتھ نزول ہوا۔

اللہ نے آپ کو اطلاع دی کہ لبید اور اُس کی لڑکیوں نے آپ پر جادو کیا ہے، اور یہ عمل آپ کی داڑھی کے بالوں اور گنگھی کے دندانوں پر کیا ہے، اور یہ سب چیزیں کھجور کے گانھے کے بنے ہوئے ڈھکن میں رکھ کر بنی زریق کے کنویں میں ڈال دی گئی ہیں۔ مسند عبد بن حمید میں یہ تفصیل ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر یہ چیزیں منگوائیں۔ اُن میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضور نے فرمایا کہ ان سورتوں کی ایک ایک آیت پڑھتے جاؤ اور گرہ کھولتے جاؤ۔ دونوں سورتوں میں مجموعی آیتیں گیارہ ہیں۔ حضرت علی نے تعمیل کی اور جادو کا اثر بالکل ختم ہو گیا۔

بعض روایتوں میں یہ تفصیل بھی ہے کہ اُن سامانوں میں ایک تانت بھی تھی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور اُن میں سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ حضور پر جادو کا اثر ایسا نہیں پڑا تھا کہ ہوش و حواس متاثر ہو جاتے، محض اتنا اثر پڑا تھا کہ آپ بیمار سے ہو گئے تھے۔ اُس سے فریضہ نبوت کی ادائیگی میں کسی طرح کا کوئی خلل نہیں پڑا تھا۔ کفار ازراہ طنز جو رسول کریم کو مسحور کہتے تھے، اُس سے مراد ایسا سحر زدہ ہے جو سحر کے اثر سے عقل و ہوش کھودے اور مجنون ہو جائے، اور اس طرح کے سحر کا اثر نبی کریم پر کبھی نہیں ہو سکتا۔

اوپر نبی کریم پر جس سحر کا ذکر ہے اُس کا اثر نبی کی ذات پر اُس نوعیت کا نہیں پڑا جس سے نبی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اب جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نبی پر جادو کا اثر ہو ہی نہیں سکتا، اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ ایسا اثر جو نبی کو مجنون بنادے تو بات بالکل صحیح ہے۔ اور اس کو مان لینے کی صورت میں بھی اس بات کو ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نبی پر بھی جادو کا ہلکا اثر ہو سکتا ہے، ایسا اثر جو نبی کو مجنون و مفتور العقل نہ بنادے۔

سابق سورہ یعنی 'سورہ اخلاص' سے اس کا ربط یہ ہے کہ 'سورہ اخلاص' میں جو حقائق مضمّن ہیں اُن میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی سے رشتہ ناثہ نہیں، کیونکہ نہ کوئی اُس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ جب اللہ کا کسی سے رشتہ نہیں تو ہم کو اُس سے کس قسم کا تعلق ہے؟ اس کا جواب 'سورہ فلق' اور 'سورہ الناس' میں ہے جو ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، کہ یہ تعلق ربوبیت اور چارہ سازی کا ہے۔ وہی سب کا رب ہے، اور وہی سب کا

چارہ ساز ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ربوبیت کا تعلق خون کے رشتے سے کہیں زیادہ محکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہر ہر لمحہ ہماری پرورش کر رہی ہے، اور اس طرح کہ ہر حالت کی رعایت ہے اور ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔ کیا خون کے رشتے میں ایسی پرورش کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی چارہ سازی اور بیکس نوازی کو ظاہر فرمانے والی اس سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ تعالیٰ) (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝

دعا کرو کہ ”پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی • اُس کی مخلوق کے شر سے •

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝

اور اندھیرا کرنے والے کے شر سے، جب چھپ گیا • اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے •

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

اور حسد کرنے والے کے شر سے، جب اُس نے حسد کیا •

تو اے محبوب! (دعا کرو کہ پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی • اُس کی مخلوق کے شر سے)، یعنی میں صبح کے پیدا کرنے والے کی پناہ لیتا ہوں، کیونکہ جو ذات رات کے اُس شدید اندھیرے کو اس جہاں سے زائل کرنے پر قادر ہے۔ وہ ذات پناہ طلب کرنے والے سے اُس چیز کو زائل کرنے پر قادر ہے جس سے وہ ڈر رہا ہے اور خوفزدہ ہے۔

ویسے بھی صبح کا وقت بہت سعادت اور استجاب کا وقت ہے۔ اُس وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اس لیے اُس وقت پناہ طلب کرنے والے کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنے اور استغفار کرنے کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے بہت مناسب ہے۔ آخر کس چیز سے پناہ؟ اُس کی بنائی

ہوئی ہر چیز کے شر سے جیسے موذی آدمی، جن، درندے، وحشی جانور اور سانپ بچھو وغیرہ کے شر سے۔۔۔

(اور اندھیرا کرنے والے کے شر سے جب چھپ گیا) یعنی آفتاب کے شر سے جب وہ غروب کرے جب کہ اندھیری رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ آ جاتی ہے۔ (اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے) یعنی اُن عورتوں کے شر سے جو جادو کے کلمے کہتی ہیں اور پھونکتی ہیں گرہوں میں۔۔۔

اس سے لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں مراد ہیں۔ گو آیت کا نزول انہیں کے تعلق سے ہوا تھا لیکن عموم لفظ کے لحاظ سے ہر ایسی ذات مراد ہے جو جادو کرتی ہو اور اس کے لیے پھونک مارتی ہو، وہ عورت ہو۔۔۔ یا۔۔۔ مرد۔ چونکہ عورتیں اس کام میں زیادہ حصہ لیتی ہیں خواہ خود جادو کریں۔۔۔ یا۔۔۔ کسی سے کرائیں۔ عہد رسالت میں لبید کی لڑکیوں ہی نے یہ حرکت کی تھی۔۔۔ الغرض۔۔۔ حق تعالیٰ ہم کو اُن سب کے شر سے بچائے۔۔۔

(اور) خاص طور پر (حسد کرنے والے کے شر سے) محفوظ رکھے (جب) کہ (اُس نے حسد کیا)، یعنی اُس کے موافق عمل کیا اس واسطے کہ اگر چھپائے تو وہ خود اپنے حسد کے ضرر کا شکار ہو جائے۔ اس سے یہود مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ پر حسد رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس سورت میں جن جن بُرائیوں کا ذکر فرمایا ہے، اُس میں 'حسد' کے ذکر پر اس سورت کو تمام فرمایا ہے، کیونکہ یہ ذکر کردہ صفات میں سب سے بُری صفت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر 'حسد' کی بُرائی سے زیادہ بُری چیز عالم میں ہوتی تو یہ سورت اُس پر ختم ہوتی۔ پہلی خطا جو آسمان پر ابلیس سے ہوئی، وہ حضرت آدم علیہ السلام پر ابلیس کا حسد تھا۔ اور پہلا گناہ جو زمین پر صادر ہوا وہ ہابیل پر قابیل کا حسد تھا۔

سورة النّاس --- ۷ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء

سورة النّاس --- ۷ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء

سورة النّاس

سورة النّاس

سورة النّاس

آیات ۶۱۔۔ رکوع ۱۱

سورة النّاس۔۔ ۱۱۴ مدنیہ ۲۱

اس سورہ مبارکہ میں پانچ مرتبہ **النَّاسِ** کا لفظ ہے اور ہر جگہ **النَّاسِ** سے مراد الگ الگ ہے جیسا کہ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس کی شان نزول وہی ہے جو سورہ فلق کی ہے۔ اپنی سابق سورہ سے اس کا ربط بالکل ظاہر ہے کہ دونوں میں اللہ سے پناہ مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اسی لیے دونوں کو **مُعَوِّذَتَيْنِ** کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ **مُعَوِّذَتَيْنِ** میں واؤ کو کسرہ ہے فتح نہیں، یعنی زیر ہے زبر نہیں۔ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں۔ اس سورہ پاک میں تعلیم دی گئی ہے کہ:

﴿۱﴾۔۔۔ شیطانی وسوسے کے شر سے اور بُرے خیالات سے اللہ کی پناہ مانگو۔

﴿۲﴾۔۔۔ انسان کے دل میں جو شیطانی وسوسے آتے ہیں اُن کے محرک جناتی اور انسانی دونوں قسم کے شیطان ہیں۔

﴿۳﴾۔۔۔ شیطانی وسوسہ سے اللہ کی پناہ لینے کے لیے اللہ کو ان تین ناموں سے یاد کرو۔ پہلا **رَبِّ النَّاسِ** یعنی تمام انسانوں کا رب۔ دوسرا **مَلِكِ النَّاسِ**، یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ، تیسرا **إِلَهِ النَّاسِ**، یعنی تمام انسانوں کا معبود۔

’سورہ فلق‘ میں تمام مخلوقات کے شر سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ سورت پاک تمام دینی اور دنیوی مضرتوں سے بچنے کے لیے جامع استعاذہ ہے۔ اور ’سورہ الناس‘ میں سینہ کو شیطانی وسوسہ اور بُرے خیالات سے بچانے کے لیے اللہ کی پناہ میں آنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ سورہ پاک تمام دینی اور دنیوی مضرتوں سے بچنے کے لیے مرکزی استعاذہ ہے، کہ جب بُرے خیالات ہی دینی اور دنیوی مفاسد کے محرک اور ہر بُرائی کا سرچشمہ اور مرکز ہیں تو اُس سے بچنے کے لیے جو استعاذہ ہے وہ مرکزی اور بنیادی ہے۔

تمام ہدایات مل جانے کے بعد آخری بات یہی ہے کہ دل اور سینہ کی حفاظت کرو۔ سینہ پاک ہے تو زندگی میں نکھار ہے نہیں تو زندگی میں پاکیزگی آ ہی نہیں سکتی۔ سینہ کیسے پاک ہو؟ خیالات کو پاکیزہ بناؤ، سب کچھ کرنے کے بعد اس راہ میں آخری کام یہی ہے کہ اللہ سے دُعا مانگو کہ الہی، ہمارے سینہ کو شیطانی وسوسہ اور بُرے خیالات سے پاک کر دے۔

حیات بشری کا جو بہترین نظام ہو سکتا ہے اُس کا آخری باب یہی ہے۔ اسی لیے ’سورہ الناس‘ جو اس قسم کی بہترین دُعا ہے قرآن مجید کی آخری سورہ ہے، اور اسی پر قرآن مجید کا اختتام ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس مرکزی اور بنیادی استعاذہ کو شروع کرنا ہوں میں۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلٰهِ النَّاسِ ۝

دُعا کرو کہ ”پناہ لی میں نے سب لوگوں کے رب • سب کے بادشاہ • ہر ایک کے معبود کی •

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُّوَسْوِسُ فِي

وسوسہ ڈالنے والے • دُبک جانے والے کے شر سے • جو وسوسہ ڈالتا ہے

صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

لوگوں کے سینوں میں • جن وانسان سے •

(دُعا کرو کہ پناہ لی میں نے سب لوگوں کے رب)، بالخصوص بچوں کے رب۔۔ ربوبیت کے معنی یعنی پرورش اُس پر دلالت کرتی ہے۔۔ (سب کے بادشاہ)، بالخصوص جوانوں کے بادشاہ۔۔۔ اُس کی طرف لفظ مَلِك اشارہ کرتا ہے کہ قہر اور سیاست کی دلیل ہے اور یہ جوانوں پر ہوتی ہے۔۔۔ (ہر ایک کے معبود کی) بالخصوص بوڑھوں کے، اور اِلٰہ کا اسم کہ آگاہ کرنے والا ہے طاعت اور عبادت سے اس کے مناسب ہے کہ بوڑھا پا عبادت کرنے کا وقت ہے۔۔ الحاصل۔۔ میں نے پناہ لی اللہ تعالیٰ کی (وسوسہ ڈالنے والے) جس وقت بندہ یادِ الہی سے غافل ہو، اور (دُبک جانے والے) جب بندہ ذکرِ الہی کرنے لگے، (کے شر سے • جو وسوسہ ڈالتا ہے) نیک (لوگوں کے سینوں میں • جن) (و) (مفسد) (انسان سے)۔

یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ دل میں وسوسہ ڈالنے والا پیچھے ہٹنے پر مجبور بھی ہوتا ہے، اسی لیے قرآن وسوسہ ڈالنے والے کو **الْخَنَّاسِ** کہتا ہے جس کے معنی ہیں، ”پیچھے ہٹنے کا خوگر۔“ یہ کس طرح پیچھے ہٹتا ہے؟ اللہ کو یاد کرو اور اُس کے ذکر میں لگ جاؤ، اتنا کرو تو وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ”جیسے چڑھیا بیٹھتی ہے اُسی طرح شیطان آدمی کے دل پر

بیٹھتا ہے۔ آدمی جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے، اور غافل رہتا ہے تو وسوسہ پیدا کرتا ہے۔۔۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ دل میں بُرا خیال ڈالنا شیطان کا کام ہے، لیکن یہ شیطان ہے کون؟ قرآن مجید فرماتا ہے کہ یہ جناتی شیطان بھی ہے اور بشری شیطان بھی۔ بشری شیطان اپنی گفتگو اور تحریر وغیرہ سے دلوں میں ناپاک خیالات پیدا کرتا ہے۔ اس کے بہت سے شعبے ہیں۔۔ مثلاً: ملحدانہ لٹریچر، فحش مضامین، عریاں تصاویر، کردار و اخلاق کو بگاڑنے والے ناول، افسانے اور رسالے، عقائد سے برگشتہ کرنے والی جادو کلامی، پیٹ اور روٹی وغیرہ کا مسئلہ رکھ کر ایمان سے محروم کر دینے والی سحر بیانی، زنا، شراب، اور رقص و سرور وغیرہ کی ترغیبات، اور نفسانی ہیجان پیدا کرنے والے ٹیلی ویژن، فوٹو وغیرہ وغیرہ۔

اختتام سورہ الناس --- ﴿ ۷۷ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ --- مطابق --- ۲۲ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ---

جو علی تعالیٰ سارے مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو ہر طرح کے شیاطین کے شر سے محفوظ رکھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِحَقِّ طه وَ يس، بِحَقِّ ن وَ ص، بِحَقِّ يَابُدُّوْح
وَجُرْمَةٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُبْسِمًا

تہلیۃ

﴿۱﴾۔۔ والد محترم، مخدوم الملت ابو محمد سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز۔۔
کے نام۔

﴿۲﴾۔۔ والدہ محترمہ، سیدہ فاطمہ خاتون بنت سلطان العرفاء، فرزند اکبر شبیہ غوث الثقلین،
مولانا سید احمد اشرف علیہم الرحمۃ والرضوان۔۔ کے نام۔۔ جن کی جاندار تعلیم و تربیت
نے اس خدمت کے لائق بنایا۔

﴿۳﴾۔۔ پیر و مرشد، پروردہ چہار محبوباں، ابوسعود سید مختار اشرف اشرفی جیلانی، سجادہ
نشین سرکار کلاں قدس سرہ العزیز۔۔ کے نام۔۔ جن کی نیک دُعاؤں اور روحانی
تصرفات کا یہ ثمرہ ہے۔

﴿۴﴾۔۔ اپنی اہلیہ مرحومہ سیدہ شمیمہ خاتون۔۔ کے نام۔۔ تفسیر اشرفی کی تکمیل اُن کے دل
کی ایسی تمنا تھی کہ اپنے انتقال سے دُور روز پہلے میرے پاس پیغام بھیجا کہ ”مولانا
سے کہہ دو کہ میری فکر نہ کریں اور ذہن کی یکسوئی کے ساتھ تفسیر اشرفی کی تکمیل کی
کوشش میں لگے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ میں تو اچھی ہو ہی جاؤں گی“ دُور روز کے بعد
مجھ پر ظاہر ہوا کہ اُس اچھے ہونے کا مطلب کیا تھا۔

بارگاہِ خداوند کریم میں دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس تفسیر کو سب کے لیے فیض بخش بنائے،
اور اس خاکسار کے لیے توشہء آخرت قرار دے۔ اور اُن سب کے لیے جن کا ذکر اوپر کیا
گیا ہے اور اُن کے سارے اصول و فروع، آباء و اجداد، اولاد و بنات، خواہران و برادران،
اساتذہ و مشائخ اور اعزہ و اقارب کے لیے صدقہء جاریہ بنادے۔

حسین بن جلیل زین

فقط

۔۔ طالب دُعا ۔۔

فقیر اشرفی، گدائے جیلانی ابوالحزمہ محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

حامداً ومصلیاً و مبسلاً

اظہارِ تشکر

رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر بنام 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' جس کا آغاز ۸/ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو دوسرے پارے سے کیا گیا تھا، پارہ پارہ کر کے آج توفیق الہی سے اختتام کو پہنچی۔ الحمد للہ! والد بزرگوار مخدوم الملت حضور محدث اعظم قدس سرہ کے تفسیر شدہ پہلے پارے کے ساتھ، تین تین پارے فی جلد کر کے اب تک نو جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور اب انشاء اللہ دسویں جلد طباعت کے لیے تیار ہے۔ تفسیر قلمبند ہونے کے ساتھ ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے نہایت ہی احسن طریقے سے اشاعتی مراحل سے بھی گزرتی رہی، یہ توفیق الہی اور ان بزرگان دین و احباب، جنہوں نے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا، کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، جس کے لیے رب تبارک و تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اُس نے اپنے نبی محترم و رسول مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہء جلیلہ کے طفیل مجھ فقیر اشرفی و گدائے جیلانی کو اپنی کتاب، قرآن کریم کی خدمت کی یہ عظیم سعادت بخشی۔ تفسیر ہذا کی اشاعت و طباعت کے سلسلے میں جن احباب و اصحاب علم و فن کی خدمات بہ استقامت شامل حال رہیں ان کو بھی ہدیہ تشکر پیش کرنا ضروری ہے۔

دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق متن تفسیر کی کمپوزنگ، صفحات میں بذریعہ کمپیوٹر عربی اردو عبارت کو خوبصورتی سے رکھنا اور سرورق کی تزئین وغیرہ کے لیے منصور احمد اشرفی سلمہ (نیویارک، امریکہ) کی انتھک محنت قابلِ صد ستائش ہے کہ امریکہ میں پیدائش اور اردو زبان سے ناواقفیت کے باوجود اس اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ۱۴ سال کی عمر میں پہلے پارے کی تفسیر اور پھر ۱۸ سال کی عمر میں دوسرے پارے سے لے کر اختتام تک یہ محنت امریکہ میں اپنی تعلیم وغیرہ کے ساتھ ساتھ جاری رکھنا، قرآن، صاحب قرآن اور اپنے شیخ طریقت سے محبت کا بھرپور ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ منصور احمد اشرفی

سلمہ کو جزائے خیر اور دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور دین متین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

کسی بھی کتاب کی کتابت اور خاص طور پر دورِ حاضر میں ہونے والی کمپوزنگ کو جب تک عمیق نظروں سے نہ گزارا جائے وافر مقدار میں اغلاط کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عام طور پر تقریباً ہر کتاب میں اور خاص طور پر کتب تفاسیر میں یہ مرحلہ نہایت نازک اور غور طلب ہوتا ہے۔ علامہ مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی (بولٹن، برطانیہ) نے اپنی مسجد و مدرسہ کی مصروفیات سے اپنا قیمتی وقت نکال کر جب کئی مرتبہ کے پروف شدہ متن تفسیر کا عالمانہ و محققانہ انداز میں بالاستیعاب جائزہ لیا تو تفسیر کی کمپوزنگ کو اغلاط سے حتی الامکان پاک صاف فرمادیا۔ مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی کی محنت کو تفسیر اشرفی سے کبھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل میں ترقی عطا فرمائے۔

کتاب کو تمام تر مراحل سے گزار کر طباعت کے مرحلے کے لیے تیار کر دینے کے باوجود اگر اس آخری مرحلے میں ذرا سی بھی فروگزاشت روارکھی جائے تو ایک خوبصورت کتاب قاری کے ہاتھ میں نہیں پہنچ پاتی۔ امریکہ سے تیسری جلد پر کام مکمل ہو کر سی ڈی کی صورت میں جب سید شوکت علی صاحب اشرفی (کرجن، گجرات) کو موصول ہوتا تھا تو آپ اپنی بالغ نظری، کفایت شعاری، کاغذ کے چناؤ، پرنٹرز کی دیکھ بھال سے اور اپنے معاونین، مولانا ساجد اشرفی، مولانا عبدالرزاق اشرفی، جناب خالد اشرفی اور دوسرے احباب کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام بانٹ کر چند ہی دنوں میں ایک خوبصورت مجلد کتاب سامنے لاتے رہے۔ تفسیر اشرفی کی طباعت وغیرہ کے تعلق سے ہندوستان میں آپ کی اور آپ کے معاونین کی خدمات قابل تحسین اور شکریہ کے لائق ہیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام مذکورہ وغیرہ معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

رہ گئے برادرِ طریقت محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی سلمہ، تو انہیں تفسیرِ ہذا کی خدمت کے کس ایک مرحلے میں رکھا جائے، اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ لہذا مجموعی طور پر یوں کہئے کہ اس تفسیر قرآن کے محرک وہی ہیں۔ کس کام کو کس انداز میں کرنا ہے اور کس سے کیا کام لینا ہے، یہ فن انہی کا حصہ ہے۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام لینا اور کرنا ان کی طبیعتِ ثانیہ اور دین کے کام کاج کے دوران

آرام سے نہ بیٹھنا اُن کی عادت ہے۔ تفسیرِ قرآن کے تعلق سے ہمارا کام تو پایہ تکمیل کو پہنچ گیا مگر اُن کا کام ابھی جاری ہے کیونکہ وہ معارفِ القرآن اور تفسیرِ اشرفی کو انگریزی زبان میں لانے کے خواہشمند ہیں۔ اللہ رب العزت اُن کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اس محنت کو اُن کے لیے، اُن کے اہل خانہ اور اہل خاندان کے لیے تو شہِ آخرت بنائے۔

جب اظہارِ تشکر کی بات آتی ہے تو تمامی احباب جنہوں نے کسی بھی انداز میں تفسیرِ ہذا کی خدمت انجام دی، چاہے وہ تکمیلِ تفسیر اور میری صحت کے لیے دُعا ہی ہو، کا ذکرِ خیر ضروری ہے۔ لہذا اسی جلد میں ”عرضِ ناشر“ کے تحت جن احباب و اصحاب کو فرداً فرداً یاد کر کے اُن کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے میں اُن سب کا ناصرف شکر گزار ہوں بلکہ اُن جمیع معاونین کے لیے مصممِ قلب سے بدستِ دُعا ہوں کہ مولیٰ کریم اُن سب کو صحت و عافیت سے رکھے اور آخرت میں اجرِ عظیم سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

محمد سرور (سرورِ جلیلِ دین)

فقط

-- طالبِ دُعا --

فقیرِ اشرفی، گدائے جیلانی ابوالحزمہ محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

تشریح لغات

--- ﴿۱﴾ ---

اجتاع: بیروی۔

اٹھائے راہ: راستے میں جاتے ہوئے، منزل کی جانب۔

سفر کے دوران۔

اجتناب: کنارہ کشی۔ علیحدگی۔ پرہیز۔

اجداد (جد کی جمع): باپ دادا۔ پرکھے۔

اجرام (جرم کی جمع): ستاروں اور جواہرات کے جسم۔

اجل: موت۔ مرگ۔ قضا۔

اجمالی: مختصر۔ سرسری۔

احبار اور بہان: یہودیوں اور نصرانیوں کے علماء۔

احتراز: پرہیز۔ کنارہ کشی۔ علیحدگی۔

اختفاء: پوشیدہ کرنا۔ چھپانا۔

ادراک: عقل۔ فہم۔ رسائی۔

اذن: اجازت۔

ارجاط: ربط۔ تعلق۔

ارتکاب (کوئی غلط یا ناجائز): کام کرنا۔

ازدیا و نعمت: نعمت کی زیادتی اور کثرت۔

استجاب: التجا کو سننا اور قبول کرنا۔

استحضار: یاد۔ یادداشت۔

استحقاق: مستحق ہونا۔ سزاوار ہونا۔

استدعا: خواہش۔ درخواست۔ التجا۔

استعاذہ: پناہ چاہنا۔ پناہ حاصل کرنا۔

استعارہ: علم بیان کی اصطلاح میں مجازی کی ایک قسم جس میں کسی

لفظ کے مجازی اور حقیقی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا

ہے اور بغیر حرف تشبیہ کے، حقیق معنی کو مجازی معنی میں

استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: زنگ کہہ کر آنکھ مراد لینا۔

استعداد: لیاقت۔ قابلیت۔ فطری صلاحیت۔

استفادہ: فائدہ حاصل کرنا۔ نفع اٹھانا۔

استقرار حمل: بچے کا ماں کے پیٹ میں پڑ جانا، قائم ہونا۔

اشکبار: گھمنڈ۔ غرور۔ فخر۔ شیخی۔ زعم۔

استنباط: نکالنا۔ چننا۔ نتیجہ اخذ کرنا۔ چھانٹنا۔

استہزاء: ہنسی اڑانا۔ ہنسی مذاق۔

استیصال: جڑ سے اکھڑ دینا۔ بچ کٹی۔

اسلوب: طریقہ۔ طرز۔ روش۔

اشراق: حکمت۔ روشن ضمیر۔ تصفیہ باطنی۔

اصالة: بذات خود۔ اس وجہ سے۔

اصرار: خند۔ اڑ۔

اصیل: شریف۔ نجیب۔ عالی خاندان۔

اضافت: نسبت۔ لگاؤ۔ میل۔

اضطراب: بے چینی۔ گھبراہٹ۔

إطلاق: کہنا۔ بولا جانا۔

اطوار (طوری جمع): طریقے۔ ڈھنگ۔

إعادة: لوٹنا۔ دہرانا۔ بار بار کرنا۔

إعانت: مدد۔ سہارا۔

إعتراف: اقرار کرنا۔ تسلیم کرنا۔ مان لینا۔

إفترام: بہتان۔ جھوٹا الزام۔ اپنی طرف سے گڑھی ہوئی بات۔

إفشاء حال: حال احوال کو ظاہر کرنا، کھولنا، آشکار کرنا۔

اکابر (اکبر کی جمع): بڑے لوگ۔ مقتدر آدمی۔ بزرگ۔

اکوان (کون کی جمع): ہستی۔ عالم۔ جہان۔

الغفات: رغبت۔ خیال۔ دھیان۔ متوجہ ہونا۔

إلقاء: غیب سے دل میں ڈالنا۔ وہ بات جو خدا دل میں ڈال دے۔

انابت: رجوع۔ واپس آنا (اللہ کی طرف) توبہ و زاری کرنا۔

انبات: اگانا۔

إنبساط: خوشی۔ شادمانی۔ کھلنا۔ پھیلنا۔

بقعہ: زمین کا ٹکڑا۔ یا۔ حصہ۔
بہ نظر غائر: سرسری نظر سے۔
بے باک: شوخ۔ شریر۔ بے حیا۔

--- ﴿ پ ﴾ ---

پراگندہ: بکھر ہوا۔
پڑمردہ: کھلایا ہوا۔ مرجھایا ہوا۔
پیادہ: پیدل، جو سوار نہ ہو۔

--- ﴿ ت ﴾ ---

تادم زیست: زندگی کے آخری سانس تک۔
تامل: سوچ بچار۔ فکر۔
تادان: عوض۔ جرمانہ۔ ہرجانہ۔
تمتہ: بقیا۔ بچا ہوا۔ کسی چیز کا آخری حصہ۔
تجاوز: حد سے آگے بڑھنا۔ یا۔ گزرنا۔
تحریمیں: لالچ دینا۔ حرص دلانا۔ ترغیب۔
تحریف: بدل دینا۔ تحریر میں اصل الفاظ بدل کر کچھ اور لکھ دینا۔
تحصیل: حاصل کرنا۔ جمع۔
تحمل: برداشت۔ صبر۔
تخصیص: خصوصیت۔ حق مخصوص۔
تحنیف: کمی۔ گھٹاؤ۔ افاقہ۔ آرام۔
تدارک: درستی۔ اصلاح۔

ترغیب: رغبت دلانا۔ کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا۔
ترکوں (ترک کی جمع): ورثہ۔ میراث۔ وہ جائیداد جو انسان مرنے کے بعد چھوڑے۔

تصرف: قبضہ۔ اختیار۔ استعمال۔

تضع: دکھاوا۔ مکر۔ فریب۔

تطہیر: پاک کرنا۔ تزکیہ۔ پاکی۔ طہارت۔

تعرض: روکنا۔

تعديل: برابر کرنا۔ ٹھیک کرنا۔ درست کرنا۔

تعدی: حد سے بڑھ جانا۔ ظلم و ستم۔ جور جفا۔ نا انصافی۔

تعرض: روکنا۔ مزاحمت کرنا۔ سامنے آنا۔

انسداد: روک تھام۔ بندش۔ روکنے کا بندوبست۔
إبعاث: اٹھنا۔ کھڑا ہونا۔ برا بھلا ہونا۔ روانہ ہونا۔
بھیجا جانا۔

اعتباہ: خبردار کرنا۔ آگاہ کرنا۔ وارننگ۔

اندوہنا کوں: رنج و غم سے بھرے ہوئے۔

انذار: تنبیہ کرنا۔ آگاہی۔

إشراح: کھلنا۔ کشادہ ہونا۔ واضح ہونا۔

انقطاع: بریدہ ہو جانا۔ کٹ جانا۔

اٹا: واپس۔ دودھ پلانے والی عورت۔

اوامر و لواہی: احکامات و ممنوعات۔

اوتاد: اولیاء اللہ کا ایک خاص درجہ۔

إہانت: توہین کرنا۔ ہتک۔ ذلت۔ بے عزتی۔

اہوال (ہول کی جمع): خوف و ہراس۔ خدشات۔

ایثار: دوسرے کے نفع کو اپنے نفع پر ترجیح دینا۔

ایما: اشارہ۔ منشا۔

ایمن: بے خوف۔ امن دیا ہوا۔

آزار: دکھ۔ تکلیف۔ سختی۔

آفکارا: ظاہر۔ نمایاں۔ کھلا ہوا۔ فاش۔

آفرینش: پیدائش۔ مخلوق۔ دنیا۔

--- ﴿ ب ﴾ ---

بار: تکلیف۔ ذمہ داری۔

باز پرس: پوچھ گچھ ہونا۔ تحقیقات۔ محاسبہ ہونا۔ مواخذہ ہونا۔

بازگشت: واپسی۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ پلٹنا۔

باگ: لگام۔ عنان۔ راس۔ انتظام۔

بالیدگی: افزائش۔ روئیدگی۔

باور: یقین۔ بھروسہ۔ اعتبار۔ اعتماد۔

بایں جہت: اسی وجہ سے۔

برگشتہ: پھرا ہوا۔ مخالف۔ منحرف۔ سرکشی۔ باغی۔

بعث و حشر: مرنے کے بعد زندہ ہونا اور قیامت۔

بعث: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔

بعید: دور فاصلے پر۔ علیحدہ۔

تعریف: اعتراض کرنا۔ اشارے کنائے سے بات کہنا۔

تغییر: حالت بدل دینا۔ پلٹ دینا۔ تبدیل کرنا۔

تفاخر: ڈینگ مارنا۔ فخر کرنا۔ غرور کرنا۔

تفہیم: سمجھانا۔

تقریب فہم: سمجھانے کی وجہ سے۔ بات سمجھانے کے لیے۔

تقریب: باعث۔ سبب۔ وجہ۔ موقع۔ محل۔

تقویت: طاقت۔ قوت۔ مدد۔

تکاثر: بہت مال و دولت پر فخر کرنا۔

تکذیب: جھٹلانا۔ جھوٹ بولنے کا الزام لگانا۔

تکون ازارض: زمین کے وجود میں آنے کے تعلق سے۔

تکوین: پیدا کرنا۔ وجود میں لانا۔

تلائی: نقصان کا عوض۔ پاداش۔ بدلہ۔ تدارک۔

تلخا بہ: کڑوا پانی۔

تلف: برباد۔ تباہ۔ رائیگاں۔ گم۔ ضائع۔

تناقض: ایک دوسرے کی ضد۔ یا۔ مخالف ہونا۔

تمد: تیز۔ غضبناک۔ سخت۔ شدید۔

تثریہ: پاکی۔

تغفر: نفرت۔ بیزاری۔ کراہت۔ گھن۔

توٹگری: دولت مند۔ امارت۔ مالدار۔

توٹگر: دولت مند۔ امیر۔ مالدار۔

تہدید: ڈرانا۔ دھمکانا۔

تیرہ دتار: بہت باریک۔ اندھیرا گھپ۔

ثبات: مضبوطی۔ پائیداری۔

ثمن: قیمت۔ قدر۔

ثواب ابدی: ہمیشہ باقی رہنے والا نیک صلہ۔

جاڑا: سردی۔ ٹھنڈ۔

جدال: جھگڑا۔ تکرار۔ بقعہ۔

جس: گھٹنا۔ گھڑیاں۔ گھنٹی۔

جرم: جہم۔

جرائے سرمدی: ہمیشہ رہنے والا انعام۔ الہی انعام۔

جسارت: حوصلہ۔ جرأت۔ بے باکی۔

جلب منفعت: نفع حاصل کرنا۔

جلق: ہاتھ کی مدد سے انزال کرنا۔ مشت زنی۔

جماع: مرد کا عورت سے محبت کرنا۔ ہم بستر ہونا۔ مباشرت۔

جود: بخشش۔ سخاوت۔ فراخ دلی۔ کرم۔

جورو: بیوی۔ گھر والی۔ زوجہ۔ رفیقہ حیات۔

جہت: وجہ۔ سبب۔ باعث۔

جھڑی لگا کر: لگانا بارش ہونا۔

چارہ ساز بے چارگاں: بے چاروں اور مجبوروں کا کام بنانے والا۔

چومٹا: ایک قسم کی سزا جس میں چار میخیں یعنی کیلیں گاڑ کر مجرم کے

ہاتھ پاؤں اُن کے ساتھ باندھ دیئے جاتے تھے۔۔۔

چمیں بجبیں: تیوری پر بل ڈالنا۔ ماتھے پر شکن ڈالنا۔

ناراض ہونا۔

حاشا (حرف تردید): ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ انکار اور لاعلمی

کے لیے بطور قسم استعمال ہوتا ہے۔

حاطین (حامل کی جمع): کسی چیز کو لے جانے والا۔

بوجھ اٹھانے والا۔

حدوث (قدیم کی ضد): نیا۔ تازہ۔ پیدائش و وجود میں آنا۔

حراما نصیبی: بد قسمتی۔

حشمت: بزرگی۔ عظمت۔ مرتبہ۔

حظ: حصہ۔ بخرہ۔ لطف۔ مزہ۔

حلاوت: لذت۔

حلیف: وہ فریق جنہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ کیا ہو۔

حمل: مراد لے کر۔

حوالی: گرد و نواح۔ آس پاس۔

حیف: ظلم و ستم۔ جبر۔ تعدی۔

حیلے: بہانے۔

--- ﴿ خ ﴾ ---

خام خیالی: غلط گمان۔۔۔ جھوٹا خیال۔۔۔ وہم۔
خصومت: عداوت۔۔۔ دشمنی۔۔۔ جھگڑا۔
خفیف الحركاتی: اوجھی حرکت۔۔۔ کم ظرفی۔
خلش: رنجش۔۔۔ بغض۔۔۔ جھگڑا۔۔۔ مناقشہ۔
خوگر: جسے کسی بات کی عادت پڑ گئی ہو۔
خو: عادت۔۔۔ خصلت۔

--- ﴿ و ﴾ ---

وادری: فریادری۔۔۔ چارہ سازی۔۔۔ انصاف۔۔۔ حق رسی۔
وادخواستی: انصاف چاہنا۔۔۔ فریاد۔۔۔ استغاثہ۔
واعیہ: خواہش۔۔۔ مرضی۔۔۔
وٹار نبوت: وہ کپڑا جو دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے
جیسے چھ، چادر، وغیرہ۔
دخول: داخل ہونا۔۔۔ یا۔۔۔ کرنا۔۔۔ خلوت سمجھ۔
در اندازی: چوری چھپے کسی کے علاقے میں گھس جانا۔
در آئمالیکہ: اس صورت میں۔۔۔ حالانکہ۔
درخشانی: چمک دمک۔۔۔ روشنی۔
درکہ: دوزخ کا طبقہ۔
دریدہ دہنی: گستاخی۔۔۔ بدزبانی۔
دسترس: پہنچ۔۔۔ رسائی۔۔۔ قدرت۔
دغدغہ: تشویش۔۔۔ کھٹکا۔۔۔ خدشہ۔
دفع ضرر: تکلیف۔۔۔ یا۔۔۔ نقصان کا دور کرنا۔
ولالت: دلیل۔۔۔ ثبوت۔۔۔ علامت۔۔۔ نشان۔
ونایت: کمینہ پن اور رذالت۔
ویت: خوں بہا۔

--- ﴿ ز ﴾ ---

ذمائم (ذمیر کی جمع): بُرائیاں۔۔۔ خرابیاں۔

--- ﴿ ر ﴾ ---

راہن: رہن کرنے والا۔۔۔ گروی رکھنے والا شخص۔

رجوع: واپس ہونا۔۔۔ مڑنا۔۔۔ لوٹنا۔۔۔ توجہ۔
رطب اللسان: بہت تعریف کرنے والا۔
رعونت: غرور۔۔۔ تکبر۔۔۔ گھمنڈ۔
رفاقت: دوستی۔
رمز و کنایہ: پوشیدگی۔۔۔ اشارہ۔
روسیاہ: کالے منہ کا۔
روضہ خاخ: مکہ اور مدینہ سے درمیان میں ایک جگہ کا نام ہے۔
روئیدگی: اُگنا۔
رویت: دیدار۔۔۔ نظارہ۔
ریگورواں: اُڑنے والی ریت۔۔۔ سراب۔

--- ﴿ ز ﴾ ---

زائل: دُور ہونے والا۔۔۔ کم ہونے والا۔
زبوں حال: بے چارگی۔۔۔ رُسوا۔۔۔ تباہ حال۔
زجر و توبخ: ڈانٹ ڈپٹ۔۔۔ لعنت ملامت۔۔۔ جھڑکی دھتکار۔
زجر: روک۔۔۔ ڈانٹ۔۔۔ ڈپٹ۔۔۔ دھمکی۔۔۔ تنبیہ۔
زشت خو: بُری عادت والا۔۔۔ بد خصلت۔۔۔ بد خو۔
زلل: کمی۔۔۔ نقصان۔
زمرہ: جماعت۔۔۔ گروہ۔۔۔ حلقہ۔
زمرے: جماعت۔۔۔ گروہ۔۔۔ حلقہ۔
زندیق: وہ شخص جو خدا کی وحدانیت کا قائل نہ ہو۔
زیاں کار: نقصان اٹھانے والا۔

--- ﴿ س ﴾ ---

ساقط: گرا ہوا۔۔۔ متروک۔۔۔ مسترد۔۔۔ نامنظور شدہ۔
ساق: کنارہ۔۔۔ درخت کا تنہ۔
سب و شتم: گالی گلوچ۔
سیاہ: فوج۔۔۔ لشکر۔

تجمع: ایسا موزوں فقرہ۔۔۔ یا۔۔۔ مصرع جس کے کچھ ظاہری معنی بھی
ہوں اور اس میں کسی شخص کا نام بھی آجائے۔
سدر مق: قلیل۔۔۔ تھوڑی۔۔۔ اتنا کھانا کہ زندگی قائم رہ سکے۔
سُدھ: پرواہ۔۔۔ فکر۔۔۔ خیال۔

سڈول: مناسب۔۔ زیبا۔۔ موزوں۔۔ خوشنما۔
 سراسمہ: حیران۔۔ پریشان۔۔ گھبرایا ہوا۔
 سرپوش: وہ کپڑا جو خوان پر ڈالتے ہیں۔۔ ڈھکتا۔
 سرتابی: سرکشی۔۔ نافرمانی۔۔ حکم عدولی۔۔ بغاوت۔
 سرزنش: ملامت۔۔ برا بھلا کہنا۔
 سرگذشت: قصہ۔۔ داستان۔۔ حکایت۔
 سرنگوں: شرمندہ۔۔ تجل۔
 سزاوار: لائق۔۔ مناسب۔۔ واجب۔
 سعید: نیک۔۔ بھلا۔۔ نیک بخت۔
 سفاہت: کمینہ پن۔۔ رذالت۔
 سن: عمر۔۔ مقدار عمر۔۔ سال۔۔ برس۔
 سوخت: جلن۔۔ سوزش۔۔ تکلیف۔
 سوزش: جلن۔۔ تکلیف۔
 سہل: آسان۔
 سینت: ناحق جمع کرنا۔۔ جوڑنا۔

صلاح: نیکی۔۔ بھلائی۔۔ بہتر۔۔ اچھائی۔
 صنادید: سردار۔
 صومعوں (صومعہ کی جمع): گرجا۔۔ عبادت خانہ۔
 صومعہ: گرجا۔۔ عبادت خانہ۔

--- ﴿ض﴾ ---

ضرر: نقصان۔۔ تکلیف۔
 ضعف: کمزوری۔

--- ﴿ط﴾ ---

طہائع (طہیعت کی جمع): فطرت۔۔ عادت۔۔ خصلت۔
 طغیان: بڑی زیادتی۔۔ ظلم۔۔ نافرمانی۔۔ سرکشی۔
 طنطنہ: کردار۔۔ شان و شوکت۔۔ دبدبہ۔
 طول امل: حرص کی درازی۔۔ امید کی زیادتی۔
 طینت: سرشت۔۔ طبیعت۔۔ خو۔۔ عادت۔

--- ﴿ظ﴾ ---

ظروف (ظرف کی جمع): برتن۔
 ظفر: خوش نصیبی۔۔ کامیابی۔

--- ﴿ع﴾ ---

عاصی: گناہ کار۔۔ خطا کار۔
 عالم رویا: خواب کی حالت۔
 عدوان: دشمنی۔۔ بدخواہی۔۔ رقابت۔
 عرفان: شناخت۔۔ پہچان۔
 عزیمت: ارادہ۔۔ قصد۔
 غسل: شہد۔
 عصیان: گناہ۔
 عظیم الجثہ: بڑے جسم والا۔
 عقاب: دکھ۔۔ تکلیف۔۔ عذاب۔۔ سزا۔
 عقوبت: عذاب۔۔ سزا۔۔ تکلیف۔۔ دکھ۔
 عمودی: سیدھی۔۔ لمبی ستون جیسی۔

--- ﴿ش﴾ ---

شاد کامیوں (شاد کام سے): بامراد۔۔ کامیاب۔۔ خوش حال۔
 شاق: مشکل۔۔ دشوار۔۔ ڈوبھر۔۔ ناگوار۔
 شاہ عدل: سچے گواہ۔
 شرر: آگ کی چنگاریاں۔
 شقاوت: بد بختی۔۔ بد نصیبی۔۔ بد معاشی۔۔ سنگ دلی۔
 شقی: بد بخت۔۔ سنگ دل۔
 شکاف: دراڑ۔۔ جھری۔۔ سوراخ۔
 صادر: جاری ہونے والا۔۔ نکلنے والا۔۔ نافذ۔
 صائب: رسا۔۔ پہنچنے والا۔۔ درست۔۔ ٹھیک۔
 صدف: سیپ۔۔ ایک قسم کا سمندری گھونگا جس میں سے موتی نکلتا ہے۔
 صعب: سخت۔۔ دشوار۔۔ کٹھن۔۔ تکلیف دہ۔
 صعوبتوں: سختی۔۔ مشکلات۔۔ مصیبتیں۔۔ وقتیں۔
 صغریٰ: کم عمری۔۔ چھوٹی عمر۔
 صفات قبیحہ: بُری عادتیں۔۔ نازیبا حرکتیں۔

عناد: دشمنی۔ نفرت۔

عقواء: نایاب۔ نادر و کمیاب ہونا۔

--- ﴿ غ ---

عارِ عِیق: گہرا گڑھا۔

عایت غایات: آخر غرض۔ انتہائی مطلب۔

--- ﴿ ف ---

فائر المرام: مراد پانے والا۔ کامیاب۔

فتور: خرابی۔ نقص۔ فساد۔

قریب: موٹا۔ موٹا تازہ۔

قرو: دبانے۔ بٹھانے۔ بچھانے۔ کم کرنا۔

قریب کدہ ہستی: دھوکا دینے والی زندگی۔

فریفتہ: عاشق۔ دلدادہ۔

فضیحت: ذلت۔ بدنامی۔ رسوائی۔

فوق الادراک: سمجھ سے بالاتر۔

فیروز بختی: خوش نصیبی۔

فیلبان: مہاوت۔ ہاتھی چلانے والا۔

--- ﴿ ق ---

قالج: قناعت کرنے والا۔ جمل جائے اس پر راضی رہنے والا۔

قباح: بُرائی۔ عیب۔ نقص۔

قصد: ارادہ۔ نیت۔ مقصد۔

قصور: خطا۔ بھول۔ چوک۔

قطعة: حصہ۔ ٹکڑا۔

قلق: حسرت۔ افسوس۔ پچھتاوا۔

قوائے حیوانیہ: جسم کے اعضاء۔

--- ﴿ ک ---

کہار (کیرہ کی جمع): بڑے گناہ۔

کپٹ: نفاق۔ کدورت۔

کج عقلی: بد عقلی۔ عقل کی کمی اور ٹیڑھاپن۔

کجی: ترچھاپن۔ ٹیڑھاپن۔

کذب مرتج: صاف جھوٹ۔

کفر گاہی: آنکھوں دیکھی چیزوں کا انکار۔ ظاہر کا انکار۔

کفو: مانند۔ برابر۔ ہم قدم۔ ہم خاندان۔

کلفت: رنج۔ تکلیف۔ مصیبت۔

کمین گاہ: گھات کی جگہ۔ وہ جگہ جہاں چھپ کر شکار۔ یا۔

دشمن کو ماریں۔

کنایہ: اشارہ۔ مبہم بات۔

کنہ: کسی چیز کی انتہا۔ تہہ۔ حقیقت۔ باریکی۔

کوتاہ نظروں: تنگ نظر۔

کوتاہ: چھوٹا۔ کم۔ تنگ۔ پست۔

کور بختی: بد قسمتی۔ بد نصیبی۔

کور فہمی: کد فہم۔ کم ذہن۔ نا سمجھ۔

کوزے: ڈونگا۔ مٹی کا آب خورہ۔ وہ برتن جو کسی چیز کے

پینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

کہانت: غیب کی بات بتانا۔ مال گوئی۔

--- ﴿ گ ---

گراچار: ناگوار وزن۔ تکلیف دہ کام۔ بھاری۔

گرائی: بوجھ۔ مہنگائی۔

گرز: ایک ہتھیار جو اوپر سے گول، موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے۔

گرو: گروی ہونا۔ رہن رکھا جانا۔ بندھا ہوا۔

گرویدہ: فریفتہ۔ عاشق۔ شیفتہ۔

گنجان: گھنا۔ پاس پاس۔ متصل۔

گھات: تاک۔ داؤں۔ موقع۔ شکار۔ یا۔ دشمن کے

انتظار میں بیٹھنا۔

--- ﴿ ل ---

لغو: بیہودہ۔ فضول۔

لوٹ: آمیزش۔ ملاوٹ۔ آلودگی۔

لوجہ اللہ: اللہ کے واسطے۔

لیاقت: قابلیت۔ استعداد۔ خوبی۔ عمدگی۔

لیالی عشر: دس راتیں۔

--- ﴿ م ---

ماخوذ: اخذ کیا گیا۔ حاصل کیا گیا۔

ما فیہا: جو کچھ اس میں ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہے۔

مامون: محفوظ۔ بے خوف۔

مانع: سد راہ۔ روک۔ روکنے والا۔

مباشرت: عورت مرد کی ہم بستری۔ جماع۔ محبت۔

جماعت۔

مبالغہ: کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔ کسی بات کو بہت بڑھا

چڑھا کر بیان کرنا۔ حد سے زیادہ تعریف یا برائی کرنا۔

مبذول: خرچ کیا گیا۔

مبرا: پاک۔ بے عیب۔ منزہ۔ صاف۔

مبعوث: بھیجا گیا۔ نبی کا بھیجا جانا۔

متابعت: پیروی۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔

مبادر: جلد ذہن میں آنے والا۔

محقق: تحقیق کیا گیا۔ ٹھیک۔ درست۔ صحیح۔

متمحل: تحمل کرنے والا۔ برداشت کرنے والا۔

مستقل مزاج۔ صابر۔

متحیر: حیران۔

متخلق: اخلاق سے آراستہ۔

متدین: قائم ہو جانے والا۔ پکے ہو جانے والے۔

پکڑ لینے والے۔

متصرف: قبضہ کرنے والا۔ قابض۔

متضاد: برعکس۔ خلاف۔ الٹا۔

متعجب: تعجب کرنے والا۔ حیران۔ متحیر۔ دنگ۔

متعدد: بہت۔ کئی۔ چند مختلف۔

متغیر: بدلا ہوا۔ پلٹا ہوا۔ تبدیل شدہ۔

متضرع: کسی چیز سے اس کی شاخ کی طرح نکلنے والا۔

متقابل: مقابلہ کرنے والا۔ آمنے سامنے۔

متکفل: کفالت کرنے والا۔ کفیل۔ ضامن۔ ذمہ دار۔

متوازی: برابر قاصلے پر رہنے والا۔ ساتھ ساتھ۔

مجازات: سزا۔ کیفر کردار کو پہنچنا۔

جماعت: ہم بستری۔ جماع۔ محبت۔ ہم خوابی۔

مجمع: اکٹھا۔ جمع کیا ہوا۔

محلی و مصفی: پاک صاف۔ سترا ہوا۔ چکا ہوا۔

مجملاً: مختصراً۔

محاسبہ: حساب۔ شمار۔ پڑتال۔ حساب کی پوچھ گچھ۔

محاضرہ: یاد رکھی ہوئی باتیں۔ یا۔ چیزیں۔

محاکات: کسی چیز۔ یا۔ حالت کی نقل کرنا۔

محال: غیر ممکن۔

محبوب: پوشیدہ۔ مخفی۔

محدوف: حذف کیا گیا۔ علیحدہ کیا ہوا۔ الگ کیا گیا۔

محرک: ابھارنے والا۔ اُکسانے والا۔

محکم: مضبوط۔ مستحکم۔

محل: موقع۔ وقت۔

مدالعت: دفع کرنا۔ مزاحمت کرنا۔ روک تھام۔

مدیر: تدبیر کرنے والا۔ عاقل۔ دانش۔

مدون: جمع کیا ہوا۔ ترتیب دیا ہوا۔

مذموم: بُرا۔ خراب۔ قبیح۔ وہ جس کی بُرائی کی جائے۔

مراجعة: واپس۔ واپس ہونا۔ لوٹنا۔ رجوع۔

مربوط: ربط کیا گیا۔ بندھا ہوا۔ لگا ہوا۔ وابستہ۔

مرصع: جڑاؤ۔ موتی۔ یا۔ جواہرات سے جڑا ہوا۔

مرین: زینت دیا گیا۔ سجایا ہوا۔ آراستہ۔

مستغنی: استثناء کیا گیا۔ الگ کیا گیا۔ ماسوا۔ بجز۔

مستجاب الدعوات: جس کی دعائیں درگاہ الہی میں شرف قبولیت پائیں۔

مستحسن: نیک۔ پسندیدہ۔ خوب۔ بہتر۔

مستعد: آمادہ۔ تیار۔ کمر بستہ۔

مستغرق: ڈوبا ہوا۔ نہایت مصروف۔

مستغنی: آزاد۔ بڑی۔ بے پرواہ۔

مستفید: فائدہ چاہنے والا۔ فائدہ طلب کرنے والا۔

مستلزم: کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا۔

مستور: چھپوا ہوا۔ مخفی۔ پوشیدہ۔

مصور: جس پر جادو کیا گیا ہو۔

مسموم: وہ جس نے زہر کھالیا ہوا۔

مشتبہ: مشکوک۔۔۔ جس میں شبہ ہو۔۔۔ شبہ والا۔

مصاحبت: ہم نشینی۔۔۔ ساتھ رہنا۔۔۔ ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔

مصالح (مصلحت کی جمع): نیک صلاح۔۔۔ اچھا مشورہ۔۔۔

مناسب تجویز۔۔۔ حکمت پالیسی۔

مصائب: مصیبت کی جمع۔

مصدق: آلہ تصدیق۔۔۔ ثبوت صداقت۔

معرف: خرچ کرنے کی جگہ اور موقع۔۔۔ مطلب۔۔۔ کام۔۔۔

غرض۔

مضحکہ: ہنسی مذاق۔

معزتوں (معزت کی جمع): ضرر۔۔۔ نقصان۔۔۔ زیاں۔

مضطرب: بے چین۔۔۔ بے قرار۔

مطاع: اطاعت کیا گیا۔۔۔ وہ شخص جس کی اطاعت کی جائے۔

مطلع: اطلاع دیا گیا۔۔۔ خبردار کیا ہوا۔۔۔ واقف۔۔۔ آگاہ۔

معاصی (معصیت کی جمع): گناہ۔۔۔ قصور۔۔۔ خطا۔۔۔ پاپ۔

معاند: عناد رکھنے والا۔۔۔ دشمن۔۔۔ مخالف۔

معانقہ: باہم بغلگیر ہونا۔۔۔ گلے ملنا۔

معاونت: مدد۔ حمایت۔۔۔ امداد۔۔۔ سہارا۔۔۔ تائید۔

معائب (معیب کی جمع): عیوب۔۔۔ نقائص۔۔۔ خرابیاں۔۔۔

کھوٹ۔۔۔ بُرائیاں۔

معدوم: مٹایا گیا۔۔۔ فنا کیا گیا۔۔۔ نابود۔۔۔ ناپید۔

معدب: سزا دیا گیا۔۔۔ عذاب دیا گیا۔

معصیت: گناہ۔۔۔ قصور۔۔۔ خطا۔۔۔ نافرمانی۔ انحراف۔

معین: مقرر کیا گیا۔۔۔ مقررہ۔

معیوب: قابلِ شرم۔۔۔ باعثِ ندامت۔

مغلوب: دبا ہوا۔۔۔ عاجز۔۔۔ زیر۔۔۔ شکست خوردہ۔

مفاخرت: بڑائی۔۔۔ شہنی۔۔۔ ڈینگ۔۔۔ فخر۔۔۔ تاز۔۔۔ گھمنڈ۔

مفارقت: جدائی۔۔۔ فرقت۔۔۔ علیحدگی۔

مفاسد (مفسدہ کی جمع): فساد۔۔۔ خرابیاں۔۔۔ بُرائیاں۔۔۔

فتنے۔۔۔ جھگڑے۔

مفتری: افترا پرداز۔۔۔ الزام لگانے والا۔۔۔ بہتان لگانے والا۔

مفتوں: مبتلا۔۔۔ شیدا۔۔۔ فریفتہ۔۔۔ عاشق۔

مفرد: تنہا۔۔۔ اکیلا۔۔۔ علیحدہ۔۔۔ غیر مرکب۔

مفروضات: وہ باتیں جو استدلال کی بنیاد کے طور پر مان لی جائیں۔

مقاربہ: قریب آنا۔۔۔ قربت۔۔۔ قرب۔۔۔ نزدیکی۔

مقاومت: مقابلہ۔۔۔ برابری۔

مقتضا: تقاضہ کیا گیا۔۔۔ مطلب۔

مقر: اقراری۔۔۔ معترف۔۔۔ اعتراف کرنے والا۔۔۔

تسلیم کرنے والا۔

مقطوع: تراشا ہوا۔۔۔ کٹا ہوا۔

مقبور: قہر کیا گیا۔۔۔ جس پر غصہ ہوا۔

مقید: قید کیا گیا۔۔۔ قیدی۔۔۔ اسیر۔۔۔ پابند۔

مکاتب: وہ غلام جسے کچھ معاوضہ لے کر آزاد کر دیا گیا ہوا۔

مکارم: بزرگیاں۔۔۔ خوبیاں۔۔۔ محاسن۔۔۔ اچھے اوصاف۔۔۔

قابل تعریف کام۔

مکافئہ: امور نیکی کا انکشاف کرنا۔۔۔ اظہار۔۔۔ افشاء۔

مکافات: سزا۔۔۔ عوض۔۔۔ بدلہ۔۔۔ پاداش۔

مکذبین: جھوٹے۔۔۔ جھوٹ بولنے والے۔

مکرر: دوبارہ۔۔۔ پھر سے۔۔۔ دوسری دفعہ۔

ملازمت: کسی بڑے کی ملاقات۔

ملتفت: التفات کرنے والا۔۔۔ متوجہ ہونے والا۔

ممنوع: باز رکھا گیا۔۔۔ روکا گیا۔

ممسکوں (مسک کی جمع): کنجوس۔۔۔ بخیل۔۔۔ شوم۔

مملوک: جس پر قبضہ کیا جائے۔۔۔ مقبوضہ۔۔۔ غلام۔۔۔ بندہ۔

مناجات: دُعا۔۔۔ عرض۔۔۔ التجا۔

منحرف: پھرنے والا۔۔۔ باغی۔۔۔ سرکش۔۔۔ غدار۔

مندرج: درج کیا گیا۔۔۔ لکھا گیا۔

مندوب: نمایندہ۔

منزہ: عیبوں سے نری۔۔۔ پاک۔۔۔ مبرا۔

منعم: نعمت دینے والا (یہاں اللہ تعالیٰ مراد ہے)۔

منفعتوں (منفعت کی جمع): نفع۔۔۔ فائدہ۔

منقہی: بیت جائے۔۔۔ گزر جائے۔۔۔ پوری ہو جائے۔

منہک: کسی کام میں بہت مصروف۔۔۔ انہماک کرنے والا۔

منہیات (منی کی جمع): منع کی گئی۔ ممانعت کی گئی۔

مواخذہ: جواب طلبی۔ گرفت۔ باز پرس۔

موارد (مورد کی جمع): وارد ہونے کی جگہیں۔ مواقع۔

صورت حال۔

موانست: باہمی انس رکھنا۔ انس۔ محبت۔ دوستی۔

موثر: تاثیر کرنے والا۔ اثر کرنے والا۔ کارگر۔

موضع حمل: ماں کے پیٹ میں وہ جگہ جہاں بچہ ٹھہرتا ہے۔

موضع ولادت: وہ جگہ جہاں سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

موکد: تاکید کیا گیا۔

موند: بند کرنا۔ ڈھانپنا۔

مولس: انس رکھنے والا۔ آرام دینے والا۔ ساتھی۔

دوست۔ یار۔

مہلکات: ہلاکت کرنے والا۔ سخت ضرر رساں۔

مہلکہ: ہلاکت کی جگہ۔

مہمل: چھوڑا ہوا۔ ترک کیا ہوا۔ بے کار۔

میل: رغبت۔ رجحان۔ میلان۔ توجہ۔

نقیض: الٹا۔ برعکس۔ ضد۔

نگوں ساری: شرمندگی۔ شرم سے سر جھکائے ہوئے۔

شرم ساری۔

نمود: علامت۔ نشان۔

ننگ و عار: غیرت شرم۔

نوع: قسم۔ جنس۔

نیران: آگ۔

نیست: عدم۔ نابود۔ معدوم۔ فنا۔

--- ﴿ و ﴾ ---

وارد: آنے والا۔ پہنچنے والا۔ موجود۔

وحوش: جنگلی جانور۔

وداد: چاہت۔ الفت۔ دوستی۔ انس۔

ودیعت: امانت۔ سپردگی۔

وسائط: واسطہ کی جمع۔

وطی: جماع کرنا۔

--- ﴿ ہ ﴾ ---

ہاتف: غیب کی آواز۔ غیب کی آواز دینے والا۔

ہانکنے: پاس سے دور کرنے۔

ہڈیان: شدت بخار کی حلات میں بے معنی گفتگو۔

ہست: ہستی۔ زندگی۔ حیات۔ وجود۔

ہنکائے: پاس سے دور کیے گئے۔

ہنکا: پاس سے دور کرنا۔

ہنوز: ابھی تک۔ اب تک۔ اس وقت تک۔ ابھی۔

ہوادار: خیر خواہ۔ دوست۔

ہوائے نفس: نفس کی خواہشات۔ عیاشی۔ شہوت پرست۔

ہول: خوف۔ اندیشہ۔ گھبراہٹ۔

ہیئت: بناوٹ۔ صورت۔ شکل۔

--- ﴿ ن ﴾ ---

ناہائستہ: نامناسب۔ غیر ضروری۔

نابود: نیست۔ معدوم۔ فانی۔ ناپید۔

نخوت: گھمنڈ۔ غرور۔ خود بینی۔ تکبر۔

نڈا: آواز۔ صدا۔ پکار۔

نرینہ: نر سے متعلق۔

نزع: نکلنا۔ تازہ۔ جھڑا۔

نزع: جاں کنی۔ دم ٹوٹنا۔ قریب مرگ۔

نسیان: بھول چوک۔

نشاة ثانیہ: دوبارہ پیدائش۔ نئی زندگی۔

نظافت: پاکیزگی۔ صفائی۔

نفعہ اولیٰ: پہلا صورت جو پھونکا جائے گا قیامت میں۔

نفعہ: صورت۔ جو قیامت میں پھونکا جائے گا۔

نقاہت: ضعف۔ کمزوری۔ ناطاقتی۔ ناتوانی۔

نقباء (نقیب کی جمع): قائد۔ رئیس۔



’تصدیق نامہ‘

میں نے گلوبل اسلامک مشن، ایف، نیویارک، یو ایس اے کی کتاب
’سید القاسم المعروف بہ تفسیر اشرفی‘ (جلد دوم) ﴿

کی طباعت کے وقت اس کے ہر صفحہ کو حرفاً بحرفاً بغور پڑھا ہے۔
تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیات کریمہ اور احادیث
شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط
سے پاک ہونے کا ہے۔ دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ
چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس کا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔۔ علاوہ ازیں
۔۔۔۔۔ کتاب ہذا میں کوئی مضمون ملک و ملت کے خلاف نہیں ہے۔



المصدق
”محمد علی علیہ السلام“
سید محمد عظیم علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی

سید محمد عظیم علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی



ضیاء القرآن پبلیکیشنز
لاہور کراچی پاکستان